بسم الله الرحمن الرحيم

کتاب الخراج (مترجم)

مؤلف

قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ

مترجم

مولانا نیاز احمد اکاڑوی

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

کتاب الخراج (مترجم)

مؤلف

قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ

مترجم

مولانا نیاز احمد اکاڑوی

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون:042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

کتاب الخراج (مترجم)

مترجم

مولانا نیاز احمد اکاڑوی

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: 37355743-37224228-042

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابو یوسف کا نام یعقوب بن ابراہیم اور کنیت ''ابو یوسف'' ہے۔ آپؒ ۱۱۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ ہی نے پہلے پہل امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر کتابیں لکھیں اور مسائل کو املاء ونشر کیا اور ان کی فقہ کو اقطار عالم میں پھیلایا۔ آپ اسلام کے سب سے پہلے ''قاضی القضاۃ، اور فقہ العلماء وسیر العلماء کے لقب سے ملقب ہوئے۔

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ''امام ابو یوسف حافظ احادیث تھے اور محدث کے پاس جا کر روز 65 احادیث یاد کر کے لوگوں سے املاء کرواتے تھے'' کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کو چالیس ہزار احادیث موضوعہ یاد تھیں پس یہاں سے قیاس کرنا چاہئے کہ احادیث صحیحہ کس قدر یاد ہوں گی۔

امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اعمش نے ایک مسئلہ مجھ سے پوچھا میں نے اس کا جواب دے دیا اس پر انہوں نے مجھ سے استفسار کیا کہ یہ مسئلہ تم نے کہاں سے نکالا؟ میں نے کہا: اس فلاں حدیث سے جو آپ نے میرے آگے بیان کی تھی، انہوں نے کہا کہ وہ حدیث تو مجھے اس وقت سے یاد ہے کہ ابھی تمہارے والدین بھی مجتمع نہ ہوئے تھے، مگر اس کا مطلب اب معلوم ہوا۔

زیر نظر کتاب ''کتاب الخراج'' امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ ہجری کی تالیف کردہ کتاب ہے یہ کتاب خلیفہ ہارون الرشید کی خواہش پر لکھی گئی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نظم الدول بالخصوص مالیاتی نظام اور اس سے متعلقہ بعض ضروری امور کو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی خواہش تھی کہ انہیں اس سلسلہ میں بعض ضروری چیزوں کی تفصیلات مہیا کی جائیں، چنانچہ انہوں نے امام ابو یوسف سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور آپؒ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔

کتاب الخراج میں احادیث وآثار بڑی کثرت کے ساتھ روایت کیے گئے ہیں اور ان سے بے شمار مسائل پر استدلال واستشہاد کیا گیا ہے۔ کتاب الخراج کے جائزے کے مطابق کتاب الخراج میں مرفوع روایات کی تعداد ۲۲۳ ہے

اور آثارِ صحابہ (موقوف روایات) کی تعداد ۲۹۹ ہے جب کہ تابعین سے مروی آثار و اقوال اس کے علاوہ ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد ۲۰۰ سے زائد ہیں۔

مشہور مصرف محقق ابوزہرہ کتاب الخراج کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یہ کتاب قاضی ابو یوسف کی ایک مراسلت ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے نام لکھی تھی۔ اس میں انہوں نے حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع آمدن کی تفصیلات پر بڑی دقیق اور عمدہ بحث کی ہے۔ آپ نے اس میں قرآن مجید، احادیث اور صحابہ کے فتاویٰ پر اعتماد کیا ہے۔''

کتاب کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے مترجم جناب مولانا نیاز احمد اوکاڑوی ﷾ سے اس بابت بات کی تو انہوں نے بخوشی حامی بھر لی اور اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین

خادم العلم والعلما

الحاج مقبول الرحمٰن غفرلہٗ

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حرف اولیں

الحمد لله و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ پھر انسان بنانے کے بعد ہمیں مسلمان بننے کی توفیق عنایت فرمائی اور پھر مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہونے کا لازوال شرف مرحمت فرمایا۔ اگر ہم اس کی ان گنت اور لاتعداد نعمتوں کا شکر بجالانا چاہیں تو یہ ایک ناممکن امر ہے، بلکہ ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ "وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها" چہ جائیکہ ہم اس کے انعامات واحسانات کا حق ادا کر سکیں۔ گوحسب تصریح علماء اصول دلائل اور براہین کی چار قسمیں ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس۔ مگر اجماع اور قیاس درحقیقت کتاب اللہ اور سنت ہی کی طرف راجع اور اسی کا ثمرہ ہے، اور سب جانتے ہیں کہ دین اسلام کا بنیادی سرچشمہ قرآنِ حکیم ہی ہے، جس کا بیان حدیث ہے، اور عمل کا سرچشمہ اسوہ حسنہ ہے جس کی حامل ذات بابرکات نبوی ﷺ ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (القرآن) ''بلاشبہ تمہارے لئے رسول ﷺ میں نمونہ عمل موجود ہے۔''

اس لئے حاصل یہ نکلا کہ کتاب وسنت میں دین اسلام کے علمی پہلو جمع ہیں، اور ذات پیغمبر ﷺ میں اس کے عملی پہلو جمع ہیں۔ پس قرآن میں جو چیزیں علمی شکل میں ہیں بعینہ وہی چیزیں ذات نبوی ﷺ میں عمل کی صورت میں موجود ہیں، جن باتوں کو قرآن کریم اقوال واصول کی شکل میں پیش کرتا ہے، انہی باتوں کو ذات نبوی ﷺ اعمال واحوال کی شکل میں پیش کرتی ہے۔

لہٰذا ذات نبوی ﷺ کا کیا ہوا قرآن کا کہا ہوا ہے، اور قرآن کریم کا کہا ہوا ذاتِ نبوی ﷺ کا کیا ہوا ہے۔ اور یہ دونوں حقیقتیں ایک دوسرے پر پوری پوری طرح منطبق ہیں۔ قدرتی نتیجہ اس کمال مطابقت کا یہ نکلتا ہے کہ اگر قرآن کا علم اور قانون کامل اور جامع ہے جس سے کوئی ہدایت چھوٹی ہوئی نہیں ہے تو ذات نبوی ﷺ کا عملی نمونہ بھی یقیناً جامع اور کامل ہے۔ جس طرح قرآن اور اس کے لائے ہوئے قانون میں کسی ادنیٰ زیادتی وکمی کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح ذات نبوی ﷺ کے عملی نمونہ میں بھی کسی اضافی وبیشی کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

اللہ رب العزت نے جیسے قرآن کریم کے الفاظ وکلمات کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح احادیث نبوی ﷺ کو بھی محفوظ رکھنے کیلئے ہر دور میں اس کے محافظین پیدا فرماتا رہا، جو نہ صرف روایت وکتابت کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہے بلکہ حفظ کے ذریعے انہوں نے اسے اپنے سینوں میں بھی محفوظ کیے رکھا اور نقل درنقل ہم تک پہنچایا۔ ان محدثین کرام

رحمہم اللہ وفقہاء امت رحمہم اللہ کی خدمات یقیناً امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان ہیں، ان حضرات نے اس عظیم کار خیر کے لیے اپنے شب و روز وقف کر رکھے تھے اور اپنی زندگیاں اسی عظیم مقصد کے حصول میں کھپا دیں۔ انہی حضرات کی مساعی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک قول و عمل ہم تک پہنچا، ہم ہمیشہ ان محسنین کے زیر احسان رہیں گے۔

ایک مدت سے راقم الحروف کے دل میں اس بات کی آرزو تھی کہ انہی محسنین امت میں سے اپنے وقت میں دنیا کی سب سے بڑی مملکت یعنی خلافت عباسیہ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس)، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سب سے زیادہ عزیز اور معتمد اور محبوب شاگرد، مجتہد مستقل، فقہ حنفی کے امام عالی مقام، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری م ۱۸۲ھ کی اسلام کے نظامِ محاصل کے موضوع پر مشہور و معروف و متواتر کتاب "کتاب الخراج" کو اردو ترجمہ اور تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع کیا جائے، تاکہ اسلامی معاشیات کے طلباء، ماہرین قانون اور اسلامی قانون کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کرنے والے اردو دان حضرات بھی اس سے مستفید ہو سکیں، چنانچہ راقم الحروف نے اللہ کا نام لے کر اس پر کام شروع کر دیا جو کہ چند دنوں کی محنت کے بعد اب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے، ہماری طرف سے اس کتاب پر درج ذیل کام کیا گیا ہے۔

① پوری کتاب کا اردو ترجمہ کر دیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ سادہ و سلیس ہو تاکہ اردو دان طبقہ کما حقہ اس کتاب سے استفادہ کر سکے اس مقصد کیلئے ہم نے اس کتاب کے ترجمہ میں "اسلام کا نظام محاصل" نامی کتاب سے متعدد مقامات پر استفادہ کیا ہے۔ ② قارئین کی سہولت کیلئے احادیث و آثار پر بریکٹوں میں نمبر شمار ڈال دیئے ہیں۔ ③ احادیث و آثار کی مختصر سی تخریج کر دی ہے۔ ④ از سر نو عنوانات قائم کر دیئے ہیں۔ ⑤ محققین کی سہولت کیلئے آخر میں ان رواۃ کے اسماء کی فہرست پیش کر دی ہے جن سے مؤلف نے اپنی اس کتاب میں احادیث و آثار نقل کئے ہیں۔

مجھے احساس ہے کہ "کتاب الخراج" کا مقام و مرتبہ جس بلند معیار کے کام کا تقاضا کرتا تھا، میں اپنی علمی اور عملی کوتاہیوں پر اس سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔ اب یہ جیسا کیسا بھی ہے، قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں اگر کچھ لغزشیں یا غلطیاں ہیں تو وہ میری علمی تہی دامنی یا کم فہمی کا نتیجہ ہیں، اور اگر دیکھنے والوں کو اس میں کوئی خوبی نظر آئی ہے تو وہ محض اللہ رب العزت کا احسان اور اسی کی ذرہ نوازی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اس حقیر کی کوشش کو قبول فرما کر عوام الناس کیلئے نافع اور راقم الحروف، اس کے والدین، اساتذہ اور مشائخ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

"وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه وعلی من اتبعهم باحسان الیٰ یوم الدین"

نیاز احمد غفر لہ

بروز ہفتہ ۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ بمطابق: ۱۹ نومبر ۲۰۱۶ء

۰۳۳۱-۹۱۴۴۲۱۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید:

"ھذا ما کتب بہ ابو یوسف رحمہ اللہ الی امیر المؤمنین ھارون الرشید"

اطال اللہ بقاء امیر المؤمنین، وادام لہ العز فی تمام من النعمة، ودوام من الکرامة، وجعل ما انعم بہ علیہ موصولا بنعیم الآخرة الذی لا ینفد ولا یزول، ومرافقة النبی ﷺ۔

یہ وہ دستاویز ہے جو (امام المحدثین والفقہاء قاضی) ابو یوسف (رحمہ اللہ) نے امیر المؤمنین ہارون الرشید کو ارسال کی تھی۔

اللہ امیر المؤمنین کی عمر لمبی کرے اور ان کو ہمیشہ ہر طرح کی نعمتوں کے ساتھ، شان وشوکت سے سرفراز کیے رہے، اللہ کرے آج ان پر جو انعامات ہو رہے ہیں ان کے بعد انہیں آخرت کی غیر فانی اور لازوال نعمتیں بھی عطاء ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو۔

سببِ تالیف:

ان امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ سالنی ان اضع لہ کتابا جامعا یعمل بہ فی جبایة الخراج، والعشور والصدقات والجوالی وغیر ذالک مما یجب علیہ النظر فیہ والعمل بہ۔

امیر المؤمنین نے "اللہ رب العزت ان کی نصرت فرمائے" مجھ سے ایک جامع دستاویز کی فرمائش کی ہے جس کو وہ خراج، عشور اور جوالی کی تحصیل میں اپنا دستور العمل بنا سکیں اور جو ان دوسرے امور جن پر غور وفکر کرنا اور عمل کرنا ان کی ذمہ داری ہے میں بھی ان کی رہنمائی کر سکے۔

وانما اراد ذالک رفع الظلم عن رعیتہ، والصلاح لامرھم ۔ وفق اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین، وسددہ واعانہ علی ما تولی من ذالک، وسلمہ مما یخاف ویحذر۔

وطلب ان ابین لہ ما سالنی عنہ مما یرید العمل بہ، وافسرہ واشرحہ ۔ وقد فسرت ذالک وشرحتہ۔

ان معلومات سے امیر المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ اپنی رعایا سے ہر طرح کے ظلم کا ازالہ کریں اور ان کے معاملات سلجھائیں، اللہ رب العزت امیر المؤمنین کو اپنی ان ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق عطاء فرمائے، انہیں راہ راست پر رکھے اور ان کی مدد فرمائے اور ہر قسم کے خوف وخطرہ سے انہیں محفوظ رکھے۔

انہوں نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ مذکورہ جن امور پر وہ عمل درآمد کا خیال رکھتے ہیں، ان کی تفصیلات سے انہیں مطلع کروں، چنانچہ میں نے مذکورہ امور کو کافی تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔

امیر المؤمنین کیلئے نصیحتیں:

یا امیر المؤمنین ان الله وله الحمد قد قلدك امرا عظیما: ثوابه اعظم الثواب، وعقابه اشد العقاب، قلدك امر هذه الامة فاصبحت وامسیت وانت تبنی لخلق کثیر قد استرعا کهم الله وائتمنك علیهم وابتلاك بهم وولاك امرهم، ولیس یلبث البنیان اذا اسس علی غیر التقوی ان یائتیه الله من القواعد فیهدمه علی من بناه، واعان علیه، فلا تضیعن ما قلدك الله من امر هذه الامة والرعیة، فان القوة فی العمل باذن الله۔

امیر المؤمنین! اللہ رب العزت نے ''جس کی ذات تمام تعریفوں کی مستحق ہے'' آپ پر انتہائی وزنی ذمہ داری ڈال دی ہے (جسے اگر شریعت حقہ کی روشنی میں کما حقہ ادا کیا جائے تو) اس کا ثواب سب سے زیادہ ہوتا ہے اور (اگر اس میں کسی قسم کی کوتاہی ہو تو) اس کی سزا بھی تمام سزاؤں سے زیادہ سخت ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے اس امت کے معاملات کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈال دیا ہے۔ اب آپ صبح و شام ہر گھڑی مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی تعداد کیلئے تعمیر میں مصروف عمل ہیں، اللہ رب العزت نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا دیا ہے اور ان کو بطور امامت آپ کے حوالے کر دیا ہے، ان کے تمام معاملات کا سرپرست بنا دیا ہے، اس طرح اپنی اس مخلوق کے ذریعے حقیقتاً وہ آپ کا امتحان لے رہا ہے، عمارت اگر خوف خدا کے سوا کسی اور چیز پر کھڑی کی گئی تو دور نہیں کہ اللہ رب العزت اس کو بنیادوں سے اکھاڑ کر اس کے بنانیوالوں اور اس کے مددگاروں کے سر پر گرا دے، اللہ رب العزت نے اس امت اور رعیت کے جو معاملات آپ کے حوالے کیے ہیں انہیں خراب مت کرنا، کیونکہ اللہ کی ذات ہی عمل کی قوت عطاء کرنے والی ہے۔

لا تؤخر عمل الیوم الی غد فانك اذا فعلت ذالك اضعت، ان الاجل دون الامل، فبادر الاجل بالعمل، فانه لا عمل بعد الاجل، ان الرعاة مؤدون الی ربهم ما یوؤدی الراعی الی ربه۔ فاقم الحق فیما ولاك الله وقلدك ولو ساعة من نهار، فان اسعد الرعاة عند الله یوم القیمة راع سعدت به رعیته، ولا تزغ فتزیغ رعیتك، وایاك الامر بالهوی والاخذ بالغضب۔

آج کا کام کل پر مت ڈالنا، اگر آپ نے ایسا کیا تو (ملک کو) تباہ کر دیں گے، انسان کی امیدیں بر آنے سے پہلے ہی موت آجاتی ہے، موت کے آنے سے پہلے پہلے جو کچھ کر سکتے ہیں کیجئے، کیونکہ موت کے آنے کے بعد عمل کا موقع ختم ہو جاتا ہے، دنیا میں جو لوگ (قوموں یا ملکوں وغیرہ کے) سرپرست ہیں ان کو اپنے رب کے ہاں اپنا معاملات اسی طرح

بے باق کرنے ہونگے جس طرح چرواہا اپنے آقا کو ایک ایک جانور کا حساب بے باق کرتا ہے، اللہ رب العزت نے جو آپ کو ولایت کا منصب بخشا ہے اور جو ذمہ داریاں آپ کو سونپی ہیں ان کو حق پر استواء کیجئے اگر چہ آپ کا عہد ولایت ایک گھڑی کے برابر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ قیامت کے دن عنداللہ سب سے زیادہ نیک بخت حکمران وہی ہوگا جو رعایا کے لئے موجب سعادت تھا، کج روی نہ اختیار کرنا وگرنہ آپ کی رعایا سیدھے راستے سے بھٹک جائے گی، خواہش نفس کے تحت حکمرانی کرنے اور غصہ میں دارو گیر کرنے سے بچیں۔

واذا نظرت الی امرین احدهما للآخرة والآخر للدنيا ,فاختر امر الآخرة على امر الدنيا, فان الآخرة تبقى والدنيا تفنى, و كن من خشية الله على حذر , واجعل الناس عندك فى امر الله سواء: القريب والبعيد, ولا تخف فى الله لومة لائم . واحذر فان الحذر بالقلب وليس باللسان ,واتق الله فانما التقوى بالتوقى, ومن يتق الله يقه.

جب آپ کے سامنے دو راستے ہوں، جن میں سے ایک راستہ تو آخرت کی کامیابی تک پہنچا تا ہو اور دوسرا دنیا کے مفاد تک پہنچا تا ہو، تو آخرت کے راستے کو دنیاوی راستے پر ترجیح دینا، کیونکہ آخرت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی اور دنیا فنا ہوجائے گی، اور اللہ کے خوف سے ہر وقت ڈرنے والے بن جایئے، فرمان خداوندی کے باب میں تمام لوگوں کو خواہ کوئی آپ سے دور ہو یا نزدیک برابر سمجھئے، اور اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کیجئے، محتاط رہیں اور خوب جان لیں کہ احتیاط کا تعلق دل سے ہے نہ کہ (محض) زبان سے، اللہ سے ڈرتے رہیں اور تقویٰ احتیاطی تدبیریں اختیار کرنے سے ہی پیدا ہوتا ہے جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اسے بچالے گا۔

واعمل لاجل مفضوض, وسبيل مسلوك, وطريق ماخوذ, وعمل محفوظ, ومنهل مورود, فان ذالك المورد الحق والموقف الاعظم الذى تطير فيه القلوب وتنقطع فيه الحجج لعزة ملك قهرهم جبروته, والخلق له داخرون بين يديه, ينتظرون قضاءه ويخافون عقوبته وكان ذالك قد كان . فكفى بالحسرة والندامة يومئذ فى ذالك الموقف العظيم لمن علم ولم يعمل, يوم تزل فيه الاقدام وتتغير فيه الالوان, ويطاول فيه القيام, ويشتد فيه الحساب . يقول الله تبارك وتعالى فى كتابه:

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ (الحج:۴۷)

وقال تعالیٰ:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (المرسلات:۳۸)

وقال تعالیٰ:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ (الدخان: ۴۰)

وقال تعالیٰ:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ (الاحقاف: ۳۵)

وقال:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۧ (النازعات: ۴۶)

فیالها من عثرۃ لا تقال. ویالها من ندامۃ لا تنفع.

اور قطعی اجل کی خاطر زادِ عمل جمع کیجئے اور اس راستے کی خاطر جمع کیجئے جس پر سے گزرنا ناگزیر ہے، اس وادی کی خاطر جس کا سامنا اٹل ہے، اس گھاٹ کی خاطر جس پر اترنا لازم ہے، یہ وہی برحق گھاٹ ہے وہی عظیم پیشی ہے جس میں ساری دلیلیں بے وزن ہو کر رہ جائیں، کیونکہ ایک زبردست حاکم سے واسطہ پڑے گا جس کے غلبہ وقوت نے ہر ایک کو دبا رکھا ہے، جس کے آگے ساری مخلوقات اس کے فیصلہ کی منتظر اور اس کی سزا کے ڈر سے لرزہ براندام سرنگوں کھڑی ہوں گی، اس کا واقع ہونا ایسا یقینی ہے کہ جیسے یہ گھڑی آ ہی پہنچی ہو! جس فرد نے جاننے بوجھنے کے باوجود عمل نہ کیا وہ اس دن، اس زبردست پیشی میں حسرت وندامت میں ڈوب جائے گا، اس دن ہر ایک کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے، ہر چہرہ کا رنگ فق ہوگا، بڑی ہی لمبی پیشی ہوگی، اور بڑا ہی سخت حساب وکتاب ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

''اور تیرے پروردگار کے یہاں کا ایک دن تم لوگوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔''
(الحج: ۴۹)

اور فرمایا:

''یہ فیصلہ کا دن ہے جس پر ہم نے تم کو اور تم سے پہلے کے لوگوں کو جمع کیا ہے۔'' (مرسلت: ۳۸)

نیز:

''ان سب (کی پیشی) کا وقت معین فیصلہ کا دن ہے۔'' (الدخان: ۴۰)

اور:

''جس دن اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے جس سے آج انہیں ڈرایا جا رہا ہے اس دن انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ بس دن کی ایک گھڑی ہی گزاری تھی (کہ یہ وقت آ پہنچا)'' (الاحقاف: ۳۵)

نیز یہ فرمایا کہ:

جس دن یہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اس دن انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ (اس سے پہلے) صرف

ایک شام یا اس کی ایک صبح گزاری ہے۔" (النازعات:۴۶)
پس افسوس ایسی لغزشوں پر جن کی تلافی نہ ہو سکے گی، اور اس پریشانی پر جو ختم نہ ہو پائے گی۔

انما هو اختلاف الليل والنهار يبليان كل جديد، ويقربان كل بعيد، ويأتيان بكل موعود. ويجزي الله كل نفس بما كسبت ان الله سريع الحساب. فالله الله فان البقاء قليل والخطب خطير والدنيا هالكة وهالك من فيها، والآخرة هي دار لقرار. فلا تلق الله غدا وانت سالك سبيل المعتدين فان ديان يوم الدين انما يدين العباد بأعمالهم ولا يدين بمنازلهم. وقد حذرت الله فاحذر. فانك لم تخلق عبثا، ولن تترك سدى. وان الله سائلك عما انت فيه وعما عملت به. فانظر ما الجواب.

گردش روز شب ہر جدید کو کہنہ اور ہر قریب کو نزدیک کر رہی ہے، اور ہر امر موعود کو سامنے لا رہی ہے، پس وہ وقت آنا چاہتا ہے جب اللہ ہر فرد کو اس کے کیئے کا پھل دے گا، سچ ہے اللہ حساب و کتاب میں ذرا بھی دیر نہیں کرتا، اللہ رب العزت سے ڈریے! اللہ سے ڈریے! زندگی بہت مختصر ہے، آزمائشیں بڑی خطرناک ہیں، دنیا آخر ہلاک ہو جائے گی اور جو لوگ اس میں رہتے ہیں وہ بھی ہلاک ہو کر رہیں گے، قرار و بقا صرف آخرت کو حاصل ہے، دیکھئے! ایسا نہ ہو کہ کل کو آپ اپنے رب سے اس حال میں ملیں کہ آپ کی روش سرکشوں جیسی روش ہو، یوم جزاء کو جو ہستی بدلہ چکانے بیٹھے گی وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق بدلہ دے گی نہ کہ ان کی جاہ منزلت کے مطابق، اللہ نے آپ کو چوکنا کر دیا ہے پس چوکنے رہیئے، خوب جان لیجئے کہ آپ بلا مقصد نہیں پیدا کر دیے گئے ہیں، نہ آپ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، اللہ آپ سے آپ کے موجودہ مشاغل کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گا اور آپ کے اعمال کا حساب لے گا، لہٰذا خوب سوچ لیجئے کہ آپ کیا جواب دیں گے۔

واعلم انه لن تزول غدا قدما عبد بين يدي الله تبارك وتعالىٰ الا من بعد المسئلة فقد قال ﷺ:

"لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن اربع: عن علمه ما عمل فيه، وعن عمره فيم افناه، وعن ماله من اين اكتسبه وفيم انفقه، وعن جسده فيم ابلاه؟" ①

فاعدد يا امير المؤمنين للمسئلة جوابها فان ما عملت فاثبت فهو عليك غدا يقرا. فاذكر

---

① سنن الترمذی:۲۴۱۷، سنن دارمی:۵۵۴، مسند ابی یعلی الموصلی:۷۴۳۴، مسند البزار:۲۶۴۰، مسند الرویانی:۱۳۱۳، المعجم الاوسط للطبرانی:۲۱۹۱، المعجم الصغیر للطبرانی :۷۶۰، المعجم الکبیر للطبرانی:۱۱۱۷۷، حلیۃ الاولیاء:ج ۱۰ ص ۲۳۲، جامع الاصول ۷۹۲۹، جامع المسانید والسنن ۱۱۵۰۸، مجمع الزوائد للہیثمی:۱۸۳۷۰، اتحاف المہرہ:۱۲۲۷۹، کنز العمال:۳۸۹۸۲، المسند الجامع:۱۱۸۶۰۔

كشف قناعك فيمه بينك وبين الله في مجمع الاشهاد۔

جان لیجئے کہ اللہ رب العزت کے حضور سے کسی بندہ کے قدم نہ ہل سکیں گے جب تک اس سے پوچھ گچھ نہ ہو جائے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

''روز قیامت کوئی شخص چار امور کے متعلقہ جواب دیے بغیر اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکے گا، ① اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کس حد تک عمل کیا۔ ② اپنی عمر کے بارے میں کہ اسے کس کام میں کھپایا۔ ③ اپنے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا۔ ④ اور اپنے جسم کے بارے میں کہ اسے کن سرگرمیوں میں صرف کیا۔''

لہٰذا اے امیر المؤمنین! اس مواخذے کا جواب تیار رکھئے، آپ آج اپنے نامہ اعمال پر جو عمل بھی درج کر دیں گے وہی کل آپ کو سنایا جائے گا اور ذرا اس عالم کے بارے میں سوچئے تو سہی جب بھرے مجمع میں اس تعلق کو بے نقاب کر دیا جائے گا جو واقعتاً اللہ رب العزت سے آپ کو ہے۔

واني اوصيك يا امير المؤمنين بحفظ ما استحفظك الله ورعاية ما استرعاك الله، وان لا تنظر في ذالك الا اليه وله، فانك ان لا تفعل تتوعر عليك سهولة الهدى، وتعمى في عينك وتتعفى رسومه ويضيقعليك رحبه۔

امیر المؤمنین! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے جن چیزوں کی حفاظت و پاسداری آپ کے ذمے کی ہے ان کا پورا پورا تحفظ کیجئے، اور جن امور کی نگرانی آپ کے ذمہ لگائی ہے ان کی پوری پوری دیکھ بھال کیجئے، اس معاملہ میں صرف اللہ کی طرف دیکھئے، جو کچھ بھی کیجئے صرف اسی کی رضا کے لئے کیجئے، کسی دوسرے کی طرف نظر نہ اٹھائے، کیونکہ اگر آپ یہ طرز عمل اختیار نہیں کریں گے تو ہدایت کا آسان راستہ آپ کے لئے مشکل ترین بن جائے گا، وہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا، اس کے سارے نشانات آپ کے لئے مٹ جائیں گے، اور اس کی وسعتیں آپ کے لئے تنگی سے بدل جائیں گی۔

وتنكر منه ماتعرف وتعرف منه ماتنكر، فخاصم نفسك خصومة من يريد الفلج له لا عليها، فان الراعي المضيع يضمن ماهلك على يديه مما لو شاء رده عن اماكن الهلكة عليه اسرع وبه اضر، واذا اصلح كان اسعد من هناك بذلك ووفاه الله اضعاف ماوفى له۔ فاحذر ان تضيع رعيتك فيستوفي ربها حقها منك ويضيعك بما اضعت اجرك وانما يدعم البنيان قبل ان ينهدم۔

اس کے معروف امور آپ کے لئے منکر اور منکر امور معروف بن کر سامنے رونما ہوں گے، اپنے نفس سے اس طرح

نبرد آزما ہوئے جس طرح وہ فرد ہوتا ہے جو اپنے نفس کو فائدہ کے راستے پر چلانا چاہتا ہے نہ کہ نقصان کے، اپنے ریوڑ کو ضائع کرنے والا چرواہا ان نقصانات کا ذمہ دار قرار پاتا ہے جو اس کے ہاتھوں اس حال میں ہوئے کہ اگر وہ چاہتا تو ان کو مشیت الٰہی کے تحت ہلاکت کی وادیوں سے نکال کر نجات اور زندگی کے میدان میں لے آتا۔ جب حکمران احتیاط کے طرز عمل سے ہٹتا ہے تو رعایا کو تباہی کے حوالے کر بیٹھتا ہے، اور اگر وہ اپنے فرائض سے غافل ہو کر دوسری چیزوں میں الجھ جائے تو پھر ہلاکت اور زیادہ تیزی اور تباہی کے ساتھ آتی ہے، یہی حکمران اگر اپنے فرائض حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتا ہے تو وہ آخرت میں دنیا سے کہیں زیادہ خوش وخرم ہو جاتا ہے، جو امانت اس نے صحیح سالم اللہ کے سپرد کی اس کے بدلہ میں اللہ رب العزت اسے کئی گنا اجر دیتا ہے، خوب ہوشیار رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی رعایا کو تباہ کر بیٹھیں تو اللہ رب العزت آپ سے اس کا بدلہ چکا لے اور آپ نے جو تباہی مچائی اس کے بدلہ آپ کو اجر وثواب سے محروم کر دے، عمارت کی مرمت اس کے گرنے سے پہلے ہی کر لینی چاہیئے۔

وانما لك من عملك فيمن ولاك الله امره وعليك ما ضيعت منه. فلا تنس القيام بامر من ولاك امره فلست تنسى. ولا تغفل عنهم وعما يصلحهم فليس يغفل عنك. ولا يضيع حظك من هذه الدنيا فى هذه الايام والليالى كثرة تحريم لسانك فى نفسك بذكر الله تسبيحا وتهليلا وتحميدا والصلاة على رسول الله ﷺ نبى الرحمة وامام الهدى ﷺ.

آپ کے کام آنے والی صرف آپ کی وہی خدمات ہیں جو آپ ان لوگوں کے سلسلہ میں انجام دیں جن کے معاملات پر اللہ نے آپ کو سربراہ بنایا ہے، ان معاملات میں سے جنہیں آپ خراب کریں گے ان کا وبال آپ پر ہی ہوگا، اللہ رب العزت نے جن لوگوں کے معاملات کا آپ کو سربراہ بنا دیا ہے ان کو سرانجام دینے میں بھول کا شکار نہ ہوں گے تو آپ بھی بھلائے نہیں جاؤ گے، آپ ان سے اور ان کے مصالح سے غافل نہ ہوں گے تو آپ کو بھی کبھی نظر انداز نہ کیا جائے گا، اس دنیا سے آپ بے شک شبانہ روز محظوظ ہوں لیکن اس میں اتنے منہمک نہ ہو جایئے کہ آپ کی زبان اللہ رب العزت کی تسبیح، تہلیل اور نبی رحمت ورہنمائے ہدایت ﷺ پر درود وسلام کا بکثرت اور زیر لب ورد کرنے سے محروم ہو جائے۔

وان الله بمنه ورحمته جعل ولاة الامر خلفاء فى ارضه. وجعل لهم نورا يضيء للرعية ما اظلم عليهم من الامور فيما بينهم ويبين ما اشتبه من الحقوق عليهم. واضائة نور ولاة الامر اقامة الحدود ورد الحقوق الى اهلها بالتثبت والامر البين واحياء السنن التى سنها القوم الصالحون اعظم موقعا. فان احياء السنن من الخير الذى يحيا ولا يموت. وجور الراعى هلاك للرعية. واستعانته بغير اهل الشقة والخير هلاك للعامة.

اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے ارباب اقتدار کو اپنی زمین میں خلفاء بنایا ہے اور ان کے

لئے ایسی روشنی والی مشعل مہیا کی ہے جو ان کے اور رعایا کے باہمی تعلقات سے وابستہ امور کے اندھیرے گوشوں کو روشن کرتی ہے اور رعایا کے حقوق کے بارے میں پیدا ہونے والے شبہات کو رفع کرتی ہے، اس نورانی مشعل کی ضیاء پاشی اس بات پر موقوف ہے کہ حدود اللہ کو قائم کیا جائے اور تحقیق و مشاورت اور کھلی گواہی کے بعد حقداروں کو ان کے حقوق دلوائے جائیں، نیک لوگوں نے (شریعت اسلامیہ) کے جو مستحسن طور طریقے اپنائے تھے انہیں زندہ کرنا سب سے عظیم کارنامہ ہوگا کیونکہ سنتوں کا زندہ کرنا ایک خیر لازوال ہے جسے کبھی فنا نہیں، نگہبان کا ظلم وستم پر اتر آنا رعایا کے لئے بربادی کے ہم معنیٰ ہے، اور نگران کا معتمد علیہ اور اہل خیر کے علاوہ کسی کو دست و بازو بنانا عوام کی ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

فاستتم ما آتاك الله يا امير المؤمنين من النعم بحسن مجاورتها، والتمس الزيادة فيها بالشكر عليها. فان الله تبارك وتعالىٰ يقول في كتابه العزيز:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ (ابراهيم: ٧)

وليس شيء احب الى الله من الاصلاح، ولا ابغض اليه من الفساد والعمل بالمعاصي كفر النعم. وقل من كفر من قوم قط النعمة ثم لم يفزعوا الى التوبة الا سلبوا عزهم وسلط الله عليهم عدوهم. وانى اسأل الله يا امير المؤمنين الذى من عليك بمعرفته فيما اولاك ان لا يكلك فى شيء من امرك الى نفسك، وان يتولى منك ما تولى من اولياءه واحباءه. فانه ولى ذلك والمرغوب اليه فيه.

امیر المؤمنین! اللہ رب العزت نے جو نعمتیں آپ کو دی ہیں ان کو سلیقہ سے برت کر انہیں درجہ کمال تک پہنچایئے اور ان کا شکریہ ادا کر کے ان میں اضافہ کے امیدوار رہیئے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں کہا ہے:

"اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو، میرا عذاب بڑا سخت ہے۔" (ابراہیم: ۷)

اصلاح سے بڑھ کر اللہ کے ہاں کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے اور فساد سے زیادہ اس کے ہاں کوئی مبغوض چیز نہیں ہے، اور نافرمانی کے کام کرنا (اللہ کی) نعمتوں کی ناشکری ہے، بہت ہی کم ایسا ہوا کہ کسی قوم نے (اللہ کی) نعمتوں کی ناشکری کی ہو پھر توبہ سے اس کی تلافی بھی نہ کی ہو تو اس کی شان و شوکت نہ چھن گئی ہو اور اللہ رب العزت نے اس کے دشمنوں کو اس پر مسلط نہ کر دیا ہو۔ امیر المؤمنین! میں اللہ سے دعا گو ہوں جس نے آپ کو ایک منصب دیا اور پھر اس کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائی، کہ وہ کسی بھی کام میں آپ کو آپ کے نفس کے حوالے نہ کرے اور آپ کی اسی طرح سرپرستی کرے جس طرح وہ اپنے دوستوں اور اپنے مقربین کی سرپرستی کرتا ہے، بلا شک وشبہ اس سلسلہ میں اکیلی سرپرست اس کی ہی ذات ہے اور اسی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

کتاب کی نوعیت:

وقد كتبت لك ما امرت به وشرحته لك وبينته. فتفقهه وتدبره وردد قرائته حتى تحفظه. فانی قد اجتهدت لك فی ذالك ولم آلك والمسلمين نصحا. ابتغاء وجه الله وثوابه وخوف عقابه۔

آپ نے جن باتوں کو لکھنے کا حکم دیا تھا ان کو میں نے کافی تفصیل وتشریح کے ساتھ لکھ دیا ہے، آپ انہیں اچھی طرح سمجھ لیں، ان میں غور وفکر کریں، اور ان کو بار بار پڑھیں یہاں تک کہ آپ کو یاد ہو جائیں، اس سلسلہ میں آپ کی خاطر میں نے کافی محنت کی ہے اور آپ کی اور (عام) مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے، کیونکہ اللہ کی رضامندی، اس کے ثواب کا حصول اور اس کی سزا کا خوف میرے سامنے ہے۔

وانی لارجو۔ ان عملت بما فيه من البيان۔ ان يوفر الله لك خراجك من غير ظلم مسلم ولا معاهد، ويصلح لك رعيتك فان صلاحهم باقامة الحدود عليهم ورفع الظلم عنهم والتظالم فيما اشتبه من الحقوق عليهم۔ وكتبت لك احاديث حسنة. فيها ترغيب وتحضيض ماسألت عنه. مما تريد العمل به ان شاء الله۔ فوفقك الله لما يرضيه عنك، واصلح بك، وعلى يديك۔

اس تحریر میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں آپ نے ان کے مطابق عمل کیا تو مجھے توقع ہے کہ کسی مسلمان یا معاہد پر ظلم کی نوبت آئے بغیر اللہ رب العزت آپ کے خراج میں اضافہ فرمائیں گے اور آپ کی رعایا کی حالت بھی بہتر فرمائیں گے، بلا شک وشبہ رعایا کی فلاح وبہبود دراصل اسی میں ہے کہ حدود اللہ نافذ کی جائیں ان پر نہ تو حکومت کی طرف سے کسی طرح کا ظلم ہونے پائے اور نہ وہ حقوق کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے باہم ظلم کریں، میں نے آپ کے لئے کچھ احادیث حسنہ بھی تحریر کر دی ہیں جن میں ان امور پر عمل کرنے پر ابھارا گیا ہے جن کے متعلق آپ نے مجھ سے پوچھا تھا اور جن پر آپ انشاء اللہ عمل کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں، اللہ رب العزت آپ کو ایسے طرز عمل کی توفیق دے جس سے وہ آپ سے خوش ہو اور آپ کے ذریعہ اور آپ کے ہاتھوں اصلاح عمل میں لے آئے۔

امیر المؤمنین کیلئے چند احادیث مبارکہ

ذکر اللہ کی اہمیت:

(۱)۔ قال ابو یوسف رحمه الله: حدثنی یحییٰ بن سعید عن ابی الزبیر عن طاوس عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ: "ما عمل ابن آدم من عمل انجی له من النار من ذکر الله. قالوا: یا رسول الله ولا الجهاد فی سبیل الله؟ قال: ولا الجهاد فی سبیل الله، ولو ان تضرب بسیفك حتی ینقطع، ثم تضرب به حتی ینقطع، ثم تضرب به حتی ینقطع۔ (قالها ثلاثا)"

وان افضل الجهاد یا امیر المؤمنین لعظیم وان الثواب علیه لجزیل۔

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے اللہ رب العزت کے ذکر سے زیادہ مؤثر کوئی عمل نہیں جو ابن آدم کر سکتا ہو" صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا اللہ رب العزت کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اللہ رب العزت کے راستے میں جہاد بھی نہیں، خواہ تم اپنی تلوار سے مار کاٹ کرو یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے، پھر اس سے مارو یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے، اور پھر اس سے مارو یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے (یہی بات تین مرتبہ کہی)۔

امیر المؤمنین! جہاد کا درجہ بہت بلند ہے اور اس پر ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔

(۲)۔ قال ابو یوسف: حدثنی بعض اشیاخنا عن نافع عن ابن عمر ان ابابکر الصدیق رضی الله عنه بعث یزید بن ابی سفیان الی الشام فمشی معهم نحوا من میلین. فقیل له: یا خلیفة

---

(۱) ۔مصنف ابن ابی شیبه:۲۹۴۵۲، المنتخب من مسند عبد بن حمید:۱۲۷، اتحاف المهرة:۲۰۴۲، مسند احمد بن حنبل:۲۲۰۷۹، المعجم الکبیر للطبرانی:۳۵۲، جامع المسانید والسنن:۹۵۶۸، اتحاف الخیرة المهرة:۵۰۴۲، کنز العمال:۱۸۵۱، جامع الاحادیث:۲۰۱۸۶

(۲) ۔فضائل الصحابه لاحمد بن حنبل:۷۰، الجهاد لابن ابی عاصم:۱۱۵، مسند البزار:۲۲

رسول الله ، لم انصرفت۔فقال :لا، انی سمعت رسول الله ﷺیقول:"من اغبرت قدماہ فی سبیل الله حرمهما الله علی النار"

(سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے:

کہ (سیدنا) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے جب یزید بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) کو لشکر دے کر شام کی طرف روانہ فرمایا تو ان کے ساتھ پیدل تقریباً دو میل تک گئے، عرض کیا گیا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! (اتنی تکلیف برداشت کرنے کی بجائے) اگر آپ واپس تشریف لے جائیں (تو بہتر نہ ہوگا؟) تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ نہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے کہ:

"جس کے دونوں پیر اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے تو اللہ ان کو آگ پر حرام کر دیں گے۔"

(۳)۔قال ابو یوسف:حدثنی محمد بن عجلان عن ابی حازم عن ابی هريرة قال:قال رسول الله ﷺ: "غدوة اوروحة فی سبیل الله خیر من الدنیا ومافیها"۔

وبلغنا عن مكحول فی تفسیر قوله ﷺ:"غدوة اوروحة فی سبیل الله "انما هو غدوة او روحة تخرج فيها بنفسك خير من الدنيا ومافيها تنفقها ولا تخرج بنفسك۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی راہ میں (گزرنے والی) ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

"غدوة أو روحة فی سبیل الله" کی تفسیر کے سلسلہ میں ہمیں مکحول کی یہ رائے پہنچی ہے کہ: اس حدیث میں جس صبح و شام کا ذکر آیا ہے اس سے مراد اللہ کے راستے میں تمہارا بہ نفس نفیس نکلنا ہے، اور اس کا درجہ گھر بیٹھ کر دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں لٹا دینے سے بھی زیادہ ہے۔

درود شریف کی فضیلت:

(۴)۔قال ابو یوسف:وحدثنی ابان بن عیاش عن انس قال:قال رسول الله ﷺ:"من صلی علی صلاة واحدة صلی الله علیه عشر صلوات، وحط عنه عشر سیئات"۔

(سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۳) سنن ابن ماجہ:۲۷۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ:۱۹۳۰۲، مسند اسحاق بن راہویہ:۲۰۲، سنن ابن ماجہ:۲۷۵۵، مسند الشامیین للطبرانی:۲۳۶۲، جامع الاصول:۲۱۷۲، المسند الجامع:۱۴۵۷۲۔

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۱۷۸۶، مسند احمد بن حنبل:۱۱۹۹۸، سنن النسائی:۱۲۹۷۔

''جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور اس کی دس برائیاں معاف کرتا ہے۔''

(۵). قال ابو یوسف: وحدثني بعض اشياخنا عن عبدالله بن السائب عن عبدالله يعني ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: "ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني عن امتي السلام."

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔''

قرب قیامت:

(۶). قال ابو يوسف: وحدثني الاعمش عن ابي صالح عن ابي سعيد عن رسول الله ﷺ قال: "كيف انعم وصاحب القرن قد التقم القرن وحنا جبهته واصغى سمعه ينتظر متى يؤمر". قلنا: يارسول الله كيف نقول: قال قولوا: حسبنا الله ونعم الوكيل عليه توكلنا".

(سیدنا) ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں کس طرح آرام کروں جبکہ صور پھونکنے والے نے صور کو منہ سے لگایا ہوا ہے اور سر جھکائے، کان لگائے، انتظار کر رہا ہے کہ اسے کب حکم دیا جاتا ہے، ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا کہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہو' ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین سہارا ہے ہم اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

انجام خیر وشر:

(۷). قال: وحدثنا يزيد بن سنان عن عائذ الله بن ادريس قال: خطب شداد بن اوس الناس فحمد الله واثنى عليه. ثم قال: الا واني سمعت رسول اللهﷺ يقول: "ان الخير بحذافيره في الجنة. وان الشر بحذافيره في النار. الا وان الجنة حفت بالمكاره، وان النار حفت بالشهوات: فمتى ما

---

(۵) ۔سنن النسائی:۱۲۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ:۸۷۰۵، مسند احمد بن حنبل:۳۶۶۶، مستدرک حاکم:۳۵۷۶، الارشاد للخلیلی:۱۱۶، سنن الدارمی:۲۸۱۶، مسند البزار:۱۹۲۴، مسند ابی یعلی الموصلی:۵۲۱۳، صحیح ابن حبان:۹۱۴، المعجم الکبیر للطبرانی:۱۰۵۲۹، مستدرک حاکم:۳۵۷۶، الدعوات الکبیر:۱۷۹، شعب الایمان:۱۴۸۰، شرح السنہ للبغوی:۶۸۷، البدر المنیر:ج۵ص۲۹۰، کشف الاستار:۸۴۵۔

(۶) ۔مسند الحمیدی:۷۷۱، مسند احمدبن حنبل:۱۱۰۳۹، سنن الترمذی:۲۴۳۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی:۵۳۴۳، صحیح ابن حبان:۸۲۳، المعجم الاوسط للطبرانی:۲۰۰۰، المعجم الصغیر للطبرانی:۴۵۔

كشف للرجل حجاب كره فصبر اشرف على الجنة وكان من اهلها. ومتى ما كشف للرجل حجاب هوى وشهوة اشرف على النار وكان من اهلها. الا فاعملوا بالحق ليوم لا يقضى به الا بالحق. تنزلوا منازل الحق"۔

(سیدنا) شداد بن اوس (رضی اللہ عنہ) نے خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

سنو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''بھلائی پوری کی پوری جنت میں جائے گی، اور برائی پوری کی پوری جہنم میں جائے گی، خوب جان لو کہ جنت کا راستہ ناگوار باتوں سے پر ہے، اور جہنم کا راستہ عشرتوں سے پر ہے جب کسی شخص کو کسی گراں بار و ناپسندیدہ چیز سے دوچار کردیا جاتا ہے اور وہ اس پر صبر سے کام لیتا ہے تو وہ جنت کے قریب ہوجاتا ہے اور اہل جنت میں سے ہوجاتا ہے۔ اور جب کسی شخص کو ہوا و ہوس سے دوچار کردیا جاتا ہے تو وہ جہنم کے کنارے پہنچ جاتا ہے اور اہل جہنم میں سے ہوجاتا ہے، خبردار! اس دن سے پہلے حق کے مطابق اعمال کرو جس دن صرف حق ہی کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے، اور تم کو ایسے ٹھکانے نصیب ہوں گے جو حق کو سزاوار ہیں۔''

دوزخ کی ہولناکی:

(۸)۔ قال: وحدثنا الاعمش عن يزيد الرقاشي عن انس قال: لما اسرى بالنبي ﷺ ودنا من السماء سمع دويا. فقال: يا جبريل ما هذا؟ قال: حجر قذف به من شفير جهنم فهو يهوى فيها سبعين خريفا. فالآن حين انتهى الى قعرها۔

(سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

کہ جب نبی کریم ﷺ کو (معراج) کی رات لے جایا گیا اور آپ ﷺ آسمان کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک گونج سنی، تو پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایک پتھر ہے جو جہنم کے کنارے سے گرایا گیا تھا اور ستر برس تک گرتا رہا اور اب جاکر وہ اس کی تہہ میں پہنچا ہے۔

(۹)۔ قال: وحدثنا الاعمش عن يزيد الرقاشي عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: "يرسل على اهل النار البكاء فيبكون حتى تنقطع الدموع. ثم يبكون حتى يكون من وجوههم كهيئة الاخدود"۔

---

(۷) مجمع الزوائد للهيثمي: ۱۷۳۱، السنن الكبرى للبيهقي: ۵۸۰۸، معرفة السنن والآثار للبيهقي: ۶۴۹۵، مسند الشافعي: ۴۲۹، المعجم الكبير للطبراني: ۷۱۵۸، حلية الاولياء: ج ۱ ص ۲۶۴، جامع المسانيد والسنن: ۵۱۱۷۔

(۸) كتاب البعث والنشور للبيهقي: ۴۸۴، الشريعه للآجرى: ۹۳۱۔

(سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''جہنمیوں پر رونا طاری کر دیا جائے گا اور وہ اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو خشک ہو جائیں گے، پھر بھی وہ روتے ہی چلے جائیں گے، یہاں تک کہ ان کے چہروں میں گڈھے پڑھ جائیں گے۔''

(۱۰)۔ قال: وحدثني محمد بن اسحاق قال حدثني عبدالله بن المغيرة عن سليمان بن عمرو عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "يوضع الصراط بين ظهراني جهنم عليه حسك كحسك السعدان ثم يستجيز الناس: فناج مسلم، ومخدوش ثم ناج ومحتبس منكوس فيها"۔

(سیدنا) ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ:
''پل صراط کو جہنم کے اوپر رکھا جائے گا، اس پر کانٹے ہوں گے' جیسے سعدان کے کانٹے، پھر لوگ گزریں گے، کچھ صحیح سلامت بچ نکلیں گے' کچھ ناقص جسم والے ہو کر آخر کار بچ نکلیں گے، پھر (نتیجہ یہ ہوگا کہ) کوئی نجات پا جائے گا' کوئی وہاں روک لیا جائے گا اور کوئی سر کے بل اس میں جا گرے گا۔''

معمولی گناہوں سے بچاؤ:

(۱۱)۔ قال: وحدثني سعيد بن مسلم عن عامر عن عبدالله بن الزبير عن عوف بن الحارث عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: "يا عائشة، اياك ومحقرات الاعمال فان لها من الله طالبا"۔

(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''اے عائشہ! معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بھی بچنا' اللہ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہوگا۔''

---

(۹) مسند ابی یعلی الموصلی:۴۱۳۴، کتاب البعث والنشور للبیهقی:۵۶۹ شرح السنه للبغوی:۴۴۱۸، تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف:۱۲۹۰، مجمع الزوائد للهیثمی:۱۸۶۰۴، کنز العمال:۳۹۵۲۶۔

(۱۰) سنن ابن ماجه:۴۲۸۰، مستدرک حاکم:۸۷۳۸، مصنف ابن ابی شیبه:۳۴۳۳۷، مسند احمد بن حنبل:۲۴۴۱۵، المستدرک علی الصحیحین:۸۷۳۸، کتاب البعث والنشور للبیهقی: ج۱ ص۳۳۶، اتحاف الخیرة المهره بزوائد املسانید العشره:۷۷۰۸، اتحاف المهره لابن حجر:۵۶۵۰۔

(۱۱) سنن ابن ماجه:۴۲۴۳، مصنف ابن ابی شیبه:۳۴۳۳، مسند احمد بن حنبل:۱۱۰۸۱۔ مسند اسحاق بن راهویه:۱۱۲۰، سنن الدارمی:۲۷۶۸، السنن الکبری للنسائی:۱۸۱۱، صحیح ابن حبان:۵۵۶۸، المعجم الاوسط للطبرانی:۲۳۷۷، شعب الایمان:۲۸۱

آخرت کی تیاری:

(۱۲) قال: وحدثنی عبدالله بن واقد عن محمد بن مالك عن البراء بن عازب قال: كنا مع النبی ﷺ فی جنازة. فلما انتهینا الی القبر جئنا النبی ﷺ فاستدرت فاستقبلته فبكی حتی بل الثری. ثم قال: "اخوانی لمثل هذا الیوم فاعدوا"۔

(سیدنا) براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے کے پیچھے جا رہے تھے جب ہم قبر پر پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے میں گھوم کر ان کے سامنے آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے اور اتنا روئے کہ مٹی نم ہو گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میرے بھائیو! اس طرح کے دن کی تیاری کر لو۔''

(۱۳) قال: وحدثنا مالك بن مغول عن الفضل عن عبید بن عمیر (عن ابیه) قال: ان القبر لیقول: یا ابن آدم. ماذا اعددت لی؟ الم تعلم انی بیت الغربة. وبیت الدود. وبیت الوحدة۔

(سیدنا) عبید بن عمیر (کے والد) نے کہا:

''قبر کہتی ہے کہ اے ابن آدم! تو نے میرے لیے کیا تیاری کی تھی؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں بے وطنی کا گھر ہوں، کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں اور تنہائی کا گھر ہوں۔''

جنت کی نعمتیں:

(۱۴) قال: وحدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال: یقول الله عزوجل: "اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر. اقرءوا ان شئتم:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدة: ۱۷)

---

(۱۲) سنن ابن ماجه: ۴۱۹۵، مصنف ابن ابی شیبه: ۳۴۳۳۱، مسند الرویانی: ۴۲۲، مسند احمد بن حنبل: ۱۸۶۰۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۵۸۸، السنن الکبری للبیهقی: ۶۵۱۵، شعب الایمان للبیهقی: ۱۰۰۶۳۔

(۱۳) مصنف ابن ابی شیبه: ۳۵۰۰۷، حلیة الاولیاء: ج ۳ ص ۲۷۱۔

(۱۴) صحیح البخاری: ۳۲۴۴، صحیح مسلم: ۲۸۲۴، سنن ابن ماجه: ۴۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبه: ۳۳۹۷۴، مسند الحمیدی: ۱۱۶۷، مسند اسحاق بن راهویه: ۳۶، مسند احمد بن حنبل: ۸۱۴۳، سنن الدارمی: ۲۸۶۱، سنن الترمذی: ۳۱۹۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۲۷۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۰، المعجم الصغیر للطبرانی: ۵۱۔

وان فی الجنة لشجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لا یقطعها اقرء وا ان شئتم:
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (الواقعة: ۳۰)

ولموضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا وما فیہا. اقرء وا ان شئتم:
فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران: ۱۸۵)

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ رب العزت فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان کا خیال گزرا، چاہو تو پڑھ لو:

''چنانچہ کسی متنفس کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' (السجدہ: ۱۷)

جنت میں ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال چلتا رہے پھر بھی اسے پار نہ کر سکے، چاہو تو پڑھ لو:

''اور پھیلا یا ہوا سایہ'' (الواقعہ: ۳۰)

اور حقیقت یہ ہے کہ جنت میں ایک کوڑے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، چاہو تو پڑھ لو:

''پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (آل عمران: ۱۸۵)

عادل امام کا مقام:

(۱۵)۔ قال ابو یوسف: وحدثنی الفضیل بن مرزوق عن عطیة بن سعد عن ابی سعید قال: قال رسول الله ﷺ: ''ان من احب الناس الی واقربهم منی مجلسا یوم القیمة امام عادل. وان ابغض الناس الی یوم القیمة واشدهم عذابا امام جائر''.

(سیدنا) ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز لوگوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور ان سب سے زیادہ قریب میرے پاس بیٹھنے والا شخص امام عادل ہوگا اور قیامت کے روز میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے

---

(۱۵) مسند احمد بن حنبل: ۱۱۱۷۴، السنن الکبری للبیهقی: ۲۰۱۶۹، مسند ابن الجعد: ۲۰۰۴، سنن الترمذی: ۱۳۲۹، شعب الایمان للبیهقی: ۲۹۸۱، شرح السنه للبغوی: ۲۴۷۲، الترغیب والترہیب: ۲۱۱۱، جامع الاصول: ۲۰۳۴، اتحاف الخیرة المهره بزوائد العشره: ۴۱۹۲، الترغیب والترہیب: ۲۱۱۱، اتحاف المهره: ۵۵۳۷، کنز العمال: ۱۴۶۰۴، جامع الاحادیث: ۶۹۷۔

سخت عذاب میں مبتلا کیا جانے والا شخص امام ظالم ہوگا۔''

امام کی ذمہ داریاں:

(۱۶) ۔قال:وحدثنا هشام بن سعد عن الضحاك بن مزاحم عن عبدالله بن عباس قال:قال رسول الله ﷺ:"اذا اراد الله (تعالیٰ) بقوم خيرا استعمل عليهم الحلماء، وجعل اموالهم فی ايدی السمحاء ۔واذا اراد الله بقوم بلاء استعمل عليهم السفهاء، وجعل اموالهم فی ايدی البخلاء ۔الا من ولی من امر امتی شيئا فرفق بهم فی حوائجهم رفق الله (تعالیٰ) به يوم حاجته، ومن احتجب عنهم دون حوائجهم احتجب الله عنه دون خلته وحاجته۔"

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے حکمران دانش مند لوگوں کو بنا دیتا ہے اور ان کا مال سخی لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے اور جب اللہ رب العزت کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو ان پر نادانوں کو حکمران بنا دیتا ہے اور ان کے مال کنجوس لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے، خبردار! جو شخص کسی درجہ میں بھی میری امت کے معاملات کا نگران بنا اور پھر اس نے ان کی ضروریات پوری کرنے میں نرم خوئی دکھائی تو اللہ اس کی ضرورت کی گھڑی آنے پر اس کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آئے گا اور جو ان کی ضروریات سے بے تعلق ہو کر الگ بیٹھا رہا تو اللہ بھی اس کی ضرورت ومحتاجی کی طرف توجہ نہ کرے گا۔''

(۱۷) ۔قال:وحدثنی عبدالله بن علی عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ قال:"انما الامام جنة يقاتل من وراءه ويتقی به. فان امر بتقوی الله وعدل فان له بذلك اجرا، وان اتی بغيره فعليه اثمه"۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے ہو کر لڑا جاتا ہے اور جس کے ذریعے اپنا دفاع کیا جاتا ہے، اب اگر امام نے تقویٰ کا حکم دیا اور عدل کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا، اور اگر کوئی دوسرا طرز عمل اختیار کیا تو اس کا گناہ اس کے سر پر ہوگا۔''

---

(۱۷) صحیح مسلم:۱۸۴۱، سنن ابی داود:۲۷۵۷، سنن النسائی:۴۱۹۶، مسند احمد بن حنبل:۱۰۷۷۷، مسند ابی یعلی الموصلی:۶۳۲۵، مستخرج ابی عوانه:۷۱۲۵، السنن الکبری للبیهقی:۱۸۸۱۶، جامع الاصول:۱۱۰۹، اتحاف المهرة:۱۹۱۵۰، کنز العمال:۱۴۸۵۴، جامع الاحادیث:۸۸۲۳، تحفة الاشراف:۱۳۷۴۱، اتحاف الخیرة المهرة:۴۴۴۶،

(۱۸)۔قال:وحدثنی یحییٰ بن سعید(رحمه الله تعالیٰ) عن الحارث بن زیاد الحمیری ان اباذر (رضی الله عنه) سأل النبیﷺ الامرة. فقال:انت ضعیف وهی امانة وهی یوم القیمة خزی وندامة الامن اخذها بحقها.وادی ماعلیه فیها"۔

حارث بن زیاد حمیری سے روایت ہے:

''کہ (سیدنا) ابو ذر (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت کی خواہش ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کمزور ہو اور امارت ایک امانت ہے، قیامت کے روز یہ رسوائی اور ندامت کا باعث بن جائے گی، بجز اس شخص کے جس نے اسے حق کے ساتھ لیا اور اسے اختیار کرنے سے عائد ہونے والی ذمہ داریاں نبھائیں۔''

امیر کی اطاعت:

(۱۹)۔قال ابو یوسف:وحدثنی اسرائیل عن ابی اسحاق عن یحییٰ بن الحصین عن جدته ام الحصین قالت:رایت رسول اللهﷺ ملتحفا بثوبه قد جعله تحت ابطه وهو یقول:"ایها الناس اتقوا الله واسمعوا واطیعوا.وان امر علیکم عبد حبشی اجدع فاسمعوا له واطیعوا"۔

ام حصین کہتی ہے:

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کا ایک حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کے نیچے تھا، آپ فرمارہے تھے: لوگو! اللہ سے ڈرو، سنو اور اطاعت کرو، اور اگر تم پر کسی حبشی غلام کو امیر مقرر کر دیا جائے تو بھی اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔''

(۲۰)۔قال:وحدثنا الاعمش(رحمه الله تعالیٰ) عن ابی صالح (رحمه الله تعالیٰ)عن ابی

۱۸۔صحیح مسلم:۱۸۲۵، کتاب الآثار لابی یوسف:۹۴۷، مصنف ابن ابی شیبه:۳۲۵۴۰، مسند ابی داود طیالسی:۴۸۷، شرح مشکل الآثار:۵۷، مستدرک حاکم:۷۰۱۹، السنن الکبری للبیهقی:۲۰۲۱۲، شعب الایمان للبیهقی:ج۹ص۵۲۷، جامع الاصول:۲۰۳۶، اتحاف المهره:۱۷۴۸۶، کنزالعمال:۱۴۶۴۷، المسند الجامع:۱۲۳۴۶، جامع الاحادیث:۲۵۵۲۲۔

۱۹۔مصنف ابن ابی شیبه:۳۲۵۳۷، سنن ابن ماجه:۲۸۶۱، سنن الترمذی:۱۷۰۶، مسند اسحاق بن راهویه:۲۳۹۱، مسند احمد بن حنبل:۱۶۶۴۹، المنتخب من مسند عبد بن حمید:۱۵۶۰، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم:۳۲۸۸۔

۲۰۔مصنف ابن ابی شیبه:۳۲۵۲۹، سنن ابن ماجه:۲۸۵۹، شرح السنه للبغوی:۲۴۵۰، مسند ابی داود الطیالسی:۲۷۰۰، مسند الحمیدی:۱۱۵۶، مسند احمد بن حنبل:۷۳۳۴، المنتخب من مسند عبد بن حمید:۱۴۶۲، السنه لابن ابی عاصم:۱۰۶۵۔

هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ "من اطاعني فقد اطاع الله، ومن اطاع الامام فقد اطاعني. ومن عصاني فقد عصى الله، ومن عصى الامام فقد عصاني"۔

(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے امام کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امام کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

(۲۱)۔ قال: وحدثني بعض اشياخنا عن حبيب يعني ابن ابي ثابت عن ابي البختري عن حذيفة قال: ليس من السنة ان تشهر السلاح على امامك۔

(سیدنا) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا:

''کہ امام (برحق) کے خلاف ہتھیار اٹھانا سنت کے خلاف ہے۔''

(۲۲)۔ قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): وحدثني مطرف بن طريف عن ابي الجهم عن خالد بن وهبان عن ابي ذر قال: قال رسول الله ﷺ: "من فارق الجماعة والاسلام شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه"۔

(سیدنا) ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے اسلام اور جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدگی اختیار کی، اس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے اتار پھینکا۔''

تبلیغ دین:

(۲۳)۔ قال: وحدثني محمد بن اسحاق بن عبد السلام عن الزهري (رحمه الله تعالىٰ) عن محمد بن جبير (رحمه الله تعالىٰ) بن مطعم عن ابيه (رضي الله عنه) قال: قام رسول الله ﷺ بالخيف من منى فقال: "نضر الله امرء اسمع مقالتي فاداها كما سمعها: "فرب حامل فقه غير فقيه، ورب حامل فقه الى من هو افقه منه. ثلاث لا يغل عليهم قلب مؤمن: اخلاص العمل لله والنصيحة لولاة المسلمين، ولزوم جماعتهم. فان دعوتهم تحيط من وراءه"۔

(۲۱) مسند البزار: ۲۸۱۵، مجمع الزوائد للهیثمی: ۹۱۳۴۔

(۲۲) مسند احمد بن حنبل: ۲۱۵۶۱، سنن ابی داود: ۴۷۵۸، السنہ لابن ابی عاصم: ۸۹۲۔

(۲۳) مسند احمد بن حنبل: ۱۶۷۵۴، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱، مسند البزار: ۳۴۱۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۴۱۳۔

(سیدنا) جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے میرا کلام سنا اور جس طرح اسے سنا اسے آگے (دوسروں تک) پہنچا دیا بعض لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور وہ فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچا دیتے ہیں۔ تین باتیں ایسی ہیں جن پر قائم رہتے ہوئے کوئی مومن قلب ذرا بھی خیانت نہیں برت سکتا (۱) اپنے عمل کو خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے کرنا۔ (۲) مسلمان حکمرانوں سے خیر خواہی کرنا۔ (۳) مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا، کیونکہ مسلمانوں کی دعائیں پیچھے سے اس کی حفاظت کے لئے گھیرا ڈالے رہتی ہیں۔''

امراء کو گالیاں دینے کی ممانعت:

(۲۴)۔ قال (ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ): وحدثنی غیلان بن قیس الھمدانی عن ابی (والصواب: انس۔ن) بن مالك قال: امرنا کبراؤنا من اصحاب محمد ﷺ ان لا نسب امراءنا، ولا نغشھم، ولا نعصیھم، وان نتقی اللہ ونصبر۔

(سیدنا) ابی (درست انس ہے) بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہمارے بڑوں نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے امیروں کو برا بھلا نہ کہیں، نہ ان کو دھوکہ دیں، نہ ان کی نافرمانی کریں، اور یہ کہ ہمیں اللہ رب العزت سے ڈرنا اور صبر کرنا چاہیے۔''

(۲۵)۔ قال: وحدثنی اسماعیل بن ابراھیم بن مھاجر عن وائل بن ابی بکر قال: سمعت الحسن البصری یقول: قال رسول اللہ ﷺ: "لا تسبوا الولاۃ، فانھم ان احسنوا کان لھم الاجر وعلیکم الشکر، وان اساءوا فعلیھم الوزر وعلیکم الصبر، وانما ھم نقمۃ ینتقم اللہ بھم ممن یشاء، فلا تستقبلوا نقمۃ اللہ بالحمیۃ والغضب، واستقبلوھا بالاستکانۃ والتضرع"۔

حسن بصری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حکمرانوں کو گالیاں نہ دو، کیونکہ اگر انہوں نے بھلا طرز عمل اختیار کیا تو ان کیلئے اس پر اجر ہے اور اگر انہوں نے برا طرز عمل اختیار کیا تو اس کا وبال انہیں پر ہے اور تم کو صبر کرنا چاہیے، درحقیقت وہ ایک انتقام کی حیثیت رکھتے ہیں، اللہ ان کے ذریعے جس سے چاہتا ہے بدلہ لے لیتا ہے، اللہ کے انتقام کا مقابلہ غیظ وغضب اور نخوت وحمیت سے نہ کرو بلکہ اس کے مقابلہ میں انکسار اور عاجزی سے پیش آؤ۔''

(۲۶)۔ قال(ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ)وحدثنی الاعمش عن زید بن وھب عن عبدالرحمن بن عبد رب الکعبۃ قال:انتھیت الی عبداللہ بن عمرو(رضی اللہ عنہ)، وھو جالس فی ظل الکعبۃ والناس علیہ مجتمعون، فسمعتہ یقول:قال رسول اللہ ﷺ :"من بایع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ما استطاع، فان جاء آخر ینازعہ فاضربوا عنق الآخر"۔

عبدالرحمن بن عبد رب الکعبہ کا بیان ہے:

''کہ میں (سیدنا) عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) کے پاس گیا وہ کعبہ کے زیر سایہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے اردگرد جمع تھے، میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جس نے کسی امام سے بیعت کی اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا، اور خلوص دل سے اس کے ساتھ عہد کر لیا تو جب تک ہو سکے اس کو اس امام کی اطاعت کرنی چاہیے، پھر اگر کوئی دوسرا آدمی اٹھے اور اس سے جھگڑا کرے تو اس کی گردن ماردو۔''

(۲۷)۔ قال(ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ)وحدثنی بعض اشیاخنا عن مکحول(رحمہ اللہ تعالیٰ) عن معاذ بن جبل(رضی اللہ عنہ)قال:قال رسول اللہ ﷺ:"یا معاذ! اطع کل امیر، وصل خلف کل امام، ولا تسب احدا من اصحابی"۔

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے معاذ! ہر امیر کی اطاعت کرو، ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو، اور میرے اصحاب میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو۔''

تنقید و اصلاح:

(۲۸)۔ قال:وحدثنی اسماعیل بن ابی خالد عن قیس قال:قام ابو بکر رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال:ایھا الناس، انکم تقرؤون ھذہ الایۃ:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ (المائدۃ:۱۰۵)

وانا سمعنا رسول اللہ ﷺ یقول:"ان الناس اذا راوا المنکر فلم یغیروا اوشك ان یعمھم اللہ(تعالیٰ) بعقابہ"۔

(۲۶) صحیح مسلم:۱۸۴۴، سنن ابن ماجہ:۳۹۵۶، سنن ابی داود:۴۲۴۸، سنن النسائی:۴۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ:۳۲۵۳۶، مسند احمد بن حنبل:۶۵۰۰، السنہ لابی بکر بن الخلال:۴۹، مستخرج ابی عوانہ:۷۱۴۷، صحیح ابن حبان:۵۹۶۱، جامع الاصول:۲۰۵۰۔

(۲۷) السنن الکبری للبیہقی:۱۶۷۶۹، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل:۹، المعجم الکبیر للطبرانی:۳۷۰۔

(۲۸) سنن ابن ماجہ:۴۰۰۵، سنن ابی داود:۴۳۳۸، سنن الترمذی:۲۱۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۵۸۳۔

قیس سے روایت ہے:

کہ (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو۔

''اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہو گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔'' (المائدہ:۱۰۵)

اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''منکر دیکھنے کے باوجود اگر لوگ اس کا ازالہ نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو اپنی سزا کی لپیٹ میں لے لے۔''

(۲۹)۔ قال: وحدثنی یحییٰ بن سعید عن ابراهیم عن اسماعیل بن ابی حکیم عن عمر بن عبدالعزیز قال: ان الله لایؤاخذ العامة بعمل الخاصة. فاذا ظهرت المعاصی فلم تنکر استحقوا العقوبة جمیعاً۔

عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ:

''اللہ رب العزت چند مخصوص افراد کی روش پر ساری قوم سے مواخذہ نہیں کرتا، البتہ جب گناہ کھلم کھلا ہونے لگیں اور ان پر نکیر نہ کی جائے تو سارے لوگ سزا کے مستحق قرار پاتے ہیں۔''

(۲۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۰۹۷۔

وصایا ابی بکر لعمر والمسلمین رضی اللہ عنہم

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی عمر (رضی اللہ عنہ) اور (عام) مسلمانوں کو وصیتیں

(۳۰) ۔قال ابو یوسف(رحمه الله تعالیٰ): وحدثنی اسماعیل بن ابی خالد عن زبید بن الحارث او ابن سابط قال: لما حضرت الوفاة ابا بکر رضی الله عنه ارسل الی عمر یستخلفه. فقال الناس: اتخلف علینا فظا غلیظا ،لو قد ملکنا کان افظ واغلظ؛ فماذا تقول لربك اذا لقیته وقد استخلفت علینا عمر رضی الله عنه؟

قال: اتخوفونی بربی؛ اقول: اللهم امرت علیهم خیر اهلك .ثم ارسل الی عمر فقال: انی اوصیك بوصیة ان حفظتها لم یکن شیء احب الیك من الموت وهو مدرکك. وان ضیعتها لم یکن شیء ابغض الیك من الموت ولن تعجزه.

زبید بن حارث یا ابن سابط نے کہا کہ:

جب (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو انہوں نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلا بھیجا تا کہ انہیں (اپنے بعد) خلیفہ مقرر کر جائیں، لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ایک سخت اور تیز مزاج شخص کو کو ہمارے اوپر خلیفہ مقرر کر رہے ہیں جو اگر ہمارا حاکم بن گیا تو اور زیادہ سختی اور درشتی سے پیش آئے گا؟ عمر (رضی اللہ عنہ) کو ہمارے اوپر خلیفہ مقرر کر کے جب آپ اللہ کے یہاں حاضر ہوں گے تو اس کو کیا جواب دیں گے؟

آپ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ: ''کیا تم مجھے میرے رب کا خوف دلا رہے ہو؟ میں اس سے کہوں گا، خدایا! میں تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو ان کا حکمران بنا کر آیا ہوں'' پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی وصیت کر رہا ہوں جسے اگر تم نے یاد رکھا تو تمہارے نزدیک موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی، اور موت تو تمہیں بہر حال آئے گی۔ اور اگر تم نے اس وصیت کو فراموش کر دیا تو تمہارے نزدیک

---

(۳۰) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۲۰۱۳، السنہ لابی بکر بن الخلال:۳۳۷، مصنف عبدالرزاق:۹۷۶۴، مسند اسحاق بن راہویہ:۲۱۴۶، اخبار مکہ للفاکہی:۱۸۰۸، کنز العمال:۱۴۱۷۸، جامع الاحادیث:۲۷۳۳۶۔

موت سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہ ہوگی، اگر چہ تم موت کو ٹال نہ سکو گے۔

ان لله (تعالیٰ) علیك حقا فی اللیل لا یقبله فی النهار، وحقا فی النهار لا یقبله فی اللیل، وانها لا تقبل نافلة حتی تؤدی الفریضة، وانما خفت موازینه یوم القیمة باتباعهم الباطل فی الدنیا وخفته علیهم وحق لمیزان لا یوضع فیه الا الباطل ان یکون خفیفا۔

رات کو تم پر اللہ کا ایک حق ہے جسے وہ دن میں قبول نہیں کرے گا، اور دن میں کچھ حق ہے جسے وہ رات میں قبول نہیں کرتا۔ جب تک فرائض نہ ادا کیے جائیں نوافل قبول نہیں کیے جاتے، قیامت کے روز جس کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ صرف اس لئے ہلکہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں باطل کی پیروی کی اور اسے ایک معمولی سی بات سمجھا، جس ترازو میں صرف باطل رکھا جائے اسے ہلکا ہی ہونا چاہیے۔

وانما ثقلت موازین من ثقلت موازینه یوم القیمة باتباعهم الحق فی الدنیا وثقله علیهم وحق لمیزان لا یوضع فیه الا الحق ان یکون ثقیلا۔ فان انت حفظت وصیتی هذه فلا یکونن غائب احب الیك من الموت۔ ولا بد لك منه۔ وان انت ضیعت وصیتی هذه فلا یکونن غائب ابغض الیك من الموت، ولن تعجزه۔

اور قیامت میں جس کا پلڑا بھاری ہوگا وہ صرف اس وجہ سے بھاری ہوگا کہ اس نے دنیا میں حق کی پیروی کی اور اس کا وزن محسوس کیا، جس ترازو میں صرف حق رکھا جائے اسے بھاری ہی ہونا چاہیے۔ اگر تم میری اس وصیت کو محفوظ رکھ سکے تو کوئی نظروں سے پوشیدہ چیز تمہارے نزدیک موت سے زیادہ پسندیدہ نہ ہوگی، اور اس سے کوئی مضر بھی نہیں، اور اگر تم نے میری اس وصیت کو ضائع کر دیا تو کوئی نظروں سے پوشیدہ چیز تمہارے لئے موت سے زیادہ مبغوض نہ ہوگی، حالانکہ تم موت نہ ٹال سکو گے۔

وقال موسی بن عقبة قالت اسماء بنت عمیس، وقال له: یاابن الخطاب انی انما استخلفتك نظرا لما خلفت ورائی، وقد صحبت رسول الله ﷺ فرایت من اثرته انفسنا علی نفسه واهلنا علی اهله حتی ان کنا لنظل نهدی الی اهله من فضول ما أتینا عنه، وقد صحبتنی فرایتنی انما اتبعت سبیل من کان قبلی: والله ما نمت فحلمت ولا توهمت فسهوت، وانی لعلی السبیل ما زغت۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ: اسماء بنت عمیس نے کہا: اور آپ (رضی اللہ عنہ) نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ”اے ابن خطاب! (اپنے بعد) تمہیں خلیفہ بنانے میں میرے پیش نظر وہ امور و مسائل ہیں جن کو میں چھوڑے جا رہا ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہم کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، اور ہمارے بال بچوں کا اپنے بال بچوں سے زیادہ خیال رکھتے تھے، یہاں تک کہ ہمارا یہ دستور ہو گیا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

گھر والوں کو جو تحائف بھیجتے تھے وہ آپ کے ہی بچے ہوئے تحائف ہوتے تھے جو ہمارے پاس خود آپ کے یہاں سے آتے تھے! تم میرے ساتھ رہے ہو اور تم نے دیکھا ہے کہ میں نے اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتا رہا ہوں، اللہ کی قسم میں نے خواب وخیال میں کبھی راہ راست سے قدم نہیں ہٹائے ہیں۔

وان اول ما احذرك يا عمر نفسك. ان لكل نفس شهوة فاذا اعطيتها تمادت في غيرها.

عمر! پہلی چیز جس کی طرف میں تمہیں ہوشیار رہنے کی نصیحت کرتا ہوں وہ خود تمہارا نفس ہے ہر نفس کی کچھ خواہش ہوتی ہے اور جب تم اس کی یہ خواہش پوری کردو گے تو نفس آگے بڑھ کر دوسری خواہش کیلئے مچلنے لگے گا۔

واحذر هؤلاء النفر من اصحاب رسول الله ﷺ الذين قد انتفخت اجوافهم وطمحت ابصارهم واحب كل امرء منهم لنفسه وان لهم لحيرة عند زلة واحد منهم.

اور دیکھو! اصحاب رسول ﷺ میں سے اس گروہ سے ہوشیار رہنا جن کے پیٹ پھول گئے ہیں نگاہوں میں ہوس بس گئی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کو صرف اپنا ذاتی مفاد عزیز ہے، ان میں سے کسی ایک کے پاؤں پھسلیں گے تو ان سب کو حیرانی ہوگی۔

فاياك ان تكونه. واعلم انهم لن يزالوا منك خائفين ما خفت الله. ولك مستقيمين ما استقامت طريقتك. هذه وصيتي واقرا عليك السلام.

خبردار! یہ ایک تم نہ ہونا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے یہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے۔ جب تمہارا طرز عمل درست رہے گا تو یہ لوگ بھی تمہارے لئے درست رہیں گے۔ یہ ہے میری وصیت اور میں تمہیں سلام بھیجتا ہوں۔"

(۳۱) قال: وحدثنا عبدالرحمن بن اسحاق عن عبدالله القرشي عن عبدالله بن عكيم قال: خطبنا ابو بكر رضي الله عنه فقال: اما بعد فاني اوصيكم بتقوى الله. وان تثنوا عليه بما هم اهله. وان تخلطوا الرغبة بالرهبة وتجمعوا الالحاق بالمساءلة فان الله تعالى اثنى على زكريا واهل بيته فقال تعالى:

ثم اعلموا عباد الله ان الله تعالى قد ارتهن بحقه انفسكم واخذ على ذلك مواثيقكم واشترى منكم القليل الفاني بالكثير الباقي وهذا كتاب الله فيكم لا تفنى عجائبه ولا يطفأ نوره.

عبداللہ بن عکیم (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ:

---

(۳۱) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۴۴۳۱، مستدرک حاکم:۳۴۴۷، شعب الایمان:۱۰۱۰۹، حلیۃ الاولیاء: ج۱ ص۳۵، کتاب الزہد لابی داود:۲۶، مجمع الزوائد:۳۱۵۲، کنز العمال:۴۴۱۸۰۔

ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا ''امابعد! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس کی وہ تعریفیں کرو جن کا وہ مستحق ہے، خوف کے ساتھ امید شامل کرو، اور دعا کرتے وقت خوب گڑگڑایا کرو، اللہ رب العزت نے زکریا (علیہ السلام) اور ان کے گھر والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''یقیناً یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے تھے، اور ہمیں شوق اور رعب کے عالم میں پکارا کرتے تھے، اور ان کے دل ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔'' (الانبیاء:۹۰)

اللہ کے بندو! خوب جان لو کہ اللہ رب العزت نے تمہاری جانوں کو اپنے حق میں رہن کرلیا ہے اور اس پر تم سے پختہ عہد کرلیا ہے، اس نے تم سے تھوڑی فنا ہونے والی پونجی کو بہت سی باقی رہنے والی چیزوں کے بدلے میں خرید لیا ہے، تمہارے درمیان یہ اللہ کی کتاب موجود ہے جس کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں اور جس کی روشنی کبھی گل نہ ہوگی۔

فصدقوا بقوله . واستنصحوا كتابه. واستبصروا منه ليوم الظلمة فانما خلقتم للعبادة ووكل بكم الكرام الكاتبون يعلمون ما تفعلون.

تمہیں اللہ کے کلام کی تصدیق کرنی چاہیے، اور اس کتاب کو اپنا خیرخواہ سمجھنا چاہیے اور اندھیرے کے زمانہ کے لئے اس سے روشنی حاصل کرنی چاہیے، کیونکہ تمہیں عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تم پر معزز لکھنے والے (فرشتے) مقرر کردیے گئے ہیں جو تمہارے ہر فعل سے واقف ہیں۔

ثم اعلموا عباد الله انكم تغدون وتروحون في اجل قد غيب عنكم علمه. فان استطعتم ان تنقضي الآجال وانتم في عمل لله فافعلوا . ولن تستطيعوا ذلك الا بالله. فسابقوا في ذلك مهل آجالكم قبل ان تنقضي فيردكم الى اسوا اعمالكم . فان اقواما جعلوا آجالهم لغيرهم ونسوا انفسهم . فانهاكم ان تكونوا امثالهم. فالوحا الوحا النجا النجا . فان وراء كم طالبا حثيثا امره سريع.

اللہ کے بندو! پھر خوب جان لو کہ تم اس حال میں صبح وشام کرتے ہو کہ تمہاری ایک مدت عمر مقرر ہے جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہاری عمریں کار خدا میں انہماک کے عالم میں اختتام کو پہنچیں تو اس کا اہتمام کرو، حقیقت یہ ہے کہ تم بغیر اللہ کی مدد کے ایسا نہ کرسکو گے، لہٰذا اس مہلت عمر میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو، اس سے پہلے کہ یہ ختم ہوجائے اور تم کو تمہارے بدترین اعمال کے حوالے کردے، بعض قوموں نے یہ سمجھا تھا کہ یہ میعادیں دوسروں کے لئے ہیں اور خود اپنی حیثیت بھول گئے، میں تمہیں ان کی طرح ہوجانے سے منع کرتا ہوں، پس جلدی کرو جلدی کرو! تیزی سے بچ نکلو، کیونکہ تمہارے پیچھے ایک بڑا تیز رو طلب گار چلا آرہا ہے جس کا کام بڑی تیزی سے انجام پاتا ہے۔''

من وصایا عمر

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی چند وصیتیں

(۳۲)۔قال ابو یوسف:وحدثني ابوبكر بن عبدالله الهذلي عن الحسن البصري ان رجلا قال لعمر بن الخطاب اتق الله يا عمر "واكثر عليه" فقال له قائل :اسكت فقد اكثرت على امير المؤمنين .فقال له عمر :دعه، لاخيرفيهم ان لم يقولوها لنا، ولا خير فينا ان لم نقبل۔واوشك ان يرد على قائلها۔

حسن بصری سے روایت ہے:

''کہ ایک شخص نے (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کہا: عمر خدا سے ڈر (اور اس نے یہ جملہ کئی بار دہرایا)، اس پر کسی نے اسے ٹوکا کہ چپ رہ، تو نے امیر المؤمنین کو بہت کچھ کہہ سنایا، اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے فرمایا کہ: ''اسے مت روکو، یہ لوگ اگر ہم سے ایسی باتیں کہنا چھوڑ دیں تو پھر ان کا فائدہ ہی کیا، اور اگر ہم ان کی ان باتوں کو قبول نہ کریں تو پھر ہمیں بھلائی سے عاری سمجھنا چاہیے، اور دور نہیں کہ یہ بات اپنے کہنے والے پر ہی چسپاں ہو جائے۔''

(۳۳)۔قال:وحدثني عبيدالله بن ابي حميد عن ابي المليح بن ابي اسامة الهذلي قال:خطب عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال:ايها الناس ان لنا عليكم حق النصيحة بالغيب والمعونة على الخير۔

ابو ملیح بن ابو اسامہ ہذلی کہتے ہیں:

کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''اے لوگو! ہمارا بھی تم پر حق ہے، ہماری عدم موجودگی میں ہماری خیر خواہی رکھو اور خیر کے کاموں پر ہماری معاونت کرو۔

ايها الرعاء انه ليس من حلم احب الى الله ولا اعم نفعا من حلم امام ورفقه، وليس من جهل ابغض الى الله واعم ضررا من جهل امام وخرقه . وانه من ياخذ بالعافية فيما بين

ظهر انیه یعط العافیة من فوقه۔

اے رعایا! حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک کوئی چیز زیادہ محبوب اور زیادہ نفع رساں نہیں ہے حاکم کی بردباری اور نرمی سے اور اللہ کے نزدیک کوئی چیز زیادہ ناپسندیدہ اور زیادہ ضرر رساں نہیں ہے حاکم کی جہالت اور اس کی بیوقوفی سے۔ جو حاکم اپنے ماحول میں امن وعافیت اختیار کرتا ہے اسے اوپر سے بھی امن وعافیت عطا ہوتی ہے۔''

(۳۴)۔ قال (ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ): وحدثنی داود بن ابی هند عن عامر قال: قال عبدالله بن عباس: دخلت علی عمر حین طعن فقلت: ابشر بالجنة یا امیر المؤمنین اسلمت حین کفر الناس، وجاهدت مع رسول الله ﷺ حین خذله الناس، وقبض رسول الله ﷺ وهو عنك راض، ولم یختلف فی خلافتك اثنان، وقتلت شهیدا۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا کہ:

''جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو زخمی کردیا گیا تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے یہ کہا کہ: امیر المؤمنین! جنت کی بشارت ہو، جب سارے لوگ کفر پر قائم تھے تو آپ اسلام لائے، جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا تو آپ نے ان کے ہمراہ جہاد کیا، رسول اللہ ﷺ آپ سے راضی خوشی دنیا سے رخصت ہوئے، آپ کی خلافت کے بارے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہ ہوا، اور اب آپ قتل کے ذریعے شہادت پا رہے ہیں۔''

فقال: اعد علی۔ فاعدت علیه۔ فقال عمر: والله الذی لا اله غیره لو ان ما فی الارض من صفراء وبیضاء لی لافتدیت به من هول المطلع۔

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ''دوبارہ کہو۔'' تو میں نے یہ باتیں دوبارہ سنائیں، پھر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ''اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں، اگر سفید وزرد میں سے جو کچھ بھی زمین میں ہے میرے پاس ہوتا تو میں اس کو فدیہ میں دے کر پیش آمدہ حاضری کی ہولناکی سے چھٹکارا چاہتا۔''

(۳۵)۔ قال: وحدثنی بعض اشیاخنا عن عبدالملك بن مسلم عن عثمان بن عطاء الكلاعی، عن ابیه قال: خطب عمر الناس فحمد الله واثنی علیه ثم قال: "اما بعد فانی اوصیكم بتقوی الله الذی یبقی ویهلك من سواه، الذی بطاعته ینتفع اولیاؤه، وبمعصیته یضر اعداؤه۔

عطاء (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ:

---

(۳۴) مصنف ابن ابی شیبه: ۳۴۴۹۴، صحیح ابن حبان: ۲۸۹۱، مستدرک حاکم: ۴۵۱۵، اثبات عذاب القبر للبیهقی: ۲۲۱، کتاب الاعتقاد للبیهقی: ج ۱ ص ۳۲۳۔

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں سے خطاب کیا، آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''امابعد! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے گا اور جس کے سوا ہر دوسری چیز ہلاک ہو جائے گی، جس کی فرمانبرداری کر کے اس کے اولیاء فائدہ اٹھاتے ہیں اور جو اپنی نافرمانی سے اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

فانه ليس لهالك هلك معذرة في تعمد ضلالة حسبها هدى، ولا في ترك حق حسبه ضلالة، وان احق ما تعهد الراعي من رعيته تعهدهم بالذى لله عليهم في وظائف دينهم الذى هداهم الله له.

ہلاک ہونے والے کیلئے یہ بات عذر نہیں بن سکتی کہ اس نے گمراہی کو ہدایت سمجھ کر قصداً اختیار کرلیا تھا، یا کسی حق کو گمراہی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، نگران کو اپنی رعایا کے ضمن میں سب سے زیادہ اہتمام ان دینی اعمال کے سلسلہ میں کرنا چاہیے جو ان پر اللہ کا حق ہیں اور جن کی طرف اللہ نے ان کی رہنمائی کی ہے۔

وانما علينا ان نامركم بما امركم الله به من طاعته وان ننهاكم عما نهاكم الله عنه من معصيته، وان نقيم امر الله في قريب الناس وبعيدهم ولا نبالي على من كان الحق.

ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ ہم تم کو اللہ کی اس اطاعت کا حکم دیں جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے، اور اس نافرمانی سے روکیں جس سے اس نے تم کو منع کیا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم دور ونزدیک کے تمام لوگوں پر اللہ کا حکم نافذ کریں اور اس کی مطلق پرواہ نہ کریں کہ حق کس کے خلاف پڑتا ہے۔''

الا وان الله فرض الصلاة وجعل لها شروطا، فمن شروطها :الوضوء والخشوع والركوع والسجود.

خوب جان لو کہ اللہ رب العزت نے نماز فرض کی ہے اور اس کی کچھ شرائط مقرر کردی ہیں، چنانچہ اس کی شرائط میں وضو، خشوع، رکوع اور سجود شامل ہیں۔

واعلموا ايها الناس ان الطمع وان اليأس غنى، وفي العزلة راحة من خلطاء السوء.

لوگو خوب جان لو کہ حرص وہوس انسان کو دست نگر بنا دیتی ہے اور ناامیدی آدمی کو غنی رکھتی ہے، نیز گوشہ گیر رہنے میں برے ساتھیوں سے امن رہتا ہے۔

واعلموا انه من لم يرض عن الله فيما اكره من قضاءه لم يؤد اليه فيما يحب كنه شكره.

اور یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ جو اللہ سے ان معاملات میں راضی نہ ہو سکا جن میں قضائے الٰہی اس پر گراں گزری ہو وہ حسب منشاء ہونے والے معاملات میں خاطر خواہ شکر ادا کرنے سے محروم رہا۔''

واعلموا ان لله عبادا يميتون الباطل بهجره ويحيون الحق بذكره رغبوا فرغبوا ورهبوا

فرھبوا۔
تمہیں یہ بھی خوب معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو باطل سے کنارہ کش رہ کر اسے مٹا دیتے ہیں اور حق کا چرچا کر کے اسے زندہ رکھتے ہیں، ان کو شوق دلایا گیا تو ان میں رغبت پیدا ہوگئی ہے۔ اور ان کو ڈرایا گیا تو وہ لرزتے رہتے ہیں۔

ان خافوا فلا یأمنوا ، ابصروا من الیقین مالم یعاینوافخلصوا بما لم یزایلوا۔ اخلصھم الخوف فھجروا ماینقطع عنھم لما یبقی علیھم۔ الحیاۃ علیھم نعمۃ والموت لھم کرامۃ۔

ایک بار ڈر کر وہ کبھی خود کو خطرے سے باہر نہیں سمجھتے، انہوں نے اپنی ایسی حقیقتوں کا پتہ پالیا ہے جن کا انہیں مشاہدہ نہیں نصیب ہوا، پھر وہ ایسے مقام پر جا پہنچے جہاں سے پھر کبھی نہیں ہٹے، موت نے انہیں مخلص اور یکسو بنا دیا ہے، جو کچھ ان سے چھن گیا اس سے کنارہ کش ہو گئے اور اسے اختیار کر لیا جو ان کے پاس سدا باقی رہے گا۔ زندگی ان کیلئے ایک نعمت ہے اور موت ان کیلئے ایک اعزاز ہے۔''

(۳۶)۔قال(ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی):وحدثنا اسماعیل بن ابی خالد عن زبید الأیامی قال:لما اوصی عمر رضی اللہ عنہ قال:اوصی الخلیفۃ من بعدی بتقوی اللہ ، واوصیہ بالمھاجرین الاولین ان یعرف لھم حقھم و کرامتھم ، واوصیہ بالانصار الذین تبوء والدار والایمان من قبل ان یقبل من محسنھم ویتجاوز عن مسیئھم۔

زبید ایامی کا بیان ہے کہ جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے وصیت کی تو فرمایا:

میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور میں اسے مہاجرین اولین کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کا مقام پہچانے اور ان کے حقوق تسلیم کرے، اور انصار جو پہلے ہی سے مدینہ میں ایمان کے ساتھ مقیم تھے ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے نیکو کاروں کی خدمات قبول کرے اور غلطی کرنے والوں کے بارے میں عفو و درگذر سے کام لے۔

واوصیہ بأھل الامصار ، فانھم ردء الاسلام وغیظ العدو وجباۃ المال۔ ان لا یأخذ منھم الا فضلھم عن رضی منھم۔

(۳۶) صحیح البخاری:۳۷۰۰، صحیح ابن حبان:۶۹۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۰۵۹، الاموال لابن زنجویہ:۸۳۲، السنہ لابی بکر بن الخلال:۶۲، السنن الکبری للبیھقی:۱۶۵۷۹، جامع الاصول:۲۰۸۵، جامع الاحادیث:۲۹۳۹۹۔

اور میں اسے دوسرے شہروں اور قصبات کے باشندوں کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ ان سے ان کے رضامندی کے ساتھ صرف ان کے فاضل اموال وصول کرے کیونکہ یہ لوگ اسلام کی دفاعی قوت ہیں، دشمنوں کو انہی کے باعث پیچ وتاب ہے اور یہی لوگ مال جمع کرنے والے ہیں۔

واوصیه بالاعراب، فانهم اصل العرب ومادة الاسلام، ان یأخذ من حواشی اموالهم فیرد علی فقرائهم۔

اور اہل دیہات کے بارے میں میں اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کے فالتو اموال کا ایک حصہ لے کر انہی کے فقراء پر تقسیم کر دیا کرے، کیونکہ یہی لوگ عرب کی جان اور اسلام کی اصل آبادی ہیں۔

واوصیه بذمة الله وذمة رسوله ﷺ ان یوفی لهم بعهدهم، وان یقاتل من ورائهم، ولا یکلفوا فوق طاقتهم۔

اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں داخل ہیں ان کے سلسلہ میں میں اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ پر پوری طرح کاربند رہے، ان کے دفاع میں جنگ کی جائے، اور ان پر کبھی بھی ان کی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

(۳۷) قال (ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ): وحدثنا سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن سالم بن ابی الجعد عن معدان بن ابی طلحة الیعمری ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قام فی یوم جمعة خطیبا، فحمد الله واثنی علیه، ثم ذکر نبی الله ﷺ وابا بکر الصدیق رضی الله عنه، ثم قال: اللهم انی اشهدك علی امراء الامصار فانی انما بعثتهم لیعلموا الناس دینهم وسنة نبیهم ﷺ، ویقسموا فیهم فیأهم ویعدلوا علیهم، فمن اشکل علیه شیء رفعه الی۔

معدان بن ابو طلحہ یعمری سے روایت ہے:

''کہ (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) جمعہ کے روز خطبہ دینے کھڑے ہوئے، آپ (رضی اللہ عنہ) نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر اللہ کے نبی ﷺ اور (سیدنا) ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا ذکر (خیر) کیا اور اس کے بعد فرمایا: ''اے اللہ! میں مختلف مقامات کے حکام کے بارے میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیں اور انہیں ان کے نبی ﷺ کی سنت سکھائیں، ان کا مال فے ان کے درمیان تقسیم

---

(۳۷) صحیح مسلم: ۵۶۷، مسند احمد بن حنبل: ۱۸۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۸۴، مستخرج ابی عوانه: ۱۲۱۸، صحیح ابن حبان: ۲۰۹۱،
السنن الکبری للبیهقی: ۱۶۵۷۸، جامع الاصول: ۲۰۸۲، المسند الجامع: ۱۰۶۲۸۔

کریں اور ان کیساتھ عدل وانصاف برتیں۔ اب اگر کسی کو کوئی الجھن پیش آتی ہے تو وہ اس معاملہ کو میرے سامنے پیش کرے۔"

(۳۸)۔ قال: وحدثني عبدالله بن علی عن الزهری قال: جاء رجل الی عمر بن الخطاب رضی الله عنه. فقال له: یا امیر المؤمنین لا ابالی فی الله لومة لائم خیر لی. ام اقبل علی نفسی؟ فقال: اما من ولی من امر المؤمنین شیئا فلا یخف فی الله لومة لائم، ومن کان خلوا من ذلك فلیقبل علی نفسه ولینصح لولی امره۔

زہری نے کہا ہے:

"کہ ایک شخص (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: "امیر المؤمنین! (میرے لیے یہ زیادہ بہتر ہے کہ) اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں یا اپنی تمام تر توجہات اپنے ہی نفس کی اصلاح پر مرکوز رکھوں۔" (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جواباً فرمایا کہ:

"جو شخص کسی درجہ میں بھی مسلمانوں کے معاملات کا سربراہ بنا دیا گیا ہو اسے تو اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیے، اور جس کے سر پر یہ ذمہ داری نہ ہو اسے چاہیے کہ اپنی اصلاح کی فکر کرے اور اپنے حکمرانوں کا خیر خواہ رہے۔"

(۳۹)۔ قال: وحدثني عبدالله بن علی عن الزهری قال قال عمر رضی الله عنه: لا تعترض فیما لا یعنیك، واعتزل عدوك. واحتفظ من خلیلك الا الامین فان الامین من القوم لا یعادله شیء۔ ولا تصحب الفاجر فیعلمك من فجوره۔ ولا تفش الیه سرك۔ واستشر فی امرك الذین یخشون الله۔

زہری کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"بے مقصد کاموں میں نہ پڑ، دشمن سے کنارہ کشی اختیار کر، اپنے دوستوں کی طرف سے بھی محتاط رہ، سوائے اس دوست کے جو امین ہے کیونکہ یہ لوگوں کی ایک ایسی قسم ہے جس کی برابری کوئی دوسری چیز نہیں کر سکتی، بدکار کی صحبت اختیار نہ کر، ورنہ وہ اپنی بدکاری تجھے بھی سکھا دے گا، اس کو اپنا راز دار بھی نہ بنا، اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لیا کر جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔"

۳۸۔سنن سعید بن منصور: ۸۴۷، شعب الایمان للبیہقی: ۷۱۵۵۔

۳۹۔مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۵۲۸، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۳۲۵، کتاب الزہد لابی داود: ۹۷، حلیۃ الاولیاء: ج۱ ص۵۵، شعب الایمان للبیہقی: ۴۶۴۱، الترغیب والترہیب: ۱۲۲۰۔

(۴۰)۔قال:وحدثنی اسماعیل بن ابی خالد عن سعید بن ابی بردة قال: کتب عمر بن الخطاب رضی الله عنه الی ابی موسی:اما بعد، فان اسعد الرعاة عندالله من سعدت به رعیته، وان اشقی الرعاة من شقیت به رعیته۔وایاك ان تزیغ فتزیغ عمالك فیکون مثلك عندالله مثل البهیمة نظرت الی خضرة من الارض فرتعت فیها تبتغی بذلك السمن، وانما حتفها فی سمنها والسلام۔

(سیدنا)سعید بن ابو بردہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے:

''کہ (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے (سیدنا) ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کو لکھا کہ:''امابعد! اللہ رب العزت کے ہاں سب سے زیادہ سعادت مند نگران وہ ہے جس کے سبب اس کی رعایا کو سعادت نصیب ہو۔اور سب سے بد بخت نگراں وہ ہے جس کے سبب اس کی رعایا کو بدبختی نصیب ہو۔تم خود کبھی راہ راست سے نہ ہٹنا ورنہ اس کے نتیجے میں تمہارے عمال بھی بگڑ جائیں گے۔ایسا کرو گے تو اللہ کے حضور تمہارا حال اس چوپائے کا سا ہوگا جس نے زمین پر کچھ سبزہ دیکھا تو اسے چرنے لگا (اور حد سے زیادہ چرا) تا کہ موٹا ہو جائے۔حالانکہ اس موٹاپے میں اس کی موت چھپی ہوئی ہے۔والسلام۔''

(۴۱)۔قال:وحدثنا مسعر عن رجل عن عمر رضی الله عنه قال:لایقیم امر الله الا رجل لا یضارع ۔ولا یصانع، ولا یتبع المطامع۔ولا یقیم امر الله الا رجل لا ینتقص غربه، ولا یکظم فی الحق علی حزبه۔

ایک شخص سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''اللہ کے امر (سلطنت) کو وہی (حاکم) سیدھا کرسکتا ہے جو (اللہ کے حکم کے نفاذ میں تساہل اور) نرمی نہ کرے اور ریاء کاری نہ کرے حرص و ہوس کے پیچھے نہ پڑے، بری بات سے اجتناب برتے۔اور اللہ کے امر (سلطنت) کو وہی (حاکم) سیدھا کرسکتا ہے جس کی قوت کار کبھی اضمحلال کا شکار نہ ہو، اور جو حق کے سلسلہ میں اپنے گروہ سے بھی نرمی نہ برتے۔''

۴۰۔مصنف ابن ابی شیبہ:۳۴۴۴۸، حلیۃ الاولیاء:ج۱ ص ۵۰۔

۴۱۔مصنف عبدالرزاق:۱۵۲۸۹، کنز العمال:۱۴۳۲۰۔

من آثار عثمان رضی اللہ عنہ فی النصیحۃ

نصیحت کے متعلق (سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہ) کا اثر

(۴۲)۔ قال ابو یوسف: حدثنی بعض اشیاخنا عن ھانی مولی عثمان بن عفان قال: کان عثمان رضی اللہ عنہ اذا وقف علی قبر بکی حتی یبل لحیتہ۔ قال فقیل لہ: تذکر الجنۃ والنار ولا تبکی، وتبکی من ھذا؟ فقال: ان رسول اللہ ﷺ قال: "القبر اول منزل من منازل الآخرۃ فان نجا منہ فما بعدہ ایسر منہ، وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد منہ"۔ وقال رسول اللہ ﷺ: "ما رایت منظرا الا والقبر افظع منہ"۔

(سیدنا) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے آزاد کردہ غلام ہانی کا بیان ہے کہ:

''(سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہ) جب کسی قبر کے پاس جا کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی، (ہانی) کہتا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ: آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہوئے تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر رونے لگتے ہیں، آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

''کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اگر آدمی اس سے بخیر و خوبی گزر گیا تو اس کے بعد کی منزلیں آسان تر ثابت ہوتی ہیں، اور اگر اس میں پھنس گیا تو اس سے بعد کی منزلیں اس سے بھی زیادہ دشوار پڑیں گی۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

''میں نے جتنے بھی مناظر دیکھے ہیں ان میں سے سے زیادہ ہولناک چیز عذاب قبر ہے۔''

(۴۲) سنن الترمذی: ۲۳۰۸، شعب الایمان للبیہقی: ۱۰۰۶۹۔

من مواعظ علی رضی الله عنه

(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے چند مواعظ

(۴۳)۔قال ابو یوسف: وسمعت ابا حنیفة رحمه الله یقول قال علی لعمر رضی الله تعالی عنهما حین استخلف: ان اردت ان تلحق صاحبك فارقع القمیص، ونکس الازار واخصف النعل، وارفع الخف، وقصر الامل، وکل دون الشبع۔

(امام اہلسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ: جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے تو (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا کہ:

''اگر اپنے رفیق تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص پر پیوند لگایا کرو، تہ بند اونچا رکھو، اور اپنی جوتی خود گانٹھ لیا کرو، امیدیں کم کرو، اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھایا کرو۔''

(۴۴)۔قال: وحدثنی بعض اشاخنا عن عطاء بن ابی رباح قال: ان علی بن ابی طالب رضی الله عنه اذا بعث سریة ولی امرها رجلا ثم قال له: اوصیك بتقوی الله الذی لا بدلك من لقاء ہ ولا منتهی لك دونه، وهو یملك الدنیا والآخرة۔ وعلیك بالذی یقربك الی الله عزوجل فان فیما عندالله خلفا من الدنیا۔

عطاء بن ابورباح کا بیان ہے:

''کہ (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) جب کوئی فوجی دستہ روانہ کرتے تو کسی شخص کو اس پر امیر مقرر کرتے اور اس شخص سے فرماتے۔ میں تجھے اللہ رب العزت سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں جس سے تجھے لامحالہ ملنا ہی ہے، جس کے علاوہ تیری منزل کوئی اور نہیں ہوسکتی، کہ وہی دنیا و آخرت کا مالک ہے، ان اعمال کا پورا پورا اہتمام کرنا جو تجھے اللہ عزوجل کے قریب کریں، کیونکہ کہ دنیا کی صرف وہی چیز کام آئے گی جو اللہ کے پاس پہنچ گئی۔''

۴۳۔معجم ابن الاعرابی: ۸۵۱، تاریخ بغداد: ۳۰۰۷، تاریخ دمشق: ج ۴۴ ص ۲۸۸۔

۴۴۔مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۴۹۹، السنہ لابی بکر بن الخلال: ۳۴۴۹۹۔

(۴۵)۔قال: وحدثنی اسماعیل بن ابراهیم المهاجر البجلی عن عبدالملك بن عمیر قال: حدثنی رجل من ثقیف، قال: استعملنی علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه علی عکبراء فقال لی: ۔واهل الارض معی یسمعون۔

"انظر ان تستوفی ما علیهم من الخراج ۔وایاك ان ترخص لهم فی شیء وایاك ان یروا منك ضعفاً ۔"

ثم قال: رح الی عند الظهر، فرحت الیه عند الظهر فقال لی:

"انما اوصیتك بالذی اوصیتك به قدام اهل عملك لانهم قوم خدع، انظر ما قدمت علیهم فلا تبیعن لهم کسوة شتاء ولا صیفاً، ولا رزقاً یاکلونه، ولا دابة یعملون علیها، ولا تضربن احداً منهم سوطاً واحداً فی درهم ، ولا تقمه علی رجله فی طلب درهم، ولا تبع لاحد منهم عرضاً فی شیء من الخراج، فانا انما امرنا ان ناخذ منهم العفو ۔فان انت خالفت ما امرتك به یاخذك الله به دونی وان بلغنی عنك خلاف ذلك عزلتك۔"

قال قلت اذن ارجع الیك کما خرجت من عندك۔

قال: وان رجعت کما خرجت۔

قال فانطلقت فعملت بالذی امرنی به، فرجعت ولم انتقص من الخراج شیئاً۔

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ قبیلہ بنوثقیف کے ایک شخص نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

(سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے مجھے عکبراء کا عامل مقرر کرتے وقت مجھ سے فرمایا جب کہ وہاں کے باشندے میرے ساتھ کھڑے یہ سب کچھ سن رہے تھے۔

''دیکھو! ان کے ذمہ جو خراج ہے اسے پورا پورا وصول کرنا، اور خبر دار! اس بارے میں ان سے کوئی رعایت نہ برتنا، اور ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کریں۔''

پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ظہر کے وقت میرے پاس آ جانا، چنانچہ میں ظہر کے وقت ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ:

میں نے تمہاری عملداری کے باشندوں کے سامنے تم کو جو تلقین کی تھی وہ اس لئے تھی کہ یہ بڑے چال باز لوگ ہیں۔ دیکھو! جب وہاں جانا تو ان کا کوئی سردی یا گرمی کا کپڑا فروخت نہ کرنا، نہ غذائی اشیاء جو ان کے زیر استعمال ہوں، نہ

---

(۴۵) تاریخ دمشق: ج ۴۲ ص ۲۸۸۔

وہ جانور جن کے ذریعے وہ محنت مزدوری کرتے ہوں، اور نہ ہی ایک درہم کی خاطر کسی کو ایک کوڑا بھی مارنا، اور نہ ایک درہم کے لئے کسی کو پاؤں پر کھڑا کرنا، اور نہ ہی خراج وصول کیلئے کسی کا سامان نیلام کرنا، کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے صرف ان کی ضروریات سے فاضل اموال وصول کریں اگر تم نے میرے ان احکامات کی خلاف ورزی کی تو مجھ سے پہلے اللہ تم سے اس کا مواخذہ کرے گا، اور اگر کسی خلاف ورزی کی اطلاع مجھ تک پہنچی تو میں تجھے معزول کر دوں گا۔''

اس شخص نے کہا کہ میں نے کہا:

''تب تو میں آپ کے پاس ویسا ہی لوٹ کر آؤں گا جیسا کہ جا رہا ہوں۔''

تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''ہاں چاہے تم ویسے ہی لوٹ کر آؤ جیسے کہ جا رہے ہو۔''

یہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں گیا اور وہی طریقہ اختیار کیا جس کا آپ (رضی اللہ عنہ) نے مجھے حکم دیا تھا، اور میں پورا پورا کا خراج لے کر آیا، ذرا بھی کمی نہیں ہوئی۔

من سیرۃ خامس الخلفاء الراشدین

(حضرت) عمر بن عبد العزیز (رحمہ اللہ) کے چند آثار

(۴۶) ۔قال ابو یوسف :وحدثنی بعض اشیاخنا عن محمد بن کعب القرظی قال:لما استخلف عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بعث الی وانا بالمدینۃ فقدمت علیہ، قال فلما دخلت علیہ جعلت الیہ نظر الا اصرف نظری عنہ تعجبا. فقال:

یا ابن کعب انک لتنظر الی نظرا ما کنت تنظرہ الی قبل۔

قال قلت:

قال قلت:

تعجبا۔

قال:

وما عجبک؟

قال قلت:

ما حال من لونک، ونحل من جسمک، وعفا من شعرک۔

قال:فکیف لو رایتنی بعد ثلاث، وقد دلیت فی حفرتی۔ وسالت حدقتای علی وجنتی، وسال منخرای صدیدا ودما، لکنت لی اشد نکرۃ!

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ:

جب عمر بن عبد العزیز (رحمہ اللہ) خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے مجھے بلا بھیجا، میں اس وقت مدینہ میں تھا، چنانچہ میں ان کے پاس حاضر ہوا، کہتے ہیں جب میں ان کے پاس گیا تو ان کو اس طرح نظریں جما کر دیکھنے لگا کہ مارے حیرت کے میں ان سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکا، اس پر انہوں نے کہا:

’’ابن کعب! تم تو مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو جس طرح تم مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا کرتے تھے۔‘‘

کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''مارے تعجب کے۔''
آپ (رحمہ اللہ) نے کہا کہ:
''تجھے کس بات پر تعجب ہے؟۔''
کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:
''اس پر کہ آپ کا رنگ بدل گیا ہے جسم کمزور ہو گیا ہے اور بال جھڑ گئے ہیں۔''
آپ (رحمہ اللہ) نے فرمایا:
''میرے قبر میں اتارے جانے کے تین دن بعد تم مجھے دیکھو جب کہ میری آنکھیں میرے گالوں پر بہہ چکی ہوں اور میرے نتھنوں سے خون اور پیپ جاری ہو تو تب کیسا رہے گا، تب تو تم مجھے بالکل نہ پہچانو گے!۔''

(۴۷)۔قال:وحدثنی بعض اشیاخنا عن عمر بن ذر قال:لم تکن همة عمر بن عبدالعزیز الا رد المظالم والقسم فی الناس۔
عمر بن ذر نے کہا ہے کہ:
''عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کی تمام تر توجہات مغصوبہ املاک واپس لینے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے پر ہی مرکوز تھیں۔''

(۴۸)۔قال: وحدثنی شیخ من اهل الشام قال:لما استخلف عمر بن عبدالعزیز مکث شهرین مقبلا علی بثه وحزنه لما ابتلی به من امور الناس۔ثم اخذ فی النظر فی امورهم ورد المظالم الی اهلها، حتی کان همه بالناس اشد من همه بامر نفسه۔ فعمل بذلك حتی انقضی اجله رحمه الله تعالی۔
ایک شامی شیخ کا بیان ہے کہ:
جب عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) خلیفہ بنائے گئے تو دو مہینہ تک اسی رنج وغم میں ڈوبے رہے کہ لوگوں کے معاملات کی ذمہ داریاں اپنے سر آ پڑی ہیں، پھر انہوں نے لوگوں کے معاملات پر غور کرنا شروع کیا اور مغصوبہ املاک کو اصل مالکوں کو واپس کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ آپ (رحمہ اللہ) کو اپنے ذاتی معاملات سے زیادہ عوام کی فکر رہتی تھی، وفات تک آپ کا یہی معمول رہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

فلما هلك جاء الفقهاء الی زوجته یعزونها ویذکرون عظم المصیبة التی اصیب بها اهل الاسلام لموته،فقالوا لها:اخبرینا عنه،فان اعلم الناس بالرجل اهله۔
جب آپ (رحمہ اللہ) کا انتقال ہو گیا تو فقہاء تعزیت کے لئے ان کی بیوی سے ملے اور اہل اسلام کو آپ کی وفات

سے جو زبردست صدمہ پہنچا تھا اس پر اظہار خیال کرتے رہے، انہوں نے آپ سے کہا، ہمیں ان کے بارے میں کچھ بتلائیں، کیونکہ آدمی کے بارے میں سب سے زیادہ واقفیت اس کی گھر والی کو ہوتی ہے"

قال فقالت:

واللہ ما کان باکثرھم صلاۃ ولا صیاما، ولکن واللہ ما رایت عبدا للہ کان اشد خوفا للہ من عمر۔ کان رحمہ اللہ فرغ بدنہ ونفسہ للناس۔

راوی کہتا ہے کہ اس پر آپ نے کہا:

"اللہ کی قسم! روزے نماز کے لحاظ سے تو وہ تم میں سب سے آگے نہ تھے، لیکن خدا کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ میں نے اللہ رب العزت سے ڈرنے میں کسی انسان کو عمر (رحمہ اللہ) سے آگے نہیں پایا، اللہ رب العزت آپ پر رحمت نازل کرے آپ (رحمہ اللہ) نے اپنے جسم وجان کو لوگوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

فکان یقعد لحوائجھم یومہ فاذا امسی۔ وعلیہ بقیۃ من حوائجھم۔ وصلہ بلیلتہ، فامسی یوما وقد فرغ من حوائجھم فدعا بمصباح قد کان یستصبح بہ من مالہ، ثم صلی رکعتین ثم اقعی واضعا یدہ تحت ذقنہ تسیل دموعہ علی خدہ، فلم یزل کذلک حتی برق الفجر فاصبح صائما۔

دن بھر ان کی ضروریات کے سلسلے میں بیٹھے رہتے، شام ہوتی اور بھی کچھ ضروریات باقی رہتیں تو رات میں بھی مسلسل کام کرتے چلے جاتے، ایک روز لوگوں کی ضروریات سے فارغ ہو چکے تو چراغ طلب کیا جسے آپ اپنے ذاتی خرچ سے جلایا کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنی ٹھوڑی ہتھیلی پر ٹیک کر بیٹھ گئے، رخساروں پر آنسو جاری تھے، سپیدہ سحر نمودار ہونے تک اسی حال میں رہے پھر جب صبح ہوئی تو روزے سے تھے۔

فقلت لہ: یا امیر المؤمنین، لشیء ما کان منک ما رایت اللیلۃ؟ قال: اجل، انی قد وجدتنی ولیت امر ھذہ الامۃ اسودھا واحمرھا فذکرت الغریب القانع الضائع، والفقیر المحتاج، والاسیر المقھور واشباھھم فی اطراف الارض۔

اس پر میں نے عرض کیا "آج رات کوئی خاص بات تھی جو میں یہ حال دیکھ رہی ہوں؟" آپ (رحمہ اللہ) نے فرمایا: ہاں میں نے اپنے آپ کو اس امت کے سیاہ وسفید کا ذمہ دار پایا، مجھے زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے غریب الوطن، خستہ حال بھکاری، محتاج غرباء، مجبور ومقہور قیدی اور اسی قبیل کے دوسرے لوگ یاد آئے۔

فعلمت ان اللہ تعالی سائلنی عنھم، وان محمدا ﷺ حجیجی فیھم، فخفت ان لا یثبت لی عند اللہ عذر، ولا یقوم لی مع محمد ﷺ حجۃ، فخفت علی نفسی۔

مجھے احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں مجھ سے محاسبہ کرے گا، اور محمد ﷺ ان کے معاملہ میں میرے خلاف مقدمہ لڑیں گے، میں ڈرا کہ اللہ رب العزت کے سامنے میرا کوئی عذر نہ چلے گا، اور محمد ﷺ کو میں کسی دلیل سے بھی قائل نہ کرسکوں گا، اس پر میری جان تھر تھرا اٹھی، مجھے اپنے بارے میں ڈر لگنے گا۔

وواللہ ان كان عمر ليكون فى المكان الذى ينتهى اليه سرور الرجل مع اهله فيذكر الشىء من امر الله. فيضطرب كما يضطرب العصفور قد وقع فى الماء . ثم يرتفع بكاؤه حتى اطرح اللحاف عنى وعنه رحمة له. ثم قالت :والله لوددت لو كان بيننا وبين هذه الامارة بعد مابين المشرقين۔

اللہ کی قسم! عمر (رحمہ اللہ تعالیٰ) وہاں ہوتے جہاں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کی مسرت آخری حد کو پہنچ جاتی ہے، اور اس حال میں انہیں اللہ رب العزت کا کوئی حکم یاد آ جاتا تو اس طرح تڑپ اٹھتے جس طرح پانی میں گر پڑنے والی چڑیا تڑپتی ہے، پھر آپ زور زور سے رونے لگتے، یہاں تک کہ میں ان کی سہولت کی خاطر اپنے اور ان کے اوپر سے لحاف ہٹا دیتی، اور پھر آپ کہتی ہیں کہ:

''اللہ کی قسم! میری دلی تمنا تھی کہ کاش ہمارے اور اس امارت کے درمیان مشرق ومغرب کی سی دوری ہوتی۔''

(۴۹). قال:وحدثنى بعض اشياخنا الكوفيين .قال قال لى شيخ بالمدينة :رايت عمر بن عبدالعزيز بالمدينة وهو من احسن الناس لباسا، واطيبهم ريحا، ومن اخيلهم فى مشيته. ثم رايته بعد ان ولى الخلافة يمشى مشية الرهبان۔

قال: فمن حدثك ان المشية سجية فلا تصدقه بعد عمر بن عبدالعزيز۔

مدینہ کے ایک شیخ نے کہا ہے کہ:

''میں نے عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کو مدینہ میں اس حال میں دیکھا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ نفیس کپڑے پہنتے، سب سے عمدہ عطر استعمال کرتے، اور ان کی چال سب سے زیادہ شاہانہ ہوتی تھی، پھر میں نے ان کو منصب خلافت پر آنے کے بعد دیکھا کہ اس طرح چلتے تھے جس طرح راہب چلتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ:

''عمر بن عبدالعزیز کے (اس انقلاب حال کو دیکھنے کے بعد) اب اگر کوئی تم سے کہے کہ چلنے کا انداز ایک پیدائشی خصلت ہوتی ہے تو اس کی بات کی ہرگز تصدیق نہ کرنا۔''

(۵۰). قال: وحدثنى بعض اشياخنا عن اسماعيل بن ابى حكيم قال:غضب عمر بن عبدالعزيز يوما فاشتد غضبه .وكان فيه حدة. وعبدالملك ابنه حاضر، فلما سكن غضبه

قال له:

"یا امیر المؤمنین فی قدر نعمة الله عندك و موضعك الذی وضعك الله به وما ولاك من امر عبادہ ان یبلغ بك الغضب ما اری؟"

قال: کیف قلت؟۔

فأعاد علیه کلامه،

فقال له عمر: اما تغضب انت یا عبد الملك؟

قال: ما یغنی عنی جوفی ان لم ارد الغضب فیه حتی لا یظهر منه شیء۔

اسماعیل بن ابو حکیم کا بیان ہے کہ:

ایک روز عمر بن عبد العزیز (رحمہ اللہ) کو غصہ آ گیا اور ان کے غصہ میں ذرا تیزی تھی، ان کے صاحبزادے عبد الملک بھی موجود تھے، جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو عبد الملک نے ان سے کہا:

''امیر المؤمنین! اللہ نے جو نعمتیں آپ کو دے رکھی ہیں، جس مقام پر آپ کو فائز کیا ہے، اور اپنے بندوں کے معاملات کی سربراہی آپ کو عطا کی ہے تو کیا یہ بات کسی طرح آپ کے شایان شان ہے کہ آپ کو اتنا غصہ آ جائے جتنا کہ ابھی دیکھنے میں آیا؟''

آپ (رحمہ اللہ) نے فرمایا:

''کیا کہا؟''

انہوں نے اپنی وہی بات دہرا دی، عمر (رحمہ اللہ) نے ان سے فرمایا:

''عبد الملک! کیا تم کو غصہ نہیں آتا؟''

انہوں نے جواب دیا: ''مجھے اپنے پیٹ سے کیا فائدہ پہنچے گا اگر میں اپنے غصہ کو نہ پی سکوں تا کہ وہ ظاہر نہ ہو۔''

باب فی قسمة الغنائم اذا اصیبت من العدو
باب: دشمن سے حاصل ہونے والے مال غنائم کی تقسیم کے بیان میں

مال غنیمت کے مصارف:

قال ابو یوسف: اما سألت عنه یا امیر المؤمنین من قسمة الغنائم اذا اصیبت من العدو و کیف یقسم ذلك. فان الله تبارك وتعالیٰ قد انزل بیان ذلك فی کتابه فقال فیما انزر علی رسوله ﷺ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الانفال: ۴۱)

امیر المؤمنین! آپ نے جو سوال کیا ہے کہ جب دشمن سے مال غنیمت حاصل ہو تو کس طرح تقسیم کیا جائے، اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کا بیان اپنی کتاب میں نازل فرما دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ (اپنے) رسول ﷺ کو مطلع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور (مسلمانو!) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرو، اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور ان کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے) اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی، جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الانفال: ۴۱)

مال غنیمت کی تعریف اور اس کی تقسیم کا طریقہ کار:

فهذا ۔ والله اعلم ۔ فیما یصیب المسلمون من عساکر اهل الشرك، وما اجلبوا به من المتاع والسلاح والکراع "الخیل والسلاح" فان فی ذلك الخمس لمن سمی الله عزوجل فی کتابه العزیز، واربعة اخماسه بین الجند الذین اصابوا ذلك: من اهل الدیوان وغیرهم ۔

یہ حکم "اللہ بہتر جانتا ہے" ان اموال کے بارے میں ہے جو مسلمان مشرکین کی فوجوں سے حاصل کریں، جو سازوسامان، اسلحے اور مویشی جانور مسلمان لے کر آئیں، اس میں پانچواں حصہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے نام اللہ رب العزت نے اپنی کتاب عزیز میں بتلائے ہیں، اور اس کے باقی چار حصے (۵ / ۴) اس فوج کے درمیان تقسیم ہونگے جنہوں نے یہ مال پایا ہے، ان میں ان فوجیوں کے علاوہ جن کے نام باقاعدہ فوجیوں کے رجسٹر میں درج ہوں وہ دوسرے لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے (کسی نہ کسی درجہ میں) جنگ میں حصہ لیا ہو۔

يضرب للفارس منهم ثلاثة اسهم: سهمان لفرسه، وسهم له، وللراجل سهم على ما جاء في الاحاديث والآثار، ولا يفضل الخيل بعضها على بعض لقوله تعالىٰ في كتابه:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (النحل:٨)

ولقوله تعالىٰ:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال:٦٠)

ان لوگوں میں سے ہر گھڑسوار کو تین حصے دیے جائیں گے، دو حصے اس کے گھوڑے کیلئے اور ایک حصہ خود سوار کیلئے، اور پیادہ کو ایک حصہ جیسا کہ احادیث وآثار میں آیا ہے، ایک گھوڑے کو دوسرے گھوڑے پر ترجیح نہیں دی جائے گی، اللہ رب العزت کے اپنی کتاب میں اس فرمان کی وجہ سے کہ:

"اور گھوڑے، خچر اور گدھے اسی نے پیدا کئے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو، اور وہ زینت کا سامان بنیں۔" (النحل:٨)

اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

"اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو۔" (الانفال:٦٠)

العرب تقول هذه الخيل، وفعلت الخيل، لا يعنون بذالك الفرس دون البردون ولعامة البراذين اقوى من كثير من الخيل واوفق للفرسان۔

اور اہل عرب کا محاورہ ہے "ہذا الخیل" اور "فعلت الخیل" اس سے وہ ٹٹوؤں کو مستثنیٰ کر کے صرف گھوڑے ہی مراد نہیں لیتے (بلکہ خیل میں ٹٹو بھی شامل ہوتے ہیں) عام ٹٹو تو بہت سے گھوڑوں سے بھی زیادہ قوی اور سواروں کے لئے زیادہ سازگار ہوتے ہیں،

ولم يخص منها شيء دون شيء، ولا يفضل الفرس القوي على الفرس الضعيف ولا يفضل

الرجل الشجاع التام السلاح علی الرجل الجبان الذی لا سلاح معه الا سیفه۔
ان میں سے کسی کو کسی کے مقابل میں کوئی خصوصیت نہیں دی گئی ہے، نہ تو قوی گھوڑے کو کمزور گھوڑے پر ترجیح دی جائے گی اور نہ ہی تمام اسلحہ سے لیس بہادر شخص کو اس بزدل شخص پر ترجیح دی جائے گی جس کے پاس تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔

مایسھم للمجاھد ومایسھم لخیلہ

مجاہد اور اس کے گھوڑے کے حصے کا بیان

(۵۱) قال ابو یوسف (رحمہ اللہ تعالیٰ): حدثنا الحسن بن علی بن عمارۃ عن الحکم بن عتیبۃ (رحمہ اللہ) عن مقسم عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ قسم غنائم بدر: للفارس سھمان، وللراجل سھم۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت کی تقسیم اس طرح فرمائی، گھڑسوار کو دو حصے اور اور پیادہ کو ایک حصہ۔''

(۵۲) قال (ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ): وحدثنا قیس بن الربیع عن محمد بن علی عن اسحاق بن عبداللہ عن ابی حازم قال: حدثنا ابو ذر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال شھدت انا واخی مع رسول اللہ ﷺ حنیناً ومعنا فرسان لنا، فضرب لنا رسول اللہ ﷺ ستۃ اسھم اربعۃ لفرسینا وسھمین لنا فبعنا الستۃ الاسھم بحنین ببکرین۔

(سیدنا) ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ:

''میں نے اور میرے بھائی نے (غزوہ) حنین میں شرکت کی، ہمارے ساتھ ہمارے دو گھوڑے بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں چھ حصے دیے، چار ہمارے گھوڑوں کے لئے اور دو ہمارے لئے، ہم نے حنین میں ان چھ حصوں کو دونو جوان اونٹوں کے بدلے فروخت کر دیا۔''

(۵۳) قال ابو یوسف: وکان الفقیہ المقدم ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یقول: للرجل سھم، وللفرس سھم۔ وقال: لا افضل بھیمۃ علی رجل مسلم۔ ویحتج:

فقیہ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''آدمی کے لئے ایک حصہ اور گھوڑے کیلئے ایک حصہ ہے، اور کہتے تھے کہ میں ایک جانور کو ایک مسلمان آدمی پر فضیلت نہیں دیتا، اور وہ اپنی دلیل اس حدیث کو بناتے تھے:

---

(۵۲) سنن الدار قطنی: ۴۱۶۳۔

(۵۴)۔ بما حدثنا عن زكريا بن الحارث عن المنذر بن ابی خميصة الهمدانی ان عاملا لعمر بن الخطاب رضی الله عنه قسم فی بعض الشام للفارس سهم وللرجل سهم، فرفع ذلك الی عمر رضی الله عنه فسلمه واجازه۔

(جو) منذر بن ابوخمیصہ ہمدانی سے مروی ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقہ میں سوار کو ایک حصہ اور پیادہ کو ایک حصہ دیا، یہ بات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے جائز قرار دیا۔''

فكان ابو حنيفة يأخذ بهذا الحديث ويجعل للفرس سهما وللرجل سهما، وما جاء من الاحاديث والآثار ان للفرس سهمين وللرجل سهما اكثر من ذالك واوثق، والعامة عليه ليس هذا على وجه التفضيل ما كان ينبغی ان يكون للفرس سهم وللرجل سهم. لانه قد سوى بهيمة برجل مسلم۔

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اسی حدیث کی بنیاد پر گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور آدمی کے لئے ایک حصہ قرار دیتے تھے، لیکن جن احادیث وآثار میں گھوڑے کے لئے دو حصے اور آدمی کے لئے ایک حصہ آیا ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے اور اس سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اور اسی مسلک کو عام طور پر اختیار کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ جانور کو آدمی پر فضیلت دی جائے، اگر فضیلت کا لحاظ ہوتا تو یہ بھی نامناسب ہوتا کہ گھوڑے کیلئے بھی ایک حصہ ہو اور آدمی کیلئے بھی ایک، کیونکہ یہ صورت بھی ایک جانور اور ایک مسلمان آدمی کو برابر درجہ دیتی ہے۔

انما هذا على ان يكون عدة الرجل اكثر من عدة الآخر. وليرغب الناس فی ارتباط الخيل فی سبيل الله. الا ترى ان سهم الفرس انما يرد على صاحب الفرس فلا يكون للفرس دونه۔

دراصل اس مسلک کی بناء اس بات پر ہے کہ ایک آدمی کے پاس جنگی سامان دوسرے (پیدل) آدمی سے زیادہ ہوتا ہے، (اور تقسیم میں اس فرق کا) مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کے راستے کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی طرف رغبت ہو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ گھوڑے کا حصہ بھی اس کے مالک ہی کو ملتا ہے نہ کہ گھوڑے کو۔

والمتطوع وصاحب الديوان فی القسمة سواء، فخذ يا امير المؤمنين بای القولين رايت، واعمل بما ترى انه افضل والخير لمسلمين فان ذلك موسع عليك ان شاء الله تعالىٰ، ولست ارى ان تقسم للرجل اكثر من فرس۔

تقسیم غنائم میں رضا کارانہ طور پر شریک ہونیوالے اور رجسٹر میں درج فوجی دونوں برابر ہیں، امیر المؤمنین آپ ان دونوں آراء میں سے جس رائے کو مناسب سمجھیں اختیار فرمائیں، جو پالیسی آپ کو مسلمانوں کے لیے بہتر اور مفید نظر آئے

اسے اختیار کیجیے، کہ اس میں آپ کے لئے کافی گنجائش ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔اور میری رائے میں کسی آدمی کو دو سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ نہیں دیا جانا چاہیے۔

(۵۵)۔قال:حدثنا یحییٰ بن سعید عن الحسن فی الرجل یکون فی الغزو ومعه الافراس ۔قال لا یقسم له من الغنیمة لاکثر من فرسین۔

یحییٰ بن سعید نے حسن سے اس شخص کے بارے میں جو جنگ میں کئی گھوڑے لے کر شریک ہوا ہو روایت کیا ہے کہ، حسن (رحمہ اللہ) نے کہا کہ:

''اس شخص کو مال غنیمت میں سے دو گھوڑوں سے زیادہ کا حصہ نہیں دیا جائے گا۔''

(۵۶)۔قال:وحدثنا محمد بن اسحاق عن یزید بن جابر عن مکحول قال:"لا یقسم لاکثر من فرسین۔"

مکحول نے کہا ہے کہ:

''تقسیم میں دو گھوڑوں سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔''

---

(۵۶) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۳۲۰۲۔

قسمة خمس الغنيمة

غنیمت کے خمس کی تقسیم کا بیان

(۵۷)۔ واما الخمس الذی يخرج من الغنيمة فان محمد بن السائب الكلبی حدثنی عن ابی صالح عن عبدالله بن عباس (رضی الله عنهما) ان الخمس كان فی عهد رسول الله ﷺ على خمسة اسهم: لله وللرسول سهم، ولذی القربیٰ سهم، ولليتامی والمساكين وابن السبيل ثلاثة اسهم۔ ثم قسمه ابوبكر (رضی الله عنه) وعمر (رضی الله عنه) وعثمان رضی الله عنه على ثلاثة اسهم، وسقط سهم الرسول (ﷺ) وسهم ذوی القربیٰ وقسم على الثلاثة الباقية۔ ثم قسمه علی بن ابی طالب على ما قسمه عليه ابوبكر وعمر وعثمان رضی الله تعالیٰ عنهم۔

اور جو غنیمت میں سے خمس نکالا جاتا ہے اس کے بارے میں محمد بن سائب کلبی نے مجھے ابوصالح سے بیان کیا ہے، اور ابوصالح نے (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خمس کے پانچ حصے نکالے جاتے تھے: اللہ اور رسول کیلئے ایک حصہ، قرابتداروں کے لئے ایک حصہ، اور تین حصے یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کیلئے، پھر (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرابتداروں کا حصہ ساقط ہو گیا، اور وہ حقداروں کی باقی تین قسموں پر ہی تقسیم کیا جانے لگا، پھر (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے بھی اسے اسی طرح تقسیم کیا جس طرح (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے تقسیم کیا تھا۔''

(۵۸)۔ وقد روی لنا عن عبدالله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما انه قال: عرض علينا عمر ابن الخطاب (رضی الله تعالیٰ عنه) ان نزوج من الخمس ايمنا ونقضی منه عن مغرمنا۔ فأبينا الا ان يسلمه لنا وابی ذلك علينا۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے ہمیں یہ پیشکش کی کہ ہم خمس میں سے اپنی غیر شادی شدہ عورتوں اور بیواؤں کی شادی کر دیا کریں اور اپنے قرضے ادا کریں، ہم نے اس کے سوا اور کوئی صورت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ

خمس ہمارے حوالے کریں مگر انہوں نے ہمارا یہ مطالبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

(۵۹)۔ قال(ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی): واخبرنی محمد بن اسحاق عن ابی جعفر قال قلت له: ما کان رای علی رضی اللہ عنه فی الخمس؟ قال: کان رایه فیه رای اهل بیته. ولکنه کره ان یخالف ابابکر و عمر رضی اللہ عنهما۔

محمد بن اسحاق نے ابوجعفر سے مجھے یہ خبر دی ہے کہ:

"میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ خمس کی بابت (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی کیا رائے تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ: اس مسئلہ میں ان کی رائے وہی تھی جو ان کے اہل بیت کی تھی، لیکن انہوں نے (سیدنا) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کو پسند نہیں کیا۔"

(۶۰)۔ قال: وحدثنا مغیرة عن ابراهیم فی قوله تعالیٰ: "فان لله خمسه" قال: لله کل شیء. وقوله "لله" مفتاح الکلام۔"

ابراہیم (رحمہ اللہ) نے اللہ رب العزت کے فرمان "فان لله خمسه" کے بارے میں کہا ہے کہ:

"اللہ کے لئے تو ساری ہی چیزیں ہیں اور یہاں "لله" ابتدائے کلام کے طور پر آیا ہے۔"

(۶۱)۔ قال: وحدثنی اشعث بن سوار عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ انه کان یحمل من الخمس فی سبیل اللہ ویعطی منه نائبه من القوم . فلما کثر المال جعل فی الیتامی والمساکین وابن سبیل۔

(سیدنا) جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

کہ وہ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خمس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتے تھے اور قوم میں جو آپ کا نائب ہوتا تھا اس کو بھی اس میں سے دیتے تھے، پھر جب مال زیادہ ہو گیا تو آپ اسے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو بھی دینے لگے۔"

سهم الرسول وسهم ذوی القربی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرابتداروں کے حصے کا بیان

(٦٢) ۔قال: وحدثنی محمد بن اسحاق عن الزهری عن سعید بن المسیب عن جبیر بن مطعم .
ان رسول اللهﷺ قسم سهم ذوی القربی علی بنی هاشم وبنی المطلب۔

(سیدنا) جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:
''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرابتداروں کا حصہ بنو ہاشم اور بنو مطلب میں تقسیم کیا تھا۔''

(٦٣) ۔قال: وحدثنی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن ابیه قال: سمعت علیا رضی الله عنه یقول: قلت یا رسول الله، ان رایت ان تولینی حقا من الخمس فأقسمه فی حیاتك کی لا ینازعناه احد بعدك فافعل. قال: ففعل. قال: فولانیه رسول اللهﷺ فقسمته فی حیاته۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ:
میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ مناسب سمجھیں تو خمس میں سے ہمارے حق کو میری تولیت میں دے دیں میں آپ کی زندگی میں ہی اسے تقسیم کردوں تاکہ آپ کے بعد ہم سے کوئی اس سلسلے میں جھگڑا نہ کرے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ہی کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خمس کا والی مقرر کردیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ میں اسے تقسیم کیا۔

ثم ولانیه ابو بکر رضی الله عنه فقسمته فی حیاته. ثم ولانیه عمر رضی الله عنه فقسمته فی حیاته. حتی اذا کان آخر سنة من سنی عمر فأتاه مال کثیر فعزل حقنا. ثم ارسل الی فقال: خذه فاقسمه۔

پھر (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے میری تولیت میں دیا اور میں نے آپ (رضی اللہ عنہ) کی زندگی میں اسے تقسیم کیا، پھر (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا والی مجھ ہی کو بنایا اور میں ان کے زندگی میں بھی تقسیم کرتا رہا، یہاں

٦٢۔مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٤٤٨، السنن الصغیر للبیهقی: ٢٩٧٨۔

٦٣۔مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٤٤٩، مسند احمد بن حنبل: ٦٤٦، مسند ابی یعلی الموصلی: ٣٤٦۔

تک کہ جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے دور کا آخری سال آیا تو انہوں نے ہمارا حق علیحدہ کیا اور پھر مجھے بلا بھیجا اور کہا اسے لو اور تقسیم کرلو۔''

فقلت یا امیر المؤمنین بنا عنه العام غنی وبالمسلمین الیه حاجة۔ فردہ علیهم تلك السنة.

ثم لم یدعنا الیه احد بعد عمر حتی قمت مقامی هذا۔

اس پر میں نے عرض کیا امیر المؤمنین! اس سال ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے (لہٰذا اسے ان میں تقسیم کردیجئے) چنانچہ انہوں نے وہ مال عام مسلمانوں میں تقسیم کے طرف منتقل کردیا، پھر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے بعد آج میرے اس جگہ کھڑے ہونے تک کسی نے ہمیں اس کی خاطر نہیں بلا بھیجا۔

فلقینی العباس بن عبد المطلب بعد خروجی من عند عمر رضی الله عنه فقال:

جب میں (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے باہر نکل کر آیا تھا تو مجھ سے (سیدنا) عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا تھا:

یا علی لقد حرمتنا الغداة شیئا لا یرد علینا الی یوم القیمة۔

علی! آج صبح تو نے ہمیں ایک ایسی چیز سے محروم کردیا جو اب قیامت تک ہمیں واپس نہیں ملے گی۔''

(۶۴)۔ قال: وحدثنی محمد بن اسحاق عن الزهری ان نجدة کتب الی ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما یسأله عن سهم ذوی القربیٰ: لمن هو؟ فکتب الیه ابن عباس: کتبت الی تسألنی عن سهم ذوی القربیٰ، لمن هو، وهو لنا، وان عمر بن الخطاب رضی الله عنه دعانا الی ان ننکح منا ایمنا، ونقضی منه عن مغرمنا، ونخدم منه عائلتنا، فابینا الا ان یسلمه لنا، وابی ذلك علینا۔

زہری سے روایت ہے کہ نجدہ نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قرابتداروں کے حصہ کے بارے میں یہ سوال لکھا کہ یہ کن کیلئے ہے؟ (جواباً) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں لکھا کہ:

''تم نے خط لکھ کر مجھ سے قرابتداروں کے حصہ کے بارے میں پوچھا ہے کہ یہ کن کے لئے ہے؟ یہ ہمارے لئے ہے، (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا تھا کہ ہم اس میں سے اپنی غیر شادی شدہ عورتوں اور بیواؤں کی شادی کردیں، قرضے ادا کریں، اور اپنے قبیلے کے لئے خادم مہیا کرلیں، لیکن ہمارا یہی اصرار تھا کہ بالکلیہ ہمارے حوالے کردیں، مگر انہوں نے ہمارا یہ مطالبہ قبول نہ کیا۔''

(۶۵)۔ قال: وحدثنی قیس بن مسلم عن الحسن بن محمد ابن الحنفیة قال: اختلف الناس بعد وفاة رسول الله ﷺ فی هذین السهمین: سهم الرسول علیه (الصلوٰة) والسلام، وسهم ذوی

القربیٰ۔

فقال قوم:

سهم الرسول للخليفة من بعده۔

وقال آخرون:

سهم ذوی القربیٰ لقرابة الرسول عليه الصلوة والسلام۔

وقالت طائفة:

سهم ذوی القربیٰ لقرابة الخليفة من بعده۔

فاجمعوا على ان جعلوا هذين السهمين فی الکراع والسلاح۔

حسن بن محمد بن حنفیہ نے کہا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں میں ان دو حصوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ اور قرابتداروں کے حصہ میں اختلاف ہو گیا، ایک گروہ نے کہا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ کا حصہ ہے۔''

کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ:

''قرابتداروں کا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے لئے ہے۔''

ایک اور طائفہ نے کہا کہ:

''قرابتداروں کا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کے رشتہ داروں کے لئے ہے۔''

پھر تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ان دونوں حصوں کو اسلحہ اور جانوروں کی فراہمی پر صرف کیا جائے۔

(٦٦)۔ قال: وحدثنی عطاء بن السائب ان عمر بن عبدالعزيز بعث سهم الرسول وسهم ذوی القربیٰ الی بنی هاشم۔

عطاء بن سائب (رحمہ اللہ) نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرابتداروں کا حصہ بنو ہاشم کو بھجوا یا دیا تھا۔''

٦٥۔شرح معانی الآثار للطحاوی:٥٢١٣، کتاب الاموال لابی احمد حمید بن مخلد بن قتیبه بن عبدالله الخراسانی المعروف بابن زنجویه:١٢٤٧، مصنف عبدالرزاق:٩٤٨٢، مصنف ابن ابی شیبه:٣٣٤٥١، سنن النسائی:٤١٤٣، المستدرک علی الصحیحین للحاکم:٢٥٨٥، السنن الکبری للبیهقی:١٢٩٥٩، السنن الکبری: للنسائی:٤٤٢٩، شرح صحیح البخاری لابن بطال: ج٥ ص٢٤٩، کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام بن عبدالله:٨٤٧۔

(٦٧)۔ قال ابو یوسف: وکان ابو حنیفة رحمه الله واکثر فقهائنا یرون ان یقسمه الخلیفة علی ما قسمه علیه ابو بکر وعمر وعثمان وعلی رضی الله تعالیٰ عنهم۔

(امام اہلسنت) ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے اکثر فقہاء کی رائے یہی ہے کہ خلیفہ خمس کو اسی طرح تقسیم کرے جیسے (سیدنا) ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تقسیم کیا کرتے تھے۔

(معدنیات میں خمس)

قال ابو یوسف: فعلى هذا تقسم الغنيمة. فما اصاب المسلمون من عساكر اهل الشرك وما اجلبوا به من المتاع والسلاح والكراع وغير ذالك.

اہل شرک کے لشکروں سے مسلمانوں کو جو کچھ بھی ہاتھ آئے اور جو ساز و سامان، اسلحے، مویشی وغیرہ لے آئیں اسے مندرجہ بالا طریقہ پر ہی تقسیم کیا جائے گا۔

و كذالك كل ما اصيب فى المعادن من الذهب والفضة والنحاس والحديد والرصاص. فان فى ذلك الخمس فى ارض العرب كان او فى ارض العجم. وخمسه الذى يوضع فيه مواضع الصدقات.

اور اسی اصول کا اطلاق ان سب چیزوں پر ہوگا جو کانوں سے نکالی جائیں جیسے سونا، چاندی، تانبہ، لوہا، سیسہ وغیرہ، ان سب سے پانچواں حصہ لیا جائے گا، خواہ کان عرب کی زمین میں ہو یا عجم کی زمین میں۔ اور ان چیزوں پر جو خمس عائد ہوتا ہے اس کے مصارف وہی ہیں جو صدقات کے ہیں۔

وفيما يستخرج من البحر من حلية وعنبر. فالخمس يوضع فى مواضع الغنائم على ما قال الله تعالىٰ فى كتابه:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الانفال: ۴۱)

اور سمندر سے عنبر یا زیور بنانے کے لائق جو چیزیں نکالی جاتی ہیں اس کا خمس بھی انہی مدات میں صرف کیا جائے گا جو (تقسیم کے لحاظ سے) غنائم کی مدات میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

''اور (مسلمانو!) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرو، اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور ان کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے)۔'' (الانفال: ۴۱)

قال ابو يوسف: فى كل ما اصيب من المعادن من قليل اور كثير الخمس. ولو ان رجلا اصاب

فی معدن اقل من وزن مائتی درھم فضة او اقل من وزن عشرین مثقالا ذھبا. فان فیه الخمس، لیس ھذا علی موضع الزکوۃ انما ھو علی موضع الغنائم۔

کانوں میں کم یا زیادہ جتنا بھی پایا جائے گا اس پر خمس لیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو کسی کان میں دوسو درہم کے وزن سے کم چاندی یا بیس مثقال کے وزن سے کم سونا ملے تو اس پر بھی پانچواں حصہ عائد ہوگا، یہ پانچواں حصہ بطور زکوۃ نہیں ہے (کہ فقط مسلمانوں سے ہی وصول کیا جائے) بلکہ بطور غنیمت ہے (جو کہ ہر ایک سے وصول کیا جائے گا)۔

ولیس فی تراب ذلك شیء. انما الخمس فی الذھب الخالص وفی الفضة الخالصة والحدید والنحاس والرصاص، ولا یحسب لمن استخرج ذلك من نفقته علیه شیء قد تکون النفقة تستغرق ذلك کله. فلا یجب اذن فیه خمس علیه. وفیه الخمس حین یفرغ من تصفیته قلیلا کان او کثیرا ولا یحسب له من نفقته شیء۔

اور اس کے ساتھ جو مٹی ملی ہوئی ہو اس پر کچھ ادا کرنا واجب نہیں ہوگا، پانچویں حصہ کا اطلاق فقط خالص سونے اور خالص چاندی، لوہے، تانبے، سیسے پر ہوگا، جو شخص ان معدنیات کو برآمد کرے اس کے نکالنے کے اخراجات پانچویں حصہ کا حساب لگانے میں منہا نہیں کئے جائیں گے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اخراجات برآمد شدہ معدنیات کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں اس پر اس میں سے پانچواں حصہ نکالنا واجب نہ رہے گا، برآمد شدہ معدنیات تھوڑی ہوں یا بہت، پانچواں حصہ ان کو صاف کرنے کے بعد نکالنا ہوگا، البتہ اس کے اخراجات اس میں سے منہا نہیں کیے جائیں گے۔

ما یستخرج من المعادن سوی الذهب والفضة

سونا چاندی کے علاوہ کانوں سے نکالی جانیوالی اشیاء پر خمس کا بیان

وما استخرج من المعادن سوی ذلك من الحجارة مثل الياقوت والفيروز والكحل والزئبق والكبريت والمغرة فلا خمس في شيء من ذالك، انما ذلك بمنزلة الطين والتراب۔

ان چیزوں کے علاوہ جو پتھر کانوں سے نکالے جائیں مثلاً ۔۔ یاقوت، فیروز، سرمہ، پارہ، گندھک اور گیرو مٹی تو ان میں سے کسی بھی چیز پر پانچواں حصہ عائد نہیں ہوگا، کیونکہ یہ ساری چیزیں مٹی کی مانند ہیں۔

قال: ولو ان الذی اصاب شيئا من الذهب او الفضة او الحديد او الرصاص او النحاس كان عليه دين فادح لم يبطل ذلك الخمس عنه۔

جس شخص کو سونا، چاندی، لوہا، سیسہ یا تانبہ ملا ہو اس پر اگر بھاری قرض ہو تو قرض کی وجہ سے پانچواں حصہ ساقط نہیں ہوگا۔

الا ترى لو ان جندا من الاجناد اصابوا غنيمة من اهل الحرب خمسة ولم ينظر اعليهم دين ام لا ولو كان عليهم دين لم يمنع ذلك من الخمس۔

کیا آپ خود نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی فوج اہل حرب سے غنیمت پاتی ہے تو اس غنیمت میں سے خمس بہر حال لیا جاتا ہے، اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان لوگوں پر قرض ہے یا نہیں، اگر ان پر قرض ہو بھی تو یہ بات پانچواں حصہ وصول کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔

القول فی الرکاز

قال:واما الرکاز فهو الذهب والفضة الذی خلقه الله عزوجل فی الارض یوم خلقت . فیه ایضا الخمس ،فمن اصاب کنزا عادیا فی غیر ملك احد فیه ذهب او فضة او جوهر او ثیاب فان فی ذلك الخمس واربعة اخماسه للذی اصابه. وهو بمنزلة الغنیمة یغنمها القوم فتخمس ومابقی فلهم۔

رکاز وہ سونا چاندی ہے جسے اللہ رب العزت نے ابتدائے آفرینش ہی سے زمین کے اندر پیدا کر رکھا ہے، اس میں بھی پانچواں حصہ واجب ہوگا جس کسی کو بھی کوئی قدیم خزانہ غیر مملوکہ زمین سے ہاتھ لگے ، اور دفینہ میں سونا، چاندی، جواہرات یا کپڑے برآمد ہوں تو اس میں سے خمس لیا جائے گا اور پانچ میں سے باقی چار حصے (۵ / ۴) اس شخص کو ملیں گے جس نے اسے پایا ہو اس کا حکم بھی مال غنیمت جیسا ہے کہ جب کسی گروہ کے ہاتھ آتا ہے تو اس میں سے خمس لے لیا جاتا ہے اور باقی ان لوگوں کیلئے ہوتا ہے۔

قال:ولو ان حربیا وجد فی دار الاسلام رکازا، وکان قد دخل بأمان نزع ذلك کله منه. ولا یکون له منه شیء ، وان کان ذمیا اخذ منه الخمس کما یؤخذ من المسلم. وسلم له اربعة اخماسه۔

اگر کوئی حربی دار السلام میں دفینہ پائے تو خواہ وہ امان لیکر ہی دار السلام میں کیوں نہ داخل ہوا ہو، اس سے یہ پورا دفینہ لیا جائے گا اور اس کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے گا، اور اگر دفینہ پانے والا ذمی ہو تو اس سے پانچواں حصہ لیا جائے گا اور باقی چار حصے اس کے حوالے کر دیے جائیں گے۔

وکذلك المکاتب یجد رکازا فی دار الاسلام فهو له بعد الخمس ، وکذلك العبد وام الولد والمدبر۔

یہی حکم مکاتب غلام، عام غلام، ام ولد، اور مدبر کا ہے جسے دار السلام میں کوئی دفینہ مل جائے پانچواں حصہ نکالنے کے بعد باقی اس کی ملک ہوگا۔

واذا وجد المسلم رکازا فی دار الحرب .فان کان دخل بغیر امان فهو له ولا خمس فی ذلك، حیث

ما وجد كان فی ملك انسان من اهل الحرب او لم يكن فی ملك انسان فلا خمس فيه لان المسلمين لم يوجفوا عليه بخيل ولا ركاب۔

اور مسلمان اگر دارالحرب میں بغیر امان لیے داخل ہوا ہو، اور وہاں اسے کوئی دفینہ ہاتھ لگ جائے تو وہ پورا کا پورا اسی کی ملک ہوگا خمس نہیں لیا جائے گا، اس نے یہ دفینہ جس زمین سے پایا ہو خواہ کسی حربی شخص کی مملوکہ تھی یا غیر مملوکہ تھی، کسی صورت میں بھی اس پر پانچواں حصہ عائد نہیں ہوگا، کیونکہ مسلمانوں نے اس کی خاطر فوج کشی نہیں کی تھی۔

وان كان انما دخل بأمان فوجده فی ملك انسان منهم فهو لصاحب الملك. وان وجده فی غير ملك انسان منهم فهو للذی وجده۔

لیکن اگر یہ شخص امان لے کر داخل ہوا اور کسی آدمی کی مملوکہ زمین سے اسے کوئی دفینہ مل جائے تو دفینہ مالی زمین کا ہوگا، البتہ اگر دفینہ کسی ایسی زمین میں پایا گیا ہو جو کسی شخص کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ دفینہ پانے والے کا ہوگا۔

(۶۸)۔ قال ابو یوسف: وحدثنی عبدالله بن سعيد بن ابی سعيد المقبری عن جده قال: كان اهل الجاهلية اذا عطب الرجل فی قليب جعلوا القليب عقله. واذا قتلته دابة جعلوها عقله. واذا قتله معدن جعلوه عقله۔

فسأل مائل رسول اللهﷺ عن ذالك فقال: "العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار. وفی الركاز الخمس"

فقيل له: ما الركاز يا رسول الله؟

فقال:

"الذهب والفضة الذی خلقه الله فی الارض يوم خلقت۔"

(سیدنا) ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ:

زمانہ جاہلیت میں اہل جاہلیت (اہل عرب) کا دستور یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی گڑھے یا کھائی میں گر کر ہلاک ہو جاتا تو اسی گڑھے کو اس کی دیت قرار دے دیتے۔ کوئی جانور اسے مار ڈالتا تو اسی جانور کو ہلاک ہونے والے کی دیت قرار دے دیتے۔ اور اگر کوئی آدمی کسی کان میں گر کر مر جاتا تو اس کان کو اس کی دیت قرار دے دیتے۔

کسی پوچھنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اہل جاہلیت کے اس دستور کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''چوپایوں کا (نقصان) معاف، کان کا (نقصان) معاف، کنویں کا (نقصان) معاف، اور رکاز میں خمس واجب ہے۔''

عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رکاز کیا ہے؟

فرمایا۔" وہ سونا اور چاندی جسے اللہ نے زمین بنانے کے ساتھ بنادیا تھا۔"

وقد كان للنبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صفي من كل غنيمة يصطفيه :
إما فرس , وإما سيف , وإما جارية .
فكانت صفي يوم خيبر صفية , وكان لَهُ نصيب فِي الخمس ما قسم فِي أزواجه من ذلك الخمس , وكان لَهُ سهمه مَعَ المسلمين . فكان سهمه فِي قسم خيبر مَعَ عاصم بن عدي مائة سهم , وكان بينهم رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فيها ,
والذي جعل الله لرسوله من الخمس فكان يكون لَهُ من ثلاثة وجوه : فِي القسمة الصفي وسهمه مَعَ المسلمين فِي الأربعة الأخماس وما جعله الله لَهُ من الخمس , وكان القسم فِي خيبر عَلَى ثمانية عشر سهما كل مائة سهم مَعَ رجل ,
وكان الصفي يوم بدر سيفا .

صَفِي۔

ہر غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ کا ایک صَفِی (یعنی حق خاص) ہوتا تھا جسے آپ ﷺ خود منتخب فرمالیتے تھے، مثلاً گھوڑا، یا تلوار، یا لونڈی،
خیبر کے موقع پر حضرت صفیہؓ بطور صَفِی خاص کی گئی تھیں۔

غنائم خیبر کی تقسیم۔

خُمس میں سے آپ ﷺ کو (بحیثیت رسول خدا ﷺ) ایک حصہ وہ بھی ملتا تھا جسے آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنھما) کے درمیان تقسیم فرمایا تھا۔
عام مسلمانوں کے ساتھ غنیمت میں آپ ﷺ کا بھی حصہ تھا۔

چنانچہ خیبر کی تقسیم میں آپ ﷺ کو عاصم بن عدیؓ کی شرکت کے ساتھ ۱۰۰ حصوں کا ایک حصہ ملا تھا،
اس لیے کہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ بھی مسلمان مجاہدوں کے ساتھ شریک جنگ تھے۔
خُمس میں سے جو حصہ اللہ نے اپنے رسول کا حق قرار دے دیا تھا وہ اپنی جگہ پر تھا۔

اس طرح تقسیم غنائم میں آپ ﷺ کو تین طرح سے مال ملا کرتا تھا:

۱۔ حق خاص،(صفی)
۲۔ عام مسلمانوں کے ساتھ 4/5 کے اندر آپ ﷺ کا ایک حصہ، اور
۳۔ خمس 1/5 جو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے مخصوص کیا تھا۔

جنگ خیبر کے موقع پر غنیمت اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دی گئی تھی۔ ہر آدمی کے لیے ۱۰۰ حصوں میں سے ایک حصہ تھا (گویا جملہ اٹھارہ سو حصے کیے گئے تھے)۔

بدر کے موقع پر صفی ایک تلوار تھی۔

قَالَ:

[69]وحَدَّثَنِي أشعث بن سوار عن محمد بن سوار عن محمد بن سيرين قَالَ: كان لرَسُوْل اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من كل غنيمة صفي يصطفيه فكان الصفي يوم خيبر: صفية بنت حيي .

قَالَ:

[70]وحَدَّثَنِي أشعث بن سوار عن أبي الزناد قَالَ: كان الصفي يوم بدر سيف عاصم بن منبه .

"محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر غنیمت میں سے ایک حق خاص ہوتا تھا جسے آپ ﷺ خود منتخب فرما لیتے تھے۔ چنانچہ خیبر کے موقع پر خاص صفیہؓ بنت حیی تھیں۔"

"ابو الزنادؒ فرماتے ہیں کہ، جنگ بدر کے موقع پر صَفِی عاصم بن منبہ کی تلوار تھی۔"

فصل: فی الفیء والخراج

فصل: فئے اور خراج کے بیان میں

(فئے کی تعریف):

فأما الفيء يا امير المؤمنين فهو الخراج عندنا خراج الارض. والله اعلم. لان الله تبارك وتعالى يقول في كتابه:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ (الحشر:۷)

حتى فرغ من هؤلاء، ثم قال عزوجل:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ (الحشر:۸)

ثم قال تعالى:

وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (الحشر:۹)

ثم قال تعالى:

وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۚ (الحشر:۱۰)

امیر المؤمنین! فئے ہمارے نزدیک خراج ہے، زمین کا خراج، اللہ بہتر جانتا ہے، کیونکہ اللہ رب العزت اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

''اللہ اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں سے جو مال بھی فئے کے طور پر دلوادے، تو وہ اللہ کا حق ہے، اور اس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان

گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں۔'' (الحشر: ۷)

ان لوگوں سے فارغ ہو کر اللہ عز وجل فرماتے ہیں کہ:

''(نیز یہ مال فئے) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔'' (الحشر: ۸)

پھر فرماتے ہیں کہ:

''(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے، وہ یہ کہتے ہیں کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمایئے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کیلئے کوئی بغض نہ رکھئے۔ اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔'' (الحشر: ۱۰)

فهذا والله اعلم لمن جاء من بعدهم من المؤمنين الى يوم القيمة۔

چنانچہ یہ ''اللہ بہتر جانتا ہے'' ان تمام مسلمانوں کے لئے ہے جو ان حضرات (یعنی مہاجرین وانصار) کے بعد تا قیامت آتے رہیں گے۔

عراق اور شام کے فئے

وقد سأل بلال واصحابه عمر بن الخطاب رضى الله عنه قسمة ما افاء الله عليهم من العراق والشام. وقالوا: اقسم الارضين بين الذين افتتحوها كما تقسم غنيمة العسكر. فأبى عمر ذالك عليهم. وتلا عليهم هذه الآيات. وقال:

(سیدنا) بلال (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عراق وشام میں جو کچھ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو دلوایا تھا اسی کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا، انہوں نے کہا کہ جس طرح فوج سے (میدان جنگ میں) حاصل شدہ غنائم تقسیم کئے جاتے ہیں اسی طرح زمینوں کو بھی اس کے فتح کرنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیجئے، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اور ان کو یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں اور فرمایا:

قد اشرك الذين يأتون من بعدكم فى هذا الفيء. فلو قسمته لم يبق لمن بعدكم شيء. ولئن بقيت ليبلغن الراعى بصنعاء نصيبه من هذا الفيء ، فلو قسمته لم يبق لمن بعدكم شيء. ولئن بقيت ليبلغن الراعى بصنعاء نصيبه من هذا الفيء ودمه فى وجهه۔

''اللہ نے تمہارے بعد آنے والے لوگوں کو بھی اس فئے میں شریک قرار دیا ہے، اب اگر اسے میں تقسیم کر دیتا ہوں تو تمہارے بعد آنے والوں کے لئے کچھ بھی باقی نہ بچے گا، اور اگر میں زندہ رہا تو صنعاء کے ایک چرواہے کو بھی اس فئے میں سے اس کا حصہ پہنچ جایا کرے گا، جب کہ اس کا خون اس کے چہرہ میں ہی ہوگا۔''

حكم غنيمة الأرض والأنهار

زمینوں اور نہروں کی غنیمت کا حکم

(۷۱)۔ قال ابو يوسف: وحدثني بعض مشائخنا عن يزيد بن ابي حبيب ان عمر رضي الله عنه كتب الى سعد حين افتتح العراق: امابعد! فقد بلغني كتابك تذكر فيه ان الناس سألوك ان تقسم بينهم مغانمهم، وما افاء الله عليهم۔

یزید بن ابو حبیب سے روایت ہے کہ:

جب (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) نے عراق فتح کرلیا تو (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ: امابعد! مجھے تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ لوگوں نے تم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ان کے اموال غنیمت، اور جو کچھ اللہ نے انہیں بطور فئے دلوایا ہے وہ سب ان کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔

فاذا اتاك كتابي هذا فانظر ما اجلب الناس عليك به الى العسكر من كراع ومال، فاقسمه بين من حضر من المسلمين واترك الارضين والانهار لعمالها ليكون ذلك في اعطيات المسلمين، فانك ان قسمتها بين من حضر لم يكن لمن بعدهم شيء۔

پس میرا یہ خط پہنچنے کے بعد جائزہ لو کہ لوگ تمہارے پاس لشکر میں از قسم مال ومویشی وغیرہ کے کیا لے کر آئے ہیں، ان تمام چیزوں کو تم ان مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردو جو موجود ہوں (اور جنگ میں شریک رہے ہوں) زمینیں اور نہریں ان پر محنت کرنے والوں کے پاس چھوڑ دو، تاکہ یہ مسلمانوں کو وظائف جاری کرنے میں کام آئیں، اگر تم انہیں بھی موجودہ لوگوں میں تقسیم کردو گے تو ان کے بعد آنے والوں کے لئے کچھ بھی باقی نہ بچے گا۔

قتال سے پہلے اور قتال کے بعد مسلمان ہونے والے کا حکم:

وقد كنت امرتك ان تدعو من لقيت الى الاسلام قبل القتال، فمن اجاب الى ذلك قبل القتال فهو رجل من المسلمين له مالهم وعليه ما عليهم، وله سهم في الاسلام۔ ومن اجاب بعد القتال وبعد الهزيمة فهو رجل من المسلمين وماله لاهل الاسلام، لانهم قد احرزوه قبل اسلامه، فهذا امري وعهدي اليك۔

میں تمہیں یہ حکم دے چکا ہوں کہ جس سے بھی مقابلہ ہو اسے جنگ سے پہلے اسلام لانے کی دعوت دو، جو شخص بھی جنگ سے پہلے یہ دعوت قبول کرلے وہ مسلمانوں کا ایک فرد ہے، مسلمانوں کے جملہ حقوق اسے حاصل ہوں گے، مزید برآں جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں اس پر بھی عائد ہوں گی، اور اسے بھی اسلام میں (ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے) مال غنیمت کا ایک حصہ ملے گا، جو شخص جنگ کرنے اور شکست کھا جانے کے بعد یہ دعوت قبول کرے وہ مسلمانوں کا ایک فرد ہے، مگر اس کا مال اسلامی لشکر والوں کا مال قرار پائے گا کیونکہ وہ اس کے اسلام لانے سے پہلے اس پر قبضہ کر چکے ہیں، ''یہ ہے میرا حکم اور میری وصیت۔''

تدوین عمر رضی الله عنه الدواوین والقول فی قسمه الارض المفتوحة

عمر رضی اللہ عنہ کے وظائف کے باقاعدہ رجسٹر مرتب کرانے اور مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کا بیان

(۴۲)۔قال ابو یوسف: وحدثنی غیر واحد من علماء اهل المدینة قالوا: لما قدم علی عمر بن الخطاب رضی الله عنه جیش العراق من قبل سعد بن ابی وقاص رضی الله تعالی عنه شاور اصحاب محمد ﷺ فی تدوین الدواوین. وقد کان اتبع رأی ابی بکر فی التسویة بین الناس.

متعدد اہل مدینہ نے کہا ہے کہ:

جب (سیدنا) سعد بن ابو وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے عراق کی فوج (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو انہوں نے وظائف کے باقاعدہ رجسٹر مرتب کرنے کے بارے میں اصحاب محمد ﷺ سے مشورہ طلب کیا، اس سے پہلے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) (سیدنا) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے کی اتباع کرتے ہوئے (فئے کی تقسیم میں) جملہ افراد کو برابر برابر حصہ دینے کا طرز عمل اختیار کر رکھا تھا۔

فلما جاء فتح العراق شاور الناس فی التفضیل، ورأی انه الرأی. فاشار علیه بذلك من رآه. وشاورهم فی قسمة الارضین التی افاء الله علی المسلمین من ارض العراق والشام. فتکلم قوم فیها وارادوا ان یقسم لهم حقوقهم وما فتحوا. فقال عمر رضی الله تعالی عنه:

جب عراق فتح ہوا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے بعض افراد کو بعض سے زیادہ دینے کے بارے میں مشورہ کیا، ان کا خیال تھا کہ یہی رائے مناسب ہے، چنانچہ جن لوگوں کی رائے اس کے حق میں تھی، انہوں نے آپ کو یہی مشورہ دیا، پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں سے ان زمینوں کی تقسیم کے بارے میں مشورہ کیا جو اللہ رب العزت نے عراق وشام میں اہل اسلام کو دلوائی تھیں، اس سلسلہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے ایک گروہ (رضی اللہ عنہم) نے یہ چاہا کہ ان کو ان کے حقوق دیئے جائیں اور جو کچھ انہوں نے فتح کیا ہے وہ ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ:

فکیف بمن یأتی من المسلمین فیجدون الارض بعلوجها قد اقتسمت وورثت عن الآباء

وحيزت، ماهذا برأی، فقال له عبدالرحمن بن عوف رضی الله تعالی عنه: فمالرأی، ماالارض والعلوج الا ماافاء الله عليهم۔

پھر ان مسلمانوں کا کیا ہوگا جو آئندہ آئیں گیا ور دیکھیں گے کہ زمین اس پر محنت کرنے والے دہقانوں سمیت تقسیم کی جا چکی ہے اور بطور وراثت باپوں سے بیٹوں کو منتقل ہو چکی اور (انفرادی ملکیت بن کر) مخصوص ہو چکی ہے، یہ تو کوئی مناسب رائے نہ ہوئی۔ اس پر (سیدنا) عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے ان سے دریافت کیا کہ: ''پھر کیا رائے ہے؟ زمین اور دہقان سوائے اس کے اور کیا ہیں کہ انہیں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو دلوادیے ہیں۔''

فقال عمر: ماهو الا كما تقول(والصواب:ماهؤلاء كما تقول۔ن)، ولست اری ذلك، والله لايفتح بعدی بلدفيكون فيه كبير نبيل، بل عسی ان يكون كلا علی المسلمين۔

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ:

اس کی نوعیت تو وہی ہے جو تم بتا رہے ہو (درست عبارت یوں ہے ان کی نوعیت وہ نہیں ہے جو تم بتا رہے ہو۔ن) اور میں اس کی تقسیم کے حق میں نہیں ہوں، اللہ کی قسم میرے بعد کوئی ایسا شہر فتح نہیں ہوگا جس سے کچھ زیادہ فائدہ حاصل ہو، بلکہ شاید وہ مسلمانوں پر بار ثابت ہوں۔

فاذا قسمت ارض العراق بعلوجها، وارض الشام بعلوجها فما يسد به الثغور وما يكون للذرية والأرامل بهذا البلد وبغيره من ارض الشام والعراق؟

جب عراق کی زمین اپنے کاشت کاروں سمیت تقسیم کردی جائے گی، اور اسی طرح شام کی زمین بھی کاشت کاروں سمیت تقسیم کردی جائے گی تو سرحدوں کی حفاظت کس ذریعہ سے کی جائے گی، اور اس ملک مین مزید برآں عراق وشام کے دوسرے علاقوں میں جو کم سن بچے اور بیوائیں ہیں ان کا کیا ہوگا؟

فاكثروا علی عمر رضی الله تعالیٰ عنه وقالوا: اتقف ماافاء الله علينا باسيافنا علی قوم لم يحضروا ولم يشهدوا، ولابناء القوم ولابناء ابنائهم ولم يحضروا؟

اس پر حضرات نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے کافی بات چیت کی اور کہا: اللہ رب العزت نے جو علاقے ہمیں ہماری تلواروں کے بل پر دلوائے ہیں ان کو کیا آپ ایسے لوگوں کیلئے روکے رکھیں گے جو نہ تو موجود تھے نہ جنگ میں شریک ہوئے؟ آپ ان کو آئندہ نسلوں اور ان نسلوں کی آئندہ نسلوں کے لئے روک رکھنا چاہتے ہیں جو موجود بھی نہیں؟

فكان عمر رضی الله عنه لايزيد علی ان يقول: هذا رأی۔

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) اس سے زیادہ کچھ نہ کہتے تھے کہ: ''یہ میری رائے ہے۔''

قالوا: فاستشر۔ قال: فاستشار المهاجرين الاولين (رضی الله تعالیٰ عنهم)، فاختلفوا۔ فأما

عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه فکان رأیه ان تقسم لهم حقوقهم ، ورأی عثمان وعلی وطلحة وابن عمر رضی الله عنهم رأی عمر۔

اس پر تمام حضرات نے کہا: کہ آپ باقاعدہ اس کا مشورہ کر لیجئے۔'' (راوی) کا بیان ہے کہ پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے مہاجرین اولین سے مشورہ کیا تو ان کی رائیں بھی مختلف تھیں، (سیدنا) عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کی رائے تھی کہ ان لوگوں کا حق ان کے درمیان تقسیم کر دیا جانا چاہئے، اور عثمان، علی، طلحہ، اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی رائے وہی تھی جو (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی رائے تھی۔

فارسل الی عشرة من الانصار: خمسة من الاوس وخمسة من الخزرج من کبرائهم و اشرافهم. فلما اجتمعوا احمد الله واثنی علیه بما هو اهله ثم قال:

پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے انصار میں سے دس افراد کو بلا بھیجا، اوس اور خزرج (دونوں قبیلوں کے) اکابر واشراف میں سے پانچ پانچ افراد، جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے اللہ کی ایسی حمد وثناء بیان کی جس کا وہ مستحق ہے، اور پھر فرمایا:

انی لم ازعجکم الا لان تشترکوا فی امانتی فیما حملت من امورکم. فانی واحد کأحدکم وانتم الیوم تقرون بالحق، خالفنی من خالفنی ووافقنی من وافقنی، ولیس اریدان تتبعوا هذاالذی هوای، معکم من الله کتاب ینطق بالحق، فوالله لئن کنت نطقت بأمر اریده ما اریدبه الاالحق۔

میں نے آپ حضرات کو فقط اس لئے تکلیف دی ہے کہ میرے کندھوں پر جو آپ کے معاملات کی ذمہ داری ہے اس میں آپ میرا ہاتھ بٹائیں، کیونکہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں، آج آپ حضرات کو حق متعین کرنا ہوگا بعض حضرات نے مجھ سے اختلاف کیا ہے اور بعض نے اتفاق۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ حضرات بہر حال وہی رائے قبول کریں جو میں نے اختیار کی ہے، آپ کے پاس اللہ کی کتاب ہے جو حق بات کہتی ہے، اللہ کی قسم! اگر میں نے کوئی بات کہی ہے جس پر میں عمل کا ارادہ رکھتا ہوں تو اس سے میرا ارادہ سوائے اتباع حق کے کچھ اور نہیں۔

قالوا:

قل نسمع یاامیر المؤمنین!

قال:

ان حضرات نے کہا کہ:

امیر المؤمنین! آپ فرمائیے، ہم (بغور) سنیں گے۔''

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

قد سمعتم کلام هؤلاء القوم الذين زعموا انى اظلمهم حقوقهم. وانى اعوذ بالله ان اركب ظلما، لئن كنت ظلمتهم شيئا هو لهم واعطيته غيرهم لقد شقيت.

آپ حضرات نے ان لوگوں کی باتیں سن لی ہیں جن کا خیال ہے کہ میں ان کی حق تلفی کر رہا ہوں، میں ظلم کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اگر میں کوئی ایسی چیز جو ان لوگوں کا حق تھی ان کو نہ دی ہو اور دوسروں کو دے دی ہو تو میں بڑا ہی بدبخت ہوں۔

ولكن رأيت انه لم يبق شيء يفتح بعد ارض كسرى، وقد غنمنا الله اموالهم وارضهم وعلوجهم فقسمت ما غنموا من اموال بين اهله واخرجت الخمس فوجهته على وجهه وانا فى توجيهه. وقد رأيت ان احبس الارضين بعلوجها واضع عليهم فيها الخراج وفى رقابهم الجزية يؤدونها فتكون فيئا للمسلمين: المقاتلة والذرية ولمن يأتى من بعدهم.

لیکن میرا خیال ہے کہ کسریٰ کی سرزمین کے بعد اب کوئی چیز نہیں رہ گئی ہے جو فتح ہو، اللہ رب العزت نے ان کے اموال، زمینیں اور کاشت کار ہمیں بطور غنیمت عطا کر دیئے ہیں ان لوگوں کو غنیمت میں جو مال ملا تھا اسے تو میں نے اس کے مستحقین میں تقسیم کر دیا ہے، اور خمس نکال کر اسے اس کے مقررہ مصارف میں تقسیم کر دیا ہے، بلکہ ابھی تک اس کی تقسیم میں مصروف ہوں، میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ زمینوں کو مع کاشت کاروں کے سرکاری ملکیت قرار دے دوں اور اس کے کاشت کاروں پر خراج عائد کر دوں، اور ان پر فی کس جزیہ مقرر کر دوں جسے وہ ادا کرتے رہیں، اس طرح یہ جزیہ اور خراج مسلمانوں کے لئے (ایک مستقل) فئے کا کام کرے گا، جس (کی آمدنی) میں فوجی، کم سن افراد، اور آنے والی نسلیں حصہ دار ہوں گی۔

ارأيتم هذه الثغور لا بد لها من رجال يلزمونها، ارأيتم هذه المدن العظام كالشام والجزيرة والكوفة والبصرة ومصر لا بد لها من ان تشحن بالجيوش، وادرار العطاء عليهم، فمن اين يعطى هؤلاء اذا قسمت الارضون والعلوج.

دیکھئے! ان سرحدوں کی حفاظت کے لئے بہر حال کچھ آدمی تعینات کرنے ہوں گے جو مستقلاً وہاں رہیں، یہ بڑے بڑے شہر، جیسے شام، الجزیرہ، کوفہ، بصرہ، مصر، ان میں فوجی چھاؤنیاں قائم رکھنا اور ان کو وظائف دیتے رہنا ناگزیر ہے، اب اگر یہ زمینیں اور ان پر محنت کرنے والے کاشت کار تقسیم کر دیے جائیں گے تو ان لوگوں کو کہاں سے دیا جائے گا؟

فقالوا جميعا:

الرأى رأيك، فنعم ما قلت وما رأيت، وان لم تشحن هذه الثغور وهذه المدن بالرجال،

وتجری علیهم ما یتقوون به رجع اهل الکفر الی مدنهم۔

اس پر سب حضرات نے کہا کہ:

آپ کی ہی رائے (صحیح) رائے ہے، آپ نے جو فرمایا وہ خوب ہے، اور جو رائے قائم کی وہ بہت موزوں ہے، اگر ان شہروں اور سرحدوں میں افواج نہیں رکھی جائیں گی اور ان کے لئے بطور تنخواہ کچھ مقرر نہ کیا جائے تو اہل کفر اپنے شہروں پر پھر قابض ہو جائیں گے۔

فقال: قد بان لی الأمر فمن رجل له جزالة وعقل یضع الأرض مواضعها. ویضع علی العلوج ما یحتملون؟ فاجتمعوا له علی عثمان بن حنیف وقالوا:

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اب مجھ پر معاملہ واضح ہو گیا ہے، اب یہ بتاؤ کہ کون ایسا ماہر اور دانش مند ہے جو ان زمینوں کا مناسب طور پر بندوبست کر دے، اور کاشت کاروں پر ان کے برداشت کے مطابق (خراج) تجویز کر دے؟ سب حضرات نے بالاتفاق (سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کا نام پیش کیا اور کہا:

تبعثه الی اهل ذلك، فان له بصرا وعقلا وتجربة. فأسرع الیه عمر فولاه مساحة ارض السواد۔

آپ ان کو اس کام کا ذمہ دار بنا کر روانہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ صاحبِ فہم وبصیرت اور تجربہ کار ہیں، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے بلا تاخیر ان کو علاقہ سواد کی پیمائش کے کام پر مقرر کر دیا۔

فأدت جبایة سواد الکوفة قبل ان یموت عمر رضی الله عنه بعام مائة الف الف درهم، والدرهم یومئذ درهم ودانقان، ونصف، وکان وزن الدرهم یومئذ وزن المثقال۔

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی وفات سے ایک سال پہلے سواد کوفہ کی لگان دس کروڑ درہم تک ہو گئی تھی، اس زمانہ میں ایک درہم آج کے ایک درہم اور ڈھائی دانق کے برابر تھا، اس زمانہ میں درہم کا وزن ایک مثقال کے برابر ہوتا تھا۔

(۴۳)۔ قال: وحدثنی اللیث بن سعد عن حبیب بن ابی ثابت قال: ان اصحاب رسول الله ﷺ وجماعة من المسلمین ارادوا عمر بن الخطاب رضی الله عنه ان یقسم الشام کما قسم رسول الله ﷺ خیبر، وانه کان اشد الناس علیه فی ذالك الزبیر بن العوام وبلال بن رباح. فقال عمر رضی الله تعالی عنه:

حبیب بن ابو ثابت نے کہا ہے کہ:

اصحاب رسول ﷺ اور (عام) مسلمانوں کے ایک گروہ نے چاہا تھا کہ (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کو بھی اسی طرح تقسیم کر دیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیبر کو تقسیم کیا تھا، اس مطالبہ میں سب سے زیادہ شدت (سیدنا) زبیر بن عوام اور (سیدنا) بلال بن رباح (رضی اللہ عنہما) نے اختیار کر رکھی تھی، اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

اذن اترك من بعد كم من المسلمين لا شيء لهم۔ ثم قال:
''اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو یوں ہی چھوڑ دینا پڑے گا، اوران کے لئے کچھ بھی نہ بچے گا۔''

پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

اللهم اكفني بلالا واصحابه۔

قال: فرأى المسلمون ان الطاعون الذى اصابهم بعمواس عن دعوة عمر۔
''اے میرے اللہ! میرے بلال اوران کے ساتھیوں کی طرف سے کافی ہوجایئے۔''
(راوی) کہتا ہے کہ اس پر مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ ان لوگوں کو عمواس میں جو طاعون ہوا تھا وہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی بد دعا کے سبب ہوا تھا۔

قال: وتركهم عمر رضى الله عنه ذمة يؤدون الخراج للمسلمين۔
(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے ان ممالک کے باشندوں کو ذمی کی حیثیت دے کر چھوڑ دیا کہ یہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہیں۔

(۷۳) قال: وحدثني محمد بن اسحاق عن الزهرى ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه استشار الناس فى السواد حين افتتح، فرأى عامتهم ان يقسمه وكان بلال بن رباح اشدهم فى ذالك وكان رأى عمر رضى الله تعالى عنه ان يتركه ولا يقسمه۔ فقال:

اللهم اكفني بلالا واصحابه۔

ومكثوا فى ذلك يومين او ثلاثة او دون ذلك، ثم قال عمر رضى الله تعالىٰ عنه:

انى قد وجدت حجة، قال الله تعالىٰ فى كتابه:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الحشر:٦)

حتى فرغ من شأن بنى نضير فهذه عامة فى القرى كلها۔ ثم قال:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر:٧)

ثم قال:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ (الحشر:۸)

زہری سے روایت ہے کہ:

جب سواد کا علاقہ فتح ہوا تو (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا، عام لوگوں کی رائے تھی کہ آپ کو اسے تقسیم کر دینا چاہیئے، ان لوگوں میں سے بلال بن رباح نے زیادہ شدت اختیار کر رکھی تھی، جبکہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ علاقہ کو تقسیم نہ کریں بلکہ چھوڑ رکھیں، چنانچہ آپ رضی اللہ نے فرمایا کہ:

''اے میرے اللہ! میرے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے کافی ہو جایئے۔''

دو یا تین دن یا اس سے کچھ کم عرصہ تک لوگ اسی بحث میں مشغول رہے، پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

اب مجھے دلیل مل گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ:

''اور اللہ نے اپنے رسول کو ان کا جو مال بھی فئے کے طور پر دلوایا، اس کے لئے تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے، تسلط عطا فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الحشر:۶)

چنانچہ بنونضیر کا قصہ تمام ہو چکا ہے، اب یہ بات تمام بستیوں کے لئے عام ہے، آگے ارشاد ہوتا ہے:

''اللہ اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں سے جو مال بھی فئے کے طور پر دلوا دے، تو وہ اللہ کا حق ہے، اور اس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں۔ اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔'' (الحشر:۷)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

''(نیز یہ مال فئے) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ اور وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔'' (الحشر:۸)

ثم لم یرض حتی خلط بهم غیرهم. فقال:

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (الحشر:۹)

اللہ تعالیٰ اتنا ہی کہہ کر راضی نہ ہو گیا تا آنکہ ان لوگوں کے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی شامل کر لیا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں، جو کوئی ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے، یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے، اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔" (الحشر:۹)

فهذا فيما بلغنا والله اعلم للانصار خاصة. ثم لم يرض حتى خلط بهم غيرهم فقال:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحشر: ۱۰)

چنانچہ یہ آیت جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ خاص طور پر انصار کی شان میں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر راضی ہو کر بس نہیں کر دیا بلکہ ایک اور گروہ کو بھی ان کے ساتھ شامل کیا، اور فرمایا:

"(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے، وہ یہ کہتے ہیں کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمائیے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھئے۔ اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔" (الحشر:۱۰)

فكانت هذه عامة لمن جاء من بعدهم. فقد صار هذا الفيء بين هؤلاء جميعا. فكيف نقسمه لهؤلاء وندع من تخلف بعدهم بغير قسم. فاجمع على تركه وجمع خراجه.

چنانچہ یہ آیت ان لوگوں (مہاجرین وانصار) کے بعد آنے والے تمام لوگوں کے لئے عام ہے (اس آیت کی رو سے) اب یہ فئے ان تمام قسموں کے لوگوں کا مشترکہ حق قرار پا چکی ہے۔ اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اسے انہی لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کو حصہ سے محروم کر دیں؟

قال ابو يوسف: والذي رأى عمر رضي الله عنه من الامتناع من قسمة الارضين بين من افتتحها عند ما عرفه الله ما كان في كتابه من بيان ذلك توفيقا من الله كان له فيما صنع، وفيه كانت الخيرة لجميع المسلمين وفيما رآه من جمع خراج ذلك وقسمته بين المسلمين عموم النفع لجماعتهم. لان هذا لو لم يكن موقوفا على الناس في الاعطيات والارزاق لم تشحن الثغور ولم تقو الجيوش على السير في الجهاد. ولما امن رجوع اهل الكفر الى مدنهم اذا خلت

من المقاتلة والمرتزقة، والله اعلم بالخیر حیث کان۔

(امام المحدثین) ابو یوسف نے کہا ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے زمینوں کو فتح کرنے والوں کے درمیان تقسیم نہ کرنے کے سلسلہ میں جو رائے اس وقت قائم کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ کی ان تفصیلات کی طرف رہنمائی کردی جو اس کتاب میں موجود تھیں، اور جو کچھ آپ نے کیا، وہ دراصل ایک منجانب اللہ توفیق تھی جو آپ کو عطا ہوئی، جب اللہ رب العزت نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ پر اپنی کتاب کا منشا منکشف کردیا اور انہوں نے فتح کرنے والوں کے درمیان زمینیں تقسیم کرنے سے انکار کردیا تو ان کا یہ اقدام جو سراسر توفیق الٰہی کا فیضان تھا بالکل درست ثابت ہوا، کیونکہ اس میں سارے مسلمانوں کی بھلائی تھی، آپ (رضی اللہ عنہ) نے ان تمام زمینوں کا خراج وصول کروا کر اسے تمام مسلمانوں میں تقسیم کردینے کی جو رائے قائم کی وہ اسلامی معاشرہ کے مفاد عامہ کی ضامن تھی، اگر یہ زمینیں عطیہ دینے اور روزینے جاری کرنے کیلئے سارے انسانوں پر وقف نہ قرار دے دی جاتیں تو نہ سرحدوں کی حفاظت کا بندوبست ہوسکتا تھا اور نہ ہی فوجیں اتنی طاقت ور ہوسکتی تھیں کہ جہاد جاری رکھ سکیں، فوجیوں اور تنخواہ دار محافظوں کی غیر موجودگی میں اس کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی کہ اہل کفر اپنے ملکوں پر دوبارہ نہ قبضہ کرلیں، ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ بھلائی کس طرز عمل میں ہے۔''

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ما عمل به فی السواد؟
سواد میں کیا طرز عمل اختیار کیا گیا؟

امیر المؤمنین کا سوال:

قال ابو یوسف: اما ما سألت عنه یا امیر المؤمنین من امر السواد۔
وما الذی کان اهله عوملوا به فی خراجهم وجزیة رؤوسهم؟
وما کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فرضه علیهم ذلك؟
وهل یجری فی شیء منه صلح؟
وما الحکم فی الصلح منه والغنوة؟
امیر المؤمنین! اب (میں) آپ کے اس سوال کو لیتا ہوں جو آپ نے سواد کے بارے میں کیا ہے، یعنی یہ کہ:
☆ یہاں کے باشندوں سے خراج اور فی کس کے سلسلہ میں کن شرائط پر معاہدہ کیا گیا تھا؟
☆ اور (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں ان پر کیا شرائط عائد کی تھیں؟
☆ کیا سواد کے بعض علاقے صلح کے قانون کے تحت آتے ہیں؟
☆ اور صلح کے تحت آنے والے علاقوں اور بزور قوت مفتوح علاقوں کے علیحدہ علیحدہ احکام کیا ہیں؟

(۷۵). قال محمد بن اسحاق عن الزهری قال: افتتح عمر بن الخطاب العراق کلها الا خراسان والسند، وافتتح الشام کلها ومصر الا افریقة.
زہری نے کہا ہے کہ:
(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے خراسان کے سوا سارا عراق اور سندھ فتح کر لیا تھا، اسی طرح آپ نے سارا شام اور بجز افریقہ کے سارا مصر فتح کر لیا تھا۔

واما خراسان وافریقیة فافتتحنا فی زمان عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه، وافتتح عمر السواد والأهواز. فأشار علیه المسلمون ان یقسم السواد واهل الاهواز وما افتتح من

المدن، فقال لهم:

فما یکون لمن جاء من المسلمین؟

خرسان اور افریقیہ (سیدنا) عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فتح ہوئے، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے سواد اور اہواز فتح کیا تو مسلمانوں نے آپ کو یہ مشورہ دیا کہ سواد، باشندگان اہواز، اور سارے مفتوحہ شہروں کو تقسیم کر دیں، اس پر آپ نے ان سے یہ کہا کہ:

''پھر آئندہ آنے والے مسلمانوں کیلئے کیا بچے گا؟''

فترك الارض واهلها، وضرب عليهم الجزية، واخذ الخراج من الارض.

چنانچہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے زمین اور اس کے باشندوں کو تقسیم نہیں کیا بلکہ ان باشندوں پر جزیہ عائد کر دیا اور زمین پر خراج۔

(۷۶)۔ قال: وحدثني مجالد عن الشعبي انه سئل عن اهل السواد. فقال: لم يكن عهد، فلما رضي منهم بالخراج صار لهم عهد.

(امام) شعبی (رحمہ اللہ) سے اہل سواد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ:

''(ابتداء میں) ان لوگوں سے کوئی معاہدہ نہیں تھا، بعد میں جب آپ (عمر رضی اللہ عنہ) ان سے خراج لینے پر رضا مند ہو گئے تو یہ ان کے حق میں ایک معاہدہ ہو گیا۔''

فاما غيره من الفقهاء فقالوا: ليس لهم عهد الا لاهل الحيرة، واهل عين التمر، واهل أليس، وبانقيا. فاما اهل بانقيا فانهم دلوا جريرا على مخاضة. واما اهل أليس فانهم انزلوا ابا عبيدة ودلوه على شيء من غرة العدو، واهل الحيرة صالحهم خالد بن الوليد، وصالح اهل عين التمر واهل أليس.

(امام) شعبی (رحمہ اللہ) کے علاوہ دوسرے فقہاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے کہا ہے کہ ان حضرات سے کوئی معاہدہ نہیں۔ سوائے ذیل کے گروہوں، اہل حیرہ، اہل عین التمر، اہل الیس اور اہل بانقیا، بانقیاء سے۔ (صلح کی وجہ یہ ہے کہ انہوں) نے (سیدنا) جریر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دریا کے اندر سے ایک قابل عبور راستہ بتلایا تھا (ایک پایاب مقام کی طرف رہنمائی کی تھی)۔ اور اہل الیس نے (سیدنا) ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی میزبانی کی تھی۔ اور دشمن کی چالوں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کی تھیں۔ اور اہل حیرہ، اہل عین التمر اور اہل الیس سے (سیدنا) خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے صلح کی تھی۔

(۷۷)۔ قال: وحدثني اسماعيل بن ابي خالد قال: لما استخلف عمر بن الخطاب رضي الله تعالى

عنه وجه ابا عبيدة بن مسعود الى مهران فى اول السنة. وكانت القادسية آخر السنة فجاء رستم صاحب العجم يوم القادسية فقال:

اسماعیل بن ابو خالد نے کہا ہے کہ:

جب (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے ابوعبیدہ بن مسعود کو مہران کی طرف بھیجا، اس وقت سال کا آغاز تھا، اور جنگ قادسیہ اسی کے آخر میں ہوئی تھی، جنگ قادسیہ کے موقع پر عجم کے سردار رستم نے کہا کہ:

انما كان مهران يعمل عمل الصبيان.

مہران بچوں کی طرح کام کرتا تھا۔

فقال اسماعيل: فحدثني قيس:

اسماعیل نے کہا ہے کہ پھر قیس نے مجھ سے بیان کیا:

ان ابا عبيد الثقفي عبر الى مهران الفرات فقطعوا الجسر خلفه فقتلوه واصحابه. فأوصى الى عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه وولى امر الناس بعد ابي عبيد جرير فلقى مهران فهزمه الله والمشركين، وقتل مهران فرفع جرير رأسه على رمح. ثم وجه عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه فى آخر السنة سعد بن مالك الى رستم فالتقوا بالقادسية.

کہ ابوعبید ثقفی دریائے فرات پار کر کے مہران کے پاس گئے، ان لوگوں نے ان کے پیچھے پل کاٹ دیا اور ان کو اور ان کے ساتھیوں کو مار ڈالا، انہوں نے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کہلا بھیجی، ابوعبید کے بعد لوگوں کی قیادت جریر کے سپرد کی گئی، انہوں نے مہران سے مقابلہ کیا اور اللہ نے اسے اور دوسرے مشرکین کو شکست دی، مہران مارا گیا اور جریر نے اس کا سر ایک نیزہ پر بلند کیا، اور سال کے آخر میں (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن مالک کو رستم کی طرف روانہ کیا چنانچہ قادسیہ کے مقام پر ان دونوں کا مقابلہ ہوا۔

(۷۸)۔قال: وحدثني حصين عن ابي وائل قال: جاء سعد بن ابي وقاص رضى الله تعالى عنه حتى نزل بالقادسية ومعه الناس. قال فما ادرى لعلنا كنا لا نزيد على سبعة آلاف او ثمانية آلاف بين ذلك والمشركون يومئذ ستون الفا او نحو ذلك، معهم الفيول.

ابو وائل نے کہا ہے کہ:

(سیدنا) سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ نے لشکر سمیت قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر ڈیرے ڈال ڈالے (راوی کا بیان

(۷۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۷۳۵۔

ہے کہ) مجھے ٹھیک اندازہ نہیں شاید ہماری تعداد سات ہزار یا آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی بلکہ انہی دونوں تعدادوں کے درمیان تھی، اور مشرکین کی تعداد آٹھ ہزار یا اس کے قریب قریب تھی، اور ان کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔

قال فلما نزلوا قالوا لنا:

راوی کا بیان ہے کہ جب مشرکین نے پڑاؤ ڈالا تو ہم سے کہا کہ:

"ارجعوا فانا لا نری لکم عدداولا نری لکم قوۃ ولا سلاحا، فارجعوا۔"

''لوٹ جاؤ نہ تو تمہاری تعداد ہماری نظروں میں جچتی ہے، نہ ہمیں تمہارے پاس کچھ طاقت یا ہتھیار نظر آتے ہیں، لہٰذا تم واپس لوٹ جاؤ۔''

قال: فقلنا: مانحن براجعین۔ فجعلوا یضحکون بنبالنا ویقولون دوس یشبھوننا بالمغازل۔ قال: فلما ابینا علیھم الرجوع۔ قالوا: ابعثوا الینا رجلا عاقلا یخبرنا مالذی جاء بکم من بلادکم فانا لا نری لکم عدداولا عدۃ۔ قال: فقال المغیرۃ: انا لھم۔

راوی کا بیان ہے کہ اس پر ہم لوگوں نے جواباً کہا کہ ''ہم واپس جانے والے نہیں ہیں، یہ لوگ ہمارے تیروں کا مذاق اڑانے لگے، اور انہیں سوت کاتنے کے تکلوں سے تشبیہ دیتے ہوئے دوس کہنے لگے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے کہا کہ کسی سمجھ دار شخص کو بھیجو جو ہمیں بتائے کہ آخر کیا چیز تم کو اپنے شہروں سے نکال کر یہاں لائی ہے کیوں کہ ہماری نظر میں تمہاری تعداد اور تمہارا جنگی سامان سب ناقابل لحاظ ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ مغیرہ نے کہا کہ ان لوگوں کے پاس میں جاؤں گا۔

فعبر الیھم۔ فجلس مع رستم علی السریر فنخر ونخروا حین جلس معہ علی السریر۔ فقال المغیرۃ: واللہ مازادنی مجلس ھذا رفعۃ ولا نقص صاحبکم۔ فقال لہ رستم: انبئونی ما جاء بکم من بلادکم فانا لا نری لکم عدداولا عدۃ۔

چنانچہ مغیرہ ان کے پاس دریا پار کر کے گئے اور جا کر رستم کے ساتھ تخت پر بیٹھ گئے، رستم اور اس کے ساتھی یہ دیکھ کر طیش میں آ گئے، اس پر مغیرہ نے کہا کہ: اللہ کی قسم! میری اس نشست نے نہ تو میری عزت میں کوئی اضافہ کیا ہے اور نہ ہی تمہارے سردار کی عزت میں کوئی کمی کی ہے، پھر رستم نے کہا کہ: مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کس چیز نے اپنے شہروں سے نکال کر یہاں آنے پر ابھارہ ہے کیونکہ ہماری نظروں میں نہ تو تمہارے پاس کوئی بڑا لشکر ہے اور نہ ہی کوئی خاص جنگی ساز و سامان ہے۔

(۷۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/ ۳۳۷۲۔

فقال له المغيرة : كنا قوما في شقاء وضلالة، فبعث الله فينا نبيا فهدانا الله به ورزقنا على يديه فكان فيما رزقنا حبة زعموا انها تنبت في هذه الارض، فلما اكلنا منها واطعمنا اهلينا قالوا الاصبر لنا حتى تنزلونا هذه البلاد فتأكل هذه الحبة۔

(سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہم بدبختی اور گمراہی کا لقمہ بنے ہوئے تھے، پھر اللہ نے ہمارے درمیان ایک نبی بھیجا جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں ہدایت بخشی اور اسی کے ہاتھوں ہمیں رزق بھی عطا کیا، ہمیں جو رزق دیا گیا اس میں ایک غلہ ایسا تھا جس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اس ملک میں پیدا ہوتا ہے، جب ہم نے اسے خود کھایا اور اپنے گھر والوں کو کھلایا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوگا جب تک تم ہمیں اس شہر میں نہ پہنچا دو تا کہ ہم یہ غلہ کھا سکیں۔

فقال رستم :اذن نقتلكم فقال:ان قتلتمونا دخلنا الجنة ، وان قتلنا كم دخلتم النار ، والا فاعطونا الجزية. قال فلما قال اعطونا الجزية صاحوا ونخروا. وقالوا لاصلح بيننا وبينكم.

اس پر رستم نے کہا کہ پھر تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے، انہوں نے جواب دیا کہ: اگر تم نے ہمیں قتل کیا تو ہم جنت میں جائیں گے، اور اگر ہم تمہیں قتل کر ڈالیں تو تم جہنم میں جاؤ گے، اگر قتال نہیں چاہتے ہو تو ہمیں جزیہ ادا کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہمیں جزیہ ادا کرو، تو یہ سن کر ان لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے تمہارے درمیان صلح نہیں ہو سکتی۔

فقال:المغيرة اتعبرون الينا ام نعبر اليكم ؟فقال:رستم:نعبر اليكم مدلا قال فاستأخر عنهم المسلمون حتى عبر منهم من عبر، ثم حملوا عليهم فقتلوهم وهزموهم۔

اس پر (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ: تم لوگ دریا پار کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم لوگ دریا پار کر کے ادھر آئیں۔ رستم نے زعمِ شجاعت میں جواب دیا کہ: ہم پار کر کے تمہاری جانب آئیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ مسلمان کچھ دیر رکے رہے یہاں تک کہ ان کے کچھ لوگ دریا کو پار کر کے آ گئے، پھر مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے ان کا قتل عام کیا اور ان کو شکست دے دی۔

قال حصين وكان ملكهم رستم من أذربيجان ۔ قال:فقال عبدالله بن جحش :لقد رأيتنا نمشي على ظهور الرجال نعبر الخندق، ما مسهم سلاح قد قتل بعضهم بعضا۔

حصین نے کہا ہے کہ ان کا سردار رستم آذربیجان کا رہنے والا تھا، راوی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن جحش نے کہا کہ: میں نے خود دیکھا کہ ہم لوگ آدمیوں کی پشتوں پر سے گزر کر خندق پار کر رہے تھے، یہ ہمارے ہتھیاروں کا لقمہ نہیں ہوئے بلکہ

(مارے خوف و ہراس کے، اس بھگدڑ میں) ایک نے دوسرے کو کچل ڈالا تھا۔

قال: ووجدنا جرابا فيه كافور. قال: فحسبناه ملحا وطبخنا لحما طرحنا فيه منه. فلم نجد له طعما.

راوی کہتا ہے کہ اس موقع پر ہم نے ایک تھیلی پائی جس میں کافور تھا، ہم نے اسے نمک سمجھا اور گوشت پکانے میں اسے بطور نمک استعمال کیا تو کھانے میں کوئی ذائقہ نہیں آیا۔

فمر بنا عبادي معه قميص فقال: يا معشر المتعبدين لا تفسدوا طعامكم. فان ملح هذه الارض لا خير فيه فهل لكم ان اعطيكم به هذا القميص؟ قال: فأعطانا به قميصا. فأعطيناه صاحبا لنا فلبسه. فاذا ثمن القميص حين عرفت الثياب درهمان

پھر حیرہ کا ایک عبادی ہمارے پاس سے گزرا، اس کے پاس ایک قمیص تھی اس نے کہا کہ: اے عبادت گزار گروہ اپنا کھانا خراب نہ کیا کرو کیونکہ اس سرزمین کا نمک بالکل بے کار ہوتا ہے اس کے عوض کیا تم یہ قمیص لینا پسند کرو گے؟ راوی کہتا ہے کہ چنانچہ اس نے کافور کی تھیلی کے بدلے ہمیں قمیص دے دی، ہم نے قمیص اپنے ایک ساتھی کو دے دی، اور اس نے وہ پہن لی، جب کپڑے کی شناخت کی گئی تو معلوم ہوا کہ قمیص کی قیمت (فقط) دو درہم تھی۔

قال: ولقد رأيتني اشرت على رجل وعليه سواران من ذهب وسلاحه تحته في قبر من تلك القبور. فخرج الينا فما كلمنا ولا كلمناه حتى ضربنا عنقه فهزمناهم حتى بلغوا الفرات. قال: فركبنا فطلبناهم فانهزموا حتى انتهوا الى سوار.

راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جس نے سونے کے دو کنگن پہن رکھے تھے اور ہتھیار اپنے نیچے لئے ہوئے ایک گڑھے میں پڑا ہوا تھا، وہ شخص ہماری طرف نکل کر آیا، نہ اس نے ہم سے کوئی بات کی نہ ہم نے اس سے کوئی بات کی، یہاں تک کہ ہم نے اس کی گردن مار دی، ہم نے ان کو پسپا کر دیا، یہاں تک کہ یہ لوگ پیچھے ہٹتے ہٹتے دریائے فرات تک پہنچ گئے، راوی کہتا ہے کہ پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کے تعاقب میں چلے، یہ لوگ پیچھے ہٹتے رہے یہاں تک سوارا جا پہنچے۔

قال: وطلبناهم فانهزموا حتى اتوا الصراة. فطلبناهم فانهزموا حتى انتهوا الى المدائن فنزلوا كوثى. وبها مسلحة للمشركين بدير المسالح فأتتهم خيلنا فقاتلتهم. فانهزمت مسلحة المشركين. حتى لحقوا بالمدائن.

ہم نے تعاقب جاری رکھا، اور یہ لوگ پسپا ہوتے ہوتے صراۃ تک گئے، پھر بھی تعاقب جاری رہا، یہ مدائن پہنچے اور کوثی کے مقام پر انہوں نے پڑاؤ ڈالا، یہاں دیر المسالح میں مشرکین کا اسلحہ خانہ تھا، ہمارے گھوڑوں سواروں نے

انہیں آلیا اور لڑائی چھڑ گئی، مشرکین کی اس پسپائی کو بھی شکست ہوئی اور اب یہ لوگ مدائن کی طرف بھاگے۔

وسرنا حتى نزلنا على شاطئ دجلة فعبرت طائفة منا من علو الوادي او من اسفل المدائن فحصرناهم حتى ما وجدوا طعاما الا كلابهم وسنانيرهم. فتحملوا في ليلة حتى اتوا جلولاء.

ہم بھی چلتے رہے تا آنکہ ہم نے دجلہ کے کنارے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، ہم میں کچھ حضرات نے وادی کے بالائی علاقے یعنی مدائن کے زیرین علاقے سے دریا پار کیا اور اس طرح ہم نے ان کا محاصرہ کرلیا (محاصرہ جاری رہا اور) نوبت یہاں تک پہنچی کہ سوائے اپنے کتوں، بلیوں کے دشمن کو کوئی دوسرا خوراک کا سامان نہ ملا، چنانچہ ایک رات یہ لوگ بھاگ نکلے اور جلولاء جا پہنچے۔

فسار اليهم سعد في الناس على مقدمته هاشم بن عتبة قال: فهي الوقعة التي كانت. فأهلكهم الله وانطلق بهزيمتهم الى نهاوند.

پھر (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) لشکر لے کر ان کی طرف بڑھے، مقدمۃ الجیش پر ہاشم بن عتبہ مقرر تھے، راوی کہتا ہے کہ یہ تھی روئداد اس واقعہ کی، اللہ نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا اور (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) ان کو شکست دیتے ہوئے نہاوند تک پہنچ گئے۔

قال: فكان كل اهل مصر يسيرون الى حدودهم وبلادهم. قال حصين: فلما هزم سعد المشركين بجلولاء ولحقوا بنهاوند رجع.

راوی کہتا ہے کہ ہر علاقے کے لوگ اپنے علاقے میں سرحد تک لشکر کا ساتھ دیتے تھے، حصین نے کہا ہے کہ جب (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) نے جلولاء میں مشرکین کو شکست دے دی اور یہ لوگ نہاوند چلے گئے تو (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) واپس آگئے۔

فبعث عمار بن ياسر فسار حتى نزل بالمدائن. فأراد ان ينزلها بالناس فاجتواها الناس وكرهوها. فبلغ عمر رضي الله عنه ذلك. فسأل: هل يصلح بها الابل؟ قالوا: لا لان بها البعوض.

اور انہوں نے (سیدنا) عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) کو قائد بنا کر بھیجا، انہوں نے مدائن پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور چاہا کہ لشکر والوں کو لے کر یہیں قیام کریں لیکن لوگوں کو اس مقام کی آب و ہوا ناسازگار معلوم ہوئی اور انہوں نے یہ جگہ پسند نہ کی، یہ بات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) تک پہنچی تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ: کیا وہاں اونٹ ٹھیک رہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ: نہیں، کیونکہ وہاں مچھر پائے جاتے ہیں۔

---

(۷۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۳۴۷

فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه:

اس پر (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

ان العرب لا تصلح بأرض لا تصلح بها الابل.

''جو سرزمین اونٹوں کو راس نہ آئے وہ عربوں کیلئے سازگار نہیں ہوسکتی۔''

رجعوا. فلقي سعد عبادياً فقال: انا ادلكم على ارض ارتفعت من البقعة وتطأطأت عن السبخة وتوسطت الريف، وظعنت في انف البرية.

چنانچہ یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے، پھر (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کی ملاقات ایک عبادی سے ہوئی اور اس نے کہا کہ: میں تمہیں ایک ایسی سرزمین کا پتہ بتاتا ہوں جو مچھر کی پہنچ سے بلند، شور سے دور، شاداب علاقہ کے درمیان اور صحراء کے کنارے واقع ہے۔

قالوا: هات: قال ارض بين الحيرة والفرات. فاحتط الناس الكوفة ونزلوها.

لوگوں نے کہا کہ بتاؤ، اس نے کہا یہ حیرہ اور فرات کے درمیان کی ایک زمین ہے۔ چنانچہ لوگوں نے کوفہ میں (خیموں کی ایک) بستی بسائی اور وہیں پڑاؤ کیا۔

(۷۹) قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ: حدثني مسعر عن سعد بن ابراهيم قال: مروا على رجل يوم القادسية وقد قطعت يداه ورجلاه. وهو يفحص ويقول:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۞ (النساء: ٦٩)

فقال له رجل: من انت يا عبد الله؟ فقال: رجل من الانصار.

سعد بن ابراہیم نے کہا ہے کہ:

قادسیہ کے روز لوگ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کے دونوں پاؤں کٹ چکے تھے، وہ تڑپ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:

''ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں!'' (النساء: ۶۹)

ایک شخص نے اس سے کہا کہ: اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ انصار کا ایک فرد ہوں۔

(۸۰) قال: وحدثني عمرو بن مهاجر عن ابراهيم بن محمد بن سعد عن ابيه ان ابا محجن اتى به الى سعد. وقد شرب خمرا يوم القادسية. فأمر به الى القيد. وكانت سعد جراحة فلم يخرج

یومئذ الی الناس فصعد وا ہ فوق العذیب لینظر الی الناس

محمد بن سعد سے روایت ہے کہ:

قادسیہ کے روز ابومحجن کو (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں نے شراب پی لی تھی، چنانچہ (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دیا جائے، (راوی کا بیان ہے کہ سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کو زخم آ گیا تھا، اسی وجہ سے وہ اس دن باہر نکل کر میدان میں نہیں گئے تھے، لوگوں نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو عذیب پر چڑھا دیا تا کہ آپ لوگوں کو دیکھ سکیں۔

قال: واستعمل سعد یومئذ علی الخیل خالد بن عرفطة. فلما التقی الناس قال ابو محجن:

راوی کا بیان ہے کہ اس روز (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) نے گھڑسوار دستے کا کمانڈر خالد بن عرفطہ کو بنایا تھا، جب دونوں طرف کے لوگوں میں مقابلہ شروع ہوا تو ابومحجن نے کہا:

کفی حزنا ان تردی الخیل بالقنا ...... واترک مشدودا علی وثاقیا

گھوڑے نیزوں کی آڑ میں چھپ گئے اور میں اپنے قید و بند میں گرفتار پڑا ہوں! کتنی غم آمیز بات ہے!

ثم قال لامرأة سعد: اطلقینی فلک الله علی ان سلمنی الله ان راجع حتی اضع رجلی فی القید

وان انا قتلت استرحتم منی قال: فاطلقته حین التقی الناس

پھر انہوں نے (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کی بیوی سے کہا کہ: مجھے چھوڑ دو! میں اللہ کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ نے مجھے صحیح سلامت رکھا تو واپس آ کر خود اپنی بیڑیاں پہن لوں گا، اور اگر میں مارا گیا تو تم کو مجھ سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ چنانچہ جب دونوں طرف کے لوگوں میں مقابلہ ہوا تو (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کی بیوی نے ان کو رہا کر دیا۔

قال: فرکب فرسا لسعد یقال لها البلقاء، واخذ رمحا وخرج فجعل لا یحمل علی ناحیة من العدو الا هزمهم. فجعل الناس یتعجبون ویقولون: هذا ملک لما یرونه یصنع. وجعل سعد ینظر الیه ویقول:

الصبر صبر البلقاء والطعن طعن ابی محجن فی القید!

راوی کا بیان ہے کہ ابومحجن (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کی ایک گھوڑی پر، جس کا نام بلقاء تھا سوار ہو کر ایک نیزہ لے کر چل پڑا پھر حال یہ تھا کہ یہ جس طرف بھی دشمن پر حملہ آور ہوتا ان کو پسپا کر دیتا لوگوں کو اس پر تعجب ہوا اور اس کے کارنامے دیکھ کر کہنے لگے کہ، یہ تو فرشتہ ہے (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) بھی اس کو دیکھتے رہے اور کہنے لگے:

(گھوڑی جس ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہی ہے) وہ تو بلقاء کی ثابت قدمی معلوم ہوتی ہے اور نیزہ بازی تو ابومحجن کی سی

ہے، حالانکہ ابومحجن تو قید میں ہے!

فلما هزم الله العدو و رجع ابو محجن حتى وضع رجله في القيد فأخ ت مرآة سعد سعدا بالذى كان من امرد.

جب اللہ رب العزت نے دشمنوں کو شکست دے دی اور ابومحجن نے واپس کر دوبارہ اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں تو (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) کی بیوی نے سارا ماجرا (سیدنا) سعد (رضی اللہ) کہہ سنایا۔

فقال: لا والله لا اضرب اليوم رجلا ابلى الله المسلمين على يديه: ابلى.

تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ایہ تو نہیں ہوسکتا کہ میں ایک ایسے شخص کو ( ) ماروں جس کے ہاتھوں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اتنا فائدہ پہنچایا!

قال فخلى سبيله فقال: ابو محجن: قد كنت حيث كان الحد يقام على اطهر منها. واما اليوم فوالله لا اشربها ابدا.

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے ابومحجن کو آزاد کر دیا، اس پر ابومحجن نے کہا: ب پر حد جاری کر کے مجھے گناہ سے پاک کیا جاتا تھا تب تو میں شراب لیا کرتا تھا مگر اب تو اللہ کی قسم میں اسے کبھی بھی نہ لگا ں گا۔

(۱۱) قال: وحدثني اسماعيل بن ابي خالد عن قيس بن ابي حازم قال: كانت بجيلة يوم القادسية ربع الناس. قال ولحق رجل من ثقيف بالفرس منه. فقال لهم: ان بأس الناس هاهنا لبجيلة. قال: فوجهوا الينا ستة عشر فيلا والى سائر الناس فيلين.

قیس بن ابوحازم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ:

قادسیہ کے روز بجیلہ کے لوگوں کی تعداد پورے لشکر کی چوتھائی تھی راوی کہتے ہیں کہ اس روز قبیلہ ثقیف کا ایک شخص ایرانی لشکر سے جا ملا اور اس نے ان سے یہ کہا کہ مقابل لشکر کے اصل جنگ جو یہ لوگ ہیں راوی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے ہماری طرف سولہ ہاتھی بھیجے اور باقی سارے لشکر کی طرف دو۔

قال: والله ان عمر ابن معديكرب يحرض الناس. وهو يقول:

راوی نے کہا: اللہ کی قسم عمرو بن معدیکرب لشکر والوں کو خوب جوش دلا رہے تھے کہتے تھے:

يامعشر المهاجرين كونوا اسدا عنابسة. فانما الفارسي تيس بعد ان يلقي نيزكه.

"مہاجرو! شیروں کی طرح لڑو، کیونکہ ایرانی (سپاہی) اپنے چھوٹے موٹے نیزے ڈال دینے کے بعد محض بکرے رہ جاتے ہیں۔"

قال: واسوار من اساورتهم لا تقع له نشابة فقلت: اتقاء يا اباثو

راوی نے کہا: ان لوگوں کے کمانڈ ..ں میں سے ایک کمانڈر ایسا تھا جس پر تیر اثر انداز نہیں ہو رہے تھے، لہذا میں نے کہا: ابو ثور ذرا سنبھل کر۔

ورماه الفارسی فأصاب ..رسه، وحمل علیه عمرو فاعتنقه. وذبحه کما تذبح الشاة واخذ سلبة سوارین من ذهب وقباء دیبـ..ج ومنطقة بالذهب.

اس ایرانی نے ان کو تیر چلا.. مار..ا جو ان کے گھوڑے کو لگ گیا، عمرو نے اس پر حملہ کر کے ا..سے گردن سے پکڑ کر اس طرح ذبح کر دیا جس طرح بکری ذ..ح کر.. جاتی ہے، انہوں نے اس کا سلب لے لیا، یعنی سونے کے دو کنگن، دیباج کی ایک قباء اور ایک زربفت کا پٹکا۔

قال: فلما هزم الله المشـ..رکین ..اعطیت بجیلة ربع السواد فأکلوه ثلاث سنین. ثم وفد جریر الی عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه فقال له: یا جریر انی قاسم مسؤل. لولا ذلك لسلمت لکم ما قسمت لکم.

راوی کہتا ہے کہ جب الله ..نے مشـ..رکین کو شکست دے دی تو قبیلہ بجیلہ کو سواد کا چوتھائی علاقہ دے دیا گیا، تین سال تک یہ لوگ اس کی آمدنی لیتے ر..ہے پ..ر جریر (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے کہا: جریر! میں ایک تقسیم کنندہ ہوں مجھ..سے (اس تقسیم کے بارے میں) محاسبہ کیا جا..ئے گا، یہ بات نہ ہوتی تو میں نے تم لوگوں کو جو کچھ دیا وہ تمہارے پاس ..رہنے ..دیتا۔

ولکنی اری ان یرد علی المـ..سلمین. فرده جریر فأجازه عمر رضی الله تعالٰی عنهما بثمانین دینارا.

لیکن میرا خیال یہ ہے کہ وہ ..مسلمـ..انوں کو واپس مل جانا چاہئے۔ چنانچہ جریر نے یہ علاقہ واپس کر دیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی (۸۰) دینار بطور عطیہ مرحـ..مت فرمائے۔

(۸۲) قال: وحدثنی حصـین ..ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه کان قد استعمل النعمان بن مقرن علی کسکر. فکتـ..ب الی عمر رضی الله تعالٰی عنه: یا امیر المؤمنین ان مثلی ومثل کسکر مثل رجل شاب ع..نده مومسة تتلون وتتعطر. وانی انشدك الله لما عزلتنی عن کسکر وبعثتنی فی جیش مـ..ن جیوش المسلمین.

حصین نے مجھ سے بیان کیا ہے:

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ ..عنہ نے نعمان بن مقرن کو کسکر کا عامل مقرر کیا تھا، انہوں نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ

(۸۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۴۲ ۳۳.

کو لکھا کہ: امیر المؤمنین! میرا اور لشکر کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی نوجوان شخص کے پاس ایک فاحشہ عورت بناؤ سنگار کرکے اور عطر لگا کر رہتی ہو۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے لشکر سے ہٹا دیجئے اور مجھے مسلمانوں کے کسی لشکر کے ساتھ جہاد پر بھیج دیجئے۔

فكتب اليه عمر ان سر الى الناس بنهاوند فأنت عليهم وهذا حين انهزمت الفرس من جلولاء فأتت نهاوند.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جواباً ان کو لکھا کہ: نہاوند کے لشکر سے جا ملو، ان کے کمانڈر مقرر کئے جاتے ہو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ایرانی جلولاء میں شکست کھا کر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔

قال فسار اليهم النعمان فالتقوا فكان اول قتيل وجد سويد بن مقرن الراية ففتح الله لهم وهزم المشركين فلم تقم لهم جماعة بعد يومئذ.

راوی نے کہا کہ نعمان ان لوگوں کے پاس چلے گئے، پھر جنگ ہوئی، اس دن جھنڈا بلند رکھنے کا کام نعمان بن مقرن کے ذمے تھا اور یہی سب سے پہلے قتل ہوئے اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کیا اور مشرکین کو ہزیمت دی، اس دن کے بعد پھر ان کی (طاقت اور) جمعیت بحال نہ ہو سکی۔

واما غير حصين فحدثني ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه لما شاور الهرمزان في فارس واصبهان وأذر بيجان فقال له الهرمزان: ان اصبهان الرأى وفارس وأذر بيجان الجناحان.

فبدأ بالرأس اولا. فدخل عمر الى المسجد فاذا هو بالنعمان بن مقرن يصلى. فقعد الى جنبه.

فلما قضى صلاته قال: لا اراني الا مستعملك. قال اما جابيا فلا. ولكن غازيا.

حصین کے علاوہ ایک (دوسرے شخص) نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ: (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ہرمزان سے فارس، اور آذربیجان کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو ہرمزان نے ان سے کہا: اصبہان سر ہے اور فارس اور آذربیجان دونوں بازو، آپ کو سب سے پہلے سر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) مسجد میں گئے تو وہاں نعمان بن مقرن نماز پڑھتے ہوئے ملے، آپ ان کے قریب بیٹھ گئے جب وہ نماز پوری کر چکے تو آپ نے ان سے کہا کہ: آج میں نے طے کر لیا ہے کہ تمہیں عامل مقرر کروں۔ انہوں نے عرض کیا: مالیہ وصول کرنے پر نہیں، البتہ غازی (بن کر خدمت کرنے) کیلئے تیار ہوں۔

قال: فأنك غاز. فوجهه وكتب الى اهل الكوفة وذلك بعد ان اخذ الناس بهلا ونزلوا ان يمدوه. ومع النعمان بن مقرن عمرو بن معديكرب وحذيفة بن اليمان وعبدالله بن عمرو والاشعث بن قيس رضى الله تعالى عنهم.

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ان کو غازی مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو روانہ کردیا اور کوفہ کے لوگوں کو یہ لکھا کہ ان کی مدد کریں یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ کوفہ آباد کر کے وہاں اقامت گزیں ہو چکے تھے۔ نعمان بن مقرن کے ساتھ عمرو بن معدیکرب، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عمرو، اشعث بن قیس رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

فسار النعمان بالمسلمین فلما صاروا الی نہاوند ارسل المغیرۃ بن شعبۃ الی ملکھم. وھو اذ ذاک ذوالجناحین. فقطع الیھم المغیرۃ نھرھم.

نعمان مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے جب نہاوند پہنچے تو (سیدنا) مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کو وہاں کے بادشاہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، اس وقت وہاں کا بادشاہ ذوالجناحین تھا، (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) دریا پار کر کے وہاں گئے۔

فقیل لذی الجناحین: ان رسول العرب ھاھنا. فشاور اصحابہ ومن معہ فقال: اترون ان اقعد لہ فی بھجۃ الملک وھیبۃ اور اقعد لہ فی ھیئتہ الحرب، فقالوا: اقعد لہ فی بھجۃ الملک وھیبتہ فقعد علی سریرہ ووضع تاجا علی راسہ. واجلس ابناء الملوک عن یمینہ وعن یسارہ علیھم اسورۃ الذھب والقرطۃ من الذھب والدیباج.

ذوالجناحین کو اطلاع دی گئی کہ عربوں کا سفیر آگیا ہے، اس نے اپنے درباریوں اور ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا کہ: تمہاری کیا رائے ہے، میں اس سفیر کے لئے شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ بیٹھوں یا فوجی لباس میں بیٹھوں؟ ان لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اسے باریابی دیجئے، چنانچہ وہ اپنے سر پر تاج پہن کر تخت پر بیٹھا اور اپنے دائیں بائیں شہزادوں کو بٹھایا وہ سونے کے کنگن اور بالیاں اور دیبا کی عبائیں پہنے ہوئے تھے۔

ثم اذن للمغیرۃ. فلما دخل اخذ بضبعیہ رجلان. ومع المغیرۃ سیفہ ورمحہ فجعل یطعن برمحہ فی بسطھم یخرقھا لیتطیروا من ذلک.

پھر اس نے (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) کو آنے کی اجازت دی، جب وہ داخل ہوئے تو دو آدمیوں نے ان کے دونوں بازو تھام لیے، (سیدنا مغیرہ (رضی اللہ عنہ) اپنی تلوار اور نیزہ لئے ہوئے تھے، انہوں نے وہاں بچھی ہوئی قالینوں کو نیزے مار مار کر پھاڑنا شروع کردیا تا کہ وہ لوگ اسے براشگون اختیار کریں۔

حتی قام بین یدیہ. فجعل یکلمہ والترجمان یترجم بینھما. فقال: انکم معشر العرب لما اصابکم من الجوع والجھد جئتم الینا. فان شئتم امرنالکم ورجعتم.

اسی شان سے چلتے ہوئے بادشاہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے، اور اس سے گفتگو شروع کی، ترجمان ان دونوں کے درمیان ترجمانی کررہا تھا۔ بادشاہ بولا: کہ تم اہل عرب فاقہ اور تنگ حالی سے پریشان ہو کر ہماری طرف آئے ہو، اگر چاہو تو ہم تمہیں کچھ دلوادیں اور تم واپس لوٹ جاؤ۔

فتکلم المغیرۃ فحمداللہ واثنی علیہ ثم قال:انا معشر العرب ا ارلۃ. یطؤنا الناس ولا نطؤھم. فبعث اللہ منا نبیا فی شرف من اوسطنا حسبا واصد ا ح یثا. فاخبرنا باشیاء وجدناھا کما قال. وانہ وعدنافیما وعدناان سنملک ما ھاھنا ونغ ب ع یہ.

اس کے بعد (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بات شروع کی، پہلے اللہ حمد ثناء بیان کی پھر کہا: ہم اہل عرب کمزور تھے لوگ ہمارے اوپر چڑھ آیا کرتے تھے لیکن ہم کسی پر چڑھائی نہ کرتے تھے، ہر اللہ نے ہمارے درمیان ایک نبی مبعوث فرمایا جو معزز تھا، ہمارے اندر بہترین حسب ونسب کا حال اور سب سے آدمی تھا، اس نے ہمیں بعض باتوں کی خبر دی جو بالکل سچی نکلیں، ہم سے اس نے جو وعدے کئے تھے ان میں ایک یہ بھی کہ جہدی ہم اس علاقہ پر غالب آئیں گے اور یہاں کے حکمران بن جائیں گے۔

واری ھاھنا اثرۃ وھیئۃ ما من خلفی بتارکیھا حتی یصیبوھا ال مغیرۃ وقالت لیس نفسی لو جمعت جرامیزک فوثبت وقعدت مع العلج علی السریر ح یتطیروا.

اور مجھے یہاں ایسے امتیازات اور ایسا کروفر نظر آرہا ہے کہ جو لوگ میرے پیچھے ہیں وہ ان چیزوں پر قبضہ کئے بغیر نہ مانیں گے۔ (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ یکا یک میرے جی میں آیا کہ میں اپنے ہاتھ پاؤں سمیٹ کر ایک بار اچھل کر اس کافر کے پہلو میں جا بیٹھوں تا کہ یہ لوگ اس کو بھی برا شگون اختیار کریں۔

قال:فوثبت فاذا انا معہ علی السریر. قال فجعلوا یطؤونی بارجلھم ینعونی بایدیھم

کہتے ہیں کہ پھر میں اچھلا اور دوسرے لمحہ میں بادشاہ کے پہلو میں تخت پر بیٹھ گیا کہتے ہیں کہ اس پر سارے لوگ مجھے لاتیں مارنے لگے اور دھکے دے کر ہٹانے کی کوشش کرنے لگے۔

قال فقلت:انا لا نفعل ھذا برسلکم. فان کنتم عجزتم فلا تو اخذنی فان الرسل لا یفعل بنا ھذا. قال فکفوا عنی.

(سیدنا) مغیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا: ہم تمہارے سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے، اب اگر تم لوگ (حسن تدبیر سے) عاجز رہے تو اس کا مؤاخذہ مجھ سے نہ کرو، کیونکہ سفیروں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کیا جاتا، کہتے ہیں کہ اس پر لوگ میرے پاس سے ہٹ گئے۔

قال فقال الملک:ان شئتم قطعنا الیکم وان شئتم قطعتم ال ا. ق ل فقال المغیرۃ:بل نقطع الیکم. قاھل:فقطعنا الیھم.

---

* مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳ـ۳۳، مستدرک حاکم:۹ـ۵۲۷۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر بادشاہ بولا: تم لوگ چاہتے ہو تو ہم دریا پار کر کے تمہاری جانب آ جائیں، اور اگر چاہو تو تم ادھر آ جاؤ، راوی کہتا ہے کہ اس پر (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہم ہی دریا پار کر کے تمہاری جانب آ جائیں گے۔ راوی نے کہا کہ پھر ہم لوگ دریا پار کر کے ان کی طرف گئے۔

قال: فتسلسلوا كل خمسة وسبعة وثمانية وعشرة في سلسلة حتى لا يفروا. قال: فعبر المسلمون اليهم فصافوهم فرشقونا حتى اسرعوا فينا.

راوی نے کہا کہ ایرانی سپاہیوں نے خود کو پانچ پانچ، سات سات، آٹھ آٹھ، اور دس دس کی ٹکڑیوں میں بانٹ لیا اور پھر آپس میں ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا تاکہ بھاگنا ممکن نہ رہے۔ راوی نے کہا کہ پھر مسلمانوں نے دریا پار کیا اور ان کے بالمقابل صف آرا ہوئے، ان لوگوں نے ہم پر تیر چلانے شروع کیے اور ہمیں کافی نقصان پہنچایا۔

قال فقال المغيرة للنعمان: انه قد اسرع في الناس وقد جرحوا فلو حملت. فقال له النعمان انك لذو مناقب وقد شهدت مع رسول الله ﷺ فكان اذا لم يقاتل في اول النهار انتظر حتى تزول الشمس وتهب الرياح وينزل النصر.

راوی نے کہا: یہ دیکھ کر (سیدنا) مغیرہ (رضی اللہ عنہ) نے نعمان سے کہا: لوگوں پر کافی اثر ہو چکا ہے اور کافی لوگ زخمی ہو چکے ہیں اب ہلا بول دیتے تو اچھا ہوتا۔ نعمان نے ان سے کہا: آپ تو خود صاحب مناقب ہیں، میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو چکا ہوں، آپ ﷺ کا دستور یہ تھا کہ اگر صبح کو اول وقت لڑائی نہ شروع کرتے تو تاخیر فرماتے، اس قدر کہ سورج ڈھل جائے اور ہوا چلنے لگے اور نصرت نازل ہو۔

ثم قال: اني هاز الراية ثلاث هزات. فاما اول هزة فليقض الرجل حاجته وليجدد وضوءا. واما الثانية فلينظر الرجل الى شسعه ويرم من سلاحه. فاذا هززت الثالثة فاحملوا. ولا يلوين احد على احد. وان قتل النعمان فلا يلوين عليه احد.

پھر انہوں نے کہا: میں جھنڈے کو تین بار ہلاؤں گا، پہلی بار ہلانے پر ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنی ضروریات سے فارغ ہولے اور وضو تازہ کر لے۔ اور دوسری بار ہلانے پر لوگوں کو اپنے لباس اور اسلحہ وغیرہ سب درست کر کے تیار ہو جانا چاہیئے، پھر جب میں تیسری بار جھنڈا ہلاؤں گا حملہ کر دینا۔ پھر کسی شخص کو بھی دوسرے (کی خبر لینے) کے لئے پیچھے نہیں مڑنا چاہیئے، اگر نعمان قتل ہو جائے تو بھی کسی کو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیئے۔

واني داع بدعوة فاقسمت على كل امرء منكم لما امن عليها. ثم قال:

اب میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کرتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک کو قسم دلاتا ہوں کہ میری اس دعا پر آمین کہے۔ پھر انہوں نے یہ دعا کی:

اللھم ارزق النعمان شھادۃ الیوم فی نصر وفتح علی المسلمین۔

اے اللہ! آج کے دن مسلمانوں کو فتح ونصرت کے ساتھ نعمان کو شہادت عطا فرما۔

قال: فامن القوم۔ قال: فھز الریۃ ثلاث ھزات۔ قال: ثم حمل و حمل الناس فکان النعمان اول صریع۔ قال: فمر علیہ بعضھم وھو صریع۔ قال: فأسفت علیہ ثم ذکرت عزیمتہ۔ فلم الو علیہ واعلم علما حتی یعرمکانہ۔

راوی کہتا ہے کہ سب لوگوں نے اس پر آمین کہی راوی نے کہا کہ پھر نعمان نے جھنڈے کو تین بار ہلایا، راوی نے کہا: پھر انہوں نے حملہ کیا اور سارے لشکر نے بھی حملہ بول دیا، سب سے پہلے گرنے والے نعمان تھے۔ راوی نے کہا کہ یہ اسی طرح پڑے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ادھر سے گذرا، کہتا ہے کہ ان کا حال دیکھ کر مجھے افسوس ہوا، پھر مجھے ان کا لیا ہوا عہد یاد آیا، اور میں پیچھے مڑکر وہاں نہیں گیا بلکہ ایک علامت مقرر کرلی تاکہ یہ جگہ پہچانی جا سکے۔

قال: فجعل المسلمون اذا قتلوا الرجل شغلوا عنہ اصحابہ ووقع ذو الجناحین عن بغلۃ لہ شھباء انشق بطنہ ففتح اللہ علی المسلمین۔

راوی نے کہا کہ پھر مسلمان یہ کرنے لگے کہ جب بھی دشمن کسی آدمی کو قتل کردیتا تو یہ لوگ اس کے ساتھیوں کو اس سے دور ہٹا لے جاتے۔ ذوالجناحین جس چتلے خچر پر سوار تھا اس سے نیچے گر پڑا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔

فاتی مکان النعمان فاذا بہ رمق۔ واتوہ باداوۃ من ماء فغسل وجھہ ثم قال: ما فعل الناس؟ قال فقیل لہ: فتح اللہ علیھم۔ فقال: الحمد للہ۔ اکتبوا بذلک الی عمر۔ وقضی نحبہ رضی اللہ تعالی عنہ ورحمہ۔

پھر لوگ وہاں آئے جہاں نعمان پڑے ہوئے تھے، تو ان میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ لوگ ایک برتن میں پانی لائے انہوں نے اپنا منہ دھویا اور کہا: لشکر نے کیا کیا؟ راوی نے کہا، ان کو بتایا گیا کہ اللہ نے ان کو فتح عطا فرمائی، نعمان بولے: الحمد للہ، اس کی اطلاع عمر کو لکھ بھیجو۔ اس کے بعد انہوں نے جان بحق تسلیم کی۔ رضی اللہ عنہ ورحمہ

(۸۳) قال: وحدثنی اسرائیل عن ابی اسحاق قال: حدثنی من قرأ کتاب عمر الی النعمان بن مقرن رضی اللہ عنھما بنھاوند:

اذا لقیتم العدو فلا تفروا واذا غنمتم فلا تغلوا۔

(۸۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۷۹۹۔

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جس نے نہاوند میں نعمان بن مقرن کے نام (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تھا مجھ سے بیان کیا ہے کہ (اس خط میں لکھا تھا):

''جب دشمن سے مقابلہ ہو تو فرار اختیار نہ کرنا، اور جب غنیمت حاصل ہو تو اس میں خیانت نہ کرنا۔''

فلما لقينا العدو وقال لنا النعمان:لا تواقعوهم ذلك في يوم الجمعة حتى يصعد امير المؤمنين فيستنصر لنا ونحن نواقعهم فكان النعمان اول صريع فقال:سجوني ثوبا واقبلوا على عدوكم ولا اهولنكم

جب دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو نعمان نے کہا: جب تک امیر المؤمنین منبر پر پہنچ کر فتح کی دعا نہ کرلیں۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ جمعہ کے روز ہوا تھا۔ تب تک دشمن پر حملہ نہ بولنا۔ راوی نے کہا کہ پھر ہم نے ان پر حملہ کیا اور سب سے پہلے نعمان زخمی ہو کر گرے انہوں نے کہا: مجھے کسی کپڑے سے ڈھانپ دو اور پھر دشمن کی طرف توجہ کرو، میری فکر نہ کرو۔

قال:ففتح الله علينا ثم اتى عمر الخبر صعد المنبر فنعى النعمان الى الناس. وقد كان خبر نهاوند والمسلمين ابطأ على عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه فكاهن يستنصر وكان الناس مما يرون من استنصاره ليس لهم ذكر الا نهاوند وابن مقرن

راوی نے کہا کہ پھر اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی بعد میں جب اس کی اطلاع (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو نعمان کی شہادت پر ملال سنائی، نہاوند اور وہاں مسلمانوں کا جو حال رہا اس کی خبر (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کچھ تاخیر سے ملی اس دوران آپ رضی اللہ عنہ بارہا ان کے لئے فتح کی دعا کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ان دعاؤں کو دیکھ دیکھ کر لوگوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ہر وقت ہر جگہ نہاوند اور ابن مقرن ہی کا چرچا تھا۔

(۸۴) فحدثني بعض اهل المدينة شيخ قديم قال:قدم اعرابي المدينة فقال ما بلغكم عن نهاوند وابن مقرن؟فقيل له :وماذاك؟قال:لاشيء. قال فأتى عمر كليب الجرمي فخبره بخبر الاعرابي فارسل اليه فقال:ماذكرك نهاوند وابن مقرن الا وعندك خبر اخبرنا.

علماء مدینہ میں سے ایک قدیم شیخ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ:

ایک اعرابی مدینہ آیا اور لوگوں سے پوچھنے لگا کہ نہاوند اور ابن مقرن کے بارے میں تمہیں کیا اطلاع ملی ہے؟ لوگوں نے اس سے پوچھا: بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں۔ راوی نے کہا پھر کلیب جرمی (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور انہیں اس اعرابی کا واقعہ بتایا، آپ نے اسے بلا بھیجا اور اس سے فرمایا: تمہارے نہاوند اور ابن مقرن کے ذکر کرنے سے یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ تمہیں ضرور اس سلسلہ میں کچھ معلوم ہے، اس سے ہمیں بھی مطلع کرو۔

(۸۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۔ ۳

فقال يا امير المؤمنين انا فلان بن فلان الفلانی . خرجت مهاجرا الی الله جل ثناؤه والی رسوله عليه السلام باهلی ومالی. فنزلنا موضع كذا و كذا. فلما ارتحلنا فاذا رجل على جمل احمر لم ار مثله. قال: فقلنا له من اين اقبلت؟ قال: من العراق. قلنا: فما خبر الناس؟ قال: التقوا فهزم الله العدو. وقتل ابن مقرن. ولا والله ما ادری ما نهاوند ولا ابن مقرن.

اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں فلاں بن فلاں ہوں، اپنے گھر والوں اور مال و اسباب کے ساتھ اللہ جل ثناؤہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف ہجرت کے ارادہ سے چل پڑا تھا، راستہ میں ہم نے فلاں جگہ قیام کیا جب وہاں سے چلے تو یکا یک ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار نظر آیا، میں نے ایسا اونٹ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (اعرابی) نے کہا: پھر ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ عراق سے، ہم نے پوچھا کہ (لشکر کے) لوگوں کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: مقابلہ ہوا اور اللہ نے دشمن کو شکست دے دی، اور ابن مقرن مارے گئے۔ خدا کی قسم مجھے کچھ نہیں معلوم کہ نہاوند کہاں ہے اور ابن مقرن کون ہے؟

قال: اتدری بای یوم ذلك من الجمعة؟ قال: لا والله ما ادری. لكنی ادری متى فعل ذلك قال: ارتحلنا يوم كذا فنزلنا موضع كذا يعد منازله قال فقال عمر: ذلك يوم كذا هو الجمعة ولعلك ان تكون لقيت بريدا من برد الجن. فان لهم بردا.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: کیا یہ جانتے ہو کہ یہ واقعہ جمعہ کے دن سے پہلے یا بعد میں پیش آیا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یہ بھی نہیں معلوم، البتہ یہ یاد ہے کہ (خبر دینے والے نے خبر دی) کہ یہ کام کب کیا۔ (اعرابی) نے کہا: ہم فلاں دن روانہ ہوئے تھے، راستہ میں ہم نے کئی منزلوں کے بعد ایک منزل فلاں جگہ کی (جہاں یہ خبر دینے والا ملا) راوی نے کہا کہ اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہ فلاں دن تھا۔ اور اس دن جمعہ تھا، شاید تیری ملاقات جنوں کے کسی ڈاکیے سے ہوئی تھی، کیونکہ ان کے بھی ڈاکیے ہوتے ہیں۔

قال: فمضى ما شاء الله ثم جاء الخبر انهم التقوا يومئذ. فلما اتى عمر بنعی النعمان بن مقرن وضع يده على راسه وجعل يبكی.

راوی کہتا ہے کہ پھر کچھ عرصہ، جتنا اللہ رب العزت نے چاہا گزرا، پھر خبر آئی کہ فوجوں کے درمیان مقابلہ اسی دن ہوا تھا (یعنی جمعہ کے روز) پھر جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو نعمان بن مقرن کی وفات کی خبر اطلاع ملی تو وہ اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر رونے لگے۔

(۱۵) قال: وحدثنی اسماعيل عن قيس عن مدرك بن عوف الاحمسی. قال: بينا انا عند عمر

رضی الله تعالیٰ عنه. اذ اتاه رسول النعمان بن مقرن. فجعل عمر يسأله عن الناس. فجعل الرجل يذكر من اصيب من الناس بنهاوند. فيقول: فلان بن فلان وفلان بن فلان. ثم قال الرسول: وآخرون لانعرفهم قال فقال عمر رضى الله عنه لكن الله يعرفهم.

مدرک بن عوف احمسی نے کہا ہے:

میں (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اسی دوران نعمان بن مقرن کا قاصد ان کے پاس آیا، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) لشکر کا حال دریافت کرنے لگے، وہ آدمی لشکر کے ان افراد کے نام بتانے لگا جو نہاوند میں مارے گئے تھے، چنانچہ وہ فلاں بن فلاں، اور فلاں بن فلاں کر کے بتاتا رہا، پھر قاصد نے کہا ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی (مارے گئے) ہیں جن کو ہم نہیں پہچانتے۔ راوی نے کہا: پس (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ: لیکن اللہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

قال: ورجل شرى نفسه يعنى عوف بن ابى حية ابا شبل الاحمسى فقال مدرك بن عوف: ذاك والله خالى يا امير المؤمنين. زعم الناس انه القى بيده الى التهلكة

پھر قاصد نے کہا کہ ایک آدمی ایسا بھی تھا جس نے اپنے ساتھ زیادتی کی اس کی مراد عوف بن ابی حیہ سے تھی جو شبل احمسی کے والد تھے، اس پر مدرک بن عوف نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! یہ میرے ماموں تھے۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر خود کو ہلاکت میں ڈال دیا۔

فقال عمر: كذب اولئك ولكنه رجل من الذين اشتروا الآخرة بالدنيا.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ایسا نہیں، وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دنیا دے کر آخرت خرید لی۔

قال اسماعيل: وكان اصيب وهو صائم فاحتمل وبه رمق فأبى ان يشرب الماء حتى مات رحمه الله تعالىٰ.

اسماعیل کہتے ہیں کہ ہوا یہ تھا کہ وہ روزے کی حالت میں زخمی ہو گئے، ابھی کچھ جان باقی تھی کہ یہ اٹھا کر لائے گئے، مگر انہوں نے پانی پینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ انتقال کر گئے، اللہ رب العزت ان پر رحم فرمائے۔

رأى الصحابة رضى الله عنهم فى تقسيم السواد

تقسیم سواد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے

قال ابو يوسف رحمه الله تعالىٰ: فلما افتتح السواد شاور عمر رضى الله تعالى عنه الناس فيه فرأى عامتهم ان يقسمه. وكان بلال بن رباح من اشدهم فى ذلك. وكان رأى عبد الرحمن بن عوف ان يقسمه. وكان رأى عثمان وعلى وطلحة رأى عمر رضى الله تعالى عنهم. وكان رأى عمر رضى الله تعالى عنه ان يتركه ولا يقسمه حتى قال عند الحاحهم عليه فى قسمته:

(امام المحدثین) ابو یوسف (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ جب سواد فتح ہو گیا تو (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں سے اس کے بارے میں مشورہ طلب کیا، عام مسلمانوں کی رائے تھی کہ آپ کو اسے تقسیم کر دینا چاہئے، اس رائے پر اصرار کرنے میں بلال بن رباح سب سے زیادہ شدت اختیار کئے ہوئے تھے، (سیدنا) عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کی بھی رائے یہی تھی کہ اسے تقسیم کر دیا جائے مگر عثمان، علی اور طلحہ رضی اللہ عنہم کی رائے وہی تھی جو (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کی تھی، عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیں، تقسیم نہ کریں، یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے تقسیم پر بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا:

اللهم اكفنى بلالا واصحابه

فمكثوا بذلك اياما حتى قال عمر رضى الله تعالى عنه لهم: فقد وجدت حجة فى تركه وان لا اقسمه قول الله تعالى:

''اے میرے اللہ! میرے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے کافی ہو جا۔''

چند دنوں تک یہی بحث جاری رہی، اس کے بعد (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا: اس کو تقسیم نہ کرنے اور یوں ہی چھوڑے رکھنے کے حق میں مجھے دلیل کے طور پر اللہ رب العزت کا یہ فرمان مل گیا ہے:

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا

(فمثلا عليهم حتى بلغ الى قوله تعالى:

والذين جاءوا من بعدهم

قال: فكيف اقسمه لكم وا ع من ياتي بغير قسم؟

''(نیز یہ مال فئے) ان حا ت مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔'' (الحشر: ۸)

آپ نے اس سے آگے کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تا آنکہ یہاں تک پہنچے:

''(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔'' (الحشر: ۱۰)

تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں یہ علاقہ تمہارے درمیان تقسیم کردوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے کوئی حصہ نہ باقی رکھوں۔

فاجمع على تركه وجمع خراجه واقراره في ايدى اهليه ووضع الخراج على ارضيهم والجزية على رؤوسهم.

چنانچہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فیصلہ کرلیا کہ یہ علاقہ تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اسے بدستور اس کے مالکوں کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے اور ان سے خراج وصول کیا جائے، آپ نے زمینوں پر خراج اور افراد پر جزیہ عائد کردیا۔

(۸۶) قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): فحدثني السرى بن اسماعيل عن عامر الشعبى (رحمه الله تعالىٰ) ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه مسح السواد. فبلغ ستة وثلاثين الف الف جريب. وانه وضع على جريب الزرع درهما وقفيزا. وعلى الكرم عشرة دراهم وعلى الرطبة خمسة دراهم. وعلى الرجل اثنى عشر درهما واربعة وعشرين درهما وثمانية واربعين درهما.

عامر شعبی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ:

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سواد کی پیمائش کرائی تو معلوم ہوا ہے کہ اس کا رقبہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ہے، آپ نے غلہ پیدا کرنے والی زرعی زمینوں پر فی جریب ایک درہم اور قفیز (غلہ)، انگور کے باغات پر فی جریب دس درہم، اور کھجور کے باغات پر پانچ درہم کے حساب سے مالیہ عائد کیا، جزیہ کی شرحیں ہر شخص کیلئے (باعتبار استطاعت) بارہ درہم، چوبیس درہم اور اڑتالیس درہم مقرر کیں۔

(۸۷) قال ابو يوسف: وحدثني سعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن ابي مجلز قال: بعث عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه عمار بن ياسر على الصلاة والحرب. وبعث عبدالله بن مسعود على القضاء وبيت المال. وبعث عثمان بن حنيف على مساحة الارضين. وجعل بينهم شاة كل

(۸۶) الاموال لابن زنجویه: ۲۲۳/۱، الاموال للقاسم بن سلام: ۱۷۵، تاریخ بغداد: ج ۱ ص ۴۰۔

یوم شرطها وبطنها لعمار بن یاسر . وربعها لعبدالله بن مسعـ د . ا الربع الآخر لعثمان بن حنيف

ابومجلز نے کہا ہے کہ:

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (سیدنا) عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) کو نماز اور جنگ کا امیر بنا کر بھیجا، (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو قضاء اور بیت المال کی ذمہ داری دی اور (سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کے سپرد زمینوں کی پیمائش کا کام کیا۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے ان سب کیلئے ایک بکری روزانہ کا وظیفہ مقرر کیا، پیٹ اور نصف بکری (سیدنا) عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) کیلئے، چوتھائی حصہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کیلئے، اور باقی چوتھائی حصہ (سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کیلئے۔

وقال:

اور آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

انی انزلت نفسی وایاکم من هذا المال بمنزلة والی الیتیم فان الله تبارك وتعالی قال:
وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:٦)
''میں نے اس مال میں اپنا اور تمہارا حق ویسا ہی رکھا ہے جیسا کہ یتیم کے ولی کا یتیم کے مال میں ہوتا ہے۔''
چنانچہ (یتیم کے مال کے بارے میں) اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ:
''اور (یتیموں کے سرپرستوں میں سے) جو خود مالدار ہو وہ تو اپنے آپ کو (یتیم کا مال کھانے سے) بالکل پاک رکھے، ہاں اگر وہ خود محتاج ہو تو معروف طریق کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھا لے۔'' (النساء:٦)

والله ماری ارضا یوخذ منها شاة فی کل یوم الا استسرع خرابها
اللہ کی قسم! جس زمین سے روز ایک بکری لی جاتی ہو میرے خیال میں وہ بہت جلد اجڑ جائے گی۔

قال: فمسح عثمان الارضین.

وجعل علی جریب العنب عشرة دراهم.

وعلی جریب النخل ثمانية دراهم.

وعلی جریب القصب ستة دراهم.

وعلی جریب الحنطة اربعة دراهم.

وعلی جریب الشعیر درهمین.

وعلی الراس اثنی عشر درهما واربعة وعشرين درهما وثمانية واربعين درهما. وعطل من

ذالك النساء والصبيان

راوی کہتا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے زمینوں کی پیمائش کر کے حسب ذیل شرحوں کے مطابق خراج عائد کیا:

☆ انگور کے باغ پر فی جریب دس درہم۔

☆ کھجور پر فی جریب آٹھ درہم۔

☆ بانس اور نرکل پر فی جریب چھ درہم۔

☆ گیہوں کے کھیت پر فی جریب چار درہم۔

☆ اور جو کے کھیت پر فی جریب دو درہم۔

☆ مزید برآں افراد پر بارہ درہم، چوبیس درہم، اور اڑتالیس درہم کے حساب سے (جزیہ) عائد کیا، انہوں نے عورتوں اور بچوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا۔

قال سعيد وخالفني بعض اصحابي فقال: على جريب النخل عشرة دراهم، وعلى جريب العنب ثمينية دراهم.

سعید کہتے ہیں کہ میرے بعض ساتھیوں کا بیان اس سے مختلف ہے، انہوں نے کہا ہے کہ: کھجور کے باغ پر دس درہم فی جریب، اور انگور پر آٹھ درہم فی جریب۔

(۸۸) قال (ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ): وحدثني محمد بن اسحاق عن جارية بن مضرب عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انه اراد ان يقسم السواد بين المسلمين فامر بهم ان يحصوا. فوجد الرجل يصيب الاثنين والثلاثة من الفلاحين. فشاور اصحاب محمد ﷺ فقال علي رضي الله تعالى عنه: دعهم يكون مادة للمسلمين. فبعث عثمان بن حنيف فوضع عليهم ثمانية واربعين درهما، واربعة وعشرين درهما، واثني عشر درهما.

جاریہ بن مضرب سے روایت ہے کہ:

"(حضرت سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے (پہلے) سواد کا علاقہ تقسیم کر دینے کا ارادہ کیا، اور حکم دیا کہ لوگوں کو شمار کیا جائے، معلوم ہوا کہ ہر شخص کے حصہ میں دو یا تین کاشت کار آئیں گے۔ اس کے بعد آپ (رضی اللہ عنہ) نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا تو (حضرت سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ان (کاشت کاروں) کو (اپنے حال) پر چھوڑ دیجئے تاکہ یہ مسلمانوں کیلئے طاقت کا ذریعہ بنے رہیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کو وہاں بھیجا اور انہوں نے ان لوگوں پر اڑتالیس، چوبیس اور بارہ درہم فی کس (کی شرحوں

۸۸۔ الاموال لابن زنجویہ: ۱۵۸، سنن الکبری للبیہقی: ۱۸۳۷۰۔

سے جزیہ) عائد کیا۔''

(۸۹). قال: وبلغنا عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال:
"لولا ان یضرب بعضکم وجوہ بعض لقسمت السواد بینکم."
ہمیں (سیدنا) علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
''اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ ایک دوسرے سے جھگڑنے لگو گے تو میں سواد - علاقہ تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔''

وشکا اهل السواد الیه فبعث مائة فارس. فیهم ثعلبة بن یزید الحمانی فلما رجع ثعلبة قال:
اہل سواد نے آپ کے پاس شکایت کہلا بھیجی تو آپ نے سو گھوڑے سوار وہاں بھیجے، ان سواروں میں ایک ثعلبہ بن یزید حمانی بھی تھے، جب ثعلبہ واپس آئے تو کہنے لگے!

للہ علی ان لا ارجع الی السواد ابدا لما فیه من الشر.
میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کرتا ہوں کہ اب کبھی سواد نہیں جاؤں گا، ان کے اس عہد کی وجہ وہ خرابیاں تھیں جو انہوں نے وہاں دیکھی تھیں۔

(۹۰). قال: وحدثنی الاعمش عن ابراهیم بن المهاجر عن عمرو بن میمون قال: بعث عمر رضی اللہ عنہ حذیفة بن الیمان علی ماوراء دجلة. وبعث عثمان بن حنیف علی ما دونه. فأتیا فسألهما:
عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ:
(سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے (سیدنا) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو دجلہ پار کے علاقہ میں اور (سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کو اس سے ادھر کے علاقہ پر مامور کیا تھا، جب یہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ:

"کیف وضعتما علی الارض. لعلکما کلفتما اهل عملکما ما لا یطیقون؟ فقال حذیفة: لقد ترکت فضلا. وقال عثمان: لقد ترکت الضعف. ولو شئت لاخذته. فقال عمر عند ذالك: اما واللہ لئن بقیت لارامل اهل العراق لادعنهم لا یفتقرون الی امیر بعدی."
''تم دونوں نے زمین پر مالیہ کس حساب سے عائد کیا ہے؟ شاید تم نے اپنے علاقہ کے باشندوں پر اتنا بوجھ ڈال دیا جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے؟ (حضرت سیدنا) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ میں نے کچھ فاضل چھوڑ دیا ہے، اور (حضرت سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے دوگنا چھوڑ دیا ہے، اگر میں چاہتا تو اسے بھی وصول کر لیتا۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں عراق کی بیواؤں کی خدمت کیلئے زندہ رہا تو انہیں اس حال میں چھوڑ جاؤں گا

کہ وہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں۔"

(۹۱) قال(ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ):وحدثنی السری عن الشعبی (رحمہ اللہ تعالیٰ) ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض علی الکرم عشرۃ دراھم . وعلی الرطبۃ خمسۃ. وعلی کل ارض یبلغھا الماء عملہ او لم تعمل درھما ومختوما

شعبی سے روایت ہے کہ:

"(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انگور پر دس درہم، کھجور پر پانچ درہم، اور ہر ایسی زمین پر جس تک پانی پہنچتا ہو، خواہ وہ زیر کاشت لائی جائے یا نہ لائی جائے، ایک درہم اور مختوم (غلہ کا) مقرر کردیا۔"

قال عامر (رحمہ اللہ تعالیٰ): والحجاجی وھو الصاغ. وعلی ما سقت السماء من النخل العشر وعلی ما سقی بالدلو نصف العشر. وما کان من نخل عملت ارضہ فلیس علیہ شیء

عامر نے کہا (مختوم) حجاجی ہے، صاع ہے۔ اور آپ نے بارش سے سیراب ہونے والے کھجوروں پر عشر اور ڈول سے سینچے جانے والے کھجوروں پر نصف عشر (بیسواں حصہ) عائد کیا، کھجور کے جن باغات کی زمینوں میں کسی اور چیز کی کاشت بھی کی جائے تو اس پیداوار پر کوئی شے نہیں عائد ہوگا۔"

(۹۲) قال: وحدثنی حصین بن عبدالرحمن عن عمرو بن میمون الاودی قال: شھدت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل ان یصاب بثلاث او اربع واقفا علی حذیفۃ بن الیمان وعثمان بن حنیف وھو یقول لھم:

عمرو بن میمون اودی نے کہا ہے کہ

میں (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے تین یا چار دن پہلے ان کے پاس حاضر ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) اور عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کے پاس کھڑے ان سے کہہ رہے تھے:

"لعلکما حملتما الارض ما لا تطیق"

"شاید تم نے زمین پر اتنا بوجھ ڈال دیا جسے وہ برداشت نہیں کرسکتی۔"

وکان عثمان عاملا علی شط الفرات. وحذیفۃ علی ما رواء دجلۃ من جوخی وما سقت. فقال عثمان: حملت الارض امرا ھو لہ مطیقۃ ولو شئت لاضعفت ارضی. وقال حذیفۃ: وضعت علیھا امرا ھی لہ محتملۃ. وما فیھا کثیرۃ فضل. فقال عمر رضی اللہ عنہ:

(۹۱) کتاب الآثار: ۸۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۷۱۲۔

عثمان (رضی اللہ عنہ) شط الفرات پر عامل مقرر ہوئے تھے اور حذیفہ (رضی اللہ عنہ) دجلہ کے اس پار جوخی کے علاقہ پر اور دجلہ سے سیراب ہونے والے دوسرے علاقوں پر مقرر تھے، عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: میں نے زمین پر اتنا ہی مالیہ عائد کیا ہے جسے وہ برداشت کر سکتی ہے، اور اگر میں چاہتا تو اپنی زمین اس سے دوگنا بار ڈال سکتا تھا۔ حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں جو شرحیں عائد کی ہیں انہیں یہ علاقہ برداشت کر سکتا ہے اب جو فاضل بچا رہے گا وہ بہت زیادہ نہ ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انظر الاتکونا حملتما الارض مالاتطیق . اما لئن بقیت لا دعن ارامل اهل العراق لادعهن لایحتجن الی احد بعدی۔

''غور کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم نے زمین پر اتنا بار ڈال دیا ہو جو اس کی برداشت سے باہر ہو، اگر میں عراق کی بیواؤں کی خدمت کیلئے زندہ رہا تو انہیں ایسے حال میں چھوڑ جاؤں گا کہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔''

و کان (رضی الله تعالیٰ عنه) حذیفة علی ختم جوخی و عثمان بن حنیف (رضی الله عنه) علی ختم اسفل الفرات ختم الاعناق. قال: واوصی عمر رضی الله عنه فی وصیته باهل الذمة ان یوفی لهم بعدهم ولا یکلفوا فوق طاقتهم وان یقاتل من ورائهم

حذیفہ رضی اللہ عنہ جوخی میں اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرات کے زیریں علاقہ میں مہر بندی پر مامور تھے، یعنی گردنوں پر مہر لگانے والے۔ راوی نے کہا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں اہل ذمہ کے بارے میں یہ تلقین فرمائی کہ ان کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا ہے، اسے پورا کیا جائے، ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے، اور ان کا دفاع کیا جائے۔

(۹۳) قال: وحدثنا المجالد بن سعید عن عامر الشعبی قال لما اراد عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه ان یمسح السواد ارسل الی حذیفة: ان ابعث الی بدهقان من جوخی. وبعث الی عثمان بن حنیف: ان ابعث الی بدهقان من قبل العراق.

عامر شعبی نے کہا ہے کہ:

جب (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سواد کی پیمائش کرنی چاہی تو حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس کہلا بھیجا کہ: جوخی کے کسی دہقان کو میرے پاس بھیج دو، اسی طرح آپ نے عثمان بن حنیف کے پاس بھی کہلا بھیجا کہ عراق کے کسی دہقان کو میرے پاس بھیج دو۔

فبعث الیه کل واحد منهما بواحد ومعه ترجمان من اهل الحیرة. فلما قدموا علی عمر رضی الله تعالی عنه قال: کیف کنتم تؤدون الی الاعاجم فی ارضهم؟ قالوا: سبعة وعشرین درهما.

فقال عمر رضي الله تعالیٰ عنه: لا ارضى بهذا منكم. ووضع على جريب عامر او غامر يناله الماء قفيزا من حنطة او قفيزا من شعير ودرهما. فمسحا على ذلك. فكانت مساحتها مختلفة.
چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے ایک آدمی بھیجا، ہر ایک کے ساتھ حریہ کے باشندوں میں سے ایک ترجمان بھی آیا، جب یہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم لوگ عجمیوں کو ان کی زمینوں کے بارے میں کیا ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ستائیس درہم۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم سے یہ شرح لینا پسند نہیں۔ آپ نے ہر کارآمد زمین اور بے کار زمین پر، جس تک پانی پہنچتا ہو، ایک قفیز گیہوں، یا ایک قفیز جو اور ایک درہم نقد عائد کیا۔ دونوں نے اسی بنیاد پر پیمائش کی مگر دونوں کی پیمائش کا حال مختلف تھا۔

كان عثمان عالما بالخراج فمسحها مساحة الديباج. واما حذيفة، فكان اهل جوخي قوما مناكير فلعبوا به في مساحته. وكانت جوخي يومئذ عامرة فخربت بعد ذالك وغارت مياهها وقلت منافعها. وصارت وظيفتها يومئذ هينة لما كانوا عملوا على حذيفة في مساحته.
عثمان رضی اللہ عنہ کو خراج کے معاملات کی اچھی مہارت تھی، لہٰذا انہوں نے زمین کی پیمائش اسی طرح (ٹھیک ٹھیک) کی جس طرح کپڑا ناپا جاتا ہے۔ لیکن جوخی کے باشندے بداطوار تھے، انہوں نے پیمائش میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوب چالیں چلیں، اس وقت جوخی کی زمین آباد و کارآمد تھی مگر اس واقعہ کے بعد سے اجڑ گئی، اس کا پانی زمین میں اتر گیا، اس کے منافع گھٹ گئے، ورنہ اس کا مالیہ کم ہوگیا، یہ سب اس لئے ہوا کہ باشندگان جوخی نے پیمائش میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا تھا۔

(۹۴). قال (ابو يوسف رحمه الله تعالى): وحدثني الحسن بن علي بن عمارة عن الحكم بن عتيبة عن عمرو بن ميمون وحارثة بن مضرب قال: بعث عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه عثمان بن حنيف على السواد. وامره ان يمسحه فوضع على كل جريب عامر او غامر مما يعمل مثله درهما وقفيزا. والغي الكرم والنخل والرطاب وكل شيء من الارض وجعل على كل رأس ثمانية واربعين درهما وضعفة ثلاثة ايام لمن مر بهم من المسلمين. وجباهم عثمان ثلاث سنين. ثم رفعه الى عمر رضي الله تعالى عنه وقال: انهم يطيقون اكثر من ذالك.
عمرو بن میمون اور حارثہ بن مضرب نے کہا ہے کہ:
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو سواد بھیجا اور انہیں اس کی پیمائش کا حکم دیا۔ انہوں نے تمام قابل کاشت زمینوں پر، خواہ وہ اس وقت آباد ہوں یا بے کار پڑی ہوں، فی جریب ایک درہم نقد اور ایک قفیز غلہ بطور خراج عائد کر دیا، انہوں نے انگور کھجور کے درختوں اور تازہ کھجور اور زمین سے پیدا ہونیوالی تمام دوسری اشیاء کو محصول سے

مستثنیٰ رکھا۔ نیز انہوں نے ہر فرد پر اڑتالیس درہم (کے حساب سے جزیہ) عائد کیا ۔ ریہ ذمہ داری عائد کی کہ جو مسلمان ان لوگوں کے پاس گزریں ان کی تین دن میزبانی کریں۔ تین سال تک عثمان رضی اللہ عنہ ان سے (شرح مذکور کے مطابق) مالیہ وصول کرتے رہے، پھر انہوں نے اس معاملہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا اور کہا: یہ لوگ اس سے زیادہ ادا کر سکتے ہیں۔

(۹۵) قال: وحدثني الحجاج بن ارطاة عن ابن عوف ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه مسح السواد ما دون جبل حلوان. فوضع على كل جريب عامر او غامر يناله الماء بدلوا اوبغيره زرع اوعطل درهما وقفيزا واحدا. ومن كل راس موسر ثمانية واربعين درهما ومن الوسط اربعة وعشرين درهما ومن الفقير اثني عشر درهما وختم على اعناقهم رصاصا. والغى لهم النخل عونا لهم واخذ من جريب الكرم عشرة دراهم. ومن جريب السمسم خمسة دراهم. ومن الخضر من غلة الصيف من كل جريب ثلاثة دراهم. ومن جريب القطن خمسة دراهم.

ابن عوف سے روایت ہے کہ:

(حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حلوان نامی پہاڑی سے ادھر کے سارے علاقہ سواد کی پیمائش کرائی، اور تمام ایسی زمینوں پر جن کو ڈول یا کسی اور ذریعہ سے پانی ملتا تھا فی جریب ایک درہم نقد اور ایک قفیز غلہ عائد کیا۔ خواہ یہ زمینیں زیر کاشت رکھی جائیں یا انہیں بے کار چھوڑ رکھا جائے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے ہر خوشحال شخص پر اڑتالیس درہم، متوسط حال کے آدمیوں پر چوبیس درہم، اور غریب آدمیوں پر بارہ درہم (جزیہ) عائد کیا۔ اور آپ (رضی اللہ عنہ) نے ان کی گردنوں پر سیسہ سے مہر لگوائی، کھجور کے درختوں کو آپ نے انہیں سہارا دینے کی خاطر مستثنیٰ رکھا، البتہ انگور کے باغات پر فی جریب دس درہم، سمسم پر فی جریب پانچ درہم، فصل خریف کی سبزیوں پر فی جریب تین درہم، اور کپاس پر فی جریب پانچ درہم خراج عائد کیا۔

(۹۶) قال: وحدثني عبدالله بن سعيد بن ابي سعيد عن جده ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه كان اذا صالح قوما اشترط عليهم ان يؤدوا من الخراج كذا وكذا وان يقروا ثلاثة ايام. وان يهدوا الطريق ولا يمالئوا علينا عدونا ولا يئووا لنا محدثا فاذا فعلوا ذلك فهم آمنوا على دمائهم ونسائهم وابنائهم واموالهم. ولهم بذالك ذمة الله وذمة رسوله ﷺ ونحن براء من معرة الجيش.

ابو سعید سے روایت ہے کہ:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سب ۔ ن قوم سے صلح کرتے تھے تو یہ شرائط طے فرما لیتے تھے کہ وہ لوگ اتنا خراج ادا کریں گے، تین دن میز بانی کیا کریں ۔ ے، راستہ دکھادیا کریں گے، ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے ساز باز نہ کریں گے، اور ہمارے کسی مجرم کو پناہ نہ د ۔ ں گے ۔۔ ان شرائط کی پابندی کرنے پر ان کو جان و مال اور بیوی بچوں کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہو جاتی ہے، اور یہ (حفاظت) الہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری قرار پا جاتی ہے لیکن اگر لشکر ان کی فصل سے ہمارے علم کے بغیر کچھ لے ۔ نو ا ۔ کے سلسلہ میں ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

فصل: فی ارض الشام والجزیرة

فصل: شام اور الجزیرہ کی زمین کے بیان میں

واما ماسألت عنه یاامیر المؤمنین من امر الشام والجزیرة وفتوحهما وما کان جری علیه الصلح فیماصولح علیه اهله منهما.

امیر المؤمنین! اب آپ اس سوال کو لیجئے جو آپ نے شام اور الجزیرہ اور ان کے فتح کئے جانے کی کیفیت کے بارے میں کیا ہے اور (اب آپ کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ) ان دونوں علاقوں میں جن مقامات کے باشندوں سے صلح کی گئی تھی ان کے ساتھ صلح کی کیا شرائط طے ہوئی تھیں۔

فانی کتبت الی شیخ من اهل الحیرة له علم بامر الجزیرة والشام وفتحهما اسأله عن ذلك.

فکتب الی: حفظك الله وعافاك.

میں نے یہ سوال حیرہ کے رہنے والے ایک شیخ کو جو الجزیرہ اور شام اور ان کے فتح ہونے کی کیفیت سے واقف ہیں کو لکھ بھیجا تو انہوں نے مجھے یہ لکھا کہ: اللہ تمہیں سلامت رکھے۔

قد جمعت لك ماعندی من علم الشام والجزیرة ولیس بشیء حفظته عن الفقهاء. ولا عمن یسنده عن الفقهاء. ولکنه حدیث من حدیث من یوصف بعلم ذلك. ولم اسأل عن اسناده احدا منهم.

شام اور الجزیرہ کے بارے میں اپنی تمام معلومات اکٹھا کر کے تمہیں ارسال کر رہا ہوں، یہ معلومات ایسی نہیں جنہیں میں نے فقہاء سے محفوظ کیا ہو، اور نہ ان کا ذریعہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے فقہاء کا حوالہ دے کر یہ معلومات مجھ سے بیان کی ہیں، یہ ایسے لوگوں سے ملی ہیں جن کو ان امور کا عالم تسلیم کیا جاتا ہے، میں نے ان میں سے کسی سے یہ نہیں دریافت کیا کہ ان کو یہ معلومات کن راویوں کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں۔

فتح سے پہلے الجزیرہ کی زمین کی تقسیم کا بیان:

ان الجزیرة کانت قبل الاسلام طائفة منها للروم. وطائفة لفارس. ولکل فیما فی یده منها جند وعمال. فکانت رأی العین فما دونها الی الفرات للروم. ونصیبین وما وراءها الی دجلة

لفارس، وکان سهل ماردين ودارا الی سنجار والی البرية لفارس، وجبل ماردين ودارا وطور عبدين للروم. وكانت مسلحة مابين الروم وفارس حصنا يقال له حصن سرجة بين دارا وبين نصيبين.

اسلام سے پہلے الجزیرہ کی کچھ آبادی رومی سلطنت کے تحت تھی اور کچھ ایرانی سلطنت کے تحت، دونوں سلطنتوں نے اپنے اپنے علاقہ میں افسران اور فوجیں مقرر کر رکھی تھیں، رئی العین اور اس سے پہلے کا حصہ دریائے فرات تک روم کے قبضہ میں تھا اور نصیبین اور اس سے آگے کا علاقہ، دجلہ کے کنارے تک، فارس کے قبضہ میں تھا، اسی طرح صحرائے ماردین اور دارا سنجار اور صحرا تک فارس کا تھا اور ماردین اور دارا کی پہاڑیاں اور طور عبدین روم کے قبضہ میں تھے، رومی اور فارسی علاقوں کی درمیانی سرحد کی فوجی چھاؤنی دارا اور نصیبین کے درمیان واقع سرجہ نامی ایک قلعہ میں تھی۔

من فتح الشام (فتح شام کا بیان):

فلما توجه ابو عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه ومن معه الى الشام. وكان ابو بكر رضي الله تعالى عنه قد بعث معه شرحبيل بن حسنة. وسمى له ولاية الاردن ويزيد بن ابي سفيان وسمى له دمشق، وخالد بن الوليد امده به من اليمامة وسمى له حمص. وامده بعدما شارف الشام بعمرو بن العاص.

شام کی مہم پر (حضرت سیدنا) ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی گئے تھے۔ ان کے ساتھ (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرحبیل بن حسنہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اردن کا والی بنا کر (حضرت سیدنا) یزید بن ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دمشق کا والی بنا کر، اور (حضرت سیدنا) خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جنہیں آپ نے یمامہ سے کوچ کر کے (سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لشکر سے ملنے کی ہدایت کی تھی حمص کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ جب یہ لوگ شام کے قریب پہنچ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو بھی ان کے ساتھ جا ملنے کی ہدایت کی۔

فلما فتح الله عليهم اقام ابو عبيدة بأطراف الشام ومضى شرحبيل الى الاردن ويزيد بن ابي سفيان الى دمشق وخالد بن الوليد الى حمص فلما انتظم لهم الامر واستقام وجه ابو عبيدة شرحبيل الى قنسرين ففتحها.

جب اللہ نے ان لوگوں کو فتح عطا فرمائی تو ابوعبیدہ نے شام کے علاقوں کا انتظام سنبھالا، شرحبیل اردن چلے گئے اور یزید بن ابی سفیان دمشق اور خالد بن ولید حمص چلے گئے۔ جب ان کی عملداریوں میں نظم ونسق معمول پر آ گیا تو ابوعبیدہ نے شرحبیل کو قنسرین کی مہم پر بھیجا، انہوں نے قنسرین فتح کر لیا۔

دخول الرها وما صولح عليه اهلها

دخول رہا اور اہل رہا سے شرائط صلح کا بیان

ووجه عياض بن غنم الفهري الى الجزيرة ومدينة ملك الروم يو مئذ الرها فعمد لها عياض بن غنم. ولم يتعرض لشيء مما مر به من القرى والرساتيق. و لم يلق كيدا ولا جندا حتى نزل الرها فأغلق اصحابها ابوابها واقام عياض عليها لبثا لم يسم لي. فلما رأى صاحبها الحاصر ويئس من المدد فتح لها بابا من الجبل ليلا فهرب.

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عیاض بن غنم فہری (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو الجزیرہ کی طرف روانہ کیا، اس وقت رومی علاقہ کا مرکزی شہر رہا تھا، عیاض (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اسی کا قصد کیا اور راستہ میں جو قصبات اور گاؤں پڑے ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی، راستہ میں کسی جھڑپ کی نوبت پیش نہیں آئی یہاں تک کہ یہ رہا پہنچے۔ وہاں کے باشندوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے، اور عیاض "مجھے یہ نہیں بتایا گیا کتنا عرصہ" وہاں محاصرہ کئے پڑے رہے، جب قلعہ کے سردار نے دیکھا کہ محاصرہ جاری ہے اور اس کو کسی جانب سے کوئی کمک آنے کی بھی امید نہ رہی تو ایک رات وہ پہاڑی کی طرف ایک دروازہ کھول کر بھاگ نکلا۔

واكثر من كان معه من الجند وبقي في المدينة اهلها من الانباط وهم كثير. ومن لم يرد الهرب من الروم وهم قليل. فأرسلوا الى عياض بن غنم يسألونه الصلح على شيء سموه فكتب عياض بذلك الى ابي عبيدة بن الجراح. فلما اتاه الكتاب بعث به الى معاذ بن جبل فأقرأه اياه.

اس کے ساتھ جو فوجی تھے ان میں سے بھی اکثر بھاگ گئے، شہر میں وہاں نبطی باشندے رہ گئے جن کی تعداد کافی تھی، کچھ رومی بھی رہ گئے جنہوں نے بھاگنا پسند نہیں کیا مگر ان کی تعداد کم تھی، اب ان لوگوں نے عیاض بن غنم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس ایک قاصد بھیجا اور اپنی طرف سے متعین کردہ رقم (خراج) کی ادائیگی (کی شرط) پر صلح کی درخواست کی۔ عیاض (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ بات (حضرت سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لکھ بھیجی، جب یہ خط ان کو ملا تو انہوں نے (حضرت سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کو بلایا اور انہیں بھی یہ خط دکھایا۔

فقال له معاذ: انك ان اعطيتهم الصلح على شيء مسمى فعجزوا عنه لم يكن لك عان تقتلهم ولم تجد بدا من ابطال ما اشترطت عليهم من التسمية.

معاذ نے کہا: اگر آپ ان سے کسی متعین چیز پر صلح کر لیتے ہیں اور بعد میں یہ اسے ادا کرنے سے عاجز رہیں تو آپ کو

یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ اس بناء پر اس کوشل کر دیں۔ آپ کیلئے عملاً صرف یہی صورت رہ جائے گی کہ جس متعین رقم کی ادائیگی طے پائی ہوا سے منسوخ کر دیں۔

وان ایسر وا ادوہ علی غیر الصغار الذی امر اللہ بہ فیھم. فاقبل منھم الصلح واعطھم ایاہ علی ان یؤدوا الطاقة. فان ایسروا واعسروا لم یکن لك علیھم الا ما یطیقون. وتم لك شرطك ولم یبطل.

اور اگر بعد میں یہ زیادہ خوش حال ہوجاتے ہیں تو اس متعین رقم کو بغیر اس طرح کی زبردستی کئے ہوئے ادا کردیں گے جس کے محسوس کرانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ مناسب یہ ہوگا کہ آپ ان کی درخواست صلح تو منظور کرلیں لیکن اس شرط پر کہ یہ لوگ اپنی قوت برداشت کے مطابق خراج ادا کریں گے، پھر خواہ یہ آئندہ خوش حال ہوجائیں یا بدحال، آپ ان سے ان کی استطاعت کے مطابق ہی وصول کریں گے، آپ کی شرط ہر حال میں پوری ہوگی، اسے منسوخ کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

فقبل ذلك ابو عبیدة وکتب الی عیاض بن غنم. فلما اتی عیاض بن غنم الکتاب اعلمھم ما جاء فیه. فاختلف علینا فی هذا الموضع. فقال قائل: قبلوا الصلح علی قدر الطاقة. وقال آخر: انکروا ذلك وعدوا ما فی ایدیھم اموالا وفضولا تذهب ان اخذوا بالطاقة وابوا الا شیئا مسمی.

(حضرت سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کا یہ مشورہ قبول کرلیا اور یہی بات عیاض بن غنم کو لکھ بھیجی، جب یہ خط عیاض بن غنم کو ملا تو انہوں اہل شہر کو اس کے مضمون سے مطلع کیا، اس کے بعد کیا ہوا، اس کے بارے میں لوگوں کی روایتیں مختلف ہیں، ایک صاحب نے بتایا ہے کہ ان لوگوں نے حسب استطاعت ادائیگی کی شرط پر صلح منظور کرلی، دوسرے صاحب نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے یہ شرط منظور پسند نہیں کی، وہ یہ جانتے تھے کہ ان کے پاس ضرورت سے زیادہ مال و دولت کافی مقدار میں موجود ہے، اگر حسب استطاعت ادا کرنے کی قید لگاتے ہیں تو یہ سب چلا جاتا ہے، چنانچہ انہوں نے رقم خراج کو متعین کردینے پر اصرار کیا۔

فلما رأی عیاض اباء هم وحصانة مدینتھم وآیس من فتحھا عنوة صالحھم علی ما سألوا واللہ اعلم ای ذلك کان لا ان الصلح قد وقع وفتحت علیه المدینة لا شك فی ذلك.

عیاض نے جب ان کا یہ انکار اور اصرار دیکھا اوران کے قلعہ کی مضبوطی کے پیش نظر انہیں اس کو بزور قوت فتح کرلینے کی امید نظر نہیں آئی تو انہی کی پیش کردہ شرط پر صلح کرلی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت اختیار کی گئی تھی، البتہ اتنی بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صلح ہوئی اور شہر ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔

دخول حران والصلح مع اهلها

دخول حران اور اہل حران سے صلح کا بیان

ثم سار عياض بن غنم الى حران اوبعث. وكانت اقرب المدائن اليه فأغلقها اهلها من الانباط ونفر يسير من الروم وكانوا بها. فعرض عليهم ماعرض على اهل الرها. فلما رأوا مدينة ملكهم قد فتحت اجابوا الى ذلك اجمعون.

یہاں سے قریب ترین شہر حران تھا عیاض بن غنم اس کے بعد یہاں خود گئے یا انہوں نے کسی اور کو اس مہم پر بھیجا، یہاں بھی یہی ہوا کہ نبطی باشندے اور تھوڑے بہت رومی جو یہاں رہتے تھے قلعہ بند ہو کر بیٹھے رہے، جن شرائط پر رہا فتح ہوا تھا وہی ان کے سامنے بھی پیش کی گئیں، ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا دار السلطنت فتح ہو چکا ہے تو سب نے یہ پیش کش قبول کر لی۔

فاما القرى والرساتيق فان احدا منهم لم يدع ولم يمتنع لان اهل كل كورة كانوا اذا فتحت مدينتهم يقولون نحن اسوة اهل مدينتنا ورؤسائنا. ولم يبلغني ان عياضا اعطاهم ذلك ولا اباه عليهم. فاما من ولي من خلفاء المسلمين بعد عياض فانهم قد جعلوا اهل الرساتيق اسوة اهل المدائن الا في ارزاق الجند فانهم حملوها عليهم دون اهل المدائن.

رہے دوسرے قصبے اور گاؤں تو ان میں سے بھی کسی کو نہیں چھوڑا گیا اور کسی نے کوئی مزاحمت نہ کی، جب کسی علاقہ کا شہر فتح ہو جاتا ہے تو اس علاقہ کے لوگ یہ کہتے کہ ہماری حیثیت بھی وہی رہے گی جو ہمارے شہر اور ہمارے سرداروں کی ہے۔ مجھے اس بارے میں کوئی خبر نہیں مل سکی کہ عیاض نے ان کی یہ بات منظور کر لی یا رد کر دی، البتہ ان علاقوں کی فتح کے بعد یہاں جن مسلمان خلفاء کی عملداری رہی انہوں نے گاؤں والوں سے بھی شہر والوں کے برابر سلوک کیا، مگر لشکر کیلئے رسد بہم پہنچانے کا بوجھ انہوں نے شہریوں پر نہیں بلکہ تمام تر دیہاتی علاقوں پر ڈالا۔

وقال بعض اهل العلم ممن زعم ان له علما بذلك: انما فعلوا ذلك لان اهل الرساتيق اصحاب الارضين والزرع. وان اهل المدائن ليسوا كذلك فاهل العلم بالحجة يقولون: حقنا في ايدينا حملنا عليه من كان قبلكم وهو ثابت في دواوينكم وجهلتم وجهلنا كيف كان

اول الامر. فکیف تستجیزو ن تحدثوا علینا مالم یکن مما لیس لکم به ثبت و تنقضون هذا الامر الثابت فی ایدیکم الذی لم تزل علیه۔

بعض علماء جن کو اس بارے میں رکھنے کا دعویٰ ہے، یہ کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ دیہات والوں کے پاس زمین اور کھیت تھے۔ مگر شہریوں کا حال اس سے مختلف تھا۔ چنانچہ اب ان کے صاحب الرائے لوگ کہتے ہیں کہ: ہمارا حق ہمارے ہاتھ میں ہے اور وہی ہے جو ہم سے پہلے کے لوگ بھی ہم سے وصول کرتے رہے ہیں۔ وہ تمہارے رجسٹروں میں بھی درج ہے۔ رہی یہ بات کہ ابتدا یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا تو اس سے تم بھی ناواقف ہو اور ہم بھی۔ جب صورت حال یہ ہے تو تم لوگ اسے کس طرح جائز سمجھتے ہو کہ موجودہ طریقہ کو چھوڑ کر جس پر عرصہ سے عمل درآمد چلا آ رہا ہے۔ اب کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو جو نہ تو پہلے رائج تھا، نہ اس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت موجود ہے۔

ماوضع علی اهل الفارس (ایرانیوں پر کیا عائد کیا گیا؟):

واما ما کان فی ایدی اهل فارس من الجزیرة فانه لم یبلغنی فیه شیء احفظه. الا ان فارس لما هزمت یوم القادسیة وبلغ ذلك من كان هنالك من جنودهم تحملوا بجماعتهم وعطلوا ما كانوا فيه

الجزیرہ کے جو حصے ایرانیوں کے قبضہ میں تھے ان کے بارے میں میری یادداشت کے مطابق کوئی بات نہیں پہنچی ہے، بس اتنا معلوم ہے کہ جنگ قادسیہ میں جب ایرانیوں کو شکست ہوئی اور اس کی اطلاع الجزیرہ میں تعینات فوجوں کو ملی تو وہ لوگ، سب کے سب، اپنے علاقوں کو ویران چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے۔

الا اهل سنجار. فانهم وضع بها مسلحة یذبون عن سهلها وسهل ماردین ودارا. فأقاموا فی مدینتهم.

صرف نجار کے لوگ رہ گئے، انہوں نے وہاں ایک اسلحہ خانہ قائم کر رکھا تھا جہاں سے وہ نجار، ماردین اور دارا کی وادیوں کا دفاع کرتے تھے، یہ لوگ اپنے شہر میں جمے رہے۔

فلما هلكت فارس واتاهم من یدعوهم الی الاسلام اجابوا واقاموا فی مدینتهم ووضع عیاض بن غنم الفهری علی جماجم الجزیة علی كل جمجمة دینارا ومدین قمحا وقسطین خلا. وجعلهم جمیعا طبقة وحدة. فلم یبلغنی ان هذا علی صلح ولا علی امر اثبته. ولا بروایة عن الفقهاء. ولا باسناد ثابت.

جب ایرانی تباہ ہو گئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے والے یہاں آئے تو انہوں نے یہ دعوت قبول کر لی اور بدستور اپنے شہر میں آباد رہے۔ عیاض بن غنم فہری نے الجزیرہ کے سرداروں پر فی کس دو دینار، دو مد گیہوں، دو قسط زیتون کا

تیل، اور دو قسط سرکہ (بطور خراج) مقرر کر دیا، انہوں نے (محصول عائد کرنے میں سرداروں کے ماتحت) لوگوں کو ایک طبقہ شمار کیا تھا، مجھے اس بارے میں کوئی خبر نہیں ملی یہ بطور صلح کیا گیا تھا یا اس معاملہ کی نوعیت کچھ اور تھی، اس باب میں میں نے نہ تو فقہاء سے کوئی روایت سنی ہے نہ کسی دوسرے مستند واسطہ سے مجھے کوئی خبر ملی ہے۔

فلما ولي عبد الملك بن مروان بعث الضحاك بن عبد الرحمن الأشعري فاستقل ما يؤخذ منهم فأحصى الجماجم وجعل الناس كلهم عمالا بأيديهم وحسب ما يكسب العامل سنته كلها ثم طرح من ذالك نفقته في طعامه وادمه وكسوته وحذائه وطرح ايام الاعياد في السنة كلها

جب عبد الملک بن مروان حکمران مقرر ہوا تو اس نے ضحاک بن عبد الرحمن اشعری کو وہاں بھیجا، ان لوگوں سے جو کچھ وصول کیا جا رہا تھا وہ ان کو کم معلوم ہوا، لہذا انہوں نے سرداروں کا از سر نو شمار کرایا، اور سارے عوام کو ان کے تحت کام کرنے والے محنت کاروں کی حیثیت دی، انہوں نے حساب لگا کر معلوم کیا کہ ایک محنت کش سال بھر کتنا پیدا کرتا ہے پھر اس مقدار میں سے وہ اخراجات گھٹا دیئے جو وہ غلہ، سالن، لباس اور جوتے پر کرتا تھا اور تہواروں کے دنوں کو سال کے ایام کار سے کم کر دیا۔

فوجد الذي يحصل بعد ذلك في السنة لكل واحد اربعة دنانير فألزمهم ذلك جميعا وجعلها طبقة واحدة. ثم حمل الاموال على قدر قربها وبعدها فجعل على كل مائة جريب زرع مما قرب دينارا. وعلى كل الف اصل كرم مما قرب دينارا. وعلى كل الفي اصل مما بعد دينارا. وعلى الزيتون على كل مائة شجرة مما قرب دينارا

اس حساب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سال بھر میں ہر فرد کے پاس چار دینار فاضل بچ رہتے ہیں، انہوں نے یہی شرح ہر ایک پر عائد کر دی اور اس معاملہ میں سب کو برابر شمار کیا، پھر انہوں نے (شہر سے) دوری اور قرب کے لحاظ سے بھی مختلف املاک پر مختلف شرحیں عائد کیں، چنانچہ انہوں نے قریب کے ہر سو جریب کے کھیت پر ایک دینار، اور دور کے ہر دو سو جریب کے کھیت پر ایک عائد کیا۔ قریب کی ہر ایک ہزار انگور کی بیلوں پر ایک دینار، اور دور کی دو ہزار بیلوں پر ایک دینار، مزید برآں قریب کے زیتون کے سو درختوں پر ایک دینار۔

وعلى كل مائتي شجرة مما بعد دينارا. وكان غاية البعد عندهم مسيرة اليوم واليومين واكثر من ذلك. وما دون اليوم فهو في القرب. وحملت الشام على مثل ذلك. وحملت الموصل على مثل ذلك.

اور دور کے دو سو درختوں پر ایک دینار عائد کیا۔ اور دوری کا معیار انہوں نے ایک یا دو دن یا اس سے زیادہ کی مسافت کو رکھا۔ (محصول عائد کرنے کا) یہی طریقہ شام اور موصل میں بھی اختیار کیا گیا۔

فصل: کیف کان فرض عمر لاصحاب رسول اللہ ﷺ ورضی عنھم

فصل: (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عطایا کس طرح مقرر کئے تھے

(۹۷) قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی: وحدثنی ابن ابی نجیح قال: قدم علی ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ مال. فقال: من کان لہ عند النبی ﷺ عدۃ فلیأت. فجاءہ جابر بن عبداللہ فقال: قال لی رسول اللہ ﷺ: لو جاء مال البحرین اعطیتك ھکذا وھکذا وھکذا یشیر بیدہ فقال لہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ: خذ فأخذ بکفیہ ثم عدہ فوجدہ خمسمائۃ.

ابن ابو نجیح نے کہا ہے کہ:

(حضرت سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس کچھ مال آیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جس کسی سے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ آجائے، چنانچہ جابر بن عبدالملک آپ کے پاس آئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے اس طرح اس طرح دوں گا، (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا لے لو۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے (سکے) اٹھائے پھر انہوں نے اسے شمار کیا تو وہ پانچ سو (درہم) تھے۔

فقال: خذ الیھا الفا. فاخذ الفا ثم اعطی کل انسان کان رسول اللہ ﷺ وعدہ شیئا. وبقیت بقیۃ من المال فقسمھا بین الناس بالسویۃ علی الصغیر والکبیر. والحر والمملوك. والذکر والانثی. فخرج علی سبعۃ دراھم وثلث لکل انسان.

آپ (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا: ایک ہزار (اور) لے لو، چنانچہ انہوں نے ایک ہزار (اور) لے لیا، اس کے بعد آپ نے ہر اس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دینے دینے کا وعدہ کیا تھا، اس کے بعد بھی کچھ مال بچ رہا، اس کو آپ نے تمام لوگوں میں، چھوٹے بڑے، آزاد وغلام، مرد وعورت کا لحاظ کئے بغیر برابر تقسیم کر دیا، اس طرح ہر آدمی کے حصہ میں سات درہم اور ایک تہائی درہم آئے۔

---

(۹۷) صحیح البخاری: ۲۵۹۸، مسند احمد بن حنبل: ۱۴۳۰۰۔

فلما كان العام المقبل جاء مال كثير هو اكثر من ذالك. فقسمه بين الناس فأصاب كل انسان عشرين درهما. قال فجاء ناس من المسلمين فقالوا: ياخليفة رسول الله!

اس سے اگلے سال بہت سا مال آیا، جو اس سے زیادہ تھا، اسے بھی آپ نے سارے سارے لوگوں پر تقسیم کر دیا، ہر آدمی کو بیس درہم ملے۔ راوی نے کہا: مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے آپ کے پاس آ کر یہ عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول کے نائب!

انك قسمت هذا المال فسويت بين الناس، ومن الناس اناس لهم فضل وسوابق وقدم. فلو فضلت اهل السوابق والقدم والفضل بفضلهم.

آپ نے اس مال کی تقسیم میں تمام لوگوں کو برابر رکھا ہے، حالانکہ ان لوگوں میں بعض لوگ وہ ہیں جنہیں دوسروں پر شرف ہے، وہ دعوت اسلام پر لبیک کہنے میں سبقت رکھتے ہیں اور قدیم الاسلام ہیں، بہتر ہوتا کہ آپ اپنے اصحاب فضل وسبقت اور پیش قدمی کرنے والے افراد کو دوسروں سے زیادہ دیتے۔

قال: اما ماذكرتم من السوابق والقدم والفضل فما اعرفني بذلك. وانما ذلك شيء ثوابه على الله جل ثناؤه. وهذا معاش فالاسوة فيه خير من الاثرة.

راوی کہتا ہے کہ اس پر آپ نے فرمایا: تم نے سابقیت، اولیت اور فضل کا جو ذکر کیا ہے تو میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا ثواب اللہ جل ثناؤہ دے گا، مگر (تقسیم مال کا) یہ معاملہ دنیا میں سے ہے اور اس میں ترجیح وامتیاز کی بجائے برابری بہتر ہے۔

فلما كان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، وجاءت الفتوح فضل. وقال: لا اجعل من قاتل رسول الله ﷺ كمن قاتل معه. ففرض لاهل السوابق والقدم من المهاجرين والانصار ممن شهد بدرا خمسة آلاف خمسة آلاف. ولمن لم يشهد بدرا اربعة آلاف اربعة آلاف. وفرض لمن كان له اسلام كاسلام اهل بدر دون ذلك. انزلهم على قدر منازلهم من السوابق.

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور متعدد فتوحات ہوئیں تو آپ نے تقسیم میں ترجیحی سلوک کیا، اور فرمایا: جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی ہے ان کو میں ان لوگوں کے برابر قرار نہیں دے سکتا جنہوں نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی ہے، آپ نے مہاجرین وانصار میں سے سبقت وقدامت کا شرف رکھنے والوں میں سے ان لوگوں کو جو جنگ بدر میں شریک تھے فی کس پانچ ہزار دیا، اور جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی ان کو فی کس چار ہزار دیا، اس کے بعد جن لوگوں کا اسلام اہل بدر کے اسلام کی طرح (سچا اور ممتاز) تھا ان کا حصہ اس سے کچھ کم رکھا، آپ نے ان لوگوں کو ان کے سابقیت کے اعتبار سے مختلف رتبوں میں رکھا۔

(۹۸) قال ابو یوسف: و حدثنی ابو معشر قال: حدثنی مولی عمرة وغیرة قال: لما جاءت عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه الفتوح وجاءت الاموال قال: ان ابابکر رضی الله تعالیٰ عنه رأی فی هذا المال رأیا ولی فیه رأی آخر. لا اجعل من قاتل رسول الله ﷺ کمن قاتل معه.

عمرہ کے غلام اور دوسرے افراد بیان ہے کہ:

جب (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتوحات ہوئیں اور مال آیا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال (کی تقسیم) کے سلسلہ میں ایک خاص رائے قائم کی تھی، مگر میں اس بارے میں ایک دوسری رائے رکھتا ہوں، جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی ہے انہیں میں ان لوگوں کے برابر قرار نہیں دوں گا جنہوں نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی ہے۔

ففرض للمهاجرین والانصار ممن شهد بدرا خمسة آلاف. وفرض لمن کان اسلامه کاسلام اهل بدر ولم یشهد بدرا اربعة آلاف

چنانچہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین وانصار کو فی کس پانچ ہزار دیا، پھر جن لوگوں کا اسلام اہل بدر ہی کے اسلام کی طرح تھا مگر وہ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے ان کو فی کس چار ہزار دیا۔

وفرض لازواج النبی ﷺ اثنی عشر ألفا اثنی عشر ألفا الا صفیة وجویریة. فانه فرض لهما ستة آلاف ستة آلاف فأبتا ان یقبلا. فقال لهما: انما فرضت لهن للهجرة. فقالتا: لا انما فرضت لهن لمکانهن من رسول الله ﷺ وکان لنا مثله. فعرف ذلک عمر ففرض لهما اثنی عشر ألفا.

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے لئے بارہ بارہ ہزار کا حصہ مقرر کیا سوائے (سیدہ) صفیہ (رضی اللہ عنہا) اور (سیدہ) جویریہ (رضی اللہ عنہا) کے ان دونوں کو آپ نے چھ چھ ہزار دیا، مگر ان دونوں نے اتنا قبول کرنے سے انکار کر دیا، آپ نے ان سے کہا: دوسری بیویوں کا حصہ مقرر کرنے میں میں نے ان کی ہجرت کا لحاظ کیا ہے۔ ان دونوں نے جواب دیا: آپ نے تو اس مقام کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے حصے مقرر کئے جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک انہیں حاصل تھا اور بعینہ وہی مقام ہمیں بھی حاصل تھا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات تسلیم کر لی اور انہوں نے ان دونوں کے حصے بھی بارہ بارہ ہزار کر دیے۔

وفرض للعباس عم رسول الله ﷺ اثنی عشر ألفا. وفرض لاسامة بن زید (رضی الله عنه) اربعة آلاف.

---

(۹۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۶۸، شرح معانی الآثار: ۵۴۳۴۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کو بھی آپ نے بارہ ہزار دیا، اسامہ بن زید کا حصہ چار ہزار رکھا۔

وفرض لعبدالله بن عمر ابنه ثلاثة آلاف. فقال: يا ابت. لم زدته علي ألفا. ما كان لابيه من الفضل مالم يكن لابي. وما كان له مالم يكن لي. فقال: ان ابا اسامة كان احب الى رسول الله ﷺ من ابيك. وكان اسامة احب الى رسول الله ﷺ منك. وفرض للحسن والحسين خمسة آلاف خمسة آلاف. الحقهما بأبيهما لمكانهما من رسول الله ﷺ.

اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کا حصہ تین ہزار مقرر کیا، انہوں نے پوچھا: ابا جان! آپ نے اسامہ کو مجھ سے ایک ہزار زائد کیوں دیا؟ ان کے والد محترم کو کوئی ایسی فضیلت تو نہیں حاصل تھی جو میرے والد کو حاصل نہ ہو، نہ خود ان کو کوئی ایسی فضیلت حاصل ہے جو مجھے حاصل نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: اسامہ کا والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے والد سے زیادہ محبوب تھا اور خود اسامہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہیں۔ (پھر) حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کیلئے آپ نے پانچ پانچ ہزار مقرر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان دونوں کو جو مقام حاصل تھا اس کے پیش نظر آپ نے ان کو (حصہ کے لحاظ سے) ان کے والد ہی کے درجہ میں رکھا۔

وفرض لابناء المهاجرين والانصار ألفين ألفين. فمر عمر بن ابي سلمة فقال: زيدوه ألفا. فقال له محمد بن عبدالله بن جحش: ما كان لابيه مالم يكن لآبائنا. وما كان له مالم يكن لنا. فقال: اني فرضت له بأبيه ابي سلمة ألفين وزدته بامه ام سلمة ألفا. فان كان لك ام مثل ام سلمة زدتك ألفا.

مہاجرین وانصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے لڑکوں کو آپ نے دو ہزار فی کس کے حساب سے دیا، ابوسلمہ کے بیٹے عمر آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان کے حصہ میں ایک ہزار کا اضافہ کر دو، اس پر محمد بن عبداللہ بن جحش نے آپ سے کہا: ان کے والد کو کوئی ایسا شرف تو نہیں حاصل تھا جو ہمارے باپوں کو حاصل نہ رہا ہو، نہ خود ان میں کوئی ایسی خوبی ہے جو ہم میں موجود نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: میں نے ان کو ان کے باپ ابوسلمہ کے لحاظ سے صرف دو ہزار دیا ہے، لیکن ان کی ماں ام سلمہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایک ہزار کا اضافہ کر دیا ہے، اگر تیری ماں بھی ام سلمہ کے ہم پلہ ہوتی تو میں تجھے بھی ایک ہزار اور دے دیتا۔

وفرض لاهل مكة والناس ثمانمائة ثمانمائة. فجاء طلحة بن عبيد الله بأخيه عثمان ففرض له ثمانمائة فمر به النضر بن انس فقال عمر: افرضوا له ألفين

مکہ والوں اور عام لوگوں کا حصہ آپ نے فی کس آٹھ سو رکھا، طلحہ بن عبیداللہ اپنے بھائی عثمان کو آپ کے پاس لائے تو آپ نے ان کا حصہ آٹھ سو مقرر کر دیا، پھر نضر بن انس آئے تو عمر نے کہا: ان کا حصہ دو ہزار رکھو۔

فقال له طلحة: جئتك بمثله ففرضت له ثمانمائة وفرضت لهذا ألفين. فقال: ان ابا هذا لقيني يوم احد فقال: ما فعل رسول الله ﷺ؟ فقلت: ما أراه الا قد قتل. فسل سيفه و كسر غمده. وقال: ان كان رسول الله ﷺ قد قتل فأن الله حي لا يموت. فقاتل حتى قتل. وابو هذا يرعى الشاء في مكان كذا و كذا فعمل عمر بهذا مدة خلافته

اس پر طلحہ نے آپ سے عرض کیا: میں بھی ان ہی کی طرح کے ایک آدمی (عثمان) کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے اس کا حصہ آٹھ سو رکھا اور نضر کیلئے آپ نے دو ہزار مقرر کئے؟ اس پر آپ نے فرمایا: ان کے والد احد کے روز مجھے ملے تو انہوں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟ میں نے بتایا کہ میرے خیال میں تو آپ مارے گئے، یہ سن کر انہوں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور میان توڑ دیا اور بولے اگر رسول اللہ ﷺ مارے جا چکے ہیں تو اللہ زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا، اس کے بعد وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ مارے گئے، اور (اس وقت) ان (عثمان) کے والد فلاں جگہ بکریاں چرا رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اسی پالیسی پر عمل کیا۔

(۹۹) قال (ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی): وحدثني محمد بن اسحاق عن ابي جعفر ان عمر رضي الله عنه لما اراد ان يفرض للناس وكان رأيه خيرا من رأيهم قالوا له: ابدء بنفسك. قال: لا فبدء بالاقرب من رسول الله ففرض للعباس ثم لعلي رضي الله عنهما حتى والى بين خمس قبائل حتى انتهى الى بني عدي بن كعب.

ابوجعفر سے روایت ہے کہ:

جب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کیلئے (وظائف) مقرر کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں آپ کی رائے عام لوگوں کی رائے سے زیادہ مناسب تھی تو لوگوں نے کہا کہ تقسیم اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ آپ نے تقسیم کی ابتداء ان لوگوں سے کی جو رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب کا رشتہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے عباس کا حصہ مقرر کیا، پھر علی کا رضی اللہ عنہما، اسی طرح یکے بعد دیگرے آپ نے پانچوں قبائل کو لیا، تا آنکہ بنو عدی بن کعب تک پہنچ گئے (اور تقسیم مکمل ہوگئی)۔

(۱۰۰) قال: وحدثنا المجالد بن سعيد عن الشعبي عمن شهد عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: لما فتح الله عليه فتح فارس والروم جمع اناسا من اصحاب رسول الله ﷺ فقال: ماترون. فاني ارى ان اجعل عطاء الناس في كل سنة واجمع المال فانه اعظم للبركة قالوا: اصنع ما رأيت فانك ان شاء الله موفق. قال: ففرض الاعطيات. فدعا باللوح فقال: بمن ابدء؟ فقال له عبدالرحمن بن عوف: ابدء بنفسك. فقال: لا والله.

شعبی نے ایک ایسے شخص سے جو عمر بن خطاب کے پاس حاضر ہوا تھا سے روا ۔ کیا ہے کہ اس نے کہا:
جب اللہ نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو فتوحات عطاء فرمائیں اور فارس او ۔ وم ۔ ح ہو گئے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو جمع کر کے ان سے یہ فرمایا: تمہاری کیا را ۔ ۔ ۔؟ میری رائے تو یہ کہ میں لوگوں کے عطیے سالبہ سال ادا کیا کروں اور (دوران سال میں آنے والے) مال کو جمع ۔ ۔ رتا ۔ س کیوں اس طرح زیادہ برکت ہوگی۔ لوگوں نے کہا آپ نے جو رائے قائم کی ہے اسی پر عمل کیجئے، کیوں کہ آپ ۔ وا ۔ ۔ اللہ توفیق از دی حاصل رہے گی۔ راوی نے کہا پھر آپ نے وظائف مقرر کیے، آپ نے تختی منگوائی اور پوچھا: ۔ س ۔ سے شروع کروں؟ عبدالرحمن بن عوف نے کہا: خود اپنی ذات سے ابتداء کیجئے۔ آپ نے فرمایا: واللہ یہ نہیں ہوگا۔

ولكن ابدء ببني هاشم رهط النبي ﷺ. فكتب من شهد بدرا من ۔ ي ۔ شم من مولى او عربي لكل رجل منهم خمسة آلاف خمسة آلاف. وفرض للعباس ۔ عبد المطلب اثني عشر الفا ثم فرض لمن شهد بدرا من بني امية بن عبد شمس. ثم الاقر ۔ فا ۔ قرب الى بني هاشم.

بلکہ میں نبی کریم ﷺ کی برادری بنو ہاشم سے شروع کروں گا، چنانچہ آپ ۔ ۔ ۔ ہاشم کے ان تمام لوگوں کا ''خواہ وہ عرب تھے یا موالی'' نام لکھا جو جنگ بدر میں شریک تھے ان میں سے ہر فرد کیلئے پانچ ۔ نچ ہزار کے حصے مقرر کئے، مگر عباس بن عبدالمطلب کا حصہ بارہ ہزار رکھا۔ اس کے بعد بنو امیہ بن عبدالشمس میں ۔ ے بدر میں شریک ہونے والوں کے حصے طے کئے، اور ان کے بعد بنی ہاشم سے قرابت کے لحاظ سے دوسرے قبائل کو لیا ا ۔ ن ۔ ۔ حصے مقرر کئے۔

وفرض للبدريين اجمعين عربيهم ومولاهم خمسة آلاف خمس ۔ آلاف. وفرض للانصار اربعة آلاف اربعة آلاف. فكان اول انصاري فرض له محمد ابن مس ۔ مة، فرض لازواج النبي ﷺ عشرة آلاف عشرة آلاف وفرض لعائشة رضي الله عنها اثني عشر ۔ لفا

سارے بدری لوگوں کیلئے ''عربی اور موالی سب کیلئے'' آپ نے پانچ پانچ ہزا ۔ ۔ کے ۔ صے مقرر کئے۔ انصار کیلئے آپ نے فی کس چار ہزار مقرر کیا، چنانچہ سب سے پہلے انصاری جن کا حصہ مقرر کیا گیا محمد ۔ ن ۔ ۔ مہ تھے۔ آپ نے نبی ﷺ کی بیویوں کیلئے دس دس ہزار مقرر کیا، مگر عائشہ کا حصہ بارہ ہزار رکھا۔

وفرض لمهاجرة الحبشة اربعة آلاف اربعة آلاف لكل رجل منهم ۔ فر ۔ ۔ لعمر بن ابي سلمة لمكان ام سلمة اربعة آلاف. فقال محمد بن عبدالله بن جحش ۔ ۔ لم تفضل عمر علينا الهجرة ابيه، فقد هاجر آباؤنا وشهدوا بدرا. فقال عمر رضي الله عنه: افضله لمكانه من رسول الله ﷺ. فليأت الذي يستعتب بام مثل امه اعتبه.

جن لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان کیلئے فی کس چار ہزار مقرر کیا۔ ۔ ۔ سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے رتبہ کا لحاظ

کرتے ہوئے آپ نے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیلئے بھی چار ہزار مقرر کیا، اس پر محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہا: آپ عمر کو ہم پر ترجیح کیوں دے رہے ہیں؟ کیا ان کے والد کے ہجرت کرنے کے سبب؟ اگر ایسا ہے تو ہمارے باپوں نے بھی ہجرت کی تھی، اور وہ بھی جنگ بدر میں شریک تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کو اس مقام کے پیش نظر ترجیح دے رہا ہوں جوان کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حاصل تھا، اب جسے اعتراض ہو وہ ان کے جیسی ماں لے آئے تو میں ان کی شکایت رفع کر دوں گا۔

وفرض للحسن والحسين خمسة آلاف خمسة آلاف لمكانهما من رسول الله ﷺ. ثم فرض للناس ثلاثمائة ثلاثمائة واربعمائة اربعمائة للعربي والمولى.

(سیدنا) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کیلئے آپ نے پانچ پانچ ہزار مقرر کیا، اس میں بھی آپ نے اس مقام کی رعایت فرمائی تھی جوان دونوں حضرات کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حاصل تھا، اس کے بعد آپ نے عربی اور موالی، سارے عوام کیلئے فی کس تین سو، چار سو کے حصے مقرر کئے۔

وفرض لنساء المهاجرين والانصار ستمائة ستمائة. واربعمائة اربعمائة وثلاثمائة ثلاثمائة ومائتين مائتين وفرض لاناس من المهاجرين والانصار ألفين ألفين. وفرض للمرقال حين اسلم ألفين وقال له: دع ارضي في يدي اعمرها واؤدي عنها الخراج ما كانت تؤدي. ففعل.

مہاجرین اور انصار کی عورتوں کیلئے بھی آپ نے چھ سو، چار سو، تین سو، اور دو سو فی کس کی شرحوں سے وظائف مقرر کئے، مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگوں کیلئے آپ نے فی کس دو ہزار مقرر کئے، جب مرقال مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کیلئے بھی دو ہزار کا حصہ مقرر کیا، انہوں نے آپ سے کہا: میری زمین میرے ہی پاس رہنے دیجئے میں اسے آباد کیے رہوں گا اور جو خراج وہ دیا کرتی تھی وہ ادا کرتا رہوں گا، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

قال مجالد: فكانت عمة لي اعطاها مائتين. فلما امر سعيد بن العاص على الكوفة الغى احدهما. فلما قدم علي رضي الله عنه دخل على عائذا الجدي فكلمته فيها فأثبتها لها.

مجالد نے کہا ہے کہ: میری ایک چچی تھیں جن کو آپ نے دو سو دیئے تھے جب سعد بن العاص کوفہ کے امیر مقرر ہوئے تو انہوں نے اس وظیفہ میں ایک سو کی تخفیف کر دی، پھر جب علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے دادا کی عیادت کرنے کیلئے میرے یہاں آئے، اس وقت میں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے اس (ایک سو) کو دوبارہ جاری کر دیا۔

(١٠١) قال ابو يوسف: وحدثني محمد بن عمرو بن علقمة عن ابي سلمة بن عبدالرحمن ابن

عوف عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قدمت من البحرين بخمسمائة ألف درهم فأتيت عمر بن الخطاب رضى الله عنه ممسيا فقلت: يا امير المؤمنين اقبض هذا المال. قال: وكم هو؟ قلت: خمسمائة ألف درهم. قال: وتدري كم خمسمائة الف؟ قال قلت: نعم مائة الف. ومائة الف خمس مرات. قال: انك ناعس. اذهب فبت الليلة حتى تصبح.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

میں بحرین سے پانچ لاکھ درہم لے کر آیا، شام کے وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ مال سنبھالئے۔ آپ نے فرمایا یہ کتنا ہے؟ میں نے کہا: پانچ لاکھ درہم۔ آپ نے فرمایا: جانتے بھی ہو کہ پانچ لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے سو ہزار، سو ہزار پانچ مرتبہ کہا۔ آپ نے فرمایا: تم غنودگی کی عالم میں ہو، جاؤ رات گزار لو، پھر صبح میرے پاس آنا۔

فلما اصبحت اتيته فقلت: اقبض منى هذا المال. قال: وكم هو قلت: خمسمائة آلف درهم. قال: امن طيب هو؟ قال قلت: لا اعلم الا ذاك. فقال عمر رضى الله عنه: ايها الناس انه قد جاء مال كثير فان شئتم ان نكيل لكم كلنا. وان شئتم ان نعد لكم عددنا. وان شئتم ان نزن لكم وزنا لكم. فقال رجل من القوم: يا امير المومنين دون للناس دواوين يعطون عليها. فاشتهى عمر ذلك.

چنانچہ صبح ہوئی تو میں ان کے پاس گیا اور کہا: یہ مال مجھ سے لے لیجئے۔ پوچھا کتنا ہے؟ میں نے کہا: پانچ لاکھ درہم۔ آپ نے فرمایا: کیا یا پاکیزہ طریقہ سے حاصل ہوا ہے؟ (ابو ہریرہ) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کہ میری معلومات کی حد تک تو ایسا ہی ہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! ہمارے پاس بہت سا مال آیا ہے۔ اب اگر تم چاہو کہ ناپ ناپ کر تمہیں دیں تو ہم ایسا کریں، اگر چاہتے ہو کہ شمار کر کے دیں تو ہم شمار کریں، اور اگر تمہاری خواہش ہو کہ وزن کر کے دیا جائے تو ہم تول تول کر تم کو دیں۔ اس پر حاضرین میں سے ایک شخص بولا: امیر المؤمنین! لوگوں کیلئے رجسٹر مرتب کیجئے، جس کے (اندراجات کے) مطابق ان کو دیا جایا کرے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ پسند کیا۔

ففرض للمهاجرين خمسة آلاف خمسة آلاف. وللانصار ثلاثة آلاف ثلاثة آلاف. ولازواج النبى ﷺ اثنى عشر ألفا. اثنى عشر ألفا. قال: فلما اتى زينب بنت جحش مالها قالت: غفر الله لامير المومنين لقد كان فى صواحباتى من هو اقوى على قسمة هذا المال منى. فقيل لها: ان هذا كله لك.

آپ نے مہاجرین کیلئے پانچ پانچ ہزار، انصار کیلئے تین تین ہزار، اور نبی کریم ﷺ کی بیویوں کیلئے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے۔ راوی نے کہا: جب زینب بنت جحش کو ان کا مالی حصہ وصول ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ امیر المؤمنین کی مغفرت فرمائے، میری سہیلیوں (یعنی ازواج مطہرات) ساتھیوں میں ایسی بھی ہیں جو اس مال کی تقسیم مجھ سے زیادہ آسانی کے ساتھ کرسکتی ہیں۔ اس پر آپ کو بتایا گیا: یہ سارے کا سارا مال تنہا آپ ہی کا حصہ ہے۔

فأمرت به فصب وغطته بثوب ثم قالت لبعض من عندها :ادخلي يدك لآل فلان وآل فلان. فلم تزل تعطي لآل فلان وآل فلان حتى قالت لها التي تدخل يدها لا اراك تذكريني ولي عليك حق. فقالت :لك ما تحت الثوب. قال:فكشفت الثوب فاذا ثم (هناك)خمسة وثمانون درهما قال:ثم رفعت يدها فقالت:

"اللهم لا يدركني عطاء عمر بن الخطاب رضي الله عنه بعد عامي هذا ابدا"

یہ سن کر آپ نے اسے رکھنے کا حکم دیا، چنانچہ اسے وہیں انڈیل دیا گیا، آپ نے اس پر ایک کپڑا ڈھانپ دیا اور اپنے پاس موجود ایک صاحبہ سے کہا: فلاں خاندان والوں، اور فلاں خاندان والوں کو دینے کیلئے اس میں ہاتھ ڈال کر نکالو، اسی طرح مختلف خاندانوں کا نام لے کر رقم نکلواتی رہیں، یہاں تک کہ جو صاحبہ ہاتھ ڈال کر (رقم) نکال رہی تھیں وہ بول اٹھیں: میرے خیال میں آپ مجھ کو یاد نہیں فرما رہی ہیں، حالانکہ میرا بھی آپ پر کچھ حق ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ: اب کپڑے کے نیچے جو کچھ بچا ہوا ہے وہ تمہارا ہوا۔ راوی کہتا ہے: پھر اس عورت نے کپڑا اٹھایا تو وہاں پچاسی درہم بچے ہوئے تھے۔ راوی کہتا ہے: پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وظیفہ پانے کی نوبت کبھی نہ آئے۔

قال:فكانت رضي الله تعالى عنها اول ازواج النبي لحوقا به عليه السلام. وذكرنا لنا انها كانت اسخى ازواج النبي ﷺ واعطاهن.

راوی نے کہا: چنانچہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے آپ رضی اللہ عنہا سب سے پہلی بیوی تھیں، جو حضور سے جاملیں، ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ نبی ﷺ کی بیویوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھیں۔

وجعل عمر بن الخطاب رضي الله عنه الى زيد بن ثابت عطاء الانصار. فبدء باهل العوالي. فبدء ببني عبد الاشهل. ثم الاوس لبعد منازلهم. ثم الخزرج حتى كان هو آخر الناس. وهم بنو مالك بن النجار. وهم حول المسجد.

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار کے وظائف کی تقسیم زید بن ثابت کے سپرد کر دی، انہوں نے عوالی (یعنی مدینہ کے بالائی علاقہ) کے رہنے والوں سے ابتدا کی، پہلے بنو عبد الاشہل، اور ان کے بعد اوس (کے نام لکھے) کیوں کہ ان لوگوں

کے گھر (مسجد نبوی سے) دور تھے، ان کے بعد خزرج کے حصے لکھے، اور خود اپنا ۔ ۔سب سے آخر میں رکھا، یہ لوگ مالک بن نجار کی والاد ہیں اور مسجد نبوی کے اردگرد آباد ہیں۔

(۱۰۲) قال ابو یوسف: وحدثنی عبدالله بن الولید المدنی عن ۔ سی بن یزید قال: حمل ابو موسی الاشعری الی عمر بن الخطاب رضی الله عنهما ألف ألف . فقال عمر: بكم قدمت؟ فقال: بألف ألف. قال فأعظم ذلك عمر . وقال: هل ۔در ۔ ماتقول قال: نعم. قدمت بمائة ألف ومائة ألف حتى عد عشر مرات. فقال عمر: ان ۔نت ۔صادقا ليأتين الراعي نصيبه من هذا المال وهو باليمن ودمه في وجهه.

موسیٰ بن یزید نے کہا ہے کہ:

(حضرت سیدنا) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، (حضرت سیدنا) عمر بن خطا ۔ رضی اللہ عنہ کے پاس دس لاکھ لے کر آئے۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنے لیکر آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: دس لاکھ۔ راوی کہتا ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کو یہ رقم بہت زیادہ معلوم ہوئی (اور یقین نہ آیا) انہ ۔ ۔ ۔ کہا: جو کچھ بتارہے ہو اسے سمجھتے بھی ہو؟ یہ بولے: ہاں اور سو ہزار، سو ہزار دس بار کہہ کر یہ بتایا کہ اتنا لے کر آیا ہ ۔ ۔ ۔ ن کر (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم سچ کہہ رہے تو اس مال میں سے اس چرواہے کو بھی اس کا حصہ ملے گا: ۔ ن ۔ ں ہو اور اس کا خون اس کے چہرہ ہی میں ہو۔

(۱۰۳) قال ابو یوسف: وحدثنی شیخ من اهل المدینة عن اسما ۔ ۔ بن محمد بن السائب عن یزید عن ابیه قال: سمعت عمر بن الخطاب یقول: والله الذی لا ۔ ـه ا ۔ هو ما احد الا وله فی هذاالمال حتی اعطیه او منعه . وما احد احق به من احد الا ۔ بد ۔ ملوك . وما انا فیه الا كاحد كم . ولكنا علی منازلنا من كتاب الله عزوجل وقسمنا من ۔ سو ۔ الله ﷺ

یزید کے والد کا بیان ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہو ۔ ۔ ۔ ا ۔ کہ:

اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اور الہ نہیں، کوئی فرد ایسا نہیں جس کا اس مال ۔ ں ۔ ہ حق نہ ہو، چاہے اسے یہ حق دیا جائے یا نہ دیا جائے، کوئی فرد کسی دوسرے فرد کے مقابلہ میں زیادہ کا حق دار نہیں ۔ ا ۔ ملوک غلام کے (کہ آزاد کو اس سے زیادہ حق ہے) اس معاملے میں میری حیثیت بھی بعینہ وہی ہے جو تم میں سے ۔ فر ۔ ی ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ عزوجل کی کتاب کی روشنی میں، اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق کے اعتبار سے، ہم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رتبے جدا جدا ہیں۔

(۱۰۳) مسند احمد بن حنبل: ۲۹۲، الاحادیث المختارہ للمقدسی: ۲۷۷، مسـ ۔ نفار ۔ ق لابن کثیر: ج ۲ ص ۴۷۵۔

فالرجل وتلاده فی الاسلام والرجل وقدمه فی الاسلام والرجل وغناه فی الاسلام والرجل وحاجته فی الاسلام. والله لئن بقیت لیأتین الراعی بجبل صنعاء حظه من هذا المال وهو مکانه قبل ان یحمر وجهه یعنی فی طلبه قال: وکان دیوان حمیر علی حدة وکان یفرض لامراء الجیوش والقرٰی فی العطاء مابین تسعة آلاف وثمانیة آلاف وسبعة آلاف علی قدر مایصلحهم من الطعام ومایقومون به من الامور

لہٰذا تقسیم میں افراد کے دعوت اسلام کو سب سے پہلے لبیک کہنے، ان کی پیش قدمیوں اور ان کے صاحب مال ہونے یا حاجت مند ہونے کا بھی لحاظ رکھا جائے گا، اللہ کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو صفاء کی پہاڑی پر مویشی چرانے والے کو بھی اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اس مال میں سے اس کا حصہ پہنچ جائے گا، بغیر اس کے کہ اس کا چہرہ سرخ ہو۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ بغیر اس کے کہ اسے اپنا حق حاصل کرنے کیلئے کوئی بھاگ دوڑ کرنی پڑے (جس میں اس کا چہرہ تمتما اٹھے)۔ راوی نے کہا: حمیر کا رجسٹر علیحدہ تھا، فوجوں اور بستیوں کے امراء کیلئے نو ہزار، آٹھ ہزار، اور سات ہزار کے لگ بھگ اس قدر وظیفہ مقرر فرماتے تھے جوان کی غذائی ضروریات کیلئے کافی ہو اور جس کے ذریعہ وہ اپنی دوسری ذمہ داریوں کو بھی ادا کر سکیں۔

قال: وکان للمنفوس اذا طرحته امه مائة درهم. فاذا ترعرع ترعرع بلغ به مائتین. فاذا بلغ زاده. قال: ولما رأی المال قد کثر قال لئن عشت الی هذه اللیلة من قابل لالحقن اخری اهلناس بأولاهم حتی یکونوا فی العطاء سواء

راوی نے کہا: بچہ کیلئے ولادت کے بعد ہی سے سو درہم مقرر تھے، جب وہ بڑا ہو جاتا تو اس کا وظیفہ دو سو کر دیتے، اور جب بالغ ہو جاتا تو اس میں اور اضافہ کر دیتے، راوی کہتا ہے: جب آپ نے دیکھا کہ مال بہت زیادہ ہو گیا ہے تو فرمایا: اگر میں آئندہ سال اس شب زندہ رہا تو (رجسٹر کی فہرست میں) آخر کے لوگوں کو شروع کے لوگوں میں شامل کر دوں گا تا کہ تمام افراد کو برابر برابر وظائف دیئے جائیں۔

قال: فتوفی رحمه الله قبل ذلک.

راوی کہتا ہے: آپ اس سے پہلے ہی فوت ہو گئے، اللہ آپ پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے۔

(۱۰۰) قال ابو یوسف وحدثنی علی بن عبدالله عن الزهری عن سعید بن المسیب رضی الله تعالی عنه قال: لما قدم علی عمر رضی الله عنه بأخماس فارس قال: والله لا یجنها سقف دون السماء حتی اقسمها بین الناس

سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ

جب فارس کے خمس کا مال عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جب تک میں اسے تقسیم نہ

کر دوں آسمان کے سوا کوئی دوسری چھت اس کو نہیں ڈھانپ پائے گی۔

قال: فأمر بها فوضعت بين صفي المسجد وامر عبدالرحمن بن عوف و عبدالله بن ارقم فباتا عليها. ثم غدا عمر رضی الله عنه بالناس عليه فأمر بلجلا بيب ف .شفت عنها فنظر عمر الى شيء لم تر عيناه مثله من الجوهر واللئولئو والذهب والفضة فبكٰ .فقا ل له عبدالرحمن بن عوف: هذا من مواقف الشكر. فما يبكيك؟

راوی نے کہا: پھر آپ کے حکم سے یہ مسجد کی دوصفوں کے درمیان رکھ دیا گیا، آپ نے عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن ارقم کو حکم دیا اورانہوں نے رات بھر اس کی نگرانی کی، صبح کو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ وہاں آئے اوراس پر جو چادریں ڈھکی ہوئی تھیں انہیں آپ کے حکم سے ہٹادیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے جواہرات، موتیوں اور سونے چاندی کے ڈھیر کا ایک ایسا منظر دیکھا جسے آپ کی آنکھوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ آپ رونے لگے، عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے کہا: یہ شکر کا موقع ہے، آپ کو رونا کس بات پر آرہا ہے؟

فقال: اجل. ولكن الله لم يعط قوما هذا الا القى بينهم العداوة والبغضاء. ثم قال: انحشولهم نكيل لهم بالصاع، قال: ثم اجمع رأيه على ان يحشولهم فحشالهم قال: وهذا قبل ان يدون الدواوين.

فرمایا: بجا کہتے ہو، لیکن جب بھی اللہ نے کسی قوم کو یہ سب دیا تو اس نے قوم میں آپس کے بغض وعناد کی تخم ریزی بھی کردی۔ پھر آپ نے پوچھا: ہم لوگوں کو ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر دیں یا صاع سے ناپ کر دیں؟ راوی نے کہا: پھر آپ نے یہ طے کیا کہ ہاتھوں ہی سے تقسیم کریں، چنانچہ آپ نے ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر یہ دولت تقسیم کی، راوی نے کہا: یہ رجسٹروں کی ترتیب سے پہلے کی بات ہے۔

(۱۰۵) قال ابو يوسف: وحدثنا الاعمش عن ابی اسحاق عن جارية بن مضرب ان عمر رضی الله تعالى عنه سأل: كم يكفي العيل، قال: وامر بجريب يكون سبعة اقفزة فخبز وجمع عليه ثلاثين مسكينا فأشبعهم وفعل بالعشي مثله قال: فمن ثم جعل للعيل جريبين في الشهر

جاریہ بن مضرب سے روایت ہے:

کہ (حضرت سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ: ایک غریب آدمی کے لئے کتنا کافی ہوتا ہے؟ راوی نے کہا: آپ نے ایک جریب آٹا، جو سات قفیز کے برابر ہوتا ہے، پکوایا۔ اس کی روٹیاں پکا کر تیس مسکینوں کو بلا کر پیٹ بھر کر کھلایا، رات میں پھر ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے: چنانچہ اس تجربہ کی بناء پر آپ نے غریب آدمی کیلئے (جو تنہا ہو) مہینہ میں

دو جریب مقرر کر دیا۔

(۱۰۶)۔قال:وحدثنی شیخ لنا قدیم قال حدثنی اشیاخی قالوا: کأن لعمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه اربعة آلاف فرس موسومة فی سبیل الله تعالی. فاذا کان فی عطاء الرجل خفة او کان محتاجا اعطاه الفرس وقال له: ان اعییته او ضیعته من عدف او شرب فأنت ضامن وان قاتلت علیه فأصیب او اصبت فلیس علیك شیء

ہمارے ایک قدیم شیخ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے میرے شیوخ نے بیان کرتے ہوئے کہا ہے: کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اللہ کے راستے (میں جہاد) کیلئے مخصوص چار ہزار نشان زدہ گھوڑے تھے، جس کسی آدمی کا وظیفہ اس کیلئے کم پڑتا یا وہ ضرورت مند ہوتا تو اسے ایک گھوڑا دے دیتے اور فرماتے: اگر تم نے چارہ پانی میں کمی کر کے اسے ہلاک کر دیا یا ناکارہ کر دیا تو اس کے ذمہ دار قرار دیے جاؤ گے، اور اگر تم نے اس پر سوار ہو کر جنگ میں حصہ لیا اور یہ مارا گیا، یا تم مارے گئے تم سے کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔

(۱۰۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۵۱۔

فصل:ماینبغی ان یعمل به فی لسواد

فصل: سواد میں کونسا طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی علیہ:نظرت فی خراج السواد و ل الجوہ التی یجبی علیھا . وجمعت فی ذلک اھل العلم بالخراج وغیرھم وناظرتھم فیہ ، کل قد قال فیہ بمالایحل العمل بہ .

میں نے سواد کے خراج اور اس کے محاصل وصول کرنے کے طریقوں پر غو یا، س سلسل میں میں نے خراج کے متعلق علم رکھنے والوں اور دوسرے حضرات کو جمع کر کے ان سے بحث و مذاکرہ بھی ، کیونکہ ہر ایک نے اس باب میں ایسی رائیں ظاہر کی ہیں جن پر عمل جائز نہیں ہوگا۔

فناظرتھم فیما کان وظف علیھم فی خلافۃ عمر بن الخطاب ر ی اللہ تعالی عنہ فی خراج الارض واحتمال ارضھم اذذاک لتلک الوظیفۃ . حتی قال عمر حذیفۃ وعثمان بن حنیف رضی اللہ تعالی عنھم :لعلکما حملتما الارض مالاتطیق وکان مان عاملہ اذ ذاک علی شط الفرات وحذیفۃ عاملہ علی ماوراء دجلۃ من جوخی وماسقت

میں نے ان سے محاصل کے متعلق گفتگو کی جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۔ مہد لافت میں ان لوگوں پر زمین کے خراج کے طور پر عائد کئے گئے تھے، اور یہ بات سامنے رکھی کہ اس وقت ان کی نیز ان محاصل کا بوجھ برداشت کرسکتی تھیں (اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ) عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی ا عنہا رعثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: شاید تم نے زمین پر اتنا بوجھ ڈال دیا ہے جسے وہ برداشت نہیں کرسکتی ۔ ا وقت عثمان رضی اللہ عنہ فرات کے کنارہ کے علاقہ میں، اور حذیفہ رضی اللہ عنہ دجلہ پار کے علاقوں، جوخی اور دجلہ سے سیرا ب ہونے والے دوسرے علاقوں پر آپ کے عامل تھے۔

فقال عثمان :حملت الارض امرا ھی لہ مطیقۃ .ولو شئت لاش عفت وقال حذیفۃ:وضعت علیھا امرا ھی لہ محتملۃ ومافیھا کثیر فضل.وان ارضیھم کا ت تحتمل ذلک الخراج الذی وظف علیھا .اذ کان صاحبا لرسول اللہ ﷺ اخبرا بذلک.ولم ی منا من احد من الناس فیہ

اختلاف۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: میں نے زمین پر جو بوجھ ڈالا ہے اسے وہ برداشت کر سکتی ہے، اگر میں چاہتا تو اس سے دوگنا بوجھ ڈال سکتا تھا۔ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: میں نے اس پر اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جس کی وہ بآسانی متحمل ہوسکتی ہے، اس کے بعد جو کچھ فاضل بچتا ہے وہ بہت زیادہ نہیں۔ پس یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی زمینوں پر جو خراج عائد کیا گیا اسے وہ برداشت کر سکتی تھیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ان دونوں صحابیوں نے یہی اطلاع دی تھی، اور ہمارے علم میں کسی شخص نے بھی اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا۔

فذكروا ان العامر كان من الارضين في ذلك الزمان كثيرا وان المعطل منها كان يسيرا. ووصفوا كثرة العامر الذي لا يعمل وقلة العامر الذي يعمل. وقالوا لو اخذنا بمثل ذلك الخراج الذي كان حتى يلزمه للعامر المعطل مثل ما يلزم للعامل المعتمل ثم تقوم بعمارةماهوالساعةغامر ونحرثهلضعفنا عن اداء خراج مانم نعمله وقلة ذات ايدينا

لیکن ان لوگوں نے یہ کہا کہ اس زمانہ میں زیادہ تر زمینیں آباد تھیں اور ایسی زمینیں کم تھیں جن پر کاشت نہ کی جا رہی ہو، اور اب ایسی کار آمد زمینیں زیادہ ہیں جن پر کاشت نہیں کی جا رہی ہے، اور ایسی کار آمد زمینیں کم ہیں جن پر کاشت بھی کی جا رہی ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ہم اب بھی خراج کی وہی شرحیں وصول کی گئیں جو (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقرر کی گئی) تھیں تو ان کا آمد زمینوں پر جو زیر کاشت نہیں ہیں وہی مالیہ عائد ہوگا جو زیر کاشت زمینوں پر عائد ہوگا، اور پھر ہمیں ان زمینوں کی آبادکاری کا انتظام کرنا ہوگا جو آج بالکل بنجر ہو چکی ہیں، حالانکہ ان کی کاشت ہم نہیں کر سکتے کیونکہ ایک تو ہم ان زمینوں کا خراج ادا کرنے سے بھی قاصر ہو رہے ہیں جو زیر کاشت نہیں ہیں اور دوسرا ہمارے پاس سرمایہ بھی بہت کم ہے۔

فاما ما تعطل منذ ماذ ئة سنة واكثر واقل. فليس يمكن عمارته ولا استخراجه في قريب ولمن يعمر ذلك حاجة الى مؤنة ونفقة لا تمكنه. فهذا عذرنا في ترك عمارة ما قد تعطل

رہی وہ زمینیں جو کم وبیش سو سال سے بے کار پڑی ہیں، تو بھی مستقبل قریب میں ان کی باز یافت اور آبادکاری کا امکان نظر نہیں آتا، ایسی زمینوں کو آباد کرنے والوں کو اتنے زیادہ مصارف برداشت کرنے ہوں گے جو سر دست استطاعت سے باہر ہیں، معطل زمینوں کی آبادکاری سے گریز کا ہمارے پاس یہی عذر ہے۔

فرأيت ان وظيفة من الطعام كيلا مسمى او دراهم مسماة توضع عليهم مختلفا فيه دخل على السلطان وعلى بيت المال، وفيه مثل ذلك على اهل الخراج بعضهم من بعض

(ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد) اب میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ محصول کے طور پر غلہ کی کوئی متعین مقدار،

یا درہموں کی کوئی متعین تعداد، مختلف شرحوں کے ساتھ، ان پر عائد کرنا سلطان اور بیت المال کیلئے نقصان کا باعث ہوگا، یہ صورت خراج ادا کرنے والی رعایا کے باہمی معاملات کیلئے بھی مضر ہوگی۔

اما وظیفة الطعام فان كان رخصا فاحشا لم يكتف السلطان بالذي وظف عليهم ولم يطب نفسا بالحط عنهم. ولم يقو بذلك الجنود ولم تشحن به الثغور. واما غلاء فاحشا لا يطيب السلطان نفسا بترك ما يستفضل اهل الخراج من ذلك. والرخص والغلاء بيد الله تعالى لا يقومان على امر واحد

جہاں تک متعین مقدار غلہ کی صورت میں خراج عائد کرنے کا سوال ہے، تو اگر غلہ بہت زیادہ سستا ہوا تو سلطان اس مقدار کو کافی نہیں سمجھے گا جو ان پر عائد کی گئی ہے، اور نہ وہ بطیب خاطر اس تخفیف کو گوارا کرے گا، ان (تھوڑے محاصل) کے ذریعے فوجوں کی ضروری قوت نہ بہم پہنچائی جا سکے گی اور سرحدوں پر فوجی چوکیوں کا قیام و انتظام ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا، اگر غلہ بہت زیادہ گراں ہوا تو خراج ادا کرنے والوں کو مقدار مقررہ زیادہ معلوم ہوگی لیکن سلطان کو اس میں تخفیف گوارا نہیں ہوگی، ارزانی اور گرانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، ان کا حال یکساں نہیں رہتا۔

و كذلك وظيفة الدراهم مع اشياء كثيرة تدخل في ذلك تفسيرها يطول. وليس للرخص والغلاء حد يعرف ولا يقام عليه. انما هو امر من السماء لا يدرى كيف هو. وليس الرخص من كثرة الطعام ولا غلاؤه من قلته. انما ذلك امر الله وقضاؤه. وقد يكون الطعام كثيرا غاليا. وقد يكون قليلا رخيصا.

درہموں کی متعین تعداد کی صورت میں محصول عائد کرنے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اس سلسلہ میں اور بہت سے عوامل کو بھی دخل ہے لیکن ان کی تفصیل وتشریح باعث طوالت ہوگی۔ ارزانی اور گرانی کی کوئی ایسی حد نہیں جسے معلوم کیا جا سکے اور جس پر قائم رہا جا سکے، (اشیاء کے نرخ کا) معاملہ آسمان سے طے ہوتا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ یہ کس طرح طے پاتا ہے۔ ارزانی غلہ کی کثرت کے سبب نہیں ہوتی، اور نہ ہی گرانی اس کی کمی کے سبب ہوتی ہے ارزانی اور گرانی اللہ کے فیصلے اور حکم کے تحت ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلہ بہت زیادہ ہو مگر گراں ہو اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ غلہ کم ہو مگر سستا ہو۔

(١٠٠) قال ابو يوسف (رحمه الله تعالى): حدثني محمد بن عبد الرحمن بن ابي ليلى (رحمه الله تعالى) عن الحكم بن عتيبة (رحمه الله تعالى) عن رجل حدثه ان السعر غلا في زمن رسول الله ﷺ. فقال الناس لرسول الله: ان السعر قد غلا فوظف وظيفة نقوم عليها. ان الرخص والغلاء بيد الله ليس لنا ان نجوز امر الله وقضاءه.

حکم بن عتیبہ نے ایک شخص جس نے ان سے حدیث بیان کی ہے سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں (ایک دفعہ) نرخ گراں ہو گئے تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ نرخ گراں ہو گئے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے لئے ایک شرح متعین مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اسی پر قائم رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ارزانی اور گرانی اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے لئے یہ درست نہیں کہ اللہ رب العزت کے فیصلہ اور اس کے حکم سے تجاوز کریں۔

(۱۰۸) قال ابو یوسف: وحدثنی ثابت ابو حمزة الیمانی عن سالم بن ابی الجعد قال سمعته یقول: قال الناس: الرسول اللہ ان السعر قد غلا. فسعر لنا سعرا فقال: ان السعر غلاؤہ ورخصه بید الله. وانی ارید ان القی الله ولیس لاحد عندی مظلمة یطلبنی بها

سالم بن ابو الجعد کہتے ہیں کہ

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: نرخ گراں ہو گئے ہیں لہٰذا آپ ہمارے لئے ایک نرخ مقرر فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نرخ کی گرانی اور ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ مجھ سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہو جس کا وہ مجھ سے وہاں بدلہ چاہے۔

(۱۰۹) قال (ابو یوسف رحمه الله تعالی): وحدثنی سفیان بن عیینة عن ایوب عن الحسن (رحمه الله تعالی). قال: غلا السعر علی عهد رسول الله ﷺ فقال الناس: یا رسول الله الا تسعر لنا؟ فقال ﷺ: ان الله هو المسعر. ان الله هو القابض. ان الله هو الباسط. وانی والله ما اعطیکم شیئا ولا امنعکموه. ولکن انما انا خازن اضع هذا الامر حیث امرت. وانی لارجوا ان القی الله ولیس احد یطلبنی بمظلمة ظلمتها ایاہ فی نفس ولا دم ولا مال.

حسن نے کہا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کے دور میں نرخ گراں ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمارے لئے نرخ مقرر نہ فرما دیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہی نرخ مقرر کرنے والا ہے، اللہ ہی تنگی پیدا کرنے والا ہے، اللہ ہی فراخی پیدا کرنے والا ہے، اللہ کی قسم! میں نہ تو تم کو کوئی چیز دے سکتا ہوں، اور نہ تم سے کسی چیز کو روک سکتا ہوں، بلکہ میں صرف خازن ہوں، جیسا حکم ملتا ہے ویسا کرتا ہوں، میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے کسی ایسی زیادتی کا مواخذہ کرنے والا نہ ہو جو میں نے اس پر جان، خون یا مال کے سلسلہ میں کی ہو۔

قال ابو یوسف: واما ما یدخل علی اهل الخراج فیما بینهم. فلا بد لهاتین الطبقتین من

(۱۰۸) مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۹۹ المعجم الصغیر للطبرانی: ۷۸۰۔

(۱۰۹) مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۹۷

مساحة او طرادة واى ذلك كان غلب عليه اهل القوة اهل الضعف. واستأثروا به وحملوا الخراج على غير اهله وعلى الانكار مع اشياء كثيرة تدخل فى ذلك ولا ن تطول لفسترها ولكنى قد بينت لك من ذلك ما ارجوان يكتفى به جبابة الخراج والعشور والصدقات والجوالى وفى العمل فيما سوى ذلك ان شاء الله.

(غلہ کی مقررہ مقدار یا دراہم کی متعینہ تعداد وصول کرنے کی صورت میں خراج ادا کرنے والوں کو ایک دوسرے سے جو نقصان پہنچتا ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ ان محاصل کی تحصیل کیلئے (کھیتوں) پیمائش، یا کسی اور طرح کے نشانات قائم کرنا ناگزیر ہوگا، ان میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے طاقت ور لوگ کمزوروں پر مسلط ہو جائیں گے، یہ کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیں گے، اور خراج کا بوجھ ان لوگوں کے سر ڈال دیں گے جن پر اس کا بوجھ نہیں پڑنا چاہیئے، باوجود ان کے احتجاج وانکار کے ایسا ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور بہت سی قابل ذکر باتیں سامنے آتی ہیں، اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان سب کو کھول کھول کر بیان کرتا۔

لیکن میں نے یہ بات آپ کیلئے قدرے تفصیل سے (ذیل میں) بیان کر دی ہے کہ خراج، عشور، اور جوالی (یعنی جزیہ) کی تحصیل، نیز دوسرے مالی امور میں کیا طریقے اختیار کرنے ''انشاء اللہ'' کافی ہوں گے۔

ولم اجد شىء اوفر على بيت المال ولا اعفى لاهل الخراج من التظالم فيما بينهم. وحمل بعضهم على بعض. ولا اعفى لهم من عذاب ولاتهم وعمالهم من مقاسمة عادلة خفيفة فيها للسلطان رضا ولاهل الخراج من التظالم فيما بينهم. وحمل بعضهم على بعض راحة وفضل.

میرے خیال میں پیداوار کے اندر ایک منصفانہ ہلکی سے نسبت سے حصہ مقرر کر دینا بیت المال کی آمدنی بڑھانے، خراج ادا کرنے والوں کو ایک دوسرے کی دست درازیوں، اور ایک دوسرے پر بے جا بوجھ ڈالنے سے بچانے، نیز ان کو والیوں اور دوسرے افسران حکومت کی ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھنے کا بہتر طریقہ ہے۔ اس طریقہ سے سلطان بھی راضی رہے گا۔ اور خراج ادا کرنے والے بھی ایک دوسرے کی ظلم وزیادتی سے مامون رہتے ہوئے سکھ چین اور کشادہ حالی کی زندگی بسر کر سکیں گے۔

وامير المؤمنين اطال الله بقاءه اعلى بذالك عينا واحسن فيه نظر للموضع الذى وضعه الله به من دينه وعباده. والله اسأل لامير المؤمنين التوفيق فيه نوى من ذلك واحب. وحسن المعونة على الرشاد. وصلاح الدين والرعية.

امیر المؤمنین، اللہ انہیں عمر دراز بخشے اس مقام کی بدولت جو اللہ نے انہیں اپنے دین اور اپنے بندوں کی نسبت عطا

کررکھا ہے، اس سلسلہ میں زیادہ بلند نگاہ صاحب بصیرت ہیں، اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ امیر المؤمنین اس سلسلہ میں جو ارادہ فرمائیں، اور جس طریقہ کو پسند فرمائیں اس میں ان کو (حسن انتخاب کی) توفیق عطا فرمائے، اور راستبازی پر قائم رہنے اور دین اور رعایا کی خیر خواہی کے ان کی بطریق احسن مدد فرمائے۔

رأیت ابقی الله امیر المؤمنین یقاسم من عمل الحنطة والشعیر من اهل السواد جمیعا علی خمسین للسیح منه. واما الدوالی فعلی خمس ونصف. واما النخل والکرم والرطاب والبساتین فعلی الثلث. واما غلال الصیف فعلی الربع.

امیر المؤمنین کو اللہ باقی رکھے میری رائے یہ ہے کہ وہ سارے باشندگان سواد سے گیہوں اور جو کی کاشت پر چشموں سے بہتے ہوئے پانی سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار کے ۵ / ۲ پر معاملہ کریں، اور رہٹ سے سیراب کی جانیوالی زمینوں میں پانچ اور نصف (یعنی ۱۰ / ۱ پیداوار) پر، کھجور کے درختوں، انگور، پختہ کھجور، اور باغات میں ایک تہائی (۳ / ۱) پر اور گرمی میں پیدا ہونے والی فصلوں میں سے چوتھائی (۴ / ۱) پر معاملہ کریں۔

ولا یؤخذ بالخرص فی شیء من ذلك. ولا یحرز علیهم شیء منه یباع من التجار ثم تکون المقاسمات فی اثمان ذلك او یقوم ذلك قیمة عادلة لا یکون فیها حمل علی اهل الخراج. ولایکون علی السلطان ضرر ثم یؤخذ منهم مایلزمهم من ذلك. ای ذلك کان اخف فعل ذلك بهم.

ان میں سے کسی چیز پر بھی خراج کی وصولی اندازہ کر کے نہ ہو، نہ ہی کوئی چیز تخمینہ سے طے کی جائے (بلکہ پیداوار) تاجروں کے ہاتھ فروخت کردی جائے پھر اس کی مجموعی قیمت میں سے حصے تقسیم کر لئے جائیں، اس کی ایک منصفانی قیمت لگائی جائے جس میں نہ تو خراج ادا کرنے والوں پر کوئی زیادتی ہو نہ حکومت کا کوئی نقصان، اور پھر اس حساب سے ان کے ذمہ جو کچھ نکلتا ہو وہ لے لیا جائے، ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت خراج ادا کرنے والوں کے لئے آسان تر ہو وہی اختیار کی جائے، اگر (پیداوار کو) فروخت کر کے اس کی قیمت کو ان کے اور حکومت کے درمیان تقسیم کر دینا زیادہ آسان ہو تو ان کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۱۱۰) قال ابو یوسف (رحمه الله تعالیٰ): حدثنا مسلم الحزامی عن انس بن مالك (رضی الله تعالیٰ عنه) ان رسول الله ﷺ دفع خیبر الی الیهود مساقاة بالنصف. وکان یبعث الیهم عبدالله بن رواحة فیخرص علیهم. ثم یخیرهم ای النصفین شاءوا. او یقول لهم: اخرصوا انتم وخیرونی فیقولون: بهذا قامت السماوات والارض.

(سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو نصف (پیداوار لینے کی شرط) پر بٹائی کا معاملہ کر کے یہود کے حوالے کر دیا تھا، آپ ﷺ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجتے تھے، وہ اندازہ سے (دو حصے) کر دیتے اور پھر انہیں اختیار دے دیتے تھے کہ دونوں حصوں میں سے جس کو چاہیں خود رکھ لیں، آپ ان سے یہ کہتے: تم اندازہ (سے تقسیم) کرو اور مجھے اختیار دو (کہ جو آدھا چاہوں لے لوں) اس پر وہ لوگ کہتے تھے: اسی (عدل) کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں۔

(۱۱۱) قال: وحدثني الحجاج بن ارطاة عن نافع عن عبدالله بن عمر: ان رسول الله ﷺ دفع خيبر الى اهل خيبر بالنصف. فكانت في ايديهم في حياة رسول الله ﷺ وحياة ابي بكر وعامة ولاية عمر. ثم كان عمر هو الذي نزعها من ايديهم.

(سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو نصف (پیداوار خود لینے کی شرط) پر خیبر والوں کے حوالے کر دیا تھا۔ چنانچہ خیبر رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں، پھر (حضرت سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دور میں اور پھر (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے دور حکمرانی کے بیشتر حصہ میں انہی لوگوں کے پاس رہا، پھر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) ہی نے اسے ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکال لیا۔

(۱۱۲) قال (ابو يوسف رحمه الله تعالى): وحدثنا محمد بن السائب الكلبي عن ابي صالح عن عبدالله بن العباس (رضي الله تعالى عنهما) قال: لما فتح رسول الله ﷺ خيبرا قالوا: يا محمد انا ارباب الاموال ونحن اعلم بها منكم فعاملونا بها. فعاملهم رسول الله ﷺ على النصف على انا اذا شئنا ان نخرجكم اخرجناكم. فلما فعل ذلك اهل خيبر سمع بذلك اهل فدك فبعث اليهم رسول الله ﷺ محيصة بن مسعود (رضي الله عنه) فنزلوا على ما نزل عليه اهل خيبر على ان يصونهم ويحقن دماءهم. فأقرهم رسول الله ﷺ على مثل معاملة اهل خيبر. فكانت فدك لرسول الله وذلك انه لم يوجف عليها المسلمون بخيل ولا ركاب.

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ:

جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو ان لوگوں نے کہا: اے محمد! ہم ان اموال کے مالک رہے ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں آپ لوگوں سے زیادہ علم ہے، لہٰذا آپ لوگ اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ معاملہ طے کر لیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے آدھی پیداوار پر معاملہ طے کر لیا۔ اس شرط کے ساتھ کہ ہم جب تم کو نکالنا چاہیں گے نکال دیں گے۔ جب اہل خیبر نے یہ معاملہ طے کر لیا تو باشندگان فدک کو اس کی خبر ملی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے (حضرت

سیدنا) محیصہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے بھی وہی معاملہ طے کرلیا جو باشندگان خیبر نے کیا تھا، اس شرط کے ساتھ کہ آپ ان کی حفاظت کریں گے اور ان کا خون نہ بہائیں گے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اہل خیبر کی طرح ان کے معاملے کو برقرار رکھا، فدک رسول اللہ ﷺ کی ملکیت قرار پایا کیونکہ مسلمانوں نے اونٹ یا گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔

(۱۱۳). قال: وحدثني محمد بن عبدالرحمن بن ابي ليلى عن الحكم بن عتيبة عن مقسم عن عبدالله بن العباس رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ افتتح خيبر فقال له اهلها: نحن اعلم بعملها منكم فأعطاهم اياها بالنصف. ثم بعث عبدالله بن رواحة (رضي الله تعالىٰ عنه) يقسم بينه وبينهم. فاهدوا اليه فرد هديتهم. وقال: لم يبعثني النبي ﷺ لاكل اموالكم. وانما بعثني لاقسم بينكم وبينه. ثم قال: ان شئتم عملت وعالجت وكلت لكم النصف وان شئتم عملتم وعالجتم وكلتم لنا النصف. فقالوا: بهذا قامت السماوات والارض

(سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کرلیا تو اس کے باشندوں نے آپ ﷺ سے کہا: ہم اس کی کاشت کے سلسلہ میں آپ لوگوں سے زیادہ واقف ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے نصف (پیداوار خود لینے کی شرط) پر انہی لوگوں کو دے دیا۔ پھر آپ (ﷺ) نے (حضرت سیدنا) عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیجا تا کہ وہ آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان (پیداوار) تقسیم عمل میں لائیں۔ ان لوگوں نے (حضرت سیدنا) عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہدیتاً کچھ دیا تو انہوں نے ان کا ہدیہ واپس کردیا۔ اور فرمایا: نبی کریم ﷺ نے مجھے تمہارا مال کھانے کیلئے نہیں بھیجا ہے۔ بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان (پیداوار کی) تقسیم عمل میں لاؤں۔ پھر انہوں نے کہا: اگر تم چاہو تو میں محنت کرکے غلہ اس کی بالوں سے علیحدہ کروں اور آدھا غلہ ناپ کر تمہیں دے دوں۔ یا تم لوگ محنت کرکے غلہ نکالو اور آدھا ناپ کر الگ کردو۔ اس پر اہل خیبر نے کہا: اسی (عدل) کی بدولت آسمان وزمین قائم ہیں۔

(۱۱۴). قال: وحدثني محمد بن اسحاق عن نافع عن عبدالله بن عمر (رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قام عمر خطيبا فقال: قال: النبي ﷺ: انا صالحنا اهل خيبر على ان نخرجهم متى اردنا وانهم عدوا على عبدالله بن عمر مع عدوهم على الانصاري قبله فلانعلم لنا. ثم (هناك) عدوا غيرهم. فمن كان له بخيبر مال فليلحق به فاني مخرجهم

---

(۱۱۳) سنن ابی داود: ۳۴۱۰۔

(سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ:

(ایک مرتبہ) (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ہم نے خیبر والوں سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ ہم جب چاہیں گے ان کو وہاں سے نکال دیں گے۔ اب ان لوگوں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر دست درازی کی ہے۔ اور اس سے قبل یہ انصاری پر دست درازی کر چکے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک اس سرزمین پر ان کے سوا ہمارا کوئی اور دشمن نہیں (جو زیادتی کرتا ہو) اب خیبر میں جن لوگوں کے اموال و املاک ہوں وہ وہاں جا کر انہیں خود سنبھال لیں کیونکہ میں ان لوگوں کو نکالنے والا ہوں۔

قال ابو یوسف رحمه الله تعالی :فاما القطائع فما كان منها سيحا فعلى العشر وماسقى منها بالدلو والغرب والسانية فعلى نصف العشر لمؤنة الدالية والغرب والسانية.

(امام المحدثین قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) قطائع (اسلامی ریاست کی طرف سے عطاء کردہ قطعات زمین، کی تفصیل یہ ہے کہ) جو زمینیں بہتے پانی سے سیراب ہوتی ہوں وہ عشری قرار پائیں گی، اور جن کی سینچائی ڈول، بڑے ڈول، یا پانی کھینچنے والے جانوروں کے ذریعہ کی جاتی ہو ان پر رہٹ، ڈول، اور پانی لانے والی اونٹنی (پر مصارف اور محنت) کے بوجھ کے پیش نظر بیسواں حصہ عائد ہوگا۔

وانما العشر والصدقة في الثمار والحرث من ارض العشر فما جاءت به الآثار والسنة العشر من ذلك ماسقى سيحا ونصف العشر على ما سقى بالغرب والدالية والسانية.

اور عشر اور صدقہ عشری زمینوں پر پیدا ہونے والے پھل اور کھیتی پر (واجب) ہوتا ہے آثار اور سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشر صرف ان زمینوں پر عائد ہوگا جو بہنے والے پانی (چشمہ، نہر وغیرہ) سے سیراب ہوں اور نصف عشر ان پر جن کی سینچائی بڑے ڈول، رہٹ یا پانی لانے والے جانوروں کے ذریعے کی جائے۔

فهذا المجمع عليه من قول من ادركنا من علمائنا وما جاءت به الآثار. ولست ارى العشر الا على ما يبقى في ايدى الناس. ليس على الخضر التي لا بقاء لها ولا على الاعلاف ولا على الحطب عشر. والذى لا يبقى في ايدى الناس هو مثل البطيخ والقثاء والخيار والقرع والباذنجان والجزر والبقول والرياحين واشباه هذا. فليس في هذا عشر.

اپنے جن علماء کو ہم نے پایا ہے وہ اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں، اور آثار میں بھی یہی مذکور ہے، میری رائے میں عشر صرف انہی پیداواروں پر عائد ہوگا جو لوگوں کے پاس باقی رہتی ہوں (ذخیرہ کر کے رکھی جا سکنے والی)۔ سبزیوں، چارہ اور ایندھن پر عشر نہیں، جو چیزیں لوگوں کے پاس باقی نہیں رہتیں مثلاً تربوز، ککڑی، کدو، بینگن، گاجر، ترکاریاں، تلسی اور خوشبودار پودے اور اس طرح کی دوسری چیزیں، ان چیزوں میں عشر (واجب) نہیں ہوتا۔

واما ما یبقی فی ایدی الناس مما یکال بالقفیز ویوزن بالارطال فهو مثل الحنطة والشعیر والذرة والارز والحبوب و لسمسم والشهدانج واللوز والبندق والجوز والفستق والزعفران والزیتون والقرطم والکزبرة والکراویا والکمون والبصل والثوم وما اشبه ذلک

اور جو چیزیں لوگوں کے پاس باقی رہتی ہیں اور قفیز سے ناپی اور رطل سے تولی جاتی ہیں مثلاً گیہوں، جو، مکئی، چاول، دوسرے غلے، سمسم، پٹ سن، بادام، چلغوزہ، اخروٹ، پستہ، زعفران، زیتون، قرطم، دھنیا، زیرہ رومی، زیرہ، پیاز، لہسن اور اسی قسم کی دوسری چیزیں۔

فاذا اخرجت الارض من ذلک خمسة اوسق او اکثر ففیه العشر اذا کان فی ارض تسقی سیحا او سقتها السماء. واذا کانت فی ارض تسقی بغرب او دالیة او سانیة ففیه نصف العشر. واذا نقص عن خمسة اوسق لم یکن فیه شیء

جب زمین ان اشیاء کی پانچ وسق یا اس سے زیادہ مقدار پیدا کرے تو اس پیداوار میں عشر واجب ہوگا، بشرطیکہ یہ ایسی زمین ہو جو بہتے ہوئے پانی یا بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔ پیداوار اگر بڑے ڈول، رہٹ یا جانوروں کے ذریعہ سینچی جانے والی زمین میں ہوئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ واجب ہوگا، اور اگر پیداوار پانچ وسق سے کم ہو تو اس میں کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

واذا اخرجت الارض نصف خمسة اوسق حنطة ونصف خمسة اوسق شعیرا کان فیها العشر. وکذلک لو اخرجت قدر وسق من حنطة وقدر وسق من شعیر وقدر وسق من تمر وقدر وسق من زبیب. وتم ذلک خمسة اوسق کان فی ذلک العشر.

اگر کسی زمین سے ڈھائی وسق گیہوں اور ڈھائی وسق جو پیدا ہو تو بھی اس میں عشر واجب ہوگا، اسی طرح اگر ایک وسق گیہوں، ایک وسق جو، ایک وسق دھان، ایک وسق کھجور، اور ایک وسق کشمش پیدا ہوا اور سب مل کر پانچ وسق پورا ہو جائے تو اس میں بھی عشر ہوگا۔

وان نقص عن خمسة اوسق وسق او اقل او اکثر لم یکن فیه العشر ما خلا الزعفران. فانه اذا کان فی ارض فی ارض العشر فاخرج الله (تعالیٰ) منه ما یکون قیمته قیمة خمسة اوسق من ادنی ما تخرج الارض من الحب مما علیه العشر. ففیه العشر. اذا کان یسقی سیحا او تسقیه السماء. واذا سقی بغرب ودالیة فنصف العشر. واذا کان فی ارض الخراج ففیه الخراج. علی هذه الصفة. واذا لم تبلغ قیمة خمسة اوسق فلا شیء فیه.

اگر پیداوار پانچ وسق سے ایک وسق یا اس سے تھوڑی یا زیادہ کم ہو تو اس سے مستثنیٰ ہے، زعفران اگر عشری زمین میں

پیدا ہو اور اللہ اتنی زعفران پیدا کر دے کہ جس کی قیمت زمین سے پیدا ہونے ہو۔ والے سب سے کم قیمت غلہ کے جس پر عشر لیا جاتا ہو پانچ وسق کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس میں عشر واجب ہوگا، ب ن ل میں جب کہ زمین بہتے پانی یا بارش کے پانی سے سینچائی کی جاتی ہو تو اس میں سے بیسواں حصہ و جب ہوگا۔ (زعفران) اگر خراجی زمین میں پیدا ہو تو اس پر اسی تفصیل کے مطابق خراج عائد ہوگا، البتہ اس کی قیمت پانچ وسق (غلہ کی قیمت کے برابر نہ ہو اس میں کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

(۱۱۵) وکان ابو حنیفة رحمه الله یقول: اذا کان الزعفران فی ارض عشر ففیه العشر. وان لم تخرج الارض منه الا رطلا واحدا. وان کان فی ارض الخراج ففیه خراج.

اور (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:

زعفران اگر عشری زمین میں پیدا ہو تو اس میں عشر (واجب) ہوگا، خواہ اس زمین سے صرف ایک ہی رطل زعفران کیوں نہ پیدا ہو، اور اگر خراجی زمین میں پیدا ہو تو اس پر خراج عائد ہوگا۔

پیداوار کے نصاب کے بارے میں ائمہ کی آراء

واختلف اصحابنا (رحمهم الله) فی وقت اداء ما اخرجت الارض. فقال ابو حنيفة (رحمه الله تعالٰی). فی القليل والكثير. وقال غيره حتى يبلغ ادنى ما يخرج من الارض خمسة اوسق. فلا صدقة فيما لم يبلغ خمسة اوسق.

زمین کی پیداوار (کے محاصل یعنی عشر یا خراج) کی ادائیگی کب کی جانی چاہیئے، اس باب میں ہمارے اصحاب کی رائیں مختلف ہیں، چنانچہ (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: (پیداوار) کم ہو تو بھی اور زیادہ ہو تو (اس میں سے حکومت کا حصہ نکالا جائے گا)۔ جبکہ دیگر ائمہ نے کہا ہے: اس وقت (عشر کے احکامات جاری ہوں گے) جب کہ زمین کی پیداوار کم سے کم پانچ وسق ہو، جو پیداوار پانچ وسق سے کم اس پر صدقہ واجب نہیں ہوگا۔

(۱۱۶). وكان ابو حنيفة رحمه الله يقول: فی كل ما اخرجت الارض من قليل او كثير العشر اذا كان فی ارض العشر وسقی سيحا. ونصف العشر اذا سقی بغرب اودالية اوسانية

اور (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے:

زمین سے تھوڑا یا زیادہ جو کچھ پیدا ہو اس میں عشر (واجب) ہے بشرطیکہ یہ پیداوار عشری زمین میں اور اسے بہتے ہوئے پانی (چشمہ وغیرہ) سے سینچا جائے، اگر سینچائی بڑے ڈول، رہٹ، یا پانی لانے والی اونٹنی کے ذریعہ کی جائے تو بیسواں حصہ (واجب) ہوگا۔

والخراج اذا كان فی ارض الخراج من الحنطة والشعير والتمر والزبيب والذرة والحبوب وانواع البقول وغير ذلك من اصناف غلات الشتاء والصيف مما يكال ولا يكال

اور خراج اس وقت لیا جائے گا جب کہ خراجی زمین میں گیہوں، جو، کھجور، کشمش، مکئی، دوسرے اجناس، مختلف اقسام کی سبزیاں، اور سردی اور گرمی میں پیدا ہونیوالے مختلف قسم کے دوسرے غلے، خواہ وہ ناپے جاتے ہوں یا نہ ناپے جاتے ہوں پیدا ہوں۔

فاذا اخرجت الارض شيئا من ذلك قليلا او كثيرا ففيه العشر ولا تحسب منه اجرة العمال ولا نفقة البقر اذا كان يسقی سيحا او تسقيه السماء. وان كان يسقی بغرب اودالية اوسانية

فھی نصف العشر

جب ان میں زمین سے کوئی چیز تھوڑی یا زیادہ پیدا ہوتو اس پر عشر واجب ہوگا اور (عشر کا حساب لگانے سے پہلے) اس میں سے محنت کاروں کی اجرت، یا بیل پر آنے والا صرفہ نہیں وضع کیا جائے گا بشرطیکہ یہ زمین بہتے ہوئے پانی سے سینچی جاتی ہو یا اسے بارش سیراب کرتی ہو، اگر زمین کی سینچ (ائی بڑے ڈول، رہٹ یا جانوروں کے ذریعہ کی جاتی ہوتو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ واجب ہوگا۔

(۱۱۰) وحدثنا بذالك عن حماد عن ابراهيم النخعي انه قال: ما اخرجت الارض من قليل او كثير من شيء ففيه العشر وان لم يخرج الا دستجة بقل. فكان ابو حنيفة يأخذ بهذا. ويقول: لا تترك ارض تحتمل لا يؤخذ منها ما يجب عليها من الخراج اذا كان في ارض الخراج وما يجب عليها من العشر اذا كان في ارض العشر قليلا اخرجت او كثيرا

وقال غيره: لا صدقة فيما تخرج الارض حتى يبلغ خمسة اوسق. لما جاء في ذلك عن رسول الله ﷺ

ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ:

زمین تھوڑا یا زیادہ جو کچھ بھی پیدا کرے اس میں عشر واجب ہے خواہ وہ صرف گھاس کا ایک تو وہ پیدا کرے، (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اسی بات کو اختیار کرتے ہیں تھے اور فرماتے تھے کہ: جو زمین بھی زیر کاشت ہے وہ اگر خراجی ہو تو اس پر واجب ہونے والا خراج وصول کئے بغیر نہ چھوڑا جائے گا، اور اگر وہ عشری زمین ہے تو اس پر واجب ہونے والا عشر ضرور وصول کیا جائے گا، خواہ وہ کم پیدا وار دے یا زیادہ۔

اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے کہا ہے: کہ زمین کی پیداوار جب تک پانچ وسق کے بقدر نہ ہو اس پر صدقہ (واجب) نہیں ہے، (اس مسلک کی بناء) وہ روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

(۱۱۱) حدثنا ابان بن ابي عياش عن الحسن البصري عن انس بن مالك عن النبي ﷺ انه قال: ليس فيما دون خمسة اوسق من البر والشعير والذرة والتمر والزبيب صدقة. ولا فيما دون خمس اواق صدقة. ولا فيما دون خمس من الابل صدقة.

(سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''گیہوں، جو، مکئی، کھجور، اور کشمش جب پانچ وسق سے کم (پیدا) ہوتو اس میں صدقہ نہیں، نہ ہی پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں ہے، اور نہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ ہے۔''

(۱۱۲) قال: وحدثنا يحيى بن ابي انيسة عن ابي الزبير عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما

عن النبی ﷺ انه قال: لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة۔
(سیدنا) جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
''جو (پیداوار) پانچ وسق سے کم ہو اس میں صدقہ نہیں ہے۔''

قال ابو یوسف: والقول عندنا علی هذا. والوسق ستون صاعا صاعا بصاع النبی ﷺ. فالخمسة اوسق ثلاثمائة صاع والصاع خمسة ارطال وثلث. وهو مثل قفیز الحجاج ومثل الربعی الهاشمی والمختوم الهاشمی الاول اثنان وثلاثون رطلا۔

ہمارے نزدیک مختار قول یہی ہے، وسق نبی کریم ﷺ کے صاع کے لحاظ سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس طرح پانچ وسق تین سو صاع کے برابر ہے ایک پانچ اور ایک تہائی رطل طلکے برابر ہوتا ہے، اور وہ حجاج کے قفیز ربع ہاشمی اور ہاشمی مختوم کی طرح ہوتا ہے، حجاج کا قفیز تیس رطل کا ہوتا ہے۔

فاذا اخرجت الارض ثلاثمائة صاع من هذا الانواع. فأكل رب الارض من ذلك شیء او اطعم اهله او جاره او صدیقه. فصار ما بقی ینقص عن ثلاثمائة صاع كان فیما بقی العشر اذا كان یسقی سیحا۔

اگر زمین سو صاع کے بقدر پیداوار پیدا کرے اور زمین والا اس میں سے کچھ خود کھالے یا اپنے گھر والوں، پڑوسی یا دوست وغیرہ کو کھلادے اور اس کے بعد جو باقی بچے وہ تین سو صاع سے کم ہو تو اس باقی (جنس) میں عشر واجب ہے بشرطیکہ اس کی سینچائی چشمہ وغیرہ کے بہنے والے پانی سے کی گئی ہو۔

ونصف العشر اذا كان یسقی بغرب او سانیة او دالیة. ولم یكن علیه فیما اطعم واكل شیء.
و كذا لو سرق بعضه كان علیه فیما بقی العشر او نصف العشر

اگر اسے بڑے ڈول، رہٹ یا پانی لانے والی اونٹنی کے ذریعہ سینچا جاتا ہو تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا جو کچھ اس نے خود کھایا یا دوسروں کو کھلا دیا اس میں کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، اسی طرح اگر پیداوار کا کچھ حصہ چوری ہو جائے تو اسے صرف باقی ماندہ میں سے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا۔

فهذا جمیع ما جاء فیما اخرجت الارض وهذه اصول ذالك. فما تفرع من ذلك فعلی هذا یحمل وبه یشبه. وهذه عبارة الذی یوزن به ویمثل علیه۔

زمین کی پیداوار کے (محاصل کے) بارے میں صرف اتنی باتیں ہی منقول ہیں اور یہ اس باب کی بنیادی باتیں ہیں، ان سے جو فروعی باتیں نکلتی ہیں وہ انہی پر محمول ہیں۔ اور انہی سے مماثلت کی بناء پر بیان کی جاتی ہیں، یہ تصریحات وہ ہیں

(۱۱۹) صحیح مسلم: ۹۸۰، مسند احمد بن حنبل: ۱۴۱۶۲، مصنف عبدالرزاق: ۷۲۵۰، ۷۲۵۶۔

جو معیار کام کرتی ہیں جن پر دوسری باتیں تولی (اور پرکھی) جائیں گی اور انہی سے ان سے ملتے جلتے دوسرے امور میں حکم اخذ کیا جائے گا۔

فخذ فی ذلک بما رأیت انه اصلح للرعیة واوفر علی بیت المال. وبأی القولین احببت.

آپ اس باب میں وہ رائے اختیار کیجئے جو آپ کے نزدیک رعایا کیلئے اور بیت المال کیلئے زیادہ آمدنی کی باعث ہو، مذکورہ بالا دونوں آراء میں سے آپ جو رائے چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

(۱۲۰) قال ابو یوسف: حدثنا محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عمرو بن شعیب انه قال: العشر فی الحنطة والشعیر والتمر والزبیب. ماسقی من ذلک سیحا العشر وماسقی بغرب او دالیة او سانیة فنصف العشر.

عمرو بن شعیب نے کہا ہے کہ:

''عشر گیہوں، جو، کھجور اور کشمش پر واجب ہے جو بہنے والے پانی سے سینچی جائے۔ جس (فصل) کی سینچائی بڑے ڈول، رہٹ، یا پانی لانے والے جانوروں کے ذریعہ کی جائے اس میں نصف عشر (واجب) ہوتا ہے۔''

(۱۲۱) قال: وحدثنا سفین بن عیینة عن عمرو بن دینار ان رسول الله ﷺ قال: فیما سقت السماء العشر وماسقی بالرشاء نصف العشر.

عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس فصل کو آسمان سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس کو ڈول اور رسی کے ذریعے سے سینچا جائے اس میں نصف عشر ہے۔''

(۱۲۲) قال (ابو یوسف رحمه الله تعالی): وحدثنا الحسن بن عمارة عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه انه قال: فیما سقت السماء او سقی سیحا العشر وفیما سقی بالغیل نصف العشر

عاصم بن ضمرہ نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''جس کو آسمان سیراب کرے، یا جسے بہتے ہوئے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر (واجب) ہے اور جس کو ندی نالہ سے سینچا جائے اس میں نصف عشر (واجب) ہے۔''

(۱۲۳) قال: وحدثنا اسرائیل بن یونس عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی رضی الله تعالی عنه انه قال: ماسقت السماء ففی کل عشرة واحد. وماسقی بالغرب ففی کل عشرین واحد

عاصم بن ضمرہ نے (سیدنا) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
''جس کو آسمان سیراب کرے اس میں ہر دس میں ایک اور جس کو ڈول سے سینچا جائے اس میں ہر بیس میں ایک (کی نسبت سے عشر واجب ہے)۔''

وقال: فی موضع عن النبی ﷺ ماسقی بالدوالی۔
اور ایک موقع پر آپ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:
''اور جس کو رہٹ کے ذریعہ سینچا جائے۔''

(۱۲۴)۔ قال: وحدثنا محمد بن سالم عن عامر الشعبی عن النبی ﷺ قال: فیما سقت السماء او سقی سیحا ففیہ العشر وما سقی بدالیۃ او سینیۃ او غرب فنصف العشر
عامر شعبی (رحمہ اللہ) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
''جس کو آسمان سیراب کرے یا جسے (چشمہ وغیرہ کے) بہنے والے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر (واجب) ہے اور جس کو رہٹ، اونٹنی یا بڑے ڈول کے ذریعہ سینچا جائے اس میں نصف عشر (واجب) ہے۔''

(۱۲۵)۔ قال: وحدثنا عمرو بن عثمان عن موسی بن طلحۃ انہ کان لا یری صدقۃ الا فی الحنطۃ والشعیر والنخل والکرم والزبیب۔ قال: وعندنا کتاب کتبہ النبی ﷺ لمعاذ۔ او قال نسخۃ او وجدت نسخۃ ھکذا
عمرو بن عثمان نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ:
''موسیٰ بن طلحہ کی رائے یہ تھی کہ صدقہ صرف گیہوں، جو، کھجور، انگور، اور کشمش (یا منقعہ) میں (واجب) ہوتا ہے۔ (راوی نے) کہا: ہمارے پاس ایک تحریر ہے جسے نبی کریم ﷺ نے معاذ (رضی اللہ عنہ) کو لکھا تھا، یا انہوں نے یہ کہا کہ: ایک نسخہ ہے، یا میں نے ایسا ایک نسخہ پایا ہے۔''

(۱۲۶)۔ قال: وحدثنا ابن ابی عیاش عن انس بن مالک عن النبی ﷺ انہ قال فیما سقت السماء او سقی سیحا العشر وفیما سقی بالغرب او السوانی او النضوح نصف العشر
''(سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:
''کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو آسمان سیراب کرے۔ یا جو بہتے ہوئے پانی سے سینچا جائے اس میں عشر (واجب) ہے۔ اور جس کو بڑے ڈول، پانی لانے والی اونٹنیوں یا حوضوں سے سینچا جائے اس میں نصف عشر (واجب) ہے۔''

صدقہ کیلئے مال کا نصاب:

(۱۲۰) قال: وحدثنا عمرو بن یحییٰ بن عمارۃ بن ابی الحسن عن ابیہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ ولا فیما دون خمس اواق صدقۃ ولیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ۔

ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ نے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
''پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں، نہ ہی اس (چاندی) میں زکوٰۃ (واجب) ہے جو پانچ اوقیہ سے کم ہو، اور جو (غلہ مقدار میں) پانچ وسق سے کم ہو اس میں صدقہ نہیں۔''

قال عمرو: والوسق عندنا ستون صاعا۔
(اس حدیث کے راوی) عمرو نے کہا ہے کہ: وسق ہمارے نزدیک ساٹھ صاع ہوتا ہے۔

(۱۲۱) قال (ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ): حدثنی عبدالرحمن بن عمر قال حدثنی یحییٰ بن عمارۃ بن ابی الحسن المازنی عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ مثلہ وزاد فیہ: وخمسۃ اوسق یومئذ وسقان الیوم۔

ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث کی مثل حدیث روایت کی ہے اور اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ: اور اس زمانے کے پانچ وسق آج کے دو وسق کے برابر ہوتے ہیں۔

(۱۲۹) قال: وحدثنا عبداللہ بن علی عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی بکر عن عباد بن تمیم عن رجال من اصحاب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فیھم ابو ایوب عن رسول اللہ ﷺ قال: الصدقۃ فی خمسۃ اوسق من الحنطۃ والتمر والزبیب فصاعدا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب جن میں ابو ایوب شامل ہیں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''صدقہ پانچ وسق یا اس سے زیادہ گیہوں، کھجور اور کشمش میں (واجب) ہے۔

پھلوں اور سبزیوں پر صدقہ:

(۱۳۰) قال: وحدثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن عمر قال: لیس فی الخضر زکاۃ
ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:
''سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔''

(۱۳۱)۔قال:وحدثنا الولید بن عیسی قال:سمعت موسی بن طلحة (رحمہ اللہ تعالی) یقول:
لاصدقة فی الخضر الرطبة والبطیخ والقثاء والخیار ۔وقال:انما الصدقة فی النخل والحنطة
والشعیروالکرم ۔ویعنی بـ صدقة فی هذه العشر ۔
موسی بن طلحہ کا بیان ہے کہ:
''ترسبزیوں،تربوز،ککڑی،اور کھیرے پر صدقہ نہیں ۔(راوی نے) کہا ہے کہ:صدقہ صرف کھجور،گیہوں،جو اور انگور میں (واجب) ہے اور یہاں صدقہ سے مراد ان کی عشر ہے۔''

(۱۳۲)۔قال:وحدثنی قیس بن الربیع الاسدی عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة(رحمہ اللہ تعالیٰ) عن علی رضی اللہ تعالی عنه انه قال:لیس فی الخضر زکاة :البقل والقثاء والخیار
والبطیخ وکل شیء لیس له اصل۔
(سیدنا)علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:
''سبزیوں میں زکوۃ نہیں یعنی ترکاری،ککڑی،کھیرا،تربوز اور وہ تمام چیزیں جن کا تنہ نہیں ہوتا۔''

(۱۳۳)۔قال:وحدثنی ابان بن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنه قال:لیس فی البقول زکاة
(سیدنا)انس بن مالک(رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
''(بغیر تنہ کی) ترکاریوں میں زکوۃ نہیں۔''

(۱۳۴)۔قال:وحدثنا شعبة بن سوار عن عطاء بن ابی رباح وعن الحکم بن عتیبة عن
ابراهیم النخعی انهما قالا:فی کل ما اخرجت الارض صدقة۔
عطاء بن ابی رباح(رحمہ اللہ) اور ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ:
''زمین جو کچھ بھی پیدا کرے اس میں صدقہ (واجب) ہے۔''

(۱۳۵)۔قال:وحدثنا محمد بن عبداللہ عن الحکم بن عتیبة عن موسی بن صلحة(رحمہ اللہ تعالیٰ)عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه عن النبی ﷺ انه قال:لا زکاة الا فی اربعة :التمر
والزبیب والحنطة والشعیر۔
(سیدنا)عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''چار چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں زکوۃ نہیں ہے،کھجور،کشمش،گیہوں،اور جو۔''

---

(۱۳۰) السنن الکبری للبیہقی:۳ ۴۷۔

(۱۳۲) مصنف عبدالرزاق: ۱۸ ،مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۰۳۶،السنن الکبری للبیہقی:۴۸۴/۴۔

شہد اور خشک میوے:

فأما العسل والجوز واللوز واشباه ذلك. فان فی العسل العشر اذا كان فی ارض العشر. واذا كان فی ارض الخراج فليس فيه شیء.

شہد، اخروٹ، بادام اور اس طرح کی دوسری اشیاء کے بارے میں (یہ حکم ہے) کہ اگر شہد عشری زمین میں پایا جائے تو اس میں عشر (واجب) ہوگا، اگر خراجی زمین میں ہو تو اس میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہوگا۔

واذا كان فی المفاوز والجبال علی الاشجار وفی الكهوف فلا شیء فيه. وهو بمنزلة الثمار تكون فی الجبال والاودية لاخراج عليها ولا عشر.

اگر میدانوں میں، یا پہاڑ یا درختوں اور غاروں میں پایا جائے تو بھی کچھ (واجب) نہ ہوگا، اس کا حال ان پھلوں جیسا ہے جو پہاڑوں اور وادیوں میں پائے جاتے ہیں، جن پر نہ خراج (واجب) ہوتا ہے اور نہ ہی عشر۔

(۱۳۶) حدثنا بعض اصحابنا عن عمرو بن شعيب قال: كتب بعض امراء الطائف الی عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه: ان اصحاب النحل لا يؤدون الينا ما كانوا يؤدون الی النبی ﷺ. ويسألون مع ذلك ان نحمی اوديتهم. فكتب الی برأيك فی ذلك. فكتب اليه عمر: ان ادوا اليك ما كانوا يؤدون الی النبی ﷺ فاحم لهم اوديتهم وان لم يؤدوا اليك ما كانوا يؤدون اليه فلا تحم لهم. قال: وكانوا يؤدون الی النبی ﷺ من كل عشر قرب قربة.

عمرو بن شعیب نے کہا ہے کہ:

''طائف کے ایک امیر نے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شہد کی مکھیاں پالنے والے جو کچھ نبی کریم ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے وہ ہمیں ادا نہیں کر رہے ہیں، اور اس کے باوجود ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی وادیوں کی حفاظت کا اہتمام کریں، آپ اس کے بارے میں مجھے اپنی رائے لکھ بھیجئے، اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو یہ لکھا کہ: جو کچھ یہ لوگ نبی ﷺ کو ادا کرتے تھے وہی اگر تمہیں بھی ادا کریں تب تم ان کی وادیوں کی حفاظت کرو لیکن اگر یہ تم کو وہ کچھ ادا نہ کریں جو نبی ﷺ کو ادا کرتے تھے تو ان کیلئے حفاظت کا انتظام نہ کرو۔''

(راوی نے) کہا: یہ لوگ نبی ﷺ کو ہر دس مشکیزہ (شہد) میں سے ایک مشکیزہ ادا کرتے تھے۔

(۱۳۰) وحدثنی يحيیٰ بن سعيد عن عمرو بن شعيب ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه كتب فی العسل: من كل عشر قرب قربة.

(۱۳۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۱۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳۹۳۔

عمرو بن شعیب سے روایت ہے:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شہد کے بارے میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ: ہر دس مشکیزہ میں سے ایک مشکیزہ (واجب) ہے۔''

(۱۳۸) قال: وحدثنی الاحوص بن حکیم عن ابیه انه قال: فی کل عشرۃ ارطال رطل

احوص بن حکیم کے والد نے بیان کیا:

''ہر دس رطل میں سے ایک رطل ہے۔''

(۱۳۹) قال: وحدثنی عبد اللہ بن المحرر عن الزهری (رحمه الله) یرفعه قال: قال رسول الله ﷺ: فی العسل العشر

زہری کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''شہد میں عشر (واجب) ہے۔''

فأما الجوز واللوز والبندق والفستق واشباہ ذلك ففیه العشر اذا کان فی ارض العشر. والخراج اذا کان فی ارض الخراج لانه یکال.

اخروٹ، بادام، چلغوزہ، پستہ اور اس قسم کی دوسری اشیاء جب عشری زمین میں پیدا ہوں تو ان میں عشر (واجب) ہوگا، اور اگر خراجی زمین میں پیدا ہوں تو خراج (واجب) ہوگا کیونکہ یہ وہ اشیاء ہیں جو ناپی جاتی ہیں۔

قال ابو یوسف رحمه الله تعالی: ولیس فی القصب ولا فی الحطب ولا فی الحشیش ولا فی التبن ولا فی السعف عشر ولا خمس ولا خراج

(امام المحدثین) ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: نرکل، (ایندھن کے طور پر کام آنے والی) لکڑی، گھاس، بھوسے، اور کھجور کی شاخوں میں نہ تو عشر (واجب) ہے اور نہ ہی خمس اور نہ ہی خراج (واجب) ہے۔

فأما قصب الذریرۃ فاذا کان فی ارض العشر ففیه العشر. واذا کان فی ارض الخراج ففیه الخراج. وما قصب السکر ففیه العشر اذا کان فی ارض العشر. والخراج اذا کان فی ارض الخراج لانه مما یؤکل. وقصب الذریرۃ وان لم یؤکل فله ثمن ومنفعة

رہا بانس تو اگر وہ عشری زمین میں پیدا ہو تو اس میں عشر (واجب) ہوگا اور خراجی زمین میں پیدا ہو تو خراج (واجب) ہوگا، گنا اگر عشری زمین میں پیدا ہو تو اس میں عشر (واجب) ہوگا، اور خراجی زمین ہو تو خراج (واجب) ہوگا کیونکہ یہ غذائی اشیاء میں سے ہے، بانس اگر چہ غذا کے استعمال میں نہیں آتی لیکن یہ ایک قیمتی اور مفید چیز ہے۔

ولیس فی النفط والقیر والزئبق والموميا اذا کان لشیء من ذلك عین فی الارض شیء نعلمه

اذا کان فی ارض عشر او ارض خراج

ہمارے علم کی حد تک مٹی کے تیل، تارکول، پارہ اور مومیا پر، جب کہ ان میں سے کسی چیز کا چشمہ زمین میں پایا جائے، کچھ بھی (واجب) نہیں ہوتا عشری زمین میں ہو یا خراجی زمین میں ہو۔

(۱۴۰) قال: وحدثنا الحجاج بن ارطاة عن الحکم بن عتیبة عن مقسم عن عبدالله بن عباس فی قول الله عزوجل:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام: ۱۴۱)

قال: العشر ونصف العشر

مقسم سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کہ ''اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔ (الانعام: ۱۴۱)'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ (اس سے مراد) عشر اور نصف عشر ہے۔''

(۱۴۱) قال: وحدثنا اشعث بن سوار عن محمد بن سیرین عن عبدالله بن عمر فی قول الله عزوجل: وآتوا حقه یوم حصاده (الانعام: ۱۴۱) قال: هذا سوی ما فیه من الصدقة.

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ:

(حضرت سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کہ ''اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔ (الانعام: ۱۴۱)'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ حق اس صدقہ کے علاوہ ہے جو اس میں (واجب ہوتا) ہے۔

(۱۴۲) قال (ابو یوسف رحمه الله): وحدثنا المغیرة عن سماك عن ابراهیم فی قول الله تبارك وتعالی: وآتوا حقه یوم حصاده (الانعام: ۱۴۱) قال: کان هذا قبل ان یسن العشر ونصف العشر فلما سن العشر ونصف العشر ترك.

ابراہیم نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کہ ''اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔ (الانعام: ۱۴۱)

---

(۱۴۰) الاموال لابن زنجویه: ۱۲۷۵، السنن الکبری للبیهقی: ۷۵۰۱۔

(۱۴۱) مصنف ابن ابی شیبه: ۱۰۷۶۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۴۱، السنن الکبری للبیهقی: ۷۵۰۵۔

(۱۴۰) الاموال لابن زنجویه: ۱۲۷۵، السنن الکبری للبیهقی: ۷۵۰۱۔

(۱۴۱) مصنف ابن ابی شیبه: ۱۰۷۶۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۴۱، السنن الکبری للبیهقی: ۷۵۰۵۔

(۱۴۲) کتاب الآثار: ۴۴۴، التفسیر من سنن سعید بن منصور: ۹۲۷، السنن الکبری للبیهقی: ۷۵۰۵۔

کے بارے میں فرمایا ہے کہ: یہ اس وقت (کا دستور) تھا جب عشر اور نصف عشر کا طریقہ جاری نہیں کیا گیا تھا جب عشر اور نصف عشر کا طریقہ جاری کر دیا گیا تو اسے ترک کر دیا گیا۔

(۱۴۳)۔قال: وحدثنا بعض اشیاخنا عن ابی رجاء عن الحسن فی قولہ تعالی: "وآتوا حقہ یوم حصادہ" (الانعام:۱۴۱) قال: ہی الصدقة من الحب والثمار۔

حسن (رحمہ اللہ) نے نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کہ "اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔ (الانعام:۱۴۱)" کے بارے میں فرمایا ہے کہ: (یہ حق) غلہ اور پھلوں کا صدقہ (ہی) ہے۔

(۱۴۴)۔قال: وحدثنا قیس بن الربیع عن سالم الافطس عن سعید بن جبیر فی قول اللہ تبارک وتعالی: "وآتوا حقہ یوم حصادہ" (الانعام:۱۴۱) قال: یضیفك الضیف فتعلف دابته، ویأتیك السائل فتعطیه، ثم یقع فیه العشر ونصف العشر۔

سعید بن جبیر (رحمہ اللہ) نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کہ "اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔ (الانعام:۱۴۱)" کے بارے میں فرمایا ہے کہ: تمہارے یہاں مہمان آئے تو تم اس کے سواری کے جانور کو چارہ دو، سائل آئے تو اسے دو، پھر (اس کے علاوہ) اس (پیداوار) میں عشر اور نصف عشر (واجب) ہے۔

فصل: فی ذکر القطائع

فصل: جاگیروں کے بیان میں

قال: ابو یوسف رحمہ اللہ: فأما القطائع من ارض العراق فکل ما کان لکسری ومرازبتہ واھل بیتہ مما لم یکن فی ید احد۔

سرزمین عراق کی جاگیریں ان زمینوں پر مشتمل ہیں جو پہلے کسریٰ، اس کے سرداروں اور اس کے اہل بیت کی ملکیت میں تھیں اور (عام) افراد میں سے کسی کے قبضہ میں نہ تھیں۔

(۱۳۵) حدثنی عبداللہ بن الولید المدنی عن رجل من بنی اسد قال ولم ار احدا کان اعلم بالسواد منہ قال: بلغت الصوافی علی عھد عمر رضی اللہ عنہ اربعۃ آلاف الف. وھی التی یقال لھا صوافی الاثمار. وذلك انہ کان اصفی کل ارض کانت لکسری او لاھلہ او لرجل قتل فی الحرب او لحق بأرض الحرب او مغیض ماء او دیر بدیر۔

قال: وذکر لی خصلتین لم احفظھما۔

عبداللہ بن ولید مدنی نے بنو اسد کے ایک آدمی ''جن کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں نے سواد کے بارے میں ان سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا آدمی نہیں دیکھا'' سے روایت کیا ہے کہ ہے انہوں نے کہا:

(حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں صوافی زمینوں (سے خراج کی آمدنی) چالیس لاکھ (درہم) تک پہنچ گئی تھی۔ اور یہی زمینیں ہیں جن کو آج ''صوافی الاثمار'' کہا جاتا ہے۔ معاملہ یوں ہے، کہ آپ نے ہر وہ زمین (بحق ریاست) خاص کرلی تھی جو کسریٰ یا اس کے خاندان والوں کی تھی۔ یا کسی ایسے فرد کی ملکیت میں تھی جو جنگ میں مارا گیا، یا بھاگ کر حربی علاقہ میں چلا گیا، جو زمینیں پانی کے نیچے تھیں انہیں، اور تمام دیر کے حجروں کو بھی آپ نے (بحق ریاست) خاص کرلیا تھا۔

(راوی نے) کہا: انہوں نے (زمین کی) دو قسمیں اور بتائی تھیں جنہیں میں یاد نہیں رکھ سکا۔

(۱۳۶) قال: وحدثنی عبداللہ بن الولید عن عبداللہ بن ابی حرۃ قال: اصفی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ من اھل السواد عشرۃ اصناف۔

·ارض من قتل فی الحرب
·وارض من هرب۔
·وکل ارض کانت لکسریٰ
·وکل ارض کانت لاحد من اهله۔
·وکل مغیض ماء۔
·وکل دیر برید۔
·قال:نسیت اربع خصال کانت للأکاسرة
عبداللہ بن ابوحرہ نے کہا کہ:
(حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل سواد سے دس قسم کی زمینیں (اپنے لیے بحق ریاست) خاص کر لیں تھیں۔
☆ جنگ میں مارے جانے والوں کی زمینیں۔
☆ بھاگ جانے والے کی زمینیں۔
☆ وہ ساری زمینیں جو کسریٰ کی ملکیت تھیں۔
☆ وہ ساری زمینیں جو اس کے خاندان والوں میں سے کسی کی ملکیت تھیں۔
☆ وہ ساری زمینیں جو پانی کے نیچے تھیں۔
☆ سارے ڈاک گھر۔
☆ (راوی نے) کہا: میں مزید چار اور قسمیں بھول گیا جو اکاسرہ ہی کی تھیں۔

قال:وکان خراج ما استصفاه عمر رضی الله عنه سبعة آلاف ألف فلما کانت الجماجم احرق الناس الدیوان فذهب ذلك الاصل ودرس ولم یعرف۔

(راوی) کہتا ہے کہ: (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جو زمینیں (بحق ریاست) خاص کر لی تھیں ان کا خراج ستر لاکھ (درہم) ہوا کرتا تھا، جب جماجم کا واقعہ پیش آیا تو لوگوں نے رجسٹر جلا دیئے، اور یہ اصلی ریکارڈ ضائع ہو کر مٹ گیا اور پھر پہچانا نہ جانا جا سکا۔

(۱۴۰) قال(ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ):وحدثنی بعض اهل المدینة من المشیخة القدماء۔

---

(۱۴۶) الاموال لابن زنجویه:۹ ۰۲ السنن الکبری للبیهقی:۱۸۳۷۱۔
(۱۴۷) الاموال لابن زنجویه:۵ ۰۲ السنن الکبری للبیهقی:۱۸۳۷۲۔

قال: وجدنا في الديوان ان عمر رضي الله عنه اصفي اموال كسرى وآل كسرى وكل من فر عن ارضه وقتل في المعركة وكل مغيض ماء او اجمة.

مدینہ کے ایک قدیم شیخ نے کہا ہے کہ:

رجسٹر میں یہ (درج) پایا گیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے کسریٰ اور آل کسریٰ کے اموال (بحق ریاست) خاص کر لئے تھے، نیز جو لوگ اپنی زمین چھوڑ کر بھاگ گئے تھے یا جنگ میں مارے گئے تھے ان کی زمینیں، پانی سے ڈھکی ہوئی زمینیں اور جنگلات خاص کئے تھے۔

فكان عمر رضي الله عنه يقطع من هذه لمن اقطع.

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ جس کو بھی جاگیر دیتے انہی زمینوں میں سے دیتے۔

قال ابو يوسف (يعقوب رحمه الله تعالىٰ): وذلك بمنزلة المال الذي لم يكن لاحد وفي لا يد وارث. فللإمام العادل ان يجيز منه ويعطي من كان له غناء في الاسلام ويضع ذلك موضعه ولا يحابي به فكذالك هذه الارض.

ابو یوسف (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ: اس کا حال اس مال جیسا ہے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو، نہ ہی کسی وارث کے قبضہ میں ہو ایسے مال کے بارے میں امام عادل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس میں سے انعامات دے، اور جن لوگوں نے اسلام کی کوئی قابل لحاظ خدمت انجام دی ہو ان کو کچھ بطور عطیہ دے، اور بے جا ترجیح دیئے بغیر ان اموال کو مناسب طور پر صرف کرے، بالکل یہی نوعیت ان زمینوں کی بھی ہے۔

فهذا سبيل القطائع عندي في ارض العراق. والذي صنع الحجاج ثم فعل عمر بن عبدالعزيز (رحمه الله تعالىٰ). فان عمر رضي الله تعالى عنه اخذ ذلك بالسنة لان من اقطعه الولاة المهديون فليس لاحد ان يرد ذلك.

میرے نزدیک سر زمین عراق میں جاگیریں عطا کرنے کی نوعیت یہی ہے، حجاج نے جو کچھ کیا اور پھر (حضرت سیدنا) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے جو اقدامات کئے تو (حضرت سیدنا) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ) نے درحقیقت سنت پر عمل کیا، کیونکہ جس کسی کو راہ راست پر چلنے والے حکمرانوں نے جاگیریں عطا کر دیں اس سے یہ جاگیریں واپس لینے کا حق کسی کو نہیں۔

فأما من اخذ من واحد واقطع آخر فهذا بمنزلة مال غصبه واحد من واحد واعطى واحدا

اب جس نے (کوئی جاگیر) کسی ایک سے چھین کر کسی دوسرے کو بطور جاگیر دے دی تو اس کی نوعیت اس مال جیسی ہے جسے کوئی کسی فرد سے غصب کر کے دوسرے فرد کو دے دے۔

جاگیروں کے محاصل:

وانما صارت القطائع يؤخذ منها العشر لانها بمنزلة الصدقة. وانما ذلك الى الامام ان رأى ان يصير عليها عشرا فعل، وان رأى ان يصير عليها عشرين فعل وان رأى ان يصيرها خراجا اذا كانت تشرب من انهار الخراج فعل ذلك موسعا عليه في ارض العراق خاصة.

جاگیروں سے عشر اس لئے وصول کیا جانے لگا کہ ان کی نوعیت صدقہ کی ہے، اصلاً یہ امام کی رائے پر موقوف ہے کہ ان پر عشر عائد کرنا مناسب سمجھے تو ایسا کرے۔ اور عشر کا دوگنا عائد کرنا موزوں خیال کرے تو ایسا کرے، اسی طرح اگر وہ ان زمینوں کو خراج کے تحت لانا چاہے تو ایسا بھی کرسکتا ہے بشرطیکہ ان کو خراجی نہروں سے سینچا جاتا ہو، خاص طور پر عراق کی زمین کے بارے میں امام کیلئے (مالیہ عائد کرنے کے باب میں) کافی گنجائش ہے۔

وانما يؤخذ منها العشر لما يلزم صاحب الاقطاع من المؤنة في حفر الانهار وبناء البيوت وعمل الارض. وفي هذا مؤنة عظيمة على صاحب الاقطاع. فمن ثم صار عليه العشر لم يلزم من المؤنة. والامر في ذلك ليك، ما رأيت انه اصلح فاعمل به ان شاء الله.

اوران (جاگیروں) سے صرف دسواں حصہ اس لئے لیا جاتا ہے کہ نہروں کی کھدائی، مکانات کی تعمیر اور زمین کی جوتائی وغیرہ کے سلسلہ میں (محنت اور اخراجات کا) بوجھ جاگیر دار کے سر پر ہوتا ہے اس سلسلہ میں جاگیردار پر کافی بوجھ پڑجاتا ہے، اسی بوجھ کی وجہ سے ان سے صرف عشر لیا جاتا رہا ہے، بہرحال فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، جس طریقہ کو زیادہ مناسب سمجھئے اسی پر عمل کیجئے، ان شاء اللہ۔

فصل: أرض الحجاز ومكة والمدينة واليمن وأرض العرب التي افتتحها رسول الله ﷺ

فصل: حجاز، مکہ مدینہ، یمن اور عرب کی زمینوں کے بارے میں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح کیا تھا

(قال ابو يوسف رحمه الله) وأما ارض الحجاز ومكة والمدينة وأرض اليمن وأرض العرب التي افتتحها رسول الله ﷺ. فلا يزاد عليها ولا ينقص منها. لانه شيء قد جرى عليه امر رسول الله ﷺ وحكمه. فلا يحل للامام ان يحوله الى غير ذلك.

حجاز، مکہ، مدینہ، یمن کی زمینوں اور عرب کی ان ساری زمینوں کے مالیہ میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جائے گی جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح کیا تھا، کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فیصلہ ہو کر آپ کا حکم نافذ ہو چکا ہے، اب امام کیلئے یہ جائز نہیں کہ کہ اس کو کسی دوسرے (نظام محاصل) سے بدل دے۔

عشر:

وقد بلغنا ان رسول الله ﷺ افتتح فتوحا من الارض العربية فوضع عليها العشر. ولم يجعل على شيء منها خراجا. وكذلك قول اصحابنا في تلك الارضين.

اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرزمین عرب کے متعدد علاقے فتح کئے اور ان سب پر عشر عائد کیا، کسی زمین پر بھی خراج عائد نہیں کیا، ہمارے اصحاب بھی ان زمینوں کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں۔

الا ترى ان مكة والحرم لم يكن فيها خراج فأجروا الارض العربية كلها هذا المجرى واجرى البحران والطائف كذلك او لا ترى ان العرب من عبدة الاوثان حكمهم القتل او الاسلام ولا تقبل منهم الجزية. وهذا خلاف الحكم في غيرهم فكذلك ارض العرب.

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ مکہ اور حرم کے علاقہ میں خراج عائد نہیں کیا گیا لہذا ان حضرات نے عرب کی ساری زمینوں پر اسی اصول کا اطلاق کیا، اور بحرین وطائف کی زمینوں کو بھی اسی اصول کے تحت رکھا گیا، عرب کی سرزمین کے

بارے میں دوسری زمینوں سے مختلف حکم س لئے بھی قابلِ فہم ہے کہ اس طرح عرب کے بت پرستوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ یا تو وہ اسلام لائیں یا قتل کر دیئے جائیں ان سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گیا، یہ حکم اس حکم سے مختلف ہے جو ان کے دوسرے لوگوں کے بارے میں آیا ہے۔

خراج:

وقد جعل النبی ﷺ علی قوم من اهل الیمن یری انهم من اهل الکتاب الخراج علی رقابهم لقول الله عزوجل فی کتابه "ومن یتولهم منکم فأنه منهم "(المائدة:۵۱)وجعل علی کل حالم وحالمة دینارا او عدله معافریا. فأما الأرض فلم یجعل علیها خراجا وانما جعل العشر فی السیح ونصف العشر فی الدالیة لمؤنة الدالیة والسانیة

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے یمن کی ایک قوم پر جنہیں اہل کتاب خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کے اس فرمان "کہ تم میں سے جو شخص یہودیوں اور نصرانیوں کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔" کی بناء پر خراج ذات (یعنی جزیہ) عائد کیا تھا۔ آپ نے ہر بالغ مرد اور عورت پر ایک دینار یا اس کے مساوی قیمت کا معافری کپڑا مقرر کیا تھا۔ جہاں تک زمین کا تعلق ہے آپ نے اس پر کوئی خراج عائد نہیں کیا بلکہ بہتے ہوئے پانی سے سینچی جانیوالی زمینوں پر عشر اور رہٹ سے سینچی جانیوالی زمینوں پر رہٹ اور اونٹنی (پر آنیوالے مصارف اور محنت) کے بوجھ کی رعایت رکھتے ہوئے نصف عشر عائد کیا تھا۔

فصل:ما أخطأ فيه الخوارج فى هذا الموضوع
فصل:اس موضوع کے سلسلہ میں خوارج کی غلطی

وأما الخوارج فأنهم اخطأوا المحجة وجعلوا قرى عربية بمنزلة قرى عجمية ولم يأخذوا بما اجتمع عليه اصحاب رسول الله ﷺ وقول عمر وعلي. ومن اجتمع من اصحاب رسول الله ﷺ احسن تأويلا وتوفيقا من الخوارج. والحمدلله رب العالمين.

اورخوارج راہ راست سے بھٹک گئے اور انہوں نے عرب کی بستیوں کو وہی نام دیا جو عجم کی بستیوں کو حاصل ہے، ان لوگوں نے اس بات کو نہیں اختیار کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں کا اجماع ہو چکا ہے اور جو کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) اور (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کی رائے ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن صحابیوں کا اجماع ہے وہ تحقیق کرنے اور توفیق پانے، دونوں اعتبار سے خوارج سے بہتر تھے، والحمد للہ رب العالمین۔

فصل: فی حکم ارض البصرة وخراسان

فصل: بصرہ اور خراسان کی زمین کے حکم کے بیان میں

واما ارض البصرة وخراسان فانهما عندى بمنزلة السواد ما افتتح من ذلك عنوة فهو ارض خراج وما صلوح عليه هلذ فعلى ما صولحوا عليه ولا يزاد عليهم۔

بصرہ وخراسان کی زمینوں کی نوعیت میرے نزدیک وہی ہے جو سواد کی ہے، ان میں جو زمینیں بزورقوت فتح کی گئی ہیں وہ خراجی ہیں اور جن پر ان کے باشندوں سے صلح کی گئی ہے ان کے سلسلہ میں متعلقہ صلح نامہ پر عمل کیا جائے گا، اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

وما اسلم عليه اهله فهو عشر. ولست افرق بين السواد وبين هذه فى شيء من امرها. ولكن قد جرت عليها سنة وامضى ذلك من كان من الخلفاء فرأيت ان تقرها على حالها. وذلك الأمر وعليه العمل۔

جن زمینوں کے مالک ان کے مالک ہونے کی حالت میں اسلام لائے وہ عشری قرار پائیں گی۔ میں ان زمینوں اور علاقہ سواد کے درمیان کسی معاملہ میں بھی کوئی تفریق نہیں کرتا، لیکن ان کے سلسلہ میں ایک طریقہ چلا آ رہا ہے، اور تمام سابق خلفاء نے اسی طریقہ کو برقرار رکھا ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ان کو اسی حال میں رہنے دیں، یہی مناسب فیصلہ ہے اور اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔

جاگیریں اور ان کے محاصل:

قال ابو يوسف: وكل ارض من ارض العراق والحجاز واليمن والطائف وارض العرب وغيرها عامرة وليست لاحد ولا فى يد احد ولا ملك احد ولا وراثة ولا عليها اثر عمارة فأقطعها الامام رجلا فعمرها فان كانت فى ارض الخراج ادى عنها الذى اقطعها الخراج۔

عراق، حجاز، یمن اور طائف کے علاقوں میں یا عرب اور عرب کے علاوہ دوسرے ملکوں میں جو زمین بھی قابل کاشت ہو، نہ کسی کا حق ہو، نہ کسی کے قبضہ میں ہو، نہ کسی کی ملکیت ہو، اور نہ کسی کا ورثہ ہو، اور جس پر کسی عمارت کے آثار بھی نہ ہوں، اور امام اسے کسی شخص کو بطور جاگیر دے دے، پھر وہ شخص اسے آباد کرے تو اس زمین اگر خراجی علاقہ میں واقع ہو تو

جس شخص کو جاگیر دی گئی ہے وہ خراج ادا کرے گا۔

والخراج ما افتتح عنوة مثل السواد وغيره. وان كانت من ارض العشر ادى عنها الذى اقطعها العشر. وارض العشر كل ارض اسلم عليها فهى ارض عشر وارض الحجاز والمدينة ومكة واليمن وارض العرب كلها ارض عشر.

خراجی علاقے وہ ہیں جو بزورقوت فتح کئے گئے ہوں مثلاً سواد وغیرہ، اگر یہ زمین عشری زمینوں میں سے ہو تو جس شخص کو جاگیر دی گئی ہے وہ اس پر عشر ادا کرے گا، عشری زمین (کی تعریف) یہ ہے کہ جس زمین کا مالک اس کا مالک ہونے کی حالت میں اسلام لایا ہو وہ عشری قرار پائے گی، حجاز، مدینہ، مکہ، یمن اور عرب کی ساری زمین عشری زمین ہے۔

فكل ارض اقطعها الامام مما فتحت عنوة ففيها الخراج الا ان يصيرها الامام عشرية.

وذلك الى الامام اذا اقطع احدا ارضا من ارض الخراج فان رأى ان يصير عليها عشرا او عشرا ونصفا او عشرين او اكثر او خراجا فما رأى ان يحمل عليه اهلها فعل

بزورقوت فتح ہونے والے علاقوں کی جو زمین امام کسی کو بطور جاگیر دے اس پر خراج عائد ہوگا، الا یہ کہ امام اسے عشری قرار دے دے۔ امام کو اس کا اختیار ہے کہ جب خراجی زمینوں میں سے کوئی زمین کسی کو جاگیر کے طور پر عطا کرے تو اس پر عشر یا عشر اور نصف یا دو عشر یا اس سے زیادہ یا کوئی (متعین) خراج، غرض یہ کہ جتنا کچھ بھی عائد کرنا مناسب سمجھے کر دے۔

وارجو ان يكون ذلك موسعا عليه فكيفما شاء من ذلك فعل الا ما كان من ارض الحجاز والمدينة ومكة واليمن فان هنالك لا يقع خراج ولا يسع الامام ولا يحل له ان يغير ذلك ولا يحوله عما جرى عليه امر رسول الله ﷺ وحكمه.

مجھے امید ہے کہ اس باب میں اس کیلئے کافی گنجائش ہے، اور وہ ان مختلف صورتوں میں سے جو صورت چاہے اختیار کر سکتا ہے، البتہ حجاز، مدینہ، مکہ، اور یمن کی زمینیں اس اختیار سے باہر ہیں ان علاقوں میں خراج عائد نہیں کیا جا سکتا، امام کیلئے نہ تو اس کی گنجائش ہے، نہ ایسا کرنا اس کیلئے جائز ہے کہ ان کے سلسلہ میں کوئی تبدیلی عمل میں لائے، رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے مطابق اور آپ کے حکم کے تحت جو صورت اختیار کی جا چکی ہے اس کو چھوڑ کر امام کوئی اور صورت نہیں اختیار کرے گا۔

فقد بينت لك فخذ بأي القولين احببت. واعمل بما ترى انه صلاح للمسلمين واعم نفعا لخاصتهم وعامتهم واسلم لك فى دينك ان شاء الله تعالى.

میں نے آپ کیلئے یہ بات پوری طرح واضح کر دی، آپ دونوں آراء میں سے جس کو پسند کریں اختیار کر لیجئے، اس

طریقہ پر عمل کیجئے جس کو آپ مسلمانوں کی بہبود کیلئے زیادہ مناسب، ان کے خواص وعوام سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا، اور اپنے دین کی سلامتی کیلئے بہتر طریقہ سمجھتے ہیں، انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۱۴۸) قال ابو یوسف (رحمہ اللہ تعالی): حدثنی المجالد بن سعید عن عامر الشعبی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعث عتبۃ بن غزوان الی البصرۃ وکانت تسمی ارض الھند فدخلھا ونزلھا قبل ان ینزل سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) الکوفۃ. وان زیادا ابن ابیہ ھو الذی بنی مسجدھا وقصرھا وھو الیوم فی موضعہ. وان ابا موسی الاشعری افتتح تستر واصبھان ومھرجان قذق وماذبیان وسعد بن ابی وقاص محاصر المدائن.

عامر شعبی سے روایت ہے کہ:

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو بصرہ کی طرف جسے سرزمین ہند کہا جاتا تھا روانہ کیا اور انہوں نے سعد بن ابو وقاص (رضی اللہ عنہ) کے کوفہ پہنچنے سے پہلے وہاں داخل ہوکر وہاں پڑاؤ کیا، نیز یہ کہ وہاں کی مسجد اور محل، جو آج بھی اپنے مقام پر موجود ہے تعمیر کرنے والے زیاد ابن ابیہ تھے (انہوں نے یہ بھی بتایا کہ) جب سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) مدائن کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہ) تستر، اصبہان، مہرجان، قذق اور ماذبیان فتح کرلیا۔''

قال ابو یوسف: وکل من اقطعہ الولاۃ المھدیون ارضا من ارض السواد وارض العرب والجبال من الاصناف التی ذکرنا ان الامام ان یقطع منھا. فلا حل لمن یأتی بعدھم من الخلفاء ان یرد ذلک ولا یخرجہ من یدی من ھو یدہ وارثا او مشتریا. فاما ان اخذ الوالی من ید واحد ارضا واقطعھا آخر فھذا بمنزلۃ الغاصب غصب واحدا واعطی آخر.

ابو یوسف (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: جس فرد کو بھی راہ راست پر چلنے والے حکمرانوں سے علاقہ سواد، سرزمین عرب اور الجبال میں ان قسموں میں سے جن کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ امام کو ان میں سے جاگیریں دینے اختیار حاصل ہے کوئی زمین دی تو ان کے بعد آنے والے خلفاء کیلئے یہ جائز نہیں کہ ان کو واپس لے لیں، یا انہیں لوگوں کے قبضہ سے نکال لیں جن کے پاس یہ زمینیں اس وقت موجود ہیں خواہ ان کو انہوں نے وراثت میں پایا ہو یا کسی سے خرید کر حاصل کیا ہو، جو زمینیں والیوں نے ایک فرد سے لیکر دوسرے کو بطور جاگیر دی ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ غاصب ایک فرد سے غصب کر کے دوسرے کو دے دے۔

(۱۴۷) الاموال لابن زنجویہ: ۱۰۳۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۳۷۲۔

(۱۴۸) الاموال لابن زنجویہ: ۱۰۲۵۔

فلا يحل للامام ولا يسعه ان يقطع احدا من الناس حق مسلم ، ولا معاهد ولا يخرج من يده من ذلك شيئا الا بحق يجب عليه فيأخذه بذلك الذی وجب له عليه فيقطعه من احب من الناس. فذلك جائز له

امام کیلئے نہ تو یہ جائز ہے نہ اس کیلئے ایسا کرنے کی کوئی گنجائش ہے کہ کسی فرد کو کسی مسلمان یا معاہد کا حق (چھین کر) بطور جاگیر دے، اسے اس طرح کی زمینوں کو ان کے قبضہ سے نہیں نکالنا چاہئے ، بجز اس صورت کے کہ ان کے ذمہ اس کا کوئی حق واجب ہو اور وہ اس (جاگیر) کو اس واجب حق کے بدلہ ان سے لے لے اور پھر عوام الناس میں سے جس کو بھی چاہے بطور جاگیر دے دے، ایسا کرنا اس کیلئے جائز ہوگا۔

جاگیر دینے کا اختیار:

والارض عندی بمنزلة الامام فالامام ان يجيز من بيت المال من كان له غناء فی الاسلام .

ومن يقوی به علی العدو ويعمل فی ذالك بالذی يری انه خير للمسلمين واصلح لامرهم .

اور زمین میرے نزدیک مال کی طرح ہے، چنانچہ امام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بیت المال میں سے ان لوگوں کو انعامات دے جنہوں نے اسلام کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی ہو، یا جو اس کے ذریعہ دشمن کے مقابلہ کی تیاری کرنے والے ہوں۔ امام اس باب میں وہ پالیسی اختیار کرے گا جو اس کی رائے میں مسلمانوں کیلئے بہتر اور ان کے حق میں موزوں ہو۔

وكذلك الارضون يقطع الامام منها من احب من الاصناف التی سميت. ولا اری ان يترك ارضا لاملك لاحد فيها ولا عمارة حتی يقطعها الامام فان ذلك اعمر للبلاد واكثر للخراج.

فهذا حد الاقطاع عندی علی ما اخبرتك

یہی نوعیت زمینوں کی بھی ہے، میں نے جس قسم کے لوگوں کا اوپر ذکر کیا ہے ان میں سے امام جس کو چاہے جاگیر دے سکتا ہے، میرے خیال میں غیر مملوکہ اور غیر آباد زمینوں کو بے کار چھوڑ رکھنے کی بجائے امام کو چاہیئے کہ انہیں بطور جاگیر مختلف افراد کو دے دے، اس طرح ہمارے علاقے زیادہ آباد و خوش حال ہو جائیں گے اور خراج میں بھی اضافہ ہوگا، جیسا کہ میں نے بتایا ہے میرے نزدیک جاگیر دینے کی نوعیت یہی ہے۔

جاگیر دینے کے نظائر:

قال ابو يوسف: وقد اقطع رسول الله ﷺ وتألف علی الاسلام اقواما واقطع الخلفاء من بعده من رأوا ان فی اقطاعه صلاحا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جاگیریں دی ہیں اور ان کے ذریعہ بعض لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے سے مانوس کیا ہے، آپ کے بعد خلفاء نے بھی ایسے لوگوں کو جاگیریں دی ہیں جن کے بارے میں ان کا احساس یہ تھا کہ ان کو جاگیر دینا بہتری کا باعث ہوگا۔

(۱۴۹) حدثني ابن ابي نجيح عن عمرو بن شعيب عن ابيه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اقطع لأناس من مزينة او جهينة ارضا. فلم يعمروها فجاء قوم فعمروها فخاصمهم الجهنيون او المزنيون الى عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه فقال: لو كانت مني اومن ابي بكر لرددتها. ولكنها قطيعة من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

عمرو بن شعیب کے والد سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزینہ یا جہینہ کے کچھ لوگوں کو ایک زمین بطور جاگیر عطا کی۔ مگر ان لوگوں نے اسے آباد نہ کیا۔ پھر کچھ دوسرے لوگوں نے اسے آباد کرلیا۔ اب جہینہ یا مزینہ والے (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ان لوگوں کے خلاف مقدمہ لے کر گئے۔ اس پر (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر یہ (زمین) میری یا (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی دی ہوئی ہوتی تو میں اسے واپس لے لیتا مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی جاگیر ہے۔''

ثم قال: من كانت له ارض ثم تركها ثلاث سنين فلم يعمرها فعمرها قوم آخرون فهم احق بها.

پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جس کے پاس بھی کوئی زمین ہو اور وہ اسے تین سال چھوڑے رکھے اور آباد نہ کرے، پھر اسے کچھ دوسرے لوگ آباد کریں تو یہ لوگ اس کے زیادہ حق دار ہوں گے۔

(۱۵۰) قال (ابو يوسف رحمه الله تعالىٰ): وحدثنا هشام بن عروة عن ابيه قال: اقطع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الزبير ارضا فيها نخل من اموال بني النضير. وذكر انها كانت ارضا يقال لها الجرف. وذكر ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه اقطع العقيق اجمع للناس حتى جازت قطيعة ارض عروة بن الزبير (رضى الله عنه). فقال: اين المستقطعون منذ اليوم فان يكن فيهم خير فتحت قدمي. قال خوات بن جبير: اقطعنيه. فأقطعه اياه

ہشام بن عروہ کے والد نے بیان کیا ہے:

(۱۴۹) الاموال لابن زنجویہ: ۱۰۲۱

(۱۵۰) مسند الشافعی: ۴۳۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۸۰۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۸۳۹۸۔

''رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کی املاک میں سے ایک زمین جس میں کھجور کے درخت بھی تھے، زبیر (رضی اللہ عنہ) کو بطور جاگیر عطاء کی، کہا جاتا ہے کہ اس زمین کا نام جرف تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عقیق کا سارا علاقہ لوگوں کے درمیان بطور جاگیر تقسیم کر دیا، یہاں تک کہ ایک جاگیر عروہ بن زبیر کی زمین سے بھی تجاوز کر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا: کہاں ہیں آج کے دن سے جاگیر کے طلب گار، اگر ان (طلب گاروں) میں کچھ بھلائی نظر آئی تو میرے قدموں کے نیچے (بہت زمین) ہے۔''

خوات بن جبیر نے کہا: اسے مجھے بطور جاگیر دے دیجئے، چنانچہ آپ نے اسے انہیں دے دیا۔

(۱۵۱) قال: وحدثني سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار قال لما قدم النبي ﷺ المدينة اقطع ابابكر واقطع عمر رضي الله عنهما۔

عمرو بن دینار نے کہا ہے کہ:

''جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو جاگیر عطا کیا اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی جاگیر عطا کی۔''

(۱۵۲) قال: وحدثنا اشعث بن سوار عن حبيب بن ابي ثابت عن صامت المكي عن ابي رافع قال: اعطاهم النبي ﷺ ارضا۔ فعجزوا عن عمارتها فباعوها في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه بثمانية آلاف دينار او بثمانمائة الف درهم۔ فوضعوا اموالهم عند علي بن ابي طالب رضي الله عنه۔ فلما اخذوها وجدوها تنقص فقالوا: هذا ناقص قال: احسبوا زكاته۔ قال: فحسبوا فوجدوه وافيا۔ فقال: احسبتم اني امسك مالا لا ازكيه۔

ابو رافع نے کہا کہ:

''نبی ﷺ نے ان لوگوں کو ایک زمین عطا فرمائی، یہ اسے زیر کاشت نہ لا سکے تو انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسے آٹھ ہزار دینار یا آٹھ لاکھ درہم میں فروخت کر دیا، پھر انہوں نے اپنی دولت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے پاس رکھ دی، جب انہوں نے اسے واپس لیا تو دیکھا کہ وہ کم ہے، اس پر ان لوگوں نے کہا: یہ تو کم ہے، آپ نے فرمایا: اس کی زکوۃ کا حساب لگاؤ۔ (راوی) کہتا ہے کہ: ان لوگوں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ زکوۃ محسوب کرنے کے بعد رقم پوری ہو جاتی ہے، اس پر آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں کوئی ایسا مال رکھوں گا جس کی زکوۃ نہ ادا کروں۔''

---

(۱۵۲) سنن الدار قطني: ۱۹۷۴، شرح مشكل الآثار: ج ۱۲ ص ۳۹۲، السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۷۳۴۴۔

(۱۵۳) قال: وحدثني بعض اشياخنا من اهل المدينة قال: اقطع رسول الله ﷺ بلال بن الحارث المزني مابين البحر والصخر. فلما كان زمن عمر بن الخطاب قال له: انك لاتستطيع ان تعمل هذا. فطيب له ان يقطعها ماخلا المعادن فانه استثناها

مدینہ کے رہنے والے ایک شیخ نے کہا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث مزنی (رضی اللہ عنہ) کو سمندر اور پہاڑی کے مابین سارا علاقہ بطور جاگیر عطا فرما دیا، پھر جب عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا زمانہ آیا تو انہوں نے ان سے کہا: اس (سارے علاقہ) کو زیرکاشت لانا تمہارے بس سے باہر ہے، پھر آپ اس پر راضی ہوگئے کہ کانوں کے علاوہ باقی علاقہ کو انہیں بطور جاگیر دے دیں، کانوں کو آپ نے مستثنیٰ کرلیا۔''

(۱۵۴) قال: وحدثني الاعمش عن ابراهيم بن المهاجر عن موسى بن طلحة قال: اقطع عثمان بن عفان لعبدالله بن مسعود رضى الله تعالى عنهما فى النهريين. ولعمار بن ياسر استينيا. واقطع خبابا صنعاء. واقطع سعد بن مالك قرية هرمزان قال: فكل جار

موسیٰ بن طلحہ نے کہا ہے کہ:

''عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) نے عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو نہرین (کے علاقہ) میں جاگیر دی اور عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) کو استینیا میں، آپ نے خباب (رضی اللہ عنہ) کو صنعاء اور سعد بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو ہرمزان کا گاؤں بطور جاگیر عطا کیا۔ (راوی نے) کہا: چنانچہ یہ سب (جاگیریں آج بھی) جاری ہیں۔''

قال: فكان عبدالله بن مسعود وسعد يعطيان ارضهما بالثلث والربع

(راوی نے) کہا: عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) اور سعد (رضی اللہ عنہ) اپنی زمین تہائی اور چوتھائی (پیداوار خود لینے کی شرط) پر دے دیا کرتے تھے۔

(۱۵۵) وقال: وحدثنا ابو حنيفة رضى الله عنه عمن حدثه قال: كان لعبدالله بن مسعود ارض خراج. وكان لخباب ارض خراج. وكان للحسين بن على ارض خراج ولغيرهم من الصحابة رضى الله عنهم. وكان لشريح ارض خراج فكانوا يؤدون عنها الخراج

ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے ایک شخص کے حوالے سے جس نے ان سے بیان کیا تھا، ہم سے بیان کیا ہے کہ اس شخص نے کہا:

''(حضرت سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس خراجی زمین تھی، خباب (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی، اور (سیدنا) حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) اور ان لوگوں کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بھی خراجی زمینیں تھیں، شریح (رحمہ اللہ) کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی، یہ سب لوگ ان زمینوں پر خراج ادا کیا

کرتے تھے۔''

قال ابو یوسف (رحمه الله تعالىٰ): فقد جاءت هذه الآثار بان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اقطع اقواماً وان الخلفاء من بعده اقطعوا. ورأى رسول الله ﷺ الصلاح فيما فعل من ذلك اذ كان فيه تألف على الاسلام وعمارة للارض. وكذلك الخلفاء انما اقطعوا من رأوا ان له غناء في الاسلام ونكاية للعدو

ورأوا ان الافضل ما فعلوا. ولولا ذلك لم يأتوه ولم يقطعوا حق مسلم ولا معاهد.

(امام اہلسنت) ابو یوسف (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ: یہ سارے آثار یہی بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو جاگیریں عطا فرمائی ہیں اور آپ کے بعد خلفاء نے بھی جاگیریں دی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کیا اس میں بہتری دیکھی کیونکہ اس طرح لوگوں کی اسلام سے وابستگی میں پختگی پیدا ہوتی اور زمین کی آبادکاری بھی عمل میں آتی تھی، اسی طرح خلفاء نے بھی صرف انہی لوگوں کو جاگیریں دی ہیں جنہوں نے اسلام کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی تھی یا جو دشمن کی سرکوبی کا ذریعہ تھے۔ اور ان حضرات کے نزدیک بہترین طریقہ وہی تھا جسے انہوں نے اختیار کیا، یہ بات نہ ہوتی تو انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا، انہوں نے کسی مسلمان یا معاہد کا حق کبھی جاگیر کے طور پر کسی دوسرے کو نہیں دیا۔

زمین چھیننے کا گناہ:

(۱۵۶) قال ابو یوسف: وحدثني هشام بن عروة عن ابيه عن سعيد بن زيد قال: قال رسول الله ﷺ: من اخذ شبرا من ارض بغير حق طوقه من سبع ارضين.

سعید بن زید نے کا بیان ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے بالشت بھر زمین بھی بغیر کے حق کے لے لی تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔''

(۱۵۴) مصنف عبدالرزاق: ۱۴۴۷۰، الاموال لابن زنجویہ: ۱۰۲۹، شرح مشکل الآثار: ج۲ ص۱۲۳، شرح معانی الآثار: ۵۹۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۴۷۰۔

(۱۵۵) الرد علی سیر الاوزاعی ج۱ ص۹۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱۸۲۹۔

(۱۵۶) صحیح البخاری: ۳۱۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۱۴، مسند احمد بن حنبل: ۱۶۳۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۹۵۱۔

فصل: فی اسلام قوم من اهل الحرب واهل البادية على ارضهم واموالهم

فصل: اہل حرب اور دیہاتیوں کے اپنی زمینوں اور اموال کے مالک ہوتے ہوئے اسلام لانے کے بارے میں

قال ابو یوسف (رحمه اﷲ تعالیٰ): وسألت یا امیر المؤمنین عن قوم من اهل الحرب اسلموا على انفسهم وارضهم ما الحکم من ذلك فان دماء هم حرام وما اسلموا علیه من اموالهم فلهم وکذلك ارضوهم لهم وهی ارض عشر بمنزلة المدینة حیث اسلم اهلها مع رسول اﷲ ﷺ وکانت ارضهم ارض عشر وکذلك الطائف والبحران

امیر المؤمنین! آپ نے پوچھا ہے اہل حرب میں سے جو لوگ اپنی جان اور زمینوں کے مالک ہوتے رہتے ہوئے اسلام لائے ہوں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) ان کا خون حرام ہے، اور اسلام لاتے وقت یہ جن اموال کے مالک تھے وہ ان کی ملکیت قرار پائیں گے، یہی حال ان کی زمینوں کا بھی ہے، یہ زمینیں اسی طرح عشری قرار پائیں گی جس طرح مدینہ (کی زمینیں) جہاں کے باشندے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسلام لائے اور ان کی زمینیں عشری قرار دی گئیں، یہی حال طائف اور بحرین کا ہے۔

وکذلك اهل البادية اذ اسلموا على میاههم وبلادهم فلهم ما اسلموا علیه وهو فی ایدهم ولیس لاحد من غیرهم من القبائل ان یبنی فی ذلك شیئا یستحق منه شیئا ولا یحفر فیه بئرا یستحق به شیئا

اور اسی طرح اہل دیہات اپنے پانی (چشموں اور کنوئیں وغیرہ) اور علاقوں کے مالک ہونے کی حالت میں اسلام لائیں تو وہ ساری چیزیں جن پر اسلام لاتے وقت ان کو قبضہ حاصل تھا ان کی ملکیت تسلیم کی جائیں گی، دوسرے قبیلہ والوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں حاصل ہے کہ ان علاقوں میں کوئی ایسی تعمیر عمل میں لائے جس کے ذریعہ وہ ان میں سے کسی قطعہ زمین کا حق دار بن کھڑا ہو، نہ وہ اس علاقہ میں کنواں کھود کر اس کے ذریعہ کسی حق کے طالب ہو سکتے ہیں۔

وليس لهم ان يمنعوا الكلأ. ولا يمنعوا الرعاء ولا المواشي من الماء. ولا حافظاً ولا خفافی تلك البلدة. وارضهم ارض عشر لا يخرجون عنها فيما بعد يتوارثونها ويتبايعونها وكذلك كل بلاد اسلم عليها اهلها فهي لهم وما فيها۔

ان دیہاتیوں کو یہ حق نہیں حاصل ہے کہ کسی کو چارہ لینے سے روک دیں۔ وہ لوگ چرواہوں یا مویشیوں کو پانی پینے سے نہیں روکیں گے، اسی طرح یہ اپنے علاقے میں مسافروں یا گھوڑوں، خچروں وغیرہ کو بھی پانی حاصل کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔ ان کی زمینیں عشری زمینیں ہیں، ان کو آئندہ بھی ان زمینوں سے بے دخل نہیں کیا جائے گا، وہ انہیں ورثہ میں منتقل کرسکیں گے اور ان کی خرید وفروخت کرسکیں گے، یہی حال ان تمام علاقوں کا ہے جن کے رہنے والے ان پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہوں، یہ علاقے اور ان میں پائی جانی والی چیزیں ان کی ملکیت میں باقی رہیں گی۔

وہ زمینیں جن کے مالکوں سے صلح ہو جائے:

وايما قوم من اهل الشرك صالحهم الامام ان ينزلوا على الحكم والقسم وان يؤدوا الخراج فهم اهل ذمة وارضهم ارض خراج ويؤخذ منهم ما صولحوا عليه ويوفى لهم ولا يزاد عليهم

مشرکین میں سے جس قوم سے امام اس شرط پر صلح کرلے کہ وہ اس کا فیصلہ اور اس کی تقسیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیں اور خراج ادا کریں وہ اہل ذمہ قرار دیئے جائیں گے اور ان کی زمین خراجی زمین ہوگی، ان سے جتنے (مالیہ) پر صلح ہوئی ہے وہ لیا جاتا رہے گا اور ان سے کیئے ہوئے وعدوں کو پورا کیا جائے گا، طے شدہ میں کوئی اضافہ نہ کیا جاسکے گا۔

بزور قوت فتح ہونے والے علاقے:

وايما ارض افتتحها الامام عنوة فقسمها بين الذين افتتحوها فان رأى ان ذلك افضل فهو في سعة من ذلك وهي ارض عشر

جس زمین کو امام بزور قوت فتح کرتا ہے اور پھر اسے فتح کرنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہے تو اگر اس کی رائے میں یہی صورت بہتر ہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے اور وہ زمین عشری قرار پائی گی۔

وان لم ير قسمتها ورأى الصلاح في اقرارها في ايدي اهلها كما فعل عمر بن الخطاب رضي الله عنه في السواد. فله ذلك وهي ارض خراج وليس له ان يأخذ بها بعد ذلك منهم. وهي ملك لهم يتوارثونها ويتبايعونها ويضع عليهم الخراج. ولا يكلفوا من ذلك مالا يطيقون.

لیکن اگر وہ تقسیم کرنا مناسب نہ سمجھے اور ان زمینوں کو ان کے باشندوں کے قبضہ میں رہنا دینا بہتر سمجھے جیسا کہ عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سواد کے بارے میں کیا تھا تو اسے ایسے کرنے کا اختیار حاصل ہے، اس صورت میں یہ زمین خراجی پائے گی، ایسا کرنے کے بعد امام کو یہ اختیار نہیں رہ جاتا کہ وہ زمین ان لوگوں سے واپس لے لے، اب یہ ان لوگوں کی ملکیت ہے وہ اسے ورثہ میں منتقل کریں گے اور اس کی خرید وفروخت کر سکیں گے، امام ان پر خراج عائد کرے گا، لیکن ان پر ان کی برداشت سے زیادہ خراج عائد نہیں کیا جانا چاہیئے۔

فصل: فی موات الارض فی الصلح والعنوة وغیرهما

فصل: صلح کے ذریعے یا بزور قوت فتح کئے ہوئے علاقوں اور دوسرے علاقوں میں موات زمینوں [illegible]

موات زمینوں کی تعریف:

وسألت يا امير المؤمنين عن الارضين التي افتتحت عنوة او [illegible] قراها ارض كثيرة لا يرى عليها اثر زراعة ولا بناء لاحد [illegible]

امیر المؤمنین! بزور قوت فتح کئے جانے والے علاقوں یا ان علاقوں [illegible] بعض بستیوں میں بہت سی زمینیں ایسی ہیں جن پر نہ تو کھیتی کے آثار نظر آتے [illegible] آپ نے پوچھا ہے کہ [illegible]

فاذا لم يكن في هذه الارضين اثر بناء ولا زرع [illegible] موضع مقبرة ولا موضع محتطبهم ولا موضع مرعى دوابهم [illegible] ولا في يد احد فهي موات فمن احياها او احيا منها شيئا فهي له.

تو (آپ کے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ) ایسی زمینوں میں جب [illegible] اور نہ یہ بستی والوں کی مشترکہ ضروریات کی تکمیل میں کام آتی ہوں۔ (مثلاً [illegible] کی چراگاہ، ایندھن حاصل کرنے کی جگہ، قبرستان نہ ہوں اور نہ ہی کسی کی ملکیت [illegible] پائیں گی۔ اب جو بھی ان زمینوں یا ان کے کسی ٹکڑے کی آبادکاری [illegible] اس کی ملکیت ہو جائے گا۔

موات میں امام کو اختیار:

ولك ان تقطع ذلك من احببت ورأيت وتؤاجره وتعمل فيه [illegible] احيا مواتا فهي له

آپ کو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ یہ زمینیں جسے مناسب سمجھیں بطور جاگیر عطا کریں، آپ ان کو کرایہ بھی دے سکتے ہیں، یا کوئی دوسری مفید صورت سامنے آئے تو اسے بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ جو کوئی بھی کسی موات زمین کو کارآمد بنا لے وہ زمین اس کی ملک ہو جاتی ہے۔

(۱۵۷)۔ وقد کان ابو حنیفة رحمه الله يقول: من احيا ارضا مواتا فهي له اذا اجازه الامام. ومن احيا ارضا مواتا بغير اذن الامام فليست له. وللامام ان يخرجها من يده ويصنع فيها ما رأى من الاجازة والاقطاع وغير ذلك.

اور (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے:

اگر امام کی اجازت حاصل ہو جائے تو جو کوئی بھی کسی موات زمین کو آباد کر لے وہ زمین اس کی ملک بن جائے گی مگر کوئی فرد موات زمین کی آبادکاری امام کی اجازت کے بغیر کر لے تو وہ زمین اس کی ملکیت نہیں بن جائے گی اور امام کو یہ اختیار حاصل رہے گا کہ اسے اس فرد کے قبضہ سے نکال لے اور اسے کرایہ پر دینے یا بطور جاگیر کسی کے حوالے کر دینے وغیرہ دوسرے طریقوں میں سے جو طریقہ مناسب سمجھے اختیار کرے۔

قيل لابي يوسف: ما ينبغي لابي حنيفة ان يكون قد قال هذا الا من شيء لان الحديث قد جاء عن النبي ﷺ انه قال: من احيا ارضا مواتا فهي له. فبين لنا ذلك الشيء فانا نرجو ان تكون قد سمعت منه في هذا شيئا يحتج به.

ابو یوسف (یعنی مجھ) سے کہا گیا ہے کہ (امام) ابوحنیفہ کی شان سے بعید ہے کہ انہوں نے یہ بات بغیر کسی دلیل کے کہہ دی ہو کیونکہ نبی ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی تو وہ اس کیلئے ہے۔ لہٰذا تم ان کی دلیل بیان کرو، ہمارا خیال ہے کہ تم نے ضرور ان سے کوئی ایسی بات سنی ہوگی جسے وہ دلیل بناتے رہے ہوں۔

قال ابو يوسف: حجته في ذلك ان يقول: الاحياء لا يكون الا باذن الامام. ارأيت رجلين اراد كل واحد منهما ان يختار موضعا واحدا وكل واحد منهما منع صاحبه. ايهما احق به؟ ارأيت ان اراد رجل ان يحيي ارضا ميتة بفناء رجل وهو مقر ان لا حق له فيها فقال: لا تحيها فانها بفنائي. وذلك يضرني.

ابو یوسف (یعنی میں) عرض کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں وہ دلیل کے طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین کی آبادکاری امام کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی اگر دو آدمی ہوں اور ان میں سے ہر ایک ہی جگہ کو (آبادکاری کیلئے) منتخب کرنا چاہیئے اور ان

(۱۵۷) المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۴۰، تاریخ دمشق: ج ۳۵ ص ۷۴۔

میں سے ہر ایک دوسرے کو ایسا کرنے سے روکے تو تمہارا کیا خیال ہے، ان دونوں میں سے کون اس جگہ کا زیادہ حق دار ہوگا، کوئی شخص اگر کسی دوسرے آدمی کے گھر کے سامنے واقع موات زمین کی آباد کاری عمل میں لانا چاہے، اور اس آدمی کو اس کا اقرار بھی ہو کہ وہ اس زمین پر کوئی حق نہیں رکھتا، مگر وہ اس شخص سے کہے اس کو نہ آباد کر کیونکہ یہ میرے گھر کے سامنے واقع ہے اور اس کی آباد کاری مجھے نقصان پہنچائے گی تو اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

فانما جعل ابو حنیفة اذن الامام فی ذلك ههنا فصلا بين الناس فاذا اذن الامام فی ذلك لانسان كان له ان يحييها وكان ذلك الاذن جائزا مستقيما.

حقیقت یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے اس باب میں امام کی اجازت لوگوں کے درمیان جھگڑا ختم کرنے کے خیال سے ضروری قرار دی ہے، جب امام اس بارے میں کسی آدمی کو اجازت دے دے تو اسے آباد کاری کا اختیار مل جائے گا، یہ اجازت دینا مناسب اور جائز بات ہے۔

واذا منع الامام احدا كان ذلك المنع جائزا ولم يكن بين الناس تشاح فی الموضع الواحد ولا الضرار فيه مع اذن الامام ومنعه.

اور اگر امام کسی فرد کو ایسا کرنے سے روک دے تو یہ روکنا بھی جائز ہوگا، اور امام کی اجازت یا ممانعت کی صورت میں لوگوں کے درمیان ایک ہی جگہ کے بارے میں کشمکش کی نوبت نہیں آئے گی، اور نہ ایک دوسرے کو ضرر رسانی کی۔

وليس ما قال ابو حنيفة يرد الاثر انما رد الاثر ان يقول: ان احياها بغير اذن الامام فليست له.
فأما من يقول هی له فهذا اتباع الاثر ولكن باذن الامام ليكون اذنه فصلا فيما بينهم من خصوماتهم واضرار بعضهم بعض.

(حضرت امام الفقہاء) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جو بات کہی ہے وہ اس باب میں مروی آثار کو رد نہیں کرتی، آثار کا رد جب ہوتا جب کہ وہ یہ کہتے کہ: اگر وہ اس زمین کو امام کی اجازت سے آباد نہ کرے تو بھی وہ اس کی ملکیت نہیں بنے گی، اب جو یہ کہتا ہے کہ (اس صورت میں) زمین اس فرد کی ملکیت ہو جائے گی تو یہ بنا اس اثر کا اتباع ہوا، اضافہ صرف امام کی اجازت ضروری قرار دینے کا کیا گیا ہے تا کہ لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا سد باب ہو اور ایک دوسرے کی ضرر رسانی کی نوبت نہ آئے۔

قال ابو يوسف: أما انا فأرى اذا لم يكن فيه ضرر على احد ولا لاحد فيه خصومة ان اذن رسول الله ﷺ جائز الى يوم القيمة فاذا جاء الضرر فهو على الحديث وليس لعرق ظالم حق
(باوجود اس کے) میری رائے یہی ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ احیاء سے کسی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ رہا ہو۔ اور نہ کوئی اس کے خلاف عذر دار ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (دی ہوئی) اجازت قیامت تک کام کرتی رہے گی

لیکن اگر ضرر رسانی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا علاج اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں کیا جائے گا کہ: ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں۔

(۱۵۰) قال ابو یوسف: حدثنی هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها عن رسول الله ﷺ قال: ومن احیا ارضا میتة فهی له ولیس لعرق ظالم حق

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی وہ اس کیلئے ہے اور کسی ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں۔''

(۱۵۱) قال: وحدثنا الحجاج بن ارطاة عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبی ﷺ قال: من احیا ارضا مواتا فهی له

عمرو بن شعیب کے دادا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی تو وہ اس کیلئے ہے۔''

(۱۵۹) قال: وحدثنی محمد بن اسحاق بن یحییٰ بن عروة عن ابیه عن رسول الله ﷺ انه قال: من احیا ارضا میتة فهی له ولیس لعرق ظالم حق۔

اسحاق بن یحییٰ بن عروہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی وہ اس کیلئے ہے اور کسی ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں۔''

قال عروة: فحدثنی من رأی ذلك النخل یضرب فی اصله بالفئوس

عروہ (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ مجھ سے ایک صاحب نے جنہوں نے کھجور کے اس (زیر نزاع) درخت کو دیکھا ہے تھا حدیث بیان کی ہے کہ اس کی جڑ میں کلہاڑے مارے جا رہے تھے۔

(۱۶۰) قال: وحدثنی لیث عن طاؤس قال: قال رسول الله ﷺ: عادی الارض لله ولرسول ثم لکم من بعد فمن احیا ارضا میتة فهی له۔ ولیس لمحتجر حق بعد ثلاث سنین

طاؤس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عادی زمینیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں پھر اس کے بعد تمہارے لئے ہیں، چنانچہ جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کر لیا تو وہ اس کیلئے ہے اور کسی حد بندی بنا لینے والے کا تین سال بعد کوئی حق نہ باقی رہے گا۔

---

(۱۶۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۳۸۲۔

چار دیواری بنا لینے والے کا حق:

(۱٦۱) قال(ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ): وحدثنی محمد بن اسحاق عن الزهری عن سالم بن عبدالله ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال علی المنبر: من احیٰ ارضا میتة فهی له. ولیس لمتحجر حق بعد ثلاث سنین.

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر (کھڑے ہوکر) فرمایا:

''جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کر لی وہ اس کیلئے ہے، اور چار دیواری بنا لینے والے کیلئے تین سال بعد کوئی حق نہ باقی رہے گا۔''

وذلك ان ورجالا كانوا يحتجرون من الارض مالا يعملون

اس کا سبب یہ تھا کہ بعض لوگ، زمینوں کے گرد چار دیواری بنا لیتے (اور اس طرح انہیں مخصوص کر لیتے) لیکن ان پر کاشت نہ کرتے۔

(۱٦۲) قال(ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ): وحدثنی الحسن بن عمارة عن الزهری عن سعید بن المسیب(رحمه الله) قال: قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه: من احیا ارضا میتة فهی له. ولیس لمحتجر حق بعد ثلاث سنین.

سعید بن مسیب (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کرلیا وہ اس کے لیے ہے، اور کسی چار دیواری بنانے والے کے لیے تین سال بعد کوئی حق نہیں۔

(۱٦۳) قال: وحدثنی سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب قال: من احاط حائط علی ارض فهی له.

سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

---

(۱۲۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۷۹، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۲۲۱۳۔

(۱۲۲) الاموال لابن زنجویہ: ۱۷۰۰۔

(۱۲۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۹۰، مسند احمد بن حنبل: ۲۰۱۳۰، الاموال لابن زنجویہ: ۱۰۷۳۔ مسند ابی داود الطیالسی: ۹۴۸، مسند احمد بن حنبل: ۲۰۱۳۰، مسند البزار: ۴۵۵۲، معجم الکبیر للطبرانی: ٦۸٦۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۸۱۸، جامع الاصول: ۱۳۲، تحفة الاشراف بمعرفة الاشراف: ۴۵۹٦۔ تنقیح التحقیق لابن احمد بن عبدالهادی: ۲۵۵۷۔ جامع المسانید والسنن: ٦۴۲۷، البدر المنیر: ج۷ص۵۴، اتحاف الخیرة المهرة: ۲۹۵٦۔

"جس نے کسی زمین کے گرد چار دیواری بنالی وہ زمین اس کی ہوگئی۔"

باز یافتہ زمینوں کے محاصل:

قال ابو یوسف: معنی هذا الحدیث عندنا علی الارض الموات التی لا حق لاحد فیها ولا ملك. فمن احیاها وهی کذلك فهی له.

(امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ) ہمارے نزدیک اس حدیث کا اطلاق ان مردہ زمینوں پر ہوتا ہے جن پر نہ کسی کا کوئی حق ہو نہ وہ کسی کی ملک ہوں، تو زمین ایسی ہو اور کوئی اسے آباد کرلے تو وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی۔

یزرعها ویزارعها ویؤاجرها ویکری منها الانهار ویعمرها بما فیه مصلحتها. فان کانت فی ارض العشر ادی عنها العشر وان کانت فی ارض الخراج ادی عنها الخراج. وان احتفر لها بئرا او استنبط لها قناة کانت ارض عشر.

(اور آبادکاری کے طریقے یہ ہیں) اس پر خود کاشت کرے، کسی دوسرے سے بٹائی کے معاملہ پر کاشت کرائے (زراعت کیلئے) کرایہ پر دے دے، اس میں نہریں کھدوائے اور جن طریقوں میں اس کا بھلا دیکھے ان طریقوں سے اس کی آبادکاری عمل میں لائے، اب اگر یہ زمین عشری زمینوں میں سے ہے تو وہ اس پر عشر ادا کرے گا اور اگر خراجی زمینوں میں سے ہے تو وہ اس پر خراج ادا کرے گا، اگر وہ اس کی سینچائی کیلئے کنواں کھود لیتا ہے یا اس کیلئے کوئی نہر نکال لاتا ہے تو وہ عشری زمین قرار پائے گی۔

قال ابو یوسف: وایما قوم من اهل الحرب بادوا فلم یبق منهم احد وبقیت ارضوهم معطلة. ولا یعرف انها فی ید احد ولا ان احدا یدعی فیها دعوی. واخذها رجل فعمرها وحرثها وغرس فیها. وادی عنها الخراج والعشر فهی له.

اور اہل حرب میں سے جو قوم مٹ چکی ہو اور اب ان میں سے کوئی باقی نہ رہا ہو، ان کی زمینیں معطل پڑی ہوں، اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہیں یا نہیں، نہ کوئی شخص ان میں سے کسی زمین کے بارے میں کوئی دعویٰ لے کر سامنے آئے، تو ان میں سے کسی زمین کو اگر کوئی شخص اپنے قبضہ میں کرلے اور اسے کارآمد بنالے، اس کو جوتے، بوئے، اور اس کا خراج وعشر ادا کرے تو وہ زمین اس کی ملکیت ہو جائے گی۔

وهذه الموات هی التی وصفت لك فی اول المسألة ولیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الا بحق ثابت معروف وللامام ان یقطع کل موات وکل ما کان لیس لاحد فیه ملك. ولیس فی ید احد ویعمل فی ذالك بالذی یری انه خیر للمسلمین واعم نفعا

یہی وہ موات زمینیں ہیں جن کا میں نے آپ سے اس فصل کے شروع میں ذکر کیا ہے۔ امام کو یہ اختیار نہیں کہ کسی چیز کو بھی کسی کے قبضہ سے بغیر کسی ثابت شدہ اور معروف حق کے نکال لے، البتہ امام کو یہ حق حاصل ہے کہ ہر مردہ زمین کو، ہر اس (چیز) کو جس پر کسی کی ملکیت نہ ہو، نہ کسی کے قبضہ میں ہو، بطور جاگیر عطا کر دے، امام اس سلسلہ میں وہ طریقہ اختیار کرے گا جو اس کی نظر میں مسلمانوں کیلئے سب سے بہتر ہو اور جس کے فوائد زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔

ومن احیا ارضا مواتا مما کان المسلمون افتتحوہ مما کان فی ایدی اہل الشرك عنوۃ. وقد کان الامام قسمها بین الجند الذین افتتحوها وخمسها. فهی ارض عشر لانه حین قسمها بین المسلمین صارت ارض عشر.

اور جو کوئی کسی ایسی سرزمین میں کسی مردہ زمین کی آبادکاری عمل میں لائے جو پہلے مشرکین کے قبضہ میں رہی ہو اور پھر مسلمانوں نے اسے بزورقوت فتح کرلیا ہو اور امام نے اس کا پانچواں حصہ الگ کر کے باقی کو فتح کرنے والے لشکر کے درمیان تقسیم کر دیا ہو، تو یہ عشری زمین ہے، کیونکہ امام نے اسے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا تو وہ عشری زمین ہو گئی۔

فیؤدی عنها الذی احیا منها شیئا العشر. کما یؤدی هؤولاء الذین قسمها الامام بینهم

چنانچہ جو شخص ایسی سرزمین میں کسی قطعہ زمین کی آبادکاری عمل میں لایا ہے وہ اس پر عشر ادا کرے گا، بالکل اسی طرح جس طرح وہ لوگ عشر ادا کریں گے جن کے درمیان امام نے یہ زمین تقسیم کی تھی۔

وان کان الامام حین افتتحها ترکها فی ایدی اهلها ولم یکن قسمها بین من افتتحها. کما کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه ترك السواد فی ایدی اهلیه. فهی ارض خراج یؤدی عنها الذی احیا منها شینا الخراج کما یؤدی الذی کان الامام اقرها فی ایدیهم.

اور اگر جس طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ علاقہ سواد کو اس کے باشندوں ہی کے قبضہ میں رہنے دیا تھا اسی طرح امام نے فتح کرنے کے بعد اس سرزمین کو بھی اس کے باشندوں ہی کے پاس رہنے دیا ہو اسے فتح کرنے والوں کے درمیان تقسیم نہ کیا ہو تو یہ خراجی زمین ہے جو شخص اس میں سے کسی قطعہ زمین کی آبادکاری عمل میں لایا ہے وہ اس پر اسی طرح خراج ادا کرے گا جس طرح کہ وہ لوگ ادا کرتے ہیں جن کے قبضہ میں امام نے یہ زمینیں باقی رہنے دی تھیں۔

وایما رجل احیا ارضا من ارض الموات من ارض الحجاز او ارض العرب التی اسلم اهلها علیها وهی ارض عشر فهی له. وان کانت من الارضین التی افتتحها المسلمون مما فی ایدی اهل الشرك. فان احیاها وساق الیها الماء من المیاه التی کانت فی ایدی اهل الشرك فهی ارض خراج

جو شخص بھی حجاز یا عرب کی سرزمین میں، جس کے مالک اس پر قبضہ رکھتے ہوئے اسلام لائے ہیں اور جو عشری زمین

[illegible] کی [illegible] اس کی ملکیت ہوئی۔ اگر آباد کردہ زمین ایسے علاقے کی ہو جو پہلے شہر [illegible] قبضہ [illegible] لیا، اور اسے آباد کرنے والا [illegible] کی ایسے چشمے وغیرہ سے پانی لاتا ہے جو پہلے [illegible] قبضہ [illegible] یہ زمین خراجی قرار پائے گی۔

وان احیا [illegible] فیہا او عین استخرجہ منہا فہی ارض عشر وان کان [illegible] الیہا من الانہار التی کانت فی ایدی الاعاجم فہی ارض خراج [illegible]

[illegible] اس زمین میں کنواں کھود کر یا اس میں سے کوئی چشمہ [illegible] آباد کار کی [illegible] تو وہ زمین [illegible] پائے گی، لیکن اگر اس کیلئے اس زمین پر ان نہروں سے پانی لا [illegible] پہلے بھی تو [illegible] پانی لانے یا نالے سے یہ زمین خراجی قرار پائے گی۔

عجم کی زمینیں۔

وا [illegible] العجم من قبل ان العرب انما یقاتلون علی الاسلام لا تقبل منہم [illegible] الا الاسلام فان عفی لہم عن بلادہم فہی ارض عشر وان قسمہا [illegible] فہی ارض عشر

[illegible] مختلف ہے کہ باشندگان عرب سے اسلام قبول کرنے کے مطالبے کے ساتھ جنگ کی جاتی [illegible] نہیں کیا جاتا، ان سے اسلام لانے کے سوا کوئی دوسری صورت قبول نہیں کی جاتی، اب [illegible] کے پاس رہنے دیئے جائیں تو بھی وہ عشری قرار پائیں گے، اور اگر امام انہیں ان کے قبضہ میں [illegible] تو بھی وہ عشری قرار پائیں گی۔

ولیس [illegible] الحکم فی العجم لانہم یقاتلون علی الاسلام وعلی اعطاء الجزیۃ والعرب لا یقا [illegible] علی الاسلام فاما ان یسلموا واما ان یقتلوا

[illegible] ہے وہ عجم سے مماثلت نہیں رکھتا جو (اہل) عجم کے بارے میں ہے، کیونکہ عجم والوں سے اسلام [illegible] جزیہ [illegible] کے مطالبہ کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے، اور عرب والوں سے صرف اسلام لانے کے مطالبے کے ساتھ [illegible] تو اسلام [illegible] یا قتل کر دیئے جائیں گے۔

ولا نعلم [illegible] احد من اصحابہ ولا احدا من الخلفاء من بعدہ اخذوا من عبدۃ الاوثان من العرب جزیۃ [illegible] ھو الاسلام او القتل

ہمارے علم میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، یا آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی نے عرب کے بت پرستوں سے کبھی جزیہ لیا ہو ان کیلئے صرف یہی صورت ہے کہ اسلام لے آئیں ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔

فاذا ظهر عليهم سبى النساء والذرارى. كما سبى رسول الله ﷺ يوم حنين ذرارى هوازن ونساء هم. ثم عفا عنهم بعد واطلق عنهم. وانما فعل ذلك بأهل الاوثان منهم

جب ان پر غلبہ حاصل ہو جائے تو ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے گا، جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے موقع پر قبیلہ ہوازن کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنالیا تھا، پھر بعد میں آپ نے ان سب کو معاف کر دیا اور آزاد کر دیا، یہ طریقہ آپ نے صرف عرب کے بت پرستوں کے ساتھ اختیار کیا تھا۔

اہل کتاب عربوں کا حکم:

فاما اهل الكتاب من العرب فهم بمنزلة الاعاجم تقبل منهم الجزية كما اضعف عمر رضى الله عنه على بنى تغلب الصدقة عوضا من الخراج. وكما وضع رسول الله ﷺ على كل حالم دينارا او عدله معافريا فى اهل اليمن. فهذا عندنا كأهل الكتاب. وكما صالح اهل نجران على فدية.

جہاں تک اہل کتاب عربوں کا سوال ہے، ان کی حیثیت وہی ہے جو کہ عجمیوں کی ہے ان سے جزیہ قبول کیا جائے گا، جس طرح کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب پر خراج کے بدلہ دوگنا صدقہ لاگو کر دیا تھا اور جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن پر ہر بالغ فرد پر ایک دینار نقد یا اس کے برابر معافری کپڑے کی ادائیگی لازم کر دی تھی، یہ لوگ ہمارے نزدیک اہل کتاب کی طرح ہیں، اسی طرح آپ نے اہل نجران سے فدیہ کی ادائیگی کی شرط پر صلح کی تھی۔

اہل عجم کا حکم:

واما العجم فتقبل الجزية من اهل الكتاب منهم والمشركين وعبدة الاوثان والنيران من الرجال منهم.

اور اہل عجم کا معاملہ یوں ہے کہ ان میں سے اہل کتاب، مشرکین، بت پرستوں اور آگ پرستوں سے، صرف مردوں سے جزیہ قبول کیا جائے گا۔

وقد اخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الجزية من مجوس اهل هجر والمجوس واهل شرك وليسوا بأهل كتاب. وهؤلاء عندنا من العجم ولا تنكح نساء هم ولا تؤكل

ذبائحهم. وضع عمر بن الخطاب رضی الله عنه علی مشر کی العجم بالعراق الجزية على رءوس الرجال على الطبقات المعسر والموسر والوسط.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے مجوسی اہل شرک ہیں، اہل کتاب نہیں ہیں، ہمارے نزدیک یہ لوگ عجمی لوگ ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جائے گا، اوران کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کے عجمی مشرکوں پر صرف مردوں کے سرانہیں تنگ حال، خوش حال اور متوسط حال طبقوں میں تقسیم کر کے جزیہ لاگو کیا تھا۔

مرتدین کا حکم:

واهل الردة من العرب والعجم الحكم فيهم كالحكم فی عبدة الاوثان من العرب: لا يقبل منهم الا بالاسلام او القتل ولا توضع عليهم الجزية.

اور عرب یا عجم کے مرتدین کے بارے میں وہی حکم ہے جو عرب کے بت پرستوں کے بارے میں ہے، ان سے صرف اسلام قبول کیا جا سکے گا، بصورت دیگر وہ قتل کر دیئے جائیں گے، ان پر جزیہ عائد نہیں کیا جا سکے گا۔

فصل: الحکم فی المرتدین اذا حاربو ومنعوا الدار

فصل: مرتدین جنگ کریں اور اپنے علاقہ کا دفاع کریں تو ان کا حکم

قال ابو یوسف: ولو ان المرتدین منعوا الدار وحاربوا سبی نسا ھم ، ذراریھم واجبروا علی الاسلام کما سبی ابوبکر رضی اللہ عنہ ذراری من ارتد من ا عرب من بنی حنیفة وغیر ھم. وکما سبی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بنی ناجیة موافق لابی بکر ولا یوضع علیھم الخراج

مرتدین اگر اپنے علاقہ کا دفاع کریں اور جنگ کریں تو ان کی عورتوں کو اور بچ ں کو غلام بنالیا جائے گا، اور انہیں اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ اور مرتد ہو جانے والے دوسرے عربوں کے بچوں کو غلام بنالیا تھا، (سیدنا) علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے بھی (سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے بنی ناجیہ کو غلام بنالیا تھا، ان لوگوں پر خراج لاگو نہیں کیا جا سکتا۔

وان اسلموا قبل القتال وقبل ان یظھر علیھم حقنوادماء ھ م و موالھم وامتنعوا من السباء. وان ظھر علیھم فأسلموا حقنوا الدماء ومضی فیھم حکم السباء علی الصبیان والنساء. فأما الرجال فأحرار لا یسترقون.

اور اگر مرتدین عملاً جنگ ہو جانے اور مغلوب ہو جانے سے پہلے اسلام لے آئیں تو ان کے جان و مال کی معافی ہوگی۔ اور ان (کے بیوی بچوں) کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ اور اگر یہ مغلوب ہو جانے کے بعد اسلام لائیں تو ان کے خون معاف کر دیئے جائیں گے۔ مگر بچوں اور عوتوں کو غلام بنانے کا حکم ان پر نافذ کیا جائے گا۔ البتہ مرد آزاد ہوں گے، ان کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔

وقد فدی رسول اللہ ﷺ الأساری یوم بدر. فلم یکونوا رقیقا. اطلق ابوبکر رضی اللہ عنہ الاشعث بن قیس وعیینة بن حصن فلم یکونا رقیقا. ولم یکونوا موالی لمن حقن دماء ھم

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر قیدیوں کا فدیہ لیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی حیثیت غلاموں کی سی نہ تھی۔ (امیر المؤمنین حضرت سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس اور عیینہ بن حصن کو

آزاد کردیا تھا۔ جن سے معلوم ہوا کہ یہ دو ں بھی غلام نہیں سمجھے گئے تھے، اسی وجہ سے یہ اپنے آزاد کرنے والوں کے موالی بھی قرار نہیں پائے۔

ولیس علی الرجال من اهل الردة ولا من عبدة الاوثان سبی ولا جزية انما هو القتل او الاسلام۔

اور مرتدین اور (عرب کے ابت پرستوں میں سے مردوں کو غلام نہیں بنایا جاتا، نہ ان سے جزیہ قبول کیا جاتا، ان کیلئے صرف ایک ہی صورت ہے کہ سلام ئیں وگرنہ قتل کردیئے جائیں گے۔

وکل من کان علیه القتل او سلام فظهر الامام علی دراهم سبی الذراری. وقتل الرجال وقسمت الغنیمة علی مواض قسمة الخمس لمن سمی الله فی کتابه واربعة اخماسه لمن شهد الوقعة من المسلمین. فهذا جائز

جن لوگوں کے بارے میں بھی یہ ہو کہ وہ یا اسلام لائیں یا قتل کردیئے جائیں ان کے ملک پر اگر امام کو غلبہ حاصل ہوجائے تو، اور ان کے بچوں کو غلام بنا لے اور مردوں کو قتل کردے، اور غنیمت اپنی تقسیم کے مقررہ قاعدہ کے مطابق تقسیم کردی جائے، پانچواں حصہ ان کیلئے ن کے نام اللہ تعالیٰ نے اللہ کتاب میں ذکر کردیئے ہیں اور (۵/۴) ان مسلمانوں کیلئے جو اس جنگ میں شریک ہے ہوں، تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔

وان ترك الامام السبا واد لقهم وعفا عنهم وترك الارض واموالهم فهو فی سعة. وهذا مستقیم جائز. وارضهم ض عشر لا تشبه ارض الخراج لان حکم هذا مخالف لحکم الخراج۔

اور اگر امام انہیں غلام نہ بنائے معاف کردے، اور آزاد چھوڑ دے، اور زمین اور ان کے دوسرے اموال بھی (ان ہی کے پاس) رہنے دے تو اس کے ایسا کرنے کی بھی پوری پوری گنجائش ہے اور یہ صورت بھی مناسب اور جائز ہے، ان کی زمین عشری قرار پائے گی، اسے خ جی زمین سے کوئی مناسبت نہیں، کیونکہ اس صورت میں جو حکم ہے وہ خراج کے حکم سے یکسر مختلف ہے۔

وقد ظهر رسول الله ﷺ علی یر دار من مشرکی العرب فترکها علی حالها. من ذلك البحران والیمامة وغیرهما من بلاد غسفان وتمیم۔

واما ما جلبوا به فی عسکرهم فلیس یترك علی حاله واربعة اخماسه بین الذین غنموه والخمس لمن سمی الله تعالی فی کتابه۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین عرب کے متعدد علاقوں پر غلبہ حاصل ہوا، اور آپ نے ان علاقوں کو (مال غنیمت کے

طور پر تقسیم نہیں کیا بلکہ) علی حالہ چھوڑ دیا، بحرین، یمامہ اور ان دونوں کے علاوہ عمان اور تمیم کے علاقے اسی ذیل میں آتے ہیں۔

جو اموال (دشمن) لوگ اپنے لشکر میں ساتھ لائے ہوں انہیں علی حالہ نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ان کا (۴/۵) حصہ ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا جنہوں نے اس کو بطور غنیمت حاصل کیا ہو اور خمس ان لوگوں کا ہوگا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے۔

وغنيمة العسكر مخالفة لما افاء الله من اهل القرى. والحكم فى هذا غير الحكم فى تلك الغنائم. تلك غنائم المشركين من عبدة الاوثان من العرب والعجم واهل الكتاب سواء:الخمس بين من سمى الله تعالى فى كتابه واربعة اخماسه بين الذين قاتلوا عليه وغنموه

لشکر کی غنیمت کا حال ان چیزوں سے مختلف ہے جو اللہ تعالیٰ بستی والوں سے (بطور فیئ) دلوا دے، ان چیزوں کے بارے میں جو حکم ہے وہ اس حکم سے مختلف ہے جو ان غنائم کے بارے میں ہے (جو دشمن کے کیمپ سے میدان جنگ میں حاصل ہوں) یہ وہ اموال غنیمت ہیں جو عرب وعجم کے بت پرست مشرک اور اہل کتاب (دشمنوں) سے حاصل ہوں، کہ اس سلسلہ میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ (بہر صورت) پانچواں حصہ ان لوگوں کیلئے ہے جن کے نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کر دیئے ہیں اور (۴/۵) ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ان پر جنگ کر کے اس غنیمت کو حاصل کیا ہو۔

فصل: أهل الـ ـرى والأرضين والمدائن ومافيها
فصـــل: بستی والو ں، زمینوں والوں، اورشہروں اورسامانوں کے بارے میں

و اما اهل القرى والارضين والمدائن واهلها وما فيها فالامام بالخيار: ان شاء تركهم فى ارضهم ودورهم ومنازلهم وسلم لهم اموالهم ووضع عليهم الجزية . والخارج ماخلا الرجال من عبدة الوثان من العرب خاصة. فانه لايقبل منهم الجزية انما هو الاسلام او القتل۔

اور عام بستیوں، زمینوں والوں شہروں اور ان کے باشندوں اور ان کے تمام اموال واملاک کے بارے میں امام (وقت) کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو ان کو ان کی زمین رہائشی مکانات، اور دوسری عمارتوں میں رہنے دے۔ اور ان کے اموال واملاک بدستور ان ہی ملکیت تسلیم کرلے، اور ان پر جزیہ اور خراج لاگو کردے۔ البتہ صرف عرب کے بت پرست مرد اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ ان سے جزیہ اور خراج قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان کیلئے صرف ایک ہی صورت ہے اسلام یا قتل۔

ولا خمس (وفى نسخة: والا خمس ... ن) فيما افاء الله من اهل القرى. الا ترى الى قوله عزوجل فى كتابه:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (الحشر:۷)

ثم قال تعالى:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ (الحشر:۸)

ثم قال:

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ (الحشر:۹)

ثم قال تعالى:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ (الحشر:۱۰)

بستی والوں سے اللہ جو کچھ دلوادے اس پر خمس کا اطلاق نہیں ہوتا (ایک نسخہ میں عبارت یوں ہے: اور نہ اللہ بستی والوں سے جو دلوادے اس میں سے خمس نکالا جاتا ہے۔ن) اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ فرمایا ہے اس کو ملاحظہ کیجئے کہ:

''اللہ اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں سے جو مال بھی فئے کے طور پر دلوائے، تو وہ اللہ کا حق ہے، اور اس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا۔'' (الحشر:۷)

پھر فرمایا:

''(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں۔'' (الحشر:۹)

پھر فرمایا:

(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔'' (الحشر:۱۰)

فصار فی القری هؤلاء جميعا. وهذا فی غير غنيمة العسكر.

لہٰذا بستیوں میں یہ تمام لوگ شریک قرار پائے اور یہ حکم ان اموال سے متعلق ہے۔ جو (دشمن) کے لشکر سے نہ حاصل ہوئے ہوں۔

وقد ترك رسول الله ﷺ من القرى ما لم يقسم. وقد ظهر على مكة عنوة. وفيها اموال فلم يقسمها وظهر على قريظة والنظير. وعلى غير دار من دور العرب فلم يقسم شيئا من الارض غير خيبر. فلذلك كان الامام بالخيار ان قسم رسول الله ﷺ فحسن. وان ترك كما ترك رسول الله ﷺ غير خيبر فحسن

رسول اللہ ﷺ نے بعض بستیوں کو تقسیم کئے بغیر چھوڑ دیا تھا آپ مکہ پر بزور قوت غالب ہوئے اور یہاں مختلف مال واملاک موجود تھے مگر آپ نے انہیں تقسیم نہیں کیا، آپ قریظہ، نضیر اور ایک سے زیادہ عربی علاقوں پر فتح یاب ہوئے مگر آپ نے خیبر کے سوا کسی علاقہ کو تقسیم نہیں کیا، اسی بناء پر امام کو یہ اختیار حاصل ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرح تقسیم کر دینے کی پالیسی پر عمل کرے تو یہ بھی روا ہے اور جس طرح آپ نے خیبر کے علاوہ دوسرے علاقوں کو بغیر تقسیم چھوڑ دیا تھا اسی طرح وہ بھی چھوڑ دے تو یہ بھی درست ہے۔

وقد ترك عمر رضی الله تعالى عنه السواد وهذه البلدان من الشام ومصر اكثر من ذلك انما افتتح عنوة. وانما كان الصلح من ذلك فی اهل الحصون. فاما البلدان فحازوها وظهروا عليها عنوة فتركها عمر لجميع المسلمين يومئذ ولمن يجیء من بعدهم. ورأى الفضل فی

ذلك. وكذلك الامام مضى على ما رأى من ذلك بعد ان يحتاط للمسلمين والدين.

عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سوا اور شام ومصر کے ان علاقوں کو چھوڑ دیا تھا، حالانکہ ان میں سے زیادہ تر علاقے بزورقوت فتح کئے گئے ہیں، صلح صرف قلعہ والوں سے ہوئی ہے، ان ملکوں کے بقیہ علاقوں پر بزورقوت فتح کے بعد قابض ہوئے تھے پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سارے علاقوں کو تقسیم کئے بغیر ان تمام مسلمانوں کیلئے چھوڑ دیا جو اس وقت موجود تھے یا ان کے بعد آئیں آپ (رضی اللہ عنہ) نے اس طرز عمل کو بہتر خیال کیا، امام کیلئے صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس سلسلہ میں جس طرز عمل کو مسلمانوں اور دین کیلئے محفوظ اور مناسب سمجھے اختیار کرے۔

فصل: حد أرض العشر من أرض الخراج

فصل: عشری اور خراجی زمین کی تعریف کے بارے میں

امیر المؤمنین کا سوال:

قال ابو يوسف رحمه الله: فأما ماسألت عنه يا امير المؤمنين من حد أرض العشر من حد أرض الخراج. فكل أرض اسلم اهلها عليها. وهي من ارض العرب او ارض العجم فهي لهم وهي ارض عشر

امیر المؤمنین! اب میں آپ کے اس سوال کو لیتا ہوں جو آپ نے عشری زمین اور خراجی زمین کی علیحدہ علیحدہ پہچان کے بارے میں کیا ہے۔ ہر وہ زمین جس کے مالک اس پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہوں ان کی ملکیت ہے اور عشری زمین قرار پائے گی، خواہ وہ زمین عرب کی ہو یا عجم کی۔

بمنزلة المدينة حين اسلم عليها اهلها وبمنزلة اليمن، وكذلك كل من لا تقبل منه الجزية ولا يقبل منه الا الاسلام او القتل مطن عبدة الاوثان من العرب فأرضهم ارض عشر. وان ظهر عليها الامام لان رسول الله ﷺ قد ظهر على ارضين من ارض العرب وتكها. فهي ارض عشر حتى الساعة.

جیسے کہ مدینہ، جس کے مالک اس پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے تھے۔ یا جیسے کہ یمن اسی طرح بت پرست عربوں کی زمین اور ہر اس فرد کی زمین عشری قرار پائے گی جس سے جزیہ نہ قبول کیا جاتا ہو بلکہ اس کیلئے اسلام لانے یا قتل کئے جانے کے سوا کوئی اور صورت نہ رکھی گئی ہو، خواہ امام نے اس زمین پر (بزورقوت) غلبہ حاصل کیا ہو، وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب کے متعدد علاقے فتح کئے اور انہیں بغیر تقسیم کے چھوڑ دیا☆ چنانچہ وہ قیامت تک عشری (زمینیں) رہیں گی۔

☆ (ایک نسخہ میں "اور انہیں بغیر تقسیم کئے چھوڑ دیا کی جگہ یہ عبارت ہے: اور انہیں ان کے باشندوں ہی کے قبضہ میں رہنے دیا چنانچہ وہ خراجی زمینیں قرار پائیں اور اگر (امام نے) انہیں ان لوگوں کے درمیان کر دیا جنہوں نے اسے غنیمت میں حاصل کیا تھا تو وہ عشری زمین قرار پائیں گی۔ن)

قال: وايما دار من دور الاعاجم قد ظهر عليها الامام وتركها في ايدي اهلها. فهي ارض خراج. وان قسمها بين الذين غنموها فهي ارض عشر. الا ترى ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه ظهر على ارض الاعاجم وتركها في يديهم فهي ارض خراج. وكل ارض من اراضي الاعاجم صالح عليها اهلها وصاروا ذمة فهي خراج.

عجمیوں کے علاقوں میں سے جس علاقہ کو بھی امام نے فتح کرلیا ہو اور پھر اسے اس کے باشندوں ہی کے قبضہ میں رہنے دیا ہو اس کی زمین خراجی ہے اور اگر اسے ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردیا ہو جنہوں نے اسے بطور غنیمت حاصل کیا تھا تو وہ عشری زمین ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عجمیوں کی زمین فتح کرنے کے بعد اسے انہی لوگوں کے قبضہ میں رہنے دیا تو وہ زمینیں خراجی قرار پائیں گی، عجمیوں کے علاقہ کی ہر وہ زمین جس پر امام نے اس کے باشندوں سے مصالحت کرلی ہو، اور وہ لوگ ذمی بن گئے ہوں، خراجی زمین ہے۔

فصل: فيما يخرج من البحر

فصل: سمندر سے نکلنے والی اشیاء کے بارے میں

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت يا امير المؤمنين عما يخرج من البحر من حلية وعنبر. فـ ي فيما يخرج من البحر من الحلية والعنبر الخمس. فاما غيرهما فلا شيء فيه.

امیر المؤمنین! آپ نے سمندر سے نکالے جانے والے عنبر اور زیور بنانے کے لائق چیزوں کے بارے میں پوچھا ہے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) سمندر سے زیور بنانے کے لائق جو اشیاء یا عنبر برآمد ہوں ان میں خمس (واجب) ہے، ان دو کے سوا اور چیزوں میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہے۔

(١٦٣) وقد كان ابو حنيفة وابن ابي ليلى رحمهما الله يقولان: ليس في شيء من ذلك شيء لانه بمنزلة السمك.

اور (امام) ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلی رحمہا اللہ فرماتے تھے کہ: ان میں سے کسی چیز پر بھی کچھ (واجب) نہیں ہے کیونکہ ان کی نوعیت مچھلی جیسی ہے۔

واما انا فاني ارى في ذلك الخمس واربعة اخماسه لمن اخرجه لانا قد روينا فيه حديثا من عمر رضي الله عنه. ووافقه عليه عبدالله بن عباس فتبعنا الاثر ولم نر خلافه

اور جہاں تک میرا تعلق ہے، میرا خیال یہ ہے کہ ان میں خمس لیا جائے گا اور باقی (۴/۵) حصہ اس کیلئے ہے جس نے اسے نکالا ہو (یہ رائے اختیار کرنے کی) وجہ یہ ہے کہ اس باب میں ہم سے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی گئی ہے، اور اس پر عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے اتفاق رائے ظاہر کیا ہے، چنانچہ ہم نے اس اثر کا اتباع کیا ہے اور اس کے خلاف جانا مناسب نہیں سمجھا۔

(١٦٤) قال ابو يوسف رحمه الله: حدثني الحسن بن عمارة عن عمرو بن دينار عن طاؤوس عن عبدالله بن عباس ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه استعمل يعلى بن امية على البحر. فكتب اليه في عنبرة وجدها رجل على الساحل يسأله عنها وعما فيها. فكتب اليه عمر:

"انه سیب من سیب الله، فیه وفیما اخرج الله جل ثناؤہ من البحر الخمس"

قال: وقال عبدالله بن عباس: "وذلك رأيي".

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ بن امیہ کو سمندر پر افسر مقرر کیا تو انہوں نے آپ سے ایک ذہیل مچھلی کے بارے میں، جسے ایک شخص نے ساحل پر پایا تھا، لکھ کر دریافت کیا کہ اس میں کیا (واجب) ہے، (جواب میں) عمر (رضی اللہ عنہ) نے انہیں یہ لکھا کہ:

"یہ اللہ کے عطا کردہ اموال میں سے ایک مال ہے، اس میں اور سمندر میں سے اللہ جل ثناؤہ جو کچھ بھی نکالے، خمس (واجب) ہے۔"

(راوی نے) کہا: عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا:

"اور یہی میری رائے بھی ہے۔"

فصل: فی العسل والجوز واللوز

فصل: شہد، اخروٹ اور بادام کے بارے میں

واما العسل والجوز واللوز واشباه ذلك فان العسل العشر اذا كان في ارض العشر واذا كان في ارض الخراج فليس فيه شيء.

شہد اور اخروٹ، بادام اور اس قسم کی دوسری چیزوں کا حکم یہ ہے کہ شہد اگر عشری زمین میں پایا جائے تو اس میں عشر (واجب) ہے، اور اگر خراجی زمین میں پایا جائے تو کچھ بھی (واجب) نہیں۔

اذا كان في المفاوز والجبال على الاشجار او في الكهور فلا شيء فيه، هو بمنزلة الثمار تكون في الجبال والاودية لا خراج عليها ولا عشر.

اسی طرح اگر میدانوں یا پہاڑوں میں، درختوں یا غاروں میں پایا جائے تو بھی اس میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہے۔ اس کا معاملہ ان پھلوں جیسا ہے جو پہاڑوں یا وادیوں میں پیدا ہوتے ہیں کہ ان پر نہ خراج ہوتا ہے اور نہ ہی عشر۔

(۱۶۵) قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): حدثنا بعض اشياخنا عن عمرو بن شعيب قال: كتب امير الطائف الى عمر بن الخطاب رضي الله عنه ان اصحاب النخل لا يؤدون الينا ما كانوا يؤدون الى النبي ﷺ ويسألون مع ذلك ان نحمي لهم اوديتهم. فاكتب الي برأيك في ذلك. فكتب اليه عمر: "ان ادوا اليك ما كانوا يؤدونه الى النبي ﷺ فاحم لهم اوديتهم. وان لم يؤدوا اليك ما كانوا يؤدونه الى النبي ﷺ فلا تحم لهم"

قال: وكانوا يؤدون الى النبي ﷺ من كل عشر قرب قربة.

عمرو بن شعیب نے کہا ہے کہ:

طائف کے امیر نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ شہد والے ہمیں وہ (مالیہ) نہیں ادا کر رہے ہیں جو یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے، اور اس کے باوجود ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم ان کے لیے ان کی وادیوں کی حفاظت کا

---

(۱۶۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳۹۳، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۲۰۱۵، سنن ابی داود: ۱۶۰۱۔

اہتمام کریں، آپ اس بارے میں مجھے اپنی رائے لکھ بھیجئے، اس پر عمر (رضی اللہ عنہ) نے انہیں یہ لکھ بھیجا کہ: یہ لوگ نبی ﷺ کو جو کچھ ادا کیا کرتے تھے وہی اگر تم کو بھی ادا کریں تب تو تم ان کی وادیوں کی حفاظت کا اہتمام کرو، اور اگر نبی ﷺ کو جو کچھ ادا کرتے تھے وہ تم کو نہ ادا کریں تو ان کیلئے حفاظت کا انتظام نہ کرو۔

(راوی نے) کہا: یہ لوگ نبی ﷺ کو ہر دس مشکیزہ میں سے ایک مشکیزہ ادا کرتے تھے۔

(۱۶۶)۔ قال: وحدثني يحيى بن سعيد عن عمرو بن شعيب ان عمر كتب في الخلايا من كل عشر قرب قربة

عمرو بن شعیب سے روایت ہے

''کہ (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے شہد کے چھتوں کے بارے میں یہ لکھا کہ ہر دس مشکیزہ میں سے ایک مشکیزہ ہے۔''

(۱۶۷)۔ قال: وحدثني الاحوص بن حكيم عن ابيه قال: في كل عشرة ارطال رطل

احوص بن حکیم کے والد نے کہا ہے:

''کہ ہر دس رطل میں سے ایک رطل ہے۔''

(۱۶۸)۔ قال: وحدثني عبدالله بن المحرر عن الزهري يرفعه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ: في العسل العشر

زہری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''شہد میں عشر (واجب) ہے۔''

واما اللوز والجوز والبندق والفستق واشباه ذلك ففيه العشر اذا كان في ارض العشر. والخراج اذا كان في ارض الخراج لانه يكال.

بادام، اخروٹ، چلغوزہ، پستہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں جب عشری زمین میں پیدا ہوں تو ان میں عشر (واجب) ہوگا، اور جب خراجی زمین میں پیدا ہوں تو خراج (واجب) ہوگا کیونکہ یہ چیزیں ناپی جاتی ہیں۔

قال ابو يوسف: وليس في القصب ولا في الحطب ولا في الحشيش ولا في التين ولا في السعف عشر ولا خمس ولا خراج. واما قصب الذريرة فان كان في ارض العشر ففيه العشر. وان كان في ارض الخراج ففيه الخراج

---

(۱۶۸) السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹ ۴۵ ۔

نرکل، (ایندھن کے طور پر کام آنے والی) لکڑی، گھاس، بھوسہ اور کھجور کی ٹہنیوں میں نہ عشر (واجب) ہے نہ خمس اور نہ ہی خراج، البتہ قصب الذریرہ (ایک خوشبودار لکڑی) عشری زمین میں پیدا ہو تو اس میں عشر (واجب) ہوگا اور خراجی زمین میں پیدا ہو تو خراج (واجب) ہوگا۔

واما قصب السکر ففیہ العشر اذا کان فی ارض العشر .والخراج اذا کان فی ارض الخراج لانہ ثمر یؤکل .وقصب الذریرۃ وان لم یؤکل فلہ ثمرۃ ومنفعۃ.

اور گنا جب عشری زمین میں پیدا ہو تو اس میں عشر واجب واجب ہوگا اور خراجی زمین میں ہو تو خراج (واجب) ہوگا کیونکہ یہ ایک پھل ہے، جو کھایا جاتا ہے، قصب الذریرہ اگرچہ کھائی نہیں جاتی مگر یہ ایک مفید اور نفع بخش چیز ہے۔

قال ابو یوسف: ولیس فی النفط والقیر والزئبق والمومیا ان کان لشیء من ذلک عین فی الارض شیء نعلمہ کان فی ارض عشر او فی ارض خراج.

اگر مٹی کے تیل، کول، پارہ اور رال میں سے کسی چیز کا چشمہ زمین میں پایا جائے تو ہمارے علم کی حد تک، ان میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہوتا، خواہ یہ عشری زمین میں پایا جائے یا خراجی زمین میں۔

فصل: قصۃ نجران واھلھا و کتاب رسول اللہ ﷺ

فصــل: نجران، اہل نجران اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر کے قصہ کے بارے میں

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت: یا امیر المؤمنین من نجران واھلھا و کیف کان الحکم جری فیھم وفیھا ولم اخرجوا منھا بعد الشرط الذی کان شرط علیھم. وما السبب فی ذلک،

امیر المؤمنین! آپ نے نجران اور اہل نجران کے بارے میں پوچھا ہے کہ ان کے بارے میں کیا حکم نافذ کیا گیا، علاقہ نجران کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کیا گیا، جو شرائط ان کے ساتھ طے کی گئی تھیں ان کے باوجود ان لوگوں کو وہاں سے کیسے نکال دیا گیا، اور یہ کہ اس کا سبب کیا تھا؟

اہل نجران سے معاہدہ:

فان النبی ﷺ کان اقر اھلھا فیھا علی شروط اشترطھا علیھم و اشترطوھا ھم. و کتب لھم بذلک کتاب. قد ذکرت نسختہ لک. وبعث الیھم عمرو بن حزم والی غیرھم. و کتب لھم عھدا.

واقعہ یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند شرائط پر جو آپ نے ان لوگوں سے، اور ان لوگوں نے آپ سے طے کر لی تھیں، وہاں کے باشندوں کیلئے وہاں رہنے کا حق تسلیم کر لیا تھا، اور آپ نے ان کو اس مضمون کی ایک تحریر لکھ کر دی تھی جس کی عبارت کا ذکر میں نے آپ کیلئے (ذیل میں) کیا ہے، آپ نے عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہ) کو ان کے، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھیجا تھا اور ان کیلئے ایک عہد نامہ تحریر کر دیا تھا۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

(۱۶۹) فحدثنی محمد بن سحق ان النبی ﷺ کتب لعمرو بن حزم حین بعثہ الی نجران:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا امان من اللہ ورسولہ یاایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔

عهد عن محمد النبي لعمرو بن حزم حين بعثه الى اليمن. آمره بتقوى الله في امره كله. وان يفعل ويفعل ويأخذ من المغانم خمس الله جل ثناؤه وما كتب على المؤمنين في الصدقة من الثمار.

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جب عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہ) کو نجران بھیجا تو ان کو یہ لکھ کر دیا:

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے امان ہے، (ارشاد باری تعالیٰ ہے): اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔ (المائدہ:۱) محمد نبی کی طرف سے ایک وصیت عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہ) کے لئے جب کہ اس نے ان کو یمن روانہ کیا۔ میں ان کو ہر معاملہ میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں، اور یہ کہ وہ (یہ) کریں اور (یہ) کریں، اور اموال غنیمت میں سے اللہ جل ثناؤہ کا پانچواں حصہ لے لیا کریں، اور مسلمانوں پر پھلوں میں سے جو صدقہ دینا فرض کیا گیا ہے اس کی تحصیل عمل میں لائیں۔

وان نسخة كتاب النبي ﷺ لهم التي في أيديهم:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ما كتب محمد رسول الله ﷺ لاهل نجران. اذ كان عليهم حكمه في كل ثمرة وفي كل صفراء وبيضاء ورقيق. فأفضل ذلك عليهم وترك ذلك كله لهم على الفي زادت على الخراج او نقصت عن الاواقي فبالحساب. وما قضوا من دروع او خيل او ركاب او عروض اخذ منهم بالحساب

اور ان لوگوں کیلئے نبی ﷺ کے لکھے ہوئے (عہد) کا جو نسخہ ان کے پاس ہے وہ یہ ہے:

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ ہے وہ تحریر جو محمد نبی ﷺ نے تمام پھلوں، سونے، چاندی، اور غلاموں کے بارے میں اہل نجران کیلئے لکھی، اس وقت جب کہ اس کا فیصلہ نافذ ہوا، یہ ساری چیزیں اس نے ازراہِ عنایت ان کیلئے چھوڑ دی ہیں، اس شرط پر کہ وہ (سالانہ) کپڑوں کے دو ہزار جوڑے ازقسم اوقیا دیا کریں گے ہر سال ماہ رجب میں ہزار جوڑے اور ماہ صفر میں ہزار جوڑے، ہر جوڑا ایک اوقیہ چاندی (یا اس کی قیمت) کے برابر ہوگا، جو (کپڑے اواقی کے حساب سے) خراج سے زیادہ ہوں گے یا اواقی مقدار سے کپڑوں کی قیمت جتنی کم ہوگی اس کا حساب ملحوظ رکھا جائے گا۔

وعلى نجران مؤنة رسلي ومتعتهم مابين عشرين يوما فما دون ذلك. ولا تحبس رسلي فوق

شهر. وعليهم عارية ثلاثين درعا وثلاثين فرسا وثلاثين بعيرا اذا كان كيد باليمن ومعرة

اور یہ لوگ جو زرہیں یا گھوڑے یا اونٹ یا دوسرے سامان ادا کریں گے ان کو بھی (خراج کے) حساب میں شامل کرلیا جائے گا، اور نجران کے سر میرے قاصدوں کا بار ہوگا اور اسے ان کو بیس دن یا اس سے کم مدت تک ضرورت کے تحت سامان فراہم کرنا ہوں گے، اور وہ میرے قاصدوں کو (جو تحصیل خراج کیلئے وہاں بھیجے جائیں) ایک ماہ سے زیادہ مدت وہاں نہیں روکا کریں گے۔

وما هلك مما اعاروا رسلي من دروع او خيل او ركاب او عروض فهو ضمين على رسلي حتى يؤدوه اليهم.

جب بھی یمن میں کوئی شورش یا ہنگامی حادثہ واقع ہوگا ان کو تیس زرہیں تیس گھوڑے، اور تیس اونٹ بطور عاریت دینے ہوں گے، اور میرے قاصدوں کو یہ لوگ جو زرہیں، گھوڑے، اونٹ یا سامان عاریۃً دیں گے ان میں سے جو چیزیں ضائع ہوجائیں وہ میرے قاصدوں کے ذمہ واجب الاداہوں گی، تا آنکہ یہ سامانوں کو ادا کریں۔

ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد النبى رسول الله ﷺ على اموالهم وانفسهم وارضهم وملتهم وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وبيعهم وكل ما تحت ايديهم من قليل او كثير. لا يغير اسقف من اسقفيته ولا راهب من رهبانيته ولا كاهن من كهنته وليس عليه ذنبه. ولادم جاهلية، ولا يحشرون ولا يعشرون ولا يطأ ارضهم جيش

نجران اور اس کے ماتحت لوگوں کو اپنے اموال، زمینوں، اور مذہب کے سلسلہ میں حاضر اور غیر حاضر افراد کو، ان کے اہل خاندان کو، عبادت گاہوں کو، تھوڑی یا زیادہ جو چیزیں بھی ان کے قبضہ میں ہیں سب کے سلسلہ میں اللہ کی نگہبانی اور محمد نبی اللہ کے رسول (ﷺ) ذمہ داری حاصل ہوگی، اور ان کے اساقفہ میں سے کسی اس کی اسقفیت ترک نہیں کرائی جائے گی نہ کسی راہب سے اس کی رہبانیت چھڑوائی جائے گی اور نہ کسی کاہن سے اس کی کہانت، اور ان پر کسی قسم کی ذلت طاری نہیں کی جائے گی، اور عہد جاہلیت میں کئے ہوئے کسی خون کی ذمہ داری ان کے سر نہ ہوگی، اور نہ ان کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ تنگی میں مبتلا کیا جائے گا، نہ ان کی سرزمین کو کوئی فوج پامال کرے گی۔

ومن سأل منهم حقا فبينهم النصف غير ظالمين ولا مظلومين ومن اكل ربا من ذى قبل فذمتي منه بريئة. ولا يؤخذ منهم بظلم آخر.

اور ان میں سے جو لوگ (میرے) کسی کے حق کے طالب ہوں گے ان کے درمیان انصاف کیا جائے گا، بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کو زیادتی کرنے دی جائے یا کسی کو زیادتی کا نشانہ بننے دیا جائے، اور جو صاحب ریاست بھی سود کھائے گا اس سے میری ذمہ داری ختم ہوجائے گی، اور ان میں سے کسی فرد سے کسی دوسرے فرد کے کئے ہوئے ظلم کا

مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

وعلى ما في هذا الكتاب جوار الله وذمة محمد النبي رسول الله ابدا حتى يأتي الله بامره مانصحوا واصلحوا ما عليهم غير متفلتين بظلم. شهد:

· ابو سفيان بن حرب

· وغيلان بن عمرو ومالك بن عوف من بني نصر.

· والاقرع بن حابس الحنظلي.

· والمغيرة بن شعبة

وكتب لهم هذا الكتاب عبدالله بن ابي بكر.

جو کچھ اس تحریر میں (درج) ہے اسے اللہ کی پناہ اور محمد نبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذمہ داری ہمیشہ کیلئے حاصل ہے، تا آنکہ اللہ کوئی (دوسرا) حکم دے، جب تک یہ لوگ خیر خواہی برتیں، اور اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح سے ادا کرتے رہیں، اور کوئی ظلم وزیادتی کر کے بھاگ نکلنے کی کوشش نہ کریں۔

اس پر (درج ذیل حضرات) گواہ ہیں:

☆ ابوسفیان بن حرب۔

☆ غیلان بن عمرو۔

☆ بنی نصر سے تعلق رکھنے والے مالک بن عوف۔

☆ اقرع بن حابس الحنظلی۔

☆ مغیرہ بن شعبہ۔

اور ان کیلئے یہ تحریر عبداللہ بن ابی بکر نے لکھی۔

عہد صدیقیؓ:

قال: ثم جاءوا من بعد الى ابي بكر رضي الله تعالى عنه فكتب لهم

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ما كتب به عبدالله ابوبكر خليفة محمد النبي رسول الله ﷺ لاهل نجران. اجارهم بجوار الله وذمة محمد النبي رسول الله ﷺ على انفسهم وارضيهم وملتهم واموالهم وحاشيتهم وعبادتهم وغائبهم وشاهدهم واساقفتهم ورهبانهم وبيعهم وكل ما تحت

ايديهم من قليل او كثير لا يخسرون ولا يعسرون. لا يغير اسيقف من اسقفيته ولا راهب من رهبانيته وفاء لهم بكل ما كتب لهم محمد النبي ﷺ

(راوی نے) کہا: پھر یہ لوگ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کیلئے یہ تحریر فرمایا:

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ ہے وہ تحریر جو اللہ کے بندے اللہ کے رسول محمد نبی ﷺ کے خلیفہ (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اہل نجران کیلئے سپرد قلم کی ہے، اس نے ان کو ان کی جانوں، زمینوں، مذہب، اموال، ماتحت لوگوں، ان کی عبادات، ان میں سے غیر حاضر لوگوں اور موجود افراد، ان کے اسقف، راہبوں، عبادت گاہوں، اور ان کے قبضہ میں تھوڑا زیادہ جو چیز بھی ہے، ان تمام کے سلسلہ میں اللہ کی امان اور اللہ کے رسول نبی محمد ﷺ کی ذمہ داری کی پناہ میں لے لیا ہے، انہیں نہ کوئی نقصان پہنچایا جائے گا نہ کسی تنگی میں مبتلا کیا جائے گا، کسی اسقف کو اسکی اسقفیت سے اور کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے نہیں ہٹایا جائے گا، (یہ عہد) ان تمام وعدوں کی تکمیل کے طور پر (کیا جارہا ہے) جو محمد نبی ﷺ نے ان کیلئے تحریر فرمائے ہیں۔

وعلى ما في هذه الصحيفة جوار الله وذمة النبي ﷺ أبدا وعليهم النصح والاصلاح فيما عليهم من الحق

شهد:

المستورد بن عمرو احد بني القين

وعمرو مولى ابي بكر

وراشد بن حذيفة

والمغيرة وكتب

اس تحریر میں جو کچھ درج ہے اس پر اللہ کی پناہ اور محمد نبی ﷺ کی ذمہ داری ہمیشہ ہمیشہ حاصل رہے گی، اور ان کی ذمہ داری ہے کہ خیر خواہی برتیں اور ان کے اوپر جو حقوق لازم آتے ہیں ان کے باب میں بہتر رویہ اختیار کریں۔

اس پر (درج ذیل حضرات) گواہ ہیں:

☆ بنی قین سے تعلق رکھنے والے مستورد بن عمرو۔

☆ ابوبکر کے آزاد کردہ غلام عمرو۔

☆ راشد بن حذیفہ۔

☆ مغیرہ۔ اور انہوں نے ہی اسے لکھا ہے۔

عہد فاروقیؓ:

ثم جاء وا من بعد ان استخلف عمر رضی اللہ تعالی عنہ الیہ وقد کان عمر اجلاھم عن نجران الیمن واسکنہم بنجران العراق لانہ خافھم علی المسلمین فکتب لہم:

پھر جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ لوگ ان کے پاس آئے، عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان لوگوں کو نجران یمن سے جلا وطن کر کے نجران عراق میں بسا دیا تھا، کیونکہ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ آپ نے ان کیلئے یہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ما کتب بہ عمر امیر المؤمنین لاھل نجران من سار منہم انہ آمن بامان اللہ لا یضرہ احد من المسلمین وفاء لہم بما کتب لہم محمد النبی ﷺ وابوبکر رضی اللہ عنہ۔

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ ہے وہ تحریر جو امیر المؤمنین (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے اہل نجران کیلئے لکھی ہے، ان میں سے جو لوگ بھی (نجران یمن سے) روانہ ہو رہے ہیں، ان کو اللہ کی امان حاصل ہے، مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہیں نقصان نہیں پہنچائے گا، یہ اس (عہد نامہ) کے ایفاء کے طور پر (لکھا گیا) ہے جو نبی محمد ﷺ اور (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ان کیلئے تحریر فرمایا تھا۔

اما بعد: فمن مروا بہ من امراء الشام وامراء العراق فلیسعہم من حرث الارض فما اعتملوا من ذلک فھو لہم صدقۃ لوجہ اللہ وعقبۃ لہم مکان ارضہم لا سبیل علیہم فیہ لاحد ولا مغرم

امابعد! یہ لوگ شام اور عراق کے جس امیر کے پاس سے بھی گزریں اسے چاہیے کہ زمین کی کھیتی کرنے میں ان کی مدد کرے اور یہ لوگ جو بنجر (زمینیں) خود کاشت کرلیں وہ ان کیلئے اللہ کے راستہ میں صدقہ، اور ان کی زمینوں کا بدل ہیں جنہیں یہ چھوڑ کر آ رہے ہیں، کسی کو اس بارے میں ان پر اعتراض کا کوئی حق نہیں، نہ ان سے کسی طرح کا تاوان لیا جا سکتا ہے۔

امابعد: فمن حضرھم من رجل مسلم فلینصرھم علی من ظلمہم فانہم اقوام لہم الذمۃ وجزیتہم عنہم متروکۃ اربعۃ وعشرین شہرا بعد ان یقدموا ولا یکلفوا الا من صنعہم البر غیر مظلومین ولا معتدی علیہم۔ شہد:

عثمان بن عفان

ومعیقیب. و کتب۔

امابعد! جو مسلمان فرد ان کے پاس آئے اسے ان پر ظلم کرنے والوں کے خلاف ان کی مدد کرنی چاہئے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں ذما حاصل ہے اور ان پر جو جزیہ ہے وہ ان کے آنے کے بعد سے چوبیس مہینوں تک کیلئے معاف کیا جاتا ہے، اور ان کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے، الا یہ کہ کوئی ان کے ساتھ بھلائی کردے، ان پر نہ کوئی زیادتی کی جائے نہ ان دست درازی کا ہدف بنایا جائے۔

اس پر (درج ذیل حضرات) گواہ ہیں:

☆ عثمان بن عفان۔

☆ معیقیب، اورانہوں نے اسے لکھا بھی ہے۔

عہد عثمانی ؓ:

فلما قبض عمر رضی الله عنه. واستخلف عثمان اتوه الی المدینة. فكتب لهم الی الولید بن عتبة وهو عامله:

بسم الله الرحمن الرحیم

من عبدالله عثمان امیر المؤمنین الی الولید بن عقبة. سلام الله علیك. فانی احمد الله الذی لا اله الا هو

اما بعد: فان الاسقف والعاقب وسراة اهل نجران الذین بالعراق اتونی فشكوا الی وارونی شرط عمر لهم. وقد علمت ما اصابهم من المسلمین. وانی قد خففت عنهم ثلاثین حلة من جزیتهم تركتها لوجه الله تعالی جل ثناؤه.

وانی وفیت لهم بكل ارضهم التی تصدق علیهم عمر عقبی مكان ارضهم بالیمن فاستوص بهم خیرا. فانهم اقوام لهم ذمة. وكانت بینی وبینهم معرفة. وانظر صحیفة كان عمر كتبها لهم فأوفهم ما فیها. و اذا قرأت صحیفتهم فارددها علیهم

"والسلام"

و کتب حمران بن ابان للنصف من شعبان سنة سبع و عشرین

پھر جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) وفات پا گئے اور (سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ لوگ ان

کے پاس مدینہ حاضر ہوئے، آپ (رضی اللہ عنہ) نے ان کیلئے ولید بن عقبہ کو "جو آپ کے عامل تھے" یہ تحریر فرمایا:

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

اللہ کے بندے، امیر المؤمنین عثمان (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ولید بن عقبہ۔ سلام اللہ علیک، میں اس خدا کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی اور الٰہ نہیں۔

امابعد! عراق میں نجران کے جو باشندے ہیں ان کے اسقف، عاقب اور سردار لوگوں نے میرے پاس آ کر مجھ سے شکایت کی ہے، اور مجھے وہ شرط دکھائی ہے جو (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کے ساتھ طے کی تھی، مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں سے ان لوگوں کو کیا نقصانات پہنچے ہیں، میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑوں کی تخفیف کردی ہے، انہیں میں نے اللہ جل ثناؤہ کی راہ میں بخش دیا ہے۔

اور میں ہر وہ زمین ان کو دے دی جو (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کی یمنی زمین کے عوض صدقہ کی تھی، اب تم ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی ہدایت حاصل کرو، کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو ذمہ حاصل ہے، اور میرے اور ان کے تعلقات بھی اچھے رہے ہیں، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کیلئے جو صحیفہ تحریر کیا تھا اس کو غور سے دیکھ لو اور اس میں جو کچھ درج ہے وہ ان کے ساتھ پورا کرو، جب تم ان کا صحیفہ پڑھ لو تو اسے انہیں واپس دے دینا۔

"والسلام"

اس تحریر کو حمران بن ابان نے نصف شعبان ۲۷ھ میں زیر قلم کیا۔

عہد علویؓ:

فلما استخلف علی رضوان الله علیه وقدم العراق اتوه:

پھر جب (سیدنا) علی رضوان اللہ علیہ خلیفہ بنے اور عراق تشریف لائے تو تو وہ ان کے پاس حاضر ہوئے۔

(۱۷۰) فحدثنی الاعمش عن سالم ابن ابی الجعد قال: اتی اسقف نجران علیا رضی الله عنه معه کتاب فی ادیم احمر قال: أسألك یا امیر المؤمنین خط یدیك وشفاعة لسانك یعنی لما رددتنا الی بلادنا قال فأبی علی رضی الله عنه ان یردهم وقال:

چنانچہ اعمش نے سالم بن ابی الجعد کے حوالے سے مجھے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

نجران کا اسقف (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس کے پاس ایک لال چمڑے (کی تھیلی) کے اندر ایک تحریر تھی، اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں آپ سے آپ کے ہاتھ کی تحریر اور زبان کی سفارش طلب کرتا

---

(۱۷۰) تاریخ دمشق: ج ۴۴ ص ۳۶۴۔

ہوں، اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ہمیں ہمارے (سابقہ) علاقہ میں واپس کر دیجئے۔ (راوی نے) کہا: اس پر (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے ان کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

ویحك ان عمر كان رشيد الامر۔
تیرا برا ہو، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے فیصلے بہت موزوں ہوتے تھے۔

جلاوطنی کا سبب:

قال وكان عمر رضي الله عنه اجلاهم لانه خفهم على المسلمين وقد كانوا اتخذوا الخيل والسلاح في بلادهم فاجلاهم عن نجران اليمن واسكنهم نجران العراق
(راوی) کا بیان ہے: کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو اس لئے جلاوطن کر دیا تھا کہ آپ کو مسلمانوں کے سلسلہ میں ان لوگوں کی طرف سے اندیشہ لاحق ہو گیا تھا، انہوں اپنے ملک میں گھوڑے، اور ہتھیار مہیا کرنے شروع کر دیئے تھے جس کی وجہ سے آپ نے ان کو نجران یمن سے نکال کر نجران عراق میں بسا دیا۔

قال: وكانوا يرون ان عليا كان مخالفا لسيرة عمر لردهم. ثم كتب لهم علي رضي الله عنه:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتاب من عبدالله علي بن ابي طالب (رضي الله عنه) امير المؤمنين لاهل النجرانية انكم اتيتموني بكتاب من نبي الله ﷺ فيه شرط لكم على انفسكم واموالكم واني وفيت لكم بما كتب لكم محمد وابوبكر وعمر فمن اتى عليهم من المسلمين فليف لهم ولا يضاموا ولا يظلموا ولا ينتقص حق من حقوقهم۔

وكتب عبدالله بن ابي رافع لعشر خلون من جمادى الآخرة سنة سبع وثلاثين منذ ولج رسول الله ﷺ المدينة

(راوی نے) کہا: کہ یہ لوگ، یہ سمجھتے تھے کہ (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) اگر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے طرز عمل کے مخالف ہوں گے تو وہ ان کو (ان کے سابقہ علاقہ یعنی نجران یمن میں) واپس بھیج دیں گے، پھر (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے ان کیلئے یہ تحریر فرمایا:

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ اللہ کے بندے، امیر المومنین (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے نجرانی لوگوں کیلئے ایک تحریر ہے، تم لوگ میرے پاس اللہ کے نبی ﷺ کی ایک تحریر لے کر آئے ہو جس میں تمہارے لئے تمہاری جانوں اور

اموال کے سلسلہ میں شرط لگی ہے تمہارے لئے محمد ﷺ، ابو (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ میں نے پورا کر دیا، لہذا اب جو مسلمان بھی ان کے یہاں جائے اسے ان وعدوں کو پورا کرنا چاہئے (جو ان کے ساتھ کئے گئے ہیں) نہ ان کو دبایا جائے نہ ان کے ساتھ ظلم کیا جائے گا نہ ان کے حقوق میں سے حق میں کوئی کمی کی جائے۔

''(اس دستاویز کو) عبداللہ بن رافع نے لکھا، لکھتے وقت تک رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سینتیسویں سال کے ماہ جمادی الآخرہ کے دس دن گزر چکے تھے۔''

موجودہ محاصل:

قال ابو یوسف(یعقوب بن ابراهیم الانصاری رحمه الله تعالیٰ):وهذه الحلل المسماة هی الواجبة علی ارضهم وعلی جزیة رءوسهم تقسم علی رءوس الرجال الذین لم یسلموا وعلی کل ارض من اراضی نجران. وان کان بعضهم قد باع ارضه او بعضها من مسلم او ذمی او تغلبی والمرأة والصبی فی ذالک سواء فی ارضهم.

(امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا): اور ان کی زمین اور ان کی ذات کے جزیہ کے سلسلہ میں صرف جوڑوں کی یہی مقررہ تعداد واجب ہے، اس تعداد کو ان تمام مردوں کے اوپر جو اسلام نہیں لائے ہیں اور نجران کی زمینوں میں سے ہر زمین پر تقسیم کر دیا جائے گا، خواہ ان میں سے بعض افراد نے اپنی زمین یا اس کا کچھ حصہ کسی مسلمان یا ذمی یا تغلبی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو، اور جہاں تک ان کی زمینوں کا تعلق ہے (اس کے مالیہ کے سلسلہ میں) عورت اور بچہ سب کی حیثیت یکساں ہے (اور سب کو اس کا ادا کرنا ہوگا)۔

فاما جزیة رءوسهم فلیس علی النساء والصبیان شیء ولیس علیهم الیوم لنجران هذه ضیافة ولا نائبة للرسل ولا للوالی. انما کان علی عهد النبی ﷺ وهم بنجران الیمن اما الیوم فلا

تاہم جزیہ ذات کے سلسلہ میں عورتوں اور بچوں پر کچھ بھی (واجب) نہیں ہے۔ اب اس زمانہ میں آج کے نجران والوں پر میزبانی یا قاصدوں اور والی کو اشیاء ضرورت کی فراہمی کی ذمہ داری نہیں، یہ سب نبی ﷺ کے عہد کیلئے تھا جب یہ لوگ نجران یمن میں رہتے تھے، اب یہ ذمہ داریاں باقی نہیں رہیں۔

قال: ولو اشتری نجرانی ارضا من ارض الخراج کان علیه فیها الخراج لم یمنع الخراج الذی یجب علیه فی الارض النجرانیة وما یجب علیه بجزیة رأسه والارض التی کانت بنجران خاصة من الحلل

اگر کوئی نجرانی خراجی زمینوں میں سے کوئی زمین خرید لے تو اس زمین کا خراج اس کے ذمہ ہوگا، یہ خراج اس خراج کے مطالبہ کو ساقط نہ کردے گا جو اس آدمی پر نجرانی زمین کے سلسلہ میں لاگو ہے، اسی طرح ان جوڑوں کا مطالبہ بھی ساقط نہ ہوگا جو اس پر اس کی ذات کے جزیہ اور زمین کے سلسلہ میں، بشرطیکہ اس کے پاس خاص سرزمین نجران میں کوئی زمین رہی ہو، (واجب) ہیں۔

لان الحلل انما تجب علیهم جزیة رءوسهم فی ارض نجران خاصة. وقد ینبغی ان یرفق بهم ویحسن الیهم ویوفی لهم بذمتهم ولا یحملوا فوق طاقتهم ولا یظلموا ولا یعسوا ولا یخسروا ولا یکلفوا مؤنة ولا نائبة. ان یبعث الیهم من یجبیهم فی بلادهم. ولا یلزم نساءهم ولا صبیانهم فی رءوسهم جزیة من احلل ولا من غیرها.

کیونکہ جوڑے تو ان لوگوں پر خاص سرزمین نجران کے سلسلہ میں ان کی ذات کے جزیہ کے طور پر (واجب) ہیں، چاہیے کہ ان کے ساتھ نرمی برتی جائے، حسن سلوک کیا جائے، ان کے سلسلہ میں جو ذمہ داریاں لی گئی ہیں وہ پوری طرح ادا کی جائیں، اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے، نہ ان پر ظلم کیا جائے۔ نہ ان کو کوئی نقصان پہنچایا جائے۔ نہ ان پر کوئی بوجھ یا ہنگامی بار ڈالا جائے، ان سے مالیہ وصول کرنے کیلئے کسی فرد کو خود ان کے پاس بھیجنا چاہیے۔ ان کی عورتوں اور بچوں پر ان کی ذات کے سلسلہ میں کوئی جزیہ کپڑوں کے جوڑوں کی صورت میں یا کسی صورت میں لازم نہیں آتا۔

(۱۷۱) قال ابو یوسف: حدثنا الحسن بن عمارة عن محمد بن عبید الله بن عبد الرحمن بن سابط عن یعلی بن امیة قال: لما بعثنی عمر بن الخطاب رضی الله عنه علی خراج ارض نجران یعنی نجران التی قرب الیمن کتب الی ان انظر کل ارض جلا اهلها عنها. فما کان من ارض بیضاء تسقی سیحا او تسقیها السماء. فما کان فیها من نخیل او شجر فادفعه الیهم یقومون علیه ویسقونه. فما اخرج الله من شیء فلعمر وللمسلمین منه الثلثان ولهم الثلث

یعلی بن امیہ نے کہا ہے:

''کہ جب (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے سرزمین نجران کے یعنی اس نجران کے جو یمن میں کے قریب واقع ہے خراج کی تحصیل پر مقرر کرکے بھیجا تو میرے پاس یہ لکھا کہ: ہر اس زمین کا جائزہ لو جس کے مالک اسے چھوڑ کر چلے گئے ہوں، پھر ان میدانی علاقوں کا جن کو آسمان سیراب کرتا ہے، یا جن کو بہنے والے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، ایسی زمینوں میں جو کھجور کے درخت یا دیگر درخت ہوں ان لوگوں کے حوالہ کردو، وہ اس کی دیکھ بھال اور سینچائی کریں گے اور اللہ

(۱۷۰) تاریخ دمشق: ج ۴۴ ص ۳۶۰

(۱۷۱) الاستخراج لاحکام الخراج ابن رجب: ج ۱ ص ۲۳۔

اس میں جو کچھ بھی پیدا کر دے گا اس میں سے عمر اور مسلمانوں کا حصہ دو تہائی ہوگا اور ان کیلئے ایک تہائی۔

عوما كان منهم يسقى بغرب فلهم الثلثان ولعمر وللمسلمين الثلث. وادفع اليهم ما كان من ارض بيضاء يزرعونها فما كان منها يسقى سيحا او تسقيه السماء فلهم الثلث. ولعمر وللمسلمين الثلثان وما كان من ارض بيضاء تسقى بغرب فلهم الثلثان ولعمر وللمسلمين الثلث

اور ان میں سے جس زمین کی سینچائی بڑے ڈول کے ذریعہ کی جاتی ہو اس (کی پیداوار) میں دو تہائی ان کیلئے ہوگا اور ایک تہائی عمر اور مسلمانوں کیلئے ہوگا، میدانی علاقوں کو ان کے حوالے کر دو کہ یہ ان میں کھیتی کریں، جو علاقے بہتے ہوئے پانی سے سینچے جائیں یا جن کو آسمان سیراب کرے ان (کی پیداوار) میں ایک تہائی ان کیلئے ہوگا اور دو تہائی عمر اور مسلمانوں کیلئے ہوگا، اور جو میدانی زمین بڑے ڈول کے ذریعہ سینچی جاتی ہو اس (کی پیداوار) میں ان کیلئے دو تہائی ہوگا اور عمر اور مسلمانوں کیلئے ایک تہائی ہوگا۔

فصل: فی الصدقات

فصل صدقات کے بارے میں

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت یا امیر المؤمنین عما یجب فیه الصدقة وفی الابل والبقر والغنم والخیل کیف ینبغی ان یعامل من وجب علیه شیء من الصدقة فی کل صنف من هذه الاصناف۔

امیر المؤمنین! آپ نے اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ، بکری اور گھوڑوں میں واجب ہونے والے صدقہ کے بارے میں دریافت کیا ہے اور معلوم کیا ہے کہ جن لوگوں پر ان میں سے مختلف قسم کے جانوروں کا صدقہ واجب ہو ان سے صدقہ کی وصولی کن اصولوں کے مطابق عمل میں لائی جائے؟

فمر یا امیر المؤمنین القائمین علیها بأخذ الحق واعطائه من وجب له وعلیه والعمل فی ذلك بما سنة رسول الله ﷺ ثم الخلفاء من بعده۔

(تو اس کا جواب یہ ہے کہ) امیر المؤمنین! آپ صدقات کی تقسیم وتحصیل کے ذمہ دار افسران کو یہ حکم دیجئے کہ جن لوگوں پر یہ صدقات واجب ہوں ان سے حق کے مطابق وصول کر کے اسے ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا کریں جن کا یہ حق ہے، اس باب میں اس طریقہ پر عمل کیا جائے گا جس کی سنت رسول اللہ ﷺ نے قائم فرما دی ہے، اور جسے آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے اختیار کیا۔

واعلم انه من سن سنة حسنة کان له اجرها ومثل اجر من عمل بها من غیر ان ینتقص من اجورهم شیء۔ ومن سن سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من غیر ان ینتقص من اوزارهم شیء۔ هکذا روی لنا عن نبینا ﷺ۔

جان لیجئے کہ جس شخص بھی کوئی نیک طریقہ جاری کرتا ہے اس کو اس طریقہ کے خود اختیار کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو دوسرے لوگ اس طریقہ کو اختیار کرتے ہیں ان کے اجر کے برابر مزید ثواب بھی ملتا ہے، اور اس سے خود ان (دوسرے) لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، اور جو شخص بھی کوئی برا طریقہ جاری کرتا ہے اس کو اس طریقہ کے خود اختیار کرنے کا گناہ اس کے سر پر ہے اور جو دوسرے لوگ اس طریقہ کو اختیار کرتے ہیں ان کا گناہ بھی اس کے سر پر ہے اور اس

سے خود ان (دوسرے) لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، یہ بات ہمارے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتائی گئی ہے۔

وانا اسأل الله ان يجعلك ممن استن بفعله ورضى عمله. واعظم عليه ثوابه. وان يعينك على ما ولاك. ويحفظ لك ما استرعاك.

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ آپ کو ان لوگوں کی صف میں شامل رکھے جو نبی ﷺ کے طرز عمل کا اتباع کرتے ہیں اور آپ کے طریقہ (پر چلنے) پر راضی رہتے ہیں، اور جنہیں وہ بہت زیادہ ثواب عطا کرتا ہے، اللہ آپ کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں آپ کی مدد فرمائے۔ اور جن امور کی نگرانی وسرپرستی آپ کے سپرد ہے ان کا تحفظ فرمائے۔

مویشیوں کی زکوٰۃ:

وقد ذكرت ما بلغنا انه وجب على كل صنف من هذه الاصناف من الصدقات. وعليه ادركت فقهاءنا. وهو المجمع عليه عندنا. وهو احسن ما سمعنا في ذلك

اور مختلف اصناف (مال) پر جو صدقات واجب کئے گئے ہیں ان کی جو تفصیل ہم تک پہنچی ہے وہ میں نے (ذیل میں) ذکر دی ہے، میں نے اپنے فقہاء کو بھی اسی (تفصیل) کے حق میں پایا ہے اور یہ ہمارے درمیان متفق علیہ ہے۔ اس باب میں ہم نے جو سب سے عمدہ چیز سنی ہے وہ بھی یہی ہے۔

(۱۰۱) حدیثا عن الزهری عن سالم عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله ﷺ كتب كتابا فی الصدقة فقرنه بسيفه. او قال بوصيته فلم يخرجه حتى قبض ﷺ. فعمل به ابو بكر حتى هلك ثم عمل به عمر

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے سلسلہ میں ایک تحریر لکھی اور اسے اپنی تلوار کے ساتھ رکھ دیا، یا (راوی نے) یہ کہا کہ اپنی وصیت کے ساتھ رکھ دیا، اپنی وفات تک آپ نے یہ تحریر نہیں نکالی، پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی زندگی بھر اسی پر عمل کیا، اور آپ کے بعد عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

قال: فكان فيه فی كل اربعين شاة شاة. الى مائة وعشرين. فاذا زادت فشاتان. الى مائتين. فاذا زادت فثلاث شياه الى ثلاثمائة. فاذا زادت ففی كل مائة شاة شاة. وليس فيها شیء حتى تبلغ المائة

---

(۱۰۱) سنن الترمذی: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۱۵۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۱۲۷، مسند احمد بن حنبل: ۴۶۳۲۔

وفی خمس من الابل شاة، وفی ع ر شاتان.

وفی خمسة عشر ثلاث شیاد.

وفی عشرین اربع شیاد.

وفی خمسة وعشرین بنت مخاض الی خمس وثلاثین.

فان زادت ففیها ابنة لبون الی خمس واربعین.

فان زادت ففیها حقة الی ست ۔

فان زادت ففیها جزعة الی خم وسبعین.

فان زادت ففیها بنتا لبون الی تسعین.

فان زادت ففیها حقتان الی ع رین ومائة.

فان زادت علی مائة وعش ین فی کل خمسین حقة وفی کل اربعین بنت لبون.

ولا یجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع.

وما کان من خلیطین فانہما یتراجعان بالسویة.

(راوی) کہتا ہے: اس میں یہ ۔ تھا کہ: ایک سو بیس (کی تعداد) تک ہر چالیس بکری میں سے ایک بکری (واجب) ہے، تعداد اس سے زیادہ ہو تو دو سو تک پر دو بکریاں، اور اس زیادہ ہوں تو تین سو تک پر تین بکریاں، اس سے بھی زیادہ ہوں تو ہر سو بکری میں سے ایک بکری ۔ زائد کی تعداد جب تک سو نہ ہو اس میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہے۔

☆ اور پانچ اونٹوں پر ایک بکری ۔ س پر دو بکریاں۔

☆ پندرہ پر تین بکریاں۔

☆ بیس پر چار بکریاں۔

☆ پچیس سے پینتیس تک کی تعد پر ایسی اونٹنی جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔

☆ اونٹوں کی تعداد پینتیس سے ز دہ ہو تو پینتالیس تک پر ایسی اونٹنی جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔

☆ اس سے زیادہ پر ساٹھ اونٹوں ۔ ایسی اونٹنی جو عمر کے چوتھے سال میں ہو۔

☆ اس سے زیادہ پر پچھتر تک میں ۔ ی اونٹنی جو عمر کے پانچویں سال میں ہو۔

☆ اس سے زیادہ تک نوے تک ۔ س دو ایسی اونٹنیاں جو عمر کے چوتھے سال میں ہوں۔

☆ اور تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو تو ہر پچاس پر ایک ایسی اونٹنی جو عمر کے چوتھے سال میں ہو اور ہر چالیس پر ایک ایسی اونٹنی جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔

☆ صدقہ وصول کرنے میں حساب لگاتے وقت نہ تو مختلف گلوں کو یکجا کیا جائے گا اور نہ ہی ایک گلہ کو مختلف گلوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

☆ اور جو گلہ دو شریکوں کی ملکیت میں ہو اس کے صدقہ کا بوجھ دونوں شریک برابر برداشت کریں گے۔

(۱۰۲) وقد بلغنا عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه انه قال: اذا زادت الابل علی مائة وعشرین فبحساب تستقبل بها الفریضة وهو قول ابراهیم النخعی وبه قال ابو حنیفة.

(سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے آگے بڑھ جائے تو اس زائد کی زکوٰۃ اسی حساب سے لگائی جائے گی جیسے ابتداء میں (یعنی ایک سے ایک سو بیس تک) لگائی گئی تھی۔

(امام) ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) کا بھی یہی قول ہے اور (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے بھی یہی فرمایا ہے۔

فاذا كثرت الابل ففی كل خمسین حقة. و كذلك الغنم اذا كثرت ففی كل مائة شاة: شاة ولیس فی اقل من ثلاثین بقرة من البقر السائمة شیء فاذا كانت ثلاثین ففیها تبیع جذع الی تسع وثلاثین. فاذا كانت اربعین ففیها مسنة. فاذا كثرت ففی كل ثلاثین تتبع جذع وفی كل اربعین مسنة

پس جب اونٹوں کی تعداد (بہت) زیادہ ہو تو ہر پچاس اونٹ پر ایک ایسی اونٹنی لی جائے گی جو عمر کے چوتھے سال میں ہو، اسی طرح بھیڑ بکریاں جب زیادہ ہوں تو ہر سو بکری میں سے ایک بکری واجب ہے۔ سائمہ گایوں (یعنی ایسی چرنے والی گائیں جن کی خوراک کا بطور خاص اہتمام نہ کرنا پڑتا ہو اور چارہ وغیرہ فراہم نہ کرنا پڑتا ہو) میں سے تیس سے کم تعداد پر کچھ بھی (واجب) نہیں ہے، ان کی تعداد تیس سے زیادہ ہو تو انتالیس تک پر سال بھر سے زائد عمر کا ایک بچھڑا (واجب) ہے، تعداد چالیس ہو تو ایک بڑی عمر کی گائے، اور تعداد اس سے بھی زیادہ ہو تو ہر تیس پر ایک سال بھر سے زیادہ عمر کا بچھڑا اور چالیس پر ایک بڑی عمر کی گائے (واجب) ہے۔

(۱۰۳) قال ابو یوسف (رحمه الله تعالیٰ): حدثنا الاعمش عن ابراهیم عن مسروق قال: لما بعث رسول الله ﷺ معاذ (رضی الله عنه) الی الیمن امره ان یأخذ من كل ثلاثین من البقر تبیعا او تبیعة ومن كل اربعین مسنة

مسروق نے کہا ہے:

---

(۱۷۳) سنن النسائی: ۲۴۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۹۲۰، مسند احمد بن حنبل: ۲۲۰۱۲، مسند البزار: ۲۶۵۴، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۴۶۵۔

''کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ (رضی اللہ عنہ) کو یمن بھیجا تو انہیں یہ حکم دیا کہ ہر تیس گایوں پر ایک ایک سالہ نر یا مادہ بچھڑا اور ہر چالیس پر ایک بڑی گائے وصول کریں۔

وقد بلغنا مثل ذلك عن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه
اسی مضمون کی ایک روایت میں (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بھی پہنچی ہے۔

اما الخيل فاني ادركت من ادركت من مشيختنا يختلفون فيها
گھوڑے کے بارے میں اپنے مشائخ کو مختلف الرائے پایا ہے۔

(۱۰۴) فقال ابو حنيفة رحمه الله: في الخيل السائمة الصدقة دينار في كل فرس
چنانچہ (امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: چرنے والے گھوڑوں پر صدقہ (واجب) ہے ہر گھوڑے پر ایک دینار۔

وروى لنا ذلك عن حماد بن ابراهيم. وقد بلغنا نحو ذلك عن علي رضي الله عنه وقد بلغنا عن علي رضي الله تعالى عنه ايضاً في حديث آخر يخالف ما روى عنه او لا يرفعه الى رسول الله ﷺ انه قال: قد غفرت لامتي عن الخيل والرقيق
یہی بات ہم سے بروایت حماد ابراہیم سے بھی روایت کی گئی ہے اور تقریباً یہی بات (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہمیں پہنچی ہے، علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت بھی ہم تک پہنچی ہے جو آپ سے مروی اس سے پہلے اثر کے خلاف جاتی ہے، اس دوسری حدیث کو آپ رسول اللہ ﷺ تک رفع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنی امت کی خاطر گھوڑوں اور غلام (کی زکوۃ) کو معاف کر دیا ہے۔

(۱۰۵) وقد روينا عن رسول الله ﷺ ما نقله الينا رجال معروفون انه قال: تجاوزت لامتي عن الخيل والرقيق۔
اور رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے اور اسے معروف افراد نے ہم تک پہنچایا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
''میں نے اپنی امت کے لیے گھوڑوں اور غلاموں (کی زکوۃ) کو بخش دیا ہے۔''

(۱۰۶) ومن ذلك ما حدثنا سفيان بن عيينة عن ابي اسحاق عن الحارث عن علي رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال: تجاوزت لكم عن صدقة الخيل والرقيق

۱۷۲۔ سنن النسائی: ۲۴۷۷، سنن ابی داود: ۱۵۷۴، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم: ص ۲۵۱۔

''اور وہ حدیث بھی اس سلسلہ کی ہے جو مذکورہ بالا سند کے ساتھ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے تمہارے لئے گھوڑے اور غلام کے صدقہ سے درگزر کیا ہے۔''

(۱۰۰) فاما الابل العوامل والبقر العوامل فليس فيها صدقة لم يأخذ معاذ منها شيئا. وهو قول علي رضي الله تعالى عنه. قال: والجواميس والبخت بمنزلة الابل والبقر وهي كمغز الشاة وضأنها.

محنت کرنے والے اونٹوں اور بیلوں میں صدقہ (واجب) نہیں ہے، معاذ (رضی اللہ عنہ) نے ان پر کچھ بھی وصول نہیں کیا تھا، اور (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہے۔

بھینس اور لمبی گردن والے مضبوط نر اونٹ بھی عام اونٹوں اور گائے بیل کی سی حیثیت رکھتے ہیں ان کے درمیان وہی فرق ہے جو کہ شاۃ کے اندر بکریوں اور بھیڑوں میں ہوتا ہے۔

زکوٰۃ میں کیسے جانور لئے جائیں گے؟:

فاما ما يؤخذ في الصدقة من الغنم فلا يؤخذ الا الثني فصاعدا. ولا تؤاخذ في الصدقة هرمة ولا عمياء ولا عوراء ولا ذات عوار فاحش ولا فحل الغنم ولا الماخض ولا الحوامل ولا الربي وهي التي معها ولد تربيه ولا الاكيلة وهي التي يسمنها صاحب الغنم ليأكلها ولا جذعة فما دونها

رہا یہ سوال کہ بھیڑ بکریوں میں سے صدقہ میں کس قسم کی راسیں لی جائیں گی تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) وہی راسیں لی جائیں گی جن کے اگلے چار دانت نکل آئے ہوں، یا جو اس سے بھی بڑی ہوں، بوڑھی، اندھی، اور کانی راسیں یا ایسی جن کی ایک آنکھ بہت خراب ہو صدقہ میں نہیں لی جائیں گی، نیز بھیڑ یا بکری جو بچہ جنے والی ہو، گابھن ہو، یا جسے (دودھ کی خاطر) گھر میں پال رکھا ہو، یا جسے ان مویشیوں کے مالک نے خود کھانے کی غرض سے کھلا کر موٹا کیا ہو اور ایسی بھیڑ بکری جو ابھی عمر کے دوسرے سال میں ہو یا اس سے بھی کم عمر کی ہو، نہیں لی جائے گی۔

فان كانت فوق الجذع ودون هذه الاربع اخذها المصدق. وليس لصاحب الصدقة ان يتخير الغنم فيأخذ من خيارها. ولا يأخذ من شرارها ولا من دونها لكن يأخذ الوسط من ذلك على السنة وما جاء فيها. ولا ينبغي لصاحب الصدقة ان يجلب الغنم من بلد الى بلد.

جو راسیں سال بھر سے زیادہ عمر کی ہوں، اور مذکورہ چار قسموں میں شامل نہ ہوں، انہیں صدقہ وصول کرنے والا قبول کر

کیا کرے گا۔ صدقہ وصول کرنے کو بہترین کر عمدہ راسیں لینے کا حق نہیں، نہ وہ سب سے گھٹیا یا اوسط سے گری ہوئی راسیں لے گا، بلکہ سنت کے مطابق، اور سلسلہ میں جو آثار منقول ہیں ان کی روشنی میں اسے چاہئے کہ وسط قسم کی راسیں لے، صدقہ وصول کرنے والے کو ایک علاقہ سے، وصول کردہ بھیڑ بکری دوسرے علاقے میں نہیں لے جانا چاہئے۔

سال پورا ہونے کی شرط:

ولا تؤخذ الصدقة من الابل والبقر والغنم حتى يحول عليه الحول. فاذا حال عليها حول اخذ منها. ويحتسب في العدد بالصغير وبالكبير وبالسخلة. وان جاء بها الراعي على يده يحملها اذا كانت قبل الحول.

اونٹوں گایوں اور بھیڑ بکریوں میں سے صدقہ اسی وقت وصول کیا جائے گا جب کہ ان پر پورا ایک سال گزر جائے، جب سال پورا ہو جائے تو اس میں سے (صدقہ) وصول کیا جائے گا، مویشیوں کو شمار کرنے میں چھوٹی اور بڑی راسوں، اور بھیڑ بکری کے بچوں، سب کو شامل کیا جائے گا، خواہ (وہ اتنا چھوٹا ہو کہ) چرواہا اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر لائے، بشرطیکہ یہ بچہ سال پورا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو۔

فاما ما كان من نتاج بعد الحول لم يحتسب به في السنة الاولى ويحتسب به في السنة الثانية.

وان بقي حتى يحول عليه الحول. والمعز والضأن في الصدقة سواء.

اور جو بچے سال پورا ہونے کے بعد پیدا ہوئے ان کو اس سال کے شمار میں نہیں بلکہ آئندہ سال کے شمار میں شامل کیا جائے گا، بشرطیکہ یہ اس سال کے پورا ہونے تک باقی رہیں، صدقہ (کا حساب لگانے) میں بھیڑوں اور بکریوں کی حیثیت یکساں ہے۔

فان كان له اربعون جملا فحال عليها الحول.

اگر مالک کے پاس بچے اور بڑی راسیں ملا کر کل چالیس راسیں ہوں اور ان پر سال بھی گزر چکا ہو تو:

(۱۷۸) فان اباحنيفة رحمه الله يقول: لا شيء فيها. واما انا فأرى ان يأخذ المصدق منها واحدا

(امام) ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ان میں سے کچھ بھی (واجب) نہیں ہے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ صدقہ وصول کرنے والے کو ان میں سے ایک راس لے لینی چاہئے۔

و كذلك العجاجيل والفصلان في قول ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى.

بچھڑوں اور اونٹ کے ایک سالہ بچوں کے سلسلہ میں بھی جو دودھ چھوڑ چکے ہوں، ابو حنیفہ اور مصنف کی یہی رائے ہے، رحمہما اللہ تعالیٰ۔

فان كانت له شاة مسنة و تسعة و ثلاثون جملا فحال عليها الحول كان فيها مسنة.
اگر مالک کے پاس پختہ عمر کی پہنچی ہوئی بھیڑ یا بکری ایک ہو، اور اس کے علاوہ چھوٹی بڑی سب راسیں ملا کر انتالیس اور ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں سے ایک پختہ عمر والی بھیڑ یا بکری (واجب) ہوگی۔

(۱۰۹) وبذلك قال ابو حنيفة :اذا كان فيها مسن يؤخذ فى الصدقة - وجبت فيها الصدقة و كذلك هذا فى الابل والبقر.
(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے بھی یہی کہا ہے کہ: اگر گلہ میں ایک پختہ عمر والی راس ہو جو صدقہ میں لی جاتی ہو تو اس گلہ میں سے صدقہ واجب ہو جائے گا۔ اسی اصول کا اطلاق اونٹوں اور گائے، بیل پر بھی ہوگا۔

فان هلكت الشاة بعد الحول فلا شيء فيها على قول ابى حنيفة
اگر پوری عمر والی بکری (یا بھیڑ) سال پورا ہونے کے بعد مر جائے تو (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق مویشیوں کے اس گلہ میں کچھ واجب نہیں ہوگا۔

وقال ابو يوسف :فيها تسعة و ثلاثون جزء امر اربعين جزء امر جمل. فان حال الحول له على اربعين بقرة فهلك منها عشرون قبل ان يأتى المصدق ثم اتى فان فيها نصف مسنة. فان كان انما هلك اقل فبحسابه . ان هلك ثلث الاربعين بقى فيه ثلث مسنة وان هلك ربع الارضين بقى فيها ثلاثة ارباع مسنة لايحول ما يجل فى مسنة اذ نبين.
اور مصنف نے کہا ہے کہ اس ناقص گلہ پر پورے گلہ کی زکوۃ کا ۴۰/۹۰ حصہ واجب ہوگا، اگر سال پورا ہونے پر گلہ کے مالک کے پاس چالیس گائیں ہوں لیکن زکوۃ وصول کرنے والے کے آنے سے پہلے ان میں سے بیس مر جائیں تو بقیہ گایوں میں سے پوری عمر کی ایک راس کا نصف (واجب) ہوگا، اگر اس سے کم مریں ہوں ہوں تو زکوۃ بھی اسی حساب سے کم کی جائے گی۔ چالیس میں سے ایک تہائی گائیں مر جائیں تو بڑی راس کا ۲/۳ (واجب) رہ جائے گا، اور چوتھائی مرگئی ہوں تو ایک پوری عمر کی راس کا ۴/۳ واجب ہوگا، پوری عمر کی راس جتنا بھی حصہ واجب ہوا سے محصل صدقہ ایک پورے بچھڑے کے برابر قرار نہیں دے سکتا۔

و كذلك الابل لو كان له خمس وعشرون من الابل. فحال عليها الحول وجبت فيها بنت مخاض. فان هلكت كبلها الا بعيرا فان فى ذلك البعير جزء امن خمسة وعشرين جزء امن بنت مخاض. وان كان هلك منها عشرون وبقى خمسة لم يؤخذ من صاحبها شيء. و كان للمصدق منها خمس بنت مخاض.
مذکورہ اصول کا اطلاق اونٹوں پر بھی ہوگا، اگر مالک کے پاس پچیس اونٹ ہوں اور سال پورا ہو جائے تو اونٹ کا ایک

ایسا بچہ (واجب) ہوگا جو عمر کے دوسر ے ل میں ہو، اب اگر ایک اونٹ کے سوا یہ سار ے اونٹ مر جائیں تو اس ایک میں سے سال بھر سے زیادہ عمر کے بچہ کا ۲/ واجب ہوگا، اگر بیس مر گئے ہوں اور پانچ بچے ہوں تو اس وقت ان اونٹوں کے مالک سے کچھ بھی وصول نہیں کیا جا ے گا۔ ان اونٹوں میں محصل صدقہ کا ۵/۱ بچہ اونٹ باقی سمجھا جائے گا۔

ولو کان له خمسون من البقر لم یکن فیها الا مسنة فیما یزید علی الثلاثین من البقر شیء الا تبیع حتی تبلغ اربعین. فاذا بلغت اربعین ففیها مسنة. ثم لیس فیما یزید علی الاربعین شیء الا المسنة حتی تبلغ ستین. فاذا بلغت ستین ففیها تبیعان۔

اور اگر مالک کے پچاس گائیں ہوں اور اس میں پوری عمر کی راس صرف ایک ہو تو تیس سے زیادہ پڑ جائیں چالیس تک، صرف ایک ایسا بچھڑا (واجب) ہے جو عمر کے پہلے سال میں ہو، جب تعداد چالیس ہو جائے تو اس میں ایک پوری عمر کی گائے (واجب) ہوتی ہے، چالیس سے زائد پر، جب تک کہ تعداد ساٹھ نہ ہو جائے، وہی ایک پوری عمر کی گائے (واجب) ہے تعداد ساٹھ ہو جانے پر دو بچھڑے (واجب) ہونگے۔

ثم اذا صارت سبعین ففیها تبیع ومسنة. فان زادت البقر و کثرت ففی کل اربعین مسنة وفی کل ثلاثین تبیع او تبیعة جذع.

اور جب تعداد ستر ہو جائے تو پوری عمر کی ایک گائے اور ایک بچھڑا (واجب) ہوگا، جب گایوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہو تو ہر چالیس پر ایک پوری عمر کی گائے اور ہر تیس پر ایک نر بچھڑا جو عمر کے پہلے سال میں ہو یا ایک گائے جو عمر کے دوسرے سال میں ہو (واجب) ہے۔

فاذا حال الحول للرجل علی خمسین بقرة ثم هلك منها عشرة فان فیها مسنة علی حالها لانه قد بقی ما یجب فیه مسنة. فان کان الذی هلك منها عشرون فان علیه فیها ثلاثة ارباع مسنة لانه ذهب مما کانت تجب فیه المسنة وهو اربعون ربعه فیسقط ربع المسنة.

مالک کے پاس سال پورا ہونے پر پچاس گائیں رہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سے دس مر جائیں تو ان گایوں میں سے حسب سابق پوری عمر کی ایک گائے (واجب) ہوگی، کیونکہ اتنی تعداد باقی رہ گئی ہے جس پر کہ ایک پوری عمر کی گائے (واجب) ہوتی ہے، لیکن اگر بیس گائیں ہلاک ہوگئی ہوں تو بقیہ میں ایک پوری عمر کی گائے کا ۴/۳ (واجب) ہوگا کیوں کہ جتنی گایوں میں ایک پوری عمر کی گائے (واجب) ہوتی ہے یعنی چالیس اس میں سے ۴/۱ جاتی رہیں، لہٰذا پوری عمر کی ایک راس کا ۴/۱ ساقط ہو جائے گا

لو کان له خمسون من الابل قد حال علیها الحول فعلیه حقة. فان هلك منها ثلاث او اربع قبل ان یأتی المصدق وبقی ستة واربعون اخذ منه المصدق حقه لان الذی یجب علیه فی ستة

واربعين حقة. ولم يحتسب بما هلك.

ولو كان انما بقي اقل من ستة واربعين قسمت الحقة على ستة واربعين جزءا. ثم نظرت كم نصيب الذي بقي من تلك الاجزاء من الحقة. فكان عليه كذلك

اگر سال پورا ہونے پر مالک کے پاس پچاس اونٹ ہوں تو اس پر ان اونٹوں میں سے ایک ایسی اونٹنی (واجب) ہے جو عمر کے چوتھے سال میں ہو، اب اگر ان اونٹوں میں سے تین یا چار صدقہ وصول کرنے والے کے آنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں اور چھیالیس اونٹ بچ رہتے ہیں تو بھی محصلِ صدقہ ان میں سے ایک اونٹنی لے لے گا جو عمر کے چوتھے سال میں ہو، لہٰذا مر جانے والے اونٹوں کے حساب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

لیکن اگر بچ رہنے والے اونٹوں کی تعداد چھیالیس سے کم ہو تو ایک چوتھے سال والی اونٹنی کو چھیالیس حصوں میں تقسیم کر کے یہ حساب لگایا جائے گا کہ جتنے اونٹ زندہ بچے ہیں ان کا حصہ ان حصوں میں سے کتنا ہوتا ہے، اور اسی حساب سے مالک پر ان اونٹوں کی زکوٰۃ (واجب) ہوگی۔

وكذلك الغنم لو كانت له مائة وعشرون شاة فان فيها شاة واحدة لانه ليس في الغنم شيء مالم يبلغ اربعين فاذا بلغت اربعين ففيها شاة الى عشرين ومائة

اسی اصول کا اطلاق بھیڑوں اور بکریوں پر بھی ہوگا، ملک کے پاس ایک سو بیس راسیں ہوں تو ان میں سے ایک راس واجب ہوگی کیونکہ بھیڑ بکریوں کی تعداد جب تک چالیس نہ ہو ان میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہوتا اور چالیس ہو جانے کے بعد ایک سو بیس کی تعداد تک ایک ہی بھیڑ یا بکری (واجب) ہوتی ہے۔

فان هلك من المائة والعشرين الشاة عشرون او اربعون او ثمانون كان عليه في الاربعين الباقية شاة لانه قد بقي منها ما تجب فيه الصدقة. ولو هلك منها مائة وبقي عشرون فعليه نصف شاة نصف ما كان يجب في الاربعين ولا يحتسب بالفضل الذي يجاوز الاربعين.

ويحتسب له بما نقص عن الاربعين.

اب اگر ان ایک سو بیس میں سے بیس یا چالیس یا اسی راسیں ہلاک ہو جاتی ہیں تو بھی باقی چالیس میں ایک راس (واجب) ہوگی کیونکہ اتنی تعداد باقی بچ گئی ہے صدقہ (واجب) ہے، لیکن اگر ان میں سے سو مر جائیں اور بیس باقی بچ رہیں تو ان میں صرف ۲/۱ راس (واجب) ہوگی یعنی چالیس پر جو (واجب) ہوتا ہے اس کا نصف۔ تخفیف میں اس تعداد کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا جو چالیس سے زیادہ رہی ہو بلکہ اس کمی کے حساب سے تخفیف کی جائے جو چالیس کی تعداد میں واقع ہوئی ہو۔

ولو حال له الحول مائة واحدى وعشرين شاة ففيها شاتان فان هلك منها قبل ان يأتي

المصدق شيء سقط عن بحسابه. ان هلك سدس شاتين. و كذلك خمس ولو هلك منها شاتان فقط كان عليه مائة وتسعة عشر جزءا من مائة واحدى وعشرين جزءا من شاتين.

اگر سال پورا ہونے پر ایک سو اکیس راسیں ہوں تو ان میں سے دو راسیں (واجب) ہوں گی، اب اگر محصل صدقہ کے آنے سے پہلے ان میں سے کچھ راسیں ہلاک ہوجاتی ہیں تو اسی حساب سے (صدقہ میں) تخفیف کردی جائے گی ۱/۶ تعداد ہلاک ہوجاتی ہے تو دو راسوں کا ۱/۶ ساقط ہوجائے گی، اسی طرح اگر ۱/۵ تعداد ہلاک ہوجاتی ہے (تو دو راسوں کا ۱/۵ یعنی ۲/۵ راس ساقط ہوجائے گی) اگر ان (ایک سو اکیس) میں سے صرف دو بکریاں یا بھیڑیں ہلاک ہوئی ہیں تو مالک پر دو راسوں کے ایک سو اکیس حصوں میں سے ایک سو انیس جیسے (یعنی ۱۲۱/۱۱۹ × ۲ راسیں واجب ہیں)۔

وعلى هذا جميع هذا الوجه من الابل والبقر والغنم. والله اعلم

اسی اصول (تخفیف) کا اطلاق اس قسم کی (کمی واقع ہوجانے) ان تمام صورتوں پر ہوگا جو اونٹوں، گائے، بیل یا بھیڑ بکری کے سلسلہ میں پیدا ہوں، واللہ اعلم۔

زکوۃ ادا کرنے سے گریز:

قال ابو يوسف رحمه الله: لا يحل لرجل يؤمن بالله واليوم الآخر منع الصدقة ولا اخراجها من ملكه الى ملك جماعة غيره ليفرقها بذلك. فتبطل الصدقة عنها بأن يصير لكل واحد منهم من الابل والبقر والغنم مالا يجب فيه الصدقة. ولا يحتال فى ابطال الصدقة بوجه ولا سبب.

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی فرد کیلئے زکوۃ کی ادائیگی سے گریز جائز نہیں یہ بھی جائز نہیں کہ قابل زکوۃ مال کو اپنی ملکیت سے نکال کر دوسروں کی ملکیت بنادے تاکہ وہ متفرق ہوجائے اور ہر ایک فرد کے پاس اونٹوں، گایوں اور بھیڑ بکریوں کی ایسی تعداد جمع ہوجائے جن پر صدقہ (واجب) نہیں ہوتا اور اسی طرح اس مال پر سے زکوۃ ساقط ہوجائے، کسی طریقہ سے اور کوئی وجہ پیدا کر کے بھی کسی مال کی زکوۃ کو ساقط کرنے کی ترکیب نہیں کرنا چاہئے۔

زکوۃ ادا کرنے سے انکار:

(۱۸۰) بلغنا عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه انه قال: ما مانع الزكاة بمسلم. ومن لم يؤدها فلا صلوة له

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا:
''زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والا مسلمان نہیں ہے اور جو اسے ادا نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

(۱۸۱) وابوبکر رضی اللہ عنہ یقول: لو منعونی عقالا مما اعطوہ لرسول اللہ ﷺ لجاھدتھم حین منعوہ الصدقۃ. ورأی قتالھم حلالا طلقا لہ.
اور (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو جب (بعض) لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
''اگر ان لوگوں نے اس زکوٰۃ میں سے جو یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے مجھے (اونٹ کے پاؤں میں باندھی جانیوالی) ایک رسی بھی دینے سے انکار کیا تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔'' آپ (رضی اللہ عنہ) نے یہ رائے قائم کی تھی کہ ان لوگوں سے جنگ کرنا آپ کیلئے بالکل جائز ہے۔

(۱۸۲) وجریر رضی اللہ عنہ یروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیصدر المصدق عنکم حین یصدر وھو راض.
اور (سیدنا) جریر (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں
''کہ ہونا یہ چاہئے کہ جب محصل صدقہ تمہارے یہاں سے وصولی کر کے واپس جائے تو وہ تم سے راضی ہو۔''

محصلین زکوٰۃ کے اوصاف:

ومر یا امیر المؤمنین باختیار رجل امین ثقۃ عفیف ناصح مأمون علیك وعلی رعیتك فولہ جمیع الصدقات فی البلدان ومرہ فلیوجہ فیھا اقواما یرتضیھم ویسأل عن مذاھبھم وطرائقھم واماناتھم یجمعون الیہ صدقات البلدان
اور امیر المؤمنین! آپ ایک ایسے امانت دار، معتمد علیہ، پاک باز اور خیر خواہ فرد کے تقرر کا حکم صادر فرمایئے جس کے اوپر آپ اپنے اور اپنی رعایا کے سلسلہ میں پورا اطمینان رکھتے ہوں، اور اس فرد کو تمام ممالک کے صدقات کی تحصیل کا نگران بنا دیجئے، آپ اس ذمہ دار کو حکم دیجئے کہ وہ ہر علاقہ میں ایسے لوگوں کو تعینات کرے جن کے بارے میں اسے اطمینان ہو، اسے لوگوں کے طور طریقہ، مذہب، اور امانت داری کے بارے میں مناسب تفتیش کر لینا چاہیے، یہی لوگ سارے

---

(۱۸۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۲۸۔

(۱۸۱) صحیح البخاری: ۷۲۸۴، صحیح مسلم: ۲۰، سنن ابی داود: ۱۵۵۶، سنن الترمذی: ۲۶۰۷۔

(۱۸۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۳۸، مسند احمد بن حنبل: ۱۹۱۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳۴۰، الاموال لابن زنجویہ: ۱۵۷۵۔

علاقوں کے صدقات جمع کر کے اس ذمہ دار فرد کے پاس لائیں۔

فاذا جمعت الیہ امتہ فیما بتہ امر اللہ جل ثناؤہ بہ فأنفذہ ولا تولھی عمال الخراج فان مال مال المصدقة لا ینبغی ان یدخل فی مال الخارج.

جب سارے صدقات جمع ہو جائیں تو آپ ان کے مصارف کے بارے میں اسے وہ حکم دیں جو اللہ جل ثناؤہ نے (اس باب میں) دیا ہے، آپ اس حکم کو نافذ کیجئے اور (صدقات کی تحصیل کے) اس کام کو خراج وصول کرنے والے افسران کے ذمہ نہ کیجئے، کیونکہ صدقہ کے مال کو خراج کے مال کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونا چاہئے۔

وقد بلغنی ان عمال الخراج رجالا من قبلهم فی الصدقات فیظلمون ویعسفون ویأتون مالا یحل ولا یسع. وانما ینبغی ان یتخیر للصدقة اهل العفاف والصلاح. فاذا ولیتها رجلا ووجه من قبله من یوثق بدینه وامانته اجریت علیهم من الرزق بقدر ماتری. ولا یجر علیهم ما یستغرق اکثر الصدقة.

مجھے اطلاع ملی ہے کہ خراج کے افسران اپنی جانب سے خراج کی وصولی کیلئے کچھ افراد کو بھیج دیتے ہیں اور یہ لوگ ظلم وزیادتی سے کام لے کر ایسی حرکتیں کرتے ہیں جو نہ تو جائز ہیں نہ ان کی کسی طرح بھی گنجائش نکل سکتی ہے۔ زکوۃ وصول کرنے کیلئے تو صرف پاک باز اور نیک افراد کا انتخاب کیا جانا چاہئے، جب آپ کسی فرد کو زکوۃ وصول کرنے کا ذمہ دار بنا دیں، اور وہ اپنی جانب سے (مختلف علاقوں میں) ایسے لوگوں کو مقرر کر دے جن کی دین داری اور امانت داری پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو تو آپ ان لوگوں کیلئے ایسے وظیفے جاری کر دیجئے جو آپ کی رائے میں مناسب ہوں، البتہ یہ تنخواہیں اتنی زیادہ نہ ہو کہ صدقات سے ہونی والی بیشتر آمدنی انہی میں صرف ہو جائے۔

صدقات کے مصارف:

ولا ینبغی ان یجمع مال الخراج الی مال الصدقات والعشور لان الخراج فی الجمیع المسلمین والصدقات لمن سمی اللہ عز وجل فی کتابه.

خراج کے مال کو صدقات اور عشر کے مال میں ملا دینا مناسب نہیں کیونکہ خراج سارے مسلمانوں کیلئے فئے کی نوعیت رکھتا ہے اور صدقات صرف ان لوگوں کا حق ہیں جن کے نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں۔

فاذا اجتمعت الصدقات من الابل والبقر والغنم جمع الی ذلك ما یؤخذ من المسلمین من العشور عشور الاموال وما یمر به علی العاشر من متاع وغیره. لان موضع ذلك کله موضع الصدقة. فیقسم ذلك اجمع لمن سمی اللہ تبارك وتعالیٰ فی کتابه قال اللہ تعالیٰ فی کتابه فیما

انزل علی نبیه محمد ﷺ:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡهَا وَ الۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الۡغٰرِمِیۡنَ وَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ (التوبة:٦٠)

جب صدقہ کا مال اونٹ، گائے بیل اور بھیڑ بکریاں جمع ہو جائیں تو مسلمانوں سے لئے جانے والے عشور یعنی اموال (تجارت) اور ان سامانوں کی چنگی جنہیں لے کر لوگ (محصلِ چنگی) عاشر کے پاس سے گزریں، انہی اموال (صدقہ) کے ساتھ جمع کر دیئے جائیں، کیونکہ ان تمام (آمدنیوں) کے مدات صرف وہی ہیں جو صدقہ کے ہیں اور اس سارے مال کو ان (مستحقین) کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، جن کے نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں منجملہ ان باتوں کے جو اس نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمائی ہیں ارشاد فرماتا ہے:

''صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز انہیں غلاموں کے آزاد کرانے میں، اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں، اور اللہ کے راستے میں، اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔'' (التوبہ:٦٠)

فالمؤلفة قلوبهم قد ذهبوا والعاملون عليها يعطيهم الامام ما يكفيهم. وان كان اقل من الثمن او اكثر اعطى الوالي منها ما يسعه ويسع عماله من غير سرف ولا تقتير.

''مؤلفة القلوب'' تو اب باقی نہیں رہے، ''عاملین زکوٰۃ'' کو امام بقدر کفایت (وظیفہ) دے گا یہ وظیفے زکوٰۃ میں وصول ہونے والے مال کے ۸/۱ سے کم بھی ہو سکتے ہیں اور زیادہ بھی، البتہ تحصیلِ زکوٰۃ کے ذمہ دار کو اتنا دیا جانا چاہئے جو اس کے ماتحت کارکنوں کیلئے تنگی یا اسراف کے بغیر متوسط معیار سے گزر بسر کیلئے کافی ہو۔

وقسمت بقية الصدقات بينهم. فللفقراء والمساكين سهم وللغارمين وهم الذين لايقدرون على قضاء ديونهم سهم. وفى ابناء السبيل المنقطع بهم سهم يحملون به ويعانون. وفى الرقاب سهم.

صدقہ کا باقی مال باقی مستحقین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ فقراء اور مساکین کیلئے ہوگا، اور ایک غارمین کیلئے، غارمین وہ لوگ ہیں جو اپنے قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، غریب الوطن بے سہارا مسافروں کیلئے بھی ایک حصہ ہوگا جس میں سے ان پر صرف کیا جائے گا اور ان کی مشکلات حل کی جائیں گی، ایک حصہ گردنوں کو چھڑانے (یعنی غلاموں کو آزاد کروانے) کیلئے ہوگا۔

وفى الرجل يكون له الرجل المملوك او اب مملوك او اخ او اخت او ام او ابنة او زوجة او جد او جدة او عم او عمة او خال او خالة وما اشبه هؤلاء فيعان هذا من شاء هذا ن ويعان منه

المكاتبون. وسهم في صلاح طرق المسلمين. وهذا يخرج بعد اخراج ارزاق العاملين عليها.

اور (اسی حصہ میں سے) ایسے لوگوں کو دیا جائے گا جن کا کوئی آدمی غلامی ہو، یا ان کے باپ، بھائی بہن، ماں بیٹی، بیوی، دادا، دادی، چچا، چچی، ماموں، ممانی، اوران جیسے دوسرے قریبی اعزا کسی کی ملکیت ہوں ایسے لوگوں کی مدد کی جائے گی تا کہ وہ ان اعزا کو خرید (کر آزاد کر) سکیں، اسی حصہ میں سے مکاتب غلاموں کی بھی مدد کی جائے گی، ایک حصہ مسلمانوں کی سڑکوں کی مرمت کیلئے رکھا جائے گا، یہ سارے حصے تحصیلِ زکوٰۃ پر مامور افسران کے وظیفے علیحدہ کرنے کے بعد الگ کئے جائیں گے۔

ويقسم سهم الفقراء والمساكين من صدقة ما حول كل مدينة في اهلها ولا يخرج منها فيتصدق به على اهل مدينة اخرى. واما غيره فيصنع به الامام ما احب من هذه الوجوه التي سمى الله تعالى في كتابه، ان صيرها في صنف واحد ممن سمى الله تعالى ذكره اجزا

ہر شہر اور اس کے مضافات کے صدقات میں سے فقراء ومساکین کا حصہ اسی کے باشندوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، وہاں سے لے جا کر دوسرے شہر کے لوگوں کو نہیں دیا جائے گا، فقراء اور مساکین کے اس حصہ کے علاوہ دوسرے حصوں کے سلسلہ میں امام کو اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مصارف مین سے جن پر مناسب سمجھے خرچ کرے، اگر وہ باقی سارے مال زکوٰۃ کو مذکورہ مصارف میں سے کسی ایک پر صرف کر دے تو بھی درست ہوگا۔

(۱۸۳). قال ابو يوسف: حدثنا الحسن بن عمارة عن حكيم بن جبير عن ابي وائل عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انه اتى بصدقة فأعطاها كلها اهل بيت واحد.

ابو وائل سے روایت ہے:

کہ (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے پاس زکوٰۃ کا کچھ مال لایا گیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے یہ سارا مال ایک ہی خاندان کو دے دیا۔

(۱۸۴). قال: وحدثنا الحسن بن عمارة عن الحكم بن عتيبة عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما انه قال: لا بأس ان تعطى الصدقة في صنف واحد

(سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

''اس میں کوئی حرج نہیں کہ صدقہ (کا سارا مال مستحقین کی) ایک ہی قسم کو دے دیا جائے۔''

---

(۱۸۴) السنن الكبرى للبيهقي ۳۵ ۱۳، الكامل لابن عدي: ۴۴۵۔

(۱۸۵) قال:وحدثني الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو عن ز بن حبيش عن حذيفة رضى الله تعالى عنه انه قال:لا بأس بأن تعطى الصدقة في صنف واحد.

(سیدنا) حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''اس میں کوئی حرج نہیں کہ صدقہ (کا سارا مال مستحقین کی) ایک ہی قسم کو دے یا جائے۔''

عاملِ زکوٰۃ کا مقام:

(۱۸۶) قال ابو يوسف:وحدثني محمد بن اسحاق عن عاصم بن عمر عن قتادة عن محمود بن لبيد عن رافع بن خديج رضى الله تعالى عنه قال:قال رسول الله ﷺ: العامل على الصدقة بالحق كالغازى في سبيل الله

(سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حق کے ساتھ صدقہ وصول کرنے والا عامل اللہ کے راستے میں جنگ کرنے والے کی طرح ہے۔''

عاملِ زکوٰۃ کی ذمہ داریاں:

(۱۸۷) قال:ثنا بعض اشياخنا عن طاؤوس قال:بعث النبى ﷺ عبادة بن الصامت على الصدقة.فقال له:اتق الله يا ابا الوليد لا تجيء يوم القيامة ببعير تحمله على رقبتك له رغاء او بقرة لها خوار او شاة لها تؤاج.قال:يا رسول الله.ان هذا لهكذا؟ قال:اى والذى نفسى بيده.الا من رحم الله

قال:والذى بعثك بالحق لا اتأمر على اثنين ابدا.

طاؤوس کا بیان ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے (سیدنا) عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کو صدقہ (کی تحصیل) پر مقرر کیا تو ان سے یہ فرمایا: ابو ولید! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور قیامت کے دن اس حال میں نہ آنا کہ اپنے کاندھوں پر ایک اونٹ اٹھائے ہوئے ہو جو بلبلا رہا ہو، یا ایک گائے جو بھیں بھیں کر رہی ہو، ایک بکری جو ممیا رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا یہ (ذمہ داری) ایسی (کٹھن) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے

---

(۱۸۵) الكامل لابن عدى:۴۴۵۔

(۱۸۶) مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۰۱۶، سنن ابی داود:۲۹۳۶، سنن الترمذی:۶۴۵، صحیح ابن خزیمہ:۲۲۳۴۔

(۱۸۷) مصنف عبدالرزاق:۶۹۴۹، مسند الحمیدی:۹۱۹، مسند الشافعی:۶۷۰

(یہ ذمہ داری ایسی ہی ہے) سوائے اس فرد کے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں آئندہ کبھی دو افراد پر بھی امیر بننا قبول نہیں کروں گا۔

(۱۸۸) قال: وحدثني هشام بن عروة عن ابيه عن ابي حميد الساعدي قال: استعمل النبي ﷺ رجلا يقال له ابن اللتبية على صدقات بني سليم فلما قدم قال: هذا لكم وهذا اهدي الي. قال: فقام النبي ﷺ على المنبر فحمدالله واثنى عليه. ثم قال: مابال عامل ابعثه فيقول: هذا لكم وهذا اهدي الي افلا قعد في بيت ابيه وبيت امه حتى ينظر ايهدى اليه ام لا؟ والذي نفسي بيده لايأخذ منها شيئا الا جاء به يوم القيمة يحمله على رقبته اما بعير له رغاء او بقرة لها خوار او شاة تيعر ثم رفع يديه حتى رأى بياض ابطيه فقال: اللهم هل بلغت؟

(سیدنا) ابوحمید ساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن لتبیہ نامی ایک شخص کو قبیلہ بنی سلیم کے صدقات کا عامل مقرر فرمایا، جب یہ وہاں سے واپس آئے تو کہنے لگے: یہ (مال) تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے ہدیۃً دیا گیا ہے۔ (راوی نے) کہا: پھر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے، اور اللہ رب العزت کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس عامل کو کیا ہوگیا ہے؟ جسے میں (تحصیل زکوۃ پر مامور کرکے) بھیجتا ہوں تو وہ واپس آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے ہدیۃً ملا ہے۔

اس نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا تاکہ یہ دیکھ لیتا کہ پھر اسے ہدیے دیے جاتے ہیں یا نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو فرد بھی اس (مال) میں سے کوئی چیز لے لے گا قیامت کے روز اسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئیگا، بلبلاتا ہوا اونٹ بھیں بھیں کرتی ہوئی گائے یا ممیاتی ہوئی بکری۔ اتنا کہہ کر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے، یہاں تک کہ آپ کے بغل کی سپیدی نظر آنے لگی، پھر آپ نے فرمایا:

''اے میرے اللہ! کیا میں نے (حق بات) پہنچادی؟''

(۱۸۹) قال ابو يوسف (رحمه الله تعالى): وحدثني محمد بن عبدالرحمن بن ابي ليلى (رحمهما الله تعالى) عن عكرمة بن ابي خالد (رحمه الله تعالى) عن بشر بن عاصم عن عبدالله بن

---

(۱۸۸) مسند احمد بن حنبل: ۹۸ ۲۲، صحیح البخاری: ۲۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، مسند الحمیدی: ۸۲۳۔

سفیان (رحمه الله تعالیٰ) عن ابیه عن جده ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه بعثه ساعیه. فرآه فی بعض المدینة فقال: اما یسرك ان تکون فی مثل الجهاد؟ فقال: من این. وهم یزعمون انی اظلمهم؟

قال: کیف؟ قال: یقولون تأخذ منا السخلة. قال: اجل. خذمنهم وان جاء بها الراعی یحملها علی کتفه. واخبرهم انك تدع لهم الربی والاکیلة وفحل الغنم والماخض.

عبداللہ بن سفیان کے دادا سے روایت ہے کہ:

"(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو محصلِ زکوٰۃ بنا کر بھیجا، پھر آپ نے ان کو مدینہ میں کہیں دیکھا تو پوچھا: کیا تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ جہاد کی طرح کے ایک کام میں لگے رہو؟ انہوں نے عرض کیا: اچھی کیسے لگے، جب کہ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ میں ان پر ظلم کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ تو ہم سے بھیڑ بکری کے بچے کی بھی زکوٰۃ وصول کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک کرتے ہو، (بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ) چرواہا اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے تو بھی اسے زکوۃ کا حساب لگانے میں شمار کرو، اور ان کو یہ جتلا دو کہ تم گھروں میں (دودھ کی خاطر) پالی ہوئی بھیڑ یا بکری، کھانے کے لائق (تیار) راس بھیڑ بکرے اور بچہ جننے کے قریب بھیڑوں اور بکریوں کو انہی کیلئے چھوڑ دیتے ہو۔"

(١٩٠) قال: وحدثنی عطاء بن عجلان عن الحسن قال: بعث عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه سفیان بن مالك ساعیا بالبصرة. فمکث حینا ثم استأذنه فی الجهاد. قال: اولست فی جهاد؟ قال: من این. والناس یقولون هو یظلمنا؟ قال: وفیم؟ قال: یقولون: یعد علینا السخلة. قال: فعدها وان جاء بها الراعی یحملها علی کتفه. قال: اولست تدع لهم الربی والاکیلة والماخض وفحل الغنم؟

حسن نے کہا کہ:

"(حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفیان بن مالک (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو بصرہ میں تحصیلِ صدقہ پر مامور کیا، وہ کچھ دن وہاں رہے پھر آپ سے جہاد پر چلے جانے کی اجازت طلب کرنے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم جہاد میں مصروف نہیں ہو؟ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ جب کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہم پر ظلم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کس بات میں؟ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ (یہ زکوٰۃ کا حساب لگانے میں) بکری کے بچوں کو بھی شمار کر لیتا ہے۔ آپ نے

(١٨٩) مؤطا مالک: ٩٠٩، مسند الشافعی: ٦٩٨۔

(١٩٠) کتاب الآثار لابی یوسف: ٤٢٥، مصنف عبدالرزاق: ٦٨٠٦۔

فرمایا: بچوں کو ضرور شمار میں شامل رکھو خواہ (وہ اتنا چھوٹا ہو کہ) چرواہا اسے اپنے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ فرمایا: کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم پالتو بھیڑ بکریاں جانور کیلئے تیار کی ہوئی راسیں، بچہ جننے کے قریب بھیڑ بکریاں اور نر بھیڑ اور بکرے انہی کیلئے چھوڑ دیتے ہو؟

(۱۹۱) قال: وحدثني يحيى بن سعيد عن محمد بن يحيى بن حبان عن رجلين من اجشع ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه بعث محمد بن مسلمة ساعيا عليهم. قالا: فكان يقعد فما اتيناه به من شاة فيه وفاء من صدقة اخذها.

قبیلہ اشجع کے دولوگوں سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو ان لوگوں (یعنی قبیلہ اشجع) پر محصل زکوۃ بنا کر بھیجا، ان دونوں نے کہا: یہ (محمد بن مسلمہ بیٹھ) جاتے اور ہم ان کے پاس جس طرح کی بھیڑ بکریاں بھی لاتے ان میں اگر ان کو اپنا حق (یعنی زکوۃ) پورا ہوتا نظر آتا تو انہیں قبول کر لیا کرتے۔''

(۱۹۲) قال: وحدثني يحيى بن سعيد عن محمد بن يحيى عن القاسم بن محمد: ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه مرت به غنم الصدقة فيها شاة ذات ضرع عظيم فقال عمر: ماهذه؟ قالوا: من غنم الصدقة. فقال عمر: مااعطى هذه اهلها وهم طائعون فلا تغصبوا الناس ولا تاخذوا حزرات الناس. يعني بحزرات خيار اموال الناس

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ:

''(ایک دفعہ) (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے سے صدقہ کی کچھ بکریاں گزریں جن میں سے ایک بہت بڑے تھن والی تھی، آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیسی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ صدقہ کی بکریوں میں سے ایک یہ بھی ہے، اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس کے مالک نے اسے راضی خوشی نہ دیا ہوگا، تم لوگ عوام کی کوئی چیز زبردستی نہ لیا کرو، اور (صدقہ میں) ان کے حزرات کو نہ لیا کرو، حزرات سے آپ کی مراد لوگوں کے بہترین اموال سے تھی۔''

(۱۹۳) قال: وحدثني هشام بن عروة عن ابيه ان النبي ﷺ بعث في اول الاسلام مصدقا فقال: خذ الشارف والبكر وذات العيب ولا تأخذ من حزرات الناس شيئا

ہشام بن عروہ کے والد سے روایت ہے کہ:

(۱۹۱) الاموال للقاسم بن سلام ۱۰۸۹۔

(۱۹۲) مؤطا مالک: ۹۱۵، السنن الکبری للبیہقی: ۷۲۲۰، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۲۸۲۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی دور کے ابتدائی زمانہ میں ایک محصلِ صدقہ کو کام پر روانہ کرتے وقت فرمایا کہ: (صدقہ میں) ضعیف العمر اونٹ اور اونٹنی، یک سالہ اونٹ اور عیب دار راسیں وصول کرنا، لوگوں کے بہترین اموال میں سے کوئی چیز بھی نہ لینا۔''

(۱۹۴) قال: وحدثني هشام بن عروة عن ابيه: ان النبي ﷺ بعث رجلا يصدق الناس حين امره الله جل ثناؤه يأخذ الصدقة. فقال له رسول الله ﷺ: لا تأخذ من حزرات انفس الناس شيئا. خذ الشارف والبكر وذات العيب.

ہشام بن عروہ کے والد سے روایت ہے کہ:

''جب اللہ جل ثناؤہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ایک شخص کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ''لوگوں کو مرغوب بہترین اشیاء میں سے کوئی چیز (زکوٰۃ میں) نا لینا، ضعیف العمر، یک سالہ اور عیب دار راسیں لینا۔''

كره النبي ﷺ ان ينفر الناس حتى يفقهوا ويحتسبوا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں کیا کہ قبل اس کے لوگوں کو دین کا صحیح فہم حاصل ہو اور وہ ادائیگی زکوٰۃ کو کارِ ثواب سمجھ کر کریں (ان سے بہترین اشیاء زکوٰۃ میں لے کر) ان کو (دین سے) برگشتہ کیا جائے۔

فذهب فأخذ ذلك على ما امره النبي ﷺ ان يأخذ، حتى جاء الى رجل من اهل البادية. فذكر له ان الله تعالى امر رسول الله ﷺ ان يأخذ الصدقة من الناس يزكيهم بها ويطهرهم بها. فقال له الرجل: قم فخذ. فذهب فأخذ الشارف والبكر وذات العيب. قال: فقال له الرجل: والله ما قام في أبلي احد قط يأخذ شيئا الله قبلك، والله لتختارن. فرجع الى رسول الله ﷺ. فذكر ذلك للنبي ﷺ. فدعاله النبي ﷺ

یہ شخص گیا اور اسی طرح وصولی کی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم تھا، اسی سلسلہ میں یہ دیہات میں رہنے والے ایک شخص کے پاس پہنچا اور اسے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں سے صدقہ وصول کریں تا کہ اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ اور تطہیر ہو، اس پر اس آدمی نے ان سے کہا: اٹھو اور (زکوٰۃ) لے لو، یہ گئے اور انہوں نے ایک ضعیف العمر، یک سالہ اور عیب دار اونٹ منتخب کئے۔ (راوی نے) کہا کہ یہ دیکھ کر اس آدمی نے ان سے کہا:

''اللہ کی قسم! تجھ سے پہلے کوئی دوسرا شخص کبھی میرے اونٹوں میں سے اللہ کیلئے لینے نہیں کھڑا ہوا، اللہ کی قسم! تم کو

(۱۹۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۹۱۵، شرح معانی الآثار: ۳۰۶۷۔

(۱۹۴) السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۳۱۰، الاموال لابن زنجویہ: ۱۵۵۷، الاموال للقاسم بن سلام: ۱۲۰۰۔

چن چن کر (عمدہ اونٹ) لینے لگیں گے۔"
پھر یہ شخص واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کیلئے دعا فرمائی۔

(۱۹۵)۔قال وحدثني سفيان بن عيينة عن عبدالكريم الجزري عن زياد بن ابي مريم ان النبي ﷺ بعث مصدقا فجاء بأبل مسان. فقال له رسول الله ﷺ: هلكت واهلكت. فقال: اني كنت اعطى البكرين بالجمل المسن. قال: فلا اذا.

زیاد بن ابی مریم سے روایت ہے کہ:
"نبی کریم ﷺ نے ایک محصل زکوٰۃ کو بھیجا کہ تو وہ (زکوٰۃ وصول کر کے) آپ کے پاس پختہ عمر کے اونٹ لے آئے، اسپر رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: تم خود بھی تباہ ہوئے اور تم نے دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا: میں ایک پوری عمر کا اونٹ لے کر اس کے عوض وہ ایک سالہ اونٹ دے دیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: (آئندہ) ایسے نہ کرنا۔"

(۱۹۶)۔قال: وحدثنا داود بن ابي هند عن عامر الشعبي قال: كان يقال: المعتدي في الصدقة كمانعها.

عامر شعبی نے کہا کہ:
"کہا جاتا تھا کہ صدقہ (کی تحصیل) میں زیادتی سے کام لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو اسے ادا کرنے سے انکار کردے۔"

(۱۹۷)۔قال: وحدثنا عبيدة بن ابي رائطة عن ابي حميد عن وهيل بن عوف المجاشعي قال: جئت اباهريرة رضي الله تعالى عنه فقلت: يااباهريرة. ان اصحاب الصدقة قد ظلمونا وتعدوا علينا واخذوا اموالنا. قال: لاتمنعهم شيئا ولا تسبهم وتعوذ بالله من شرهم.

وہیل بن عوف مجاشعی نے کہا:
"کہ میں نے (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر یہ کہا: ابوہریرہ! زکوٰۃ وصول کرنے والوں نے ہم پر ظلم و زیادتی سے کام لیا ہے، اور ہمارے اموال چھین لئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ جو چیز بھی طلب کریں اسے دینے سے انکار نہ کرو، انہیں گالیاں نہ دو، اور ان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہو۔"

(۱۹۸)۔قال: وحدثنا بعض اشياخنا عن ابراهيم بن ميسرة قال: سأل رجل اباهريرة (رضي

---

(۱۹۵) مصنف عبدالرزاق: ۴/۱۴۲۔
(۱۹۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۱۳۹۔

الله تعالیٰ عنه) :فی ای المال الصدقة،قال فی الثلث الاوسط . و ن ان فأخرج له الثنية والجذعة.فان ابی فدعه وقل له قولا معروفا.

ابراہیم بن میسرہ نے کہا:

''کہ ایک شخص نے (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا، زکوۃ کس ح کے مال میں سے لی جانی چاہئے؟ آپ نے جواب دیا: درمیانی درجہ کے تہائی مال میں سے، اگر (محصل زکوۃ) اسے لینے سے انکار کردے تو ایسے اونٹ پیش کرو جو عمر کے پانچویں اور چھٹے سال میں ہوں، وہ انہیں قبول کرنے سے بھی انکار کر دے تو پھر اسے حسبِ مرضی انتخاب کرنے دو، اور اس سے مناسب انداز میں بات کرو۔''

(۱۹۹) قال:وحدثنا الحسن بن عمارة عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی کرم الله وجه انه قال:لیس فیما دون اربعین من الغنم شیء.

(سیدنا) علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جن بھیڑ بکریوں کی تعداد چالیس سے کم ہو ان میں کچھ بھی (واجب) نہیں ہے۔''

---

(۱۹۸) مصنف ابن ابی شیبہ:۹۹۸۷، مصنف عبدالرزاق:۶۸۲۱، الاموال لابن زنجویہ:۱۵۴۱۔

(۱۹۹) مصنف عبدالرزاق:۶۷۹۶، صحیح ابن خزیمہ:۲۲۶۲۔

مجوزہ محاصلِ زمین کی مصلحت

اصول تعیین:

قیل لابی یوسف :لم رأیت ان یقاسم اهل الخراج ما اخرجت الارض من صنوف الغلات وما اثمر النخل والشجر والکرم علی ماقد وضعته من المقاسمات. ولم تردهم الی ماکان عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه وضعه علی ارضهم ونخلهم وشجرهم. وقد کانوا بذلک راضین وله محتملین؟

ابو یوسف (یعنی مجھ سے) کہا گیا ہے کہ تم زمین سے پیدا ہونے والے مختلف قسم کے غلوں اور کھجور، انگور اور دوسرے پھل دار درختوں کی پیداواروں کے سلسلہ میں اہل خراج سے اپنی مقرر کردہ نسبتوں کے مطابق بٹائی کا معاملہ طے کرنے کا طریقہ کیوں تجویز کرتے ہو۔کیا وجہ ہے کہ تم ان سے اسی متعین مالیہ پر معاملہ کرنے کو پسند نہیں کرتے جو (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی زمینوں اور کھجور اور دوسرے درختوں پر لاگو کیا تھا اور لوگ اس طریقہ سے راضی بھی تھے اور ان محاصل کو برداشت بھی کررہے تھے

فقال ابو یوسف:ان عمر رضی الله عنه رأی الارض فی ذلک الوقت محتملة لما وضع علیها. ولم یقل حین وضع علیها ما وضع من الخراج ان هذا الخراج لازم لاهل الخراج وحتم علیهم ولا یجوز لی ولمن بعدی من الخلفاء ان ینقص منه ولا یزید فیه

ابو یوسف (یعنی میں نے) کہا (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جب یہ محاصل لاگو کئے تھے اس وقت آپ کی نظر میں زمین ان کو برداشت کرنے کے قابل تھی ،لیکن یہ خراج لاگو کرتے وقت آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اہل خراج پر ہمیشہ اسی مقدار خراج کی ادائیگی لازم رہے گی، اور میرے بعد آنے والے خلفاء کو اس میں کمی بیشی کا اختیار نہ ہوگا۔

بل کان فیما قال لحذیفة وعثمان حین اتیاه بخبر ما کان استعملها علیه من ارض العراق لعلکما حملتما الارض ما لا تطیق. دلیل علی انهما لو اخبراه انها لا تطیق ذلک الذی حملته من اهلها لنقص مما کان جعل علیهم من الخراج. وانه لو کان ما فرضه وجعله علی الارض حتما لا یجوز النقص منه ولا الزیادة فیه مسألهما عما سألهما عنه من احتمال اهل الارض او

عجزهم

بلکہ آپ کا (سیدنا) حذیفہ اور (سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہما) سے عجب کہ وگ۔ آپ کو عراق کے ان علاقوں کے حالات سے مطلع کرنے آئے تھے جن پر آپ نے ان کو عامل مقرر کیا تھا، یہ فرما لہ'' شاید تم دونوں نے زمین پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔'' اس بات کی دلیل ہے کہ اگر یہ دونوں آ پ کو یہ بتاتے کہ ان زمینوں پر ان کے باشندوں سے لئے جانے والے محاصل کا جو بوجھ ڈالا گیا ہے وہ ان کی برداشت ۔ ے باہر ہے تو آپ ان پر لاگو کردہ خراج میں تخفیف عمل میں لاتے، زمین پر جو خراج لاگو کیا گیا تھا وہ اگر آخری اور قطعی ہوتا س ین کی بیشی کی کوئی گنجائش نہ ہوتی، تو آپ ان دونوں عاملوں سے ہرگز اہل زمین کی برداشت یا عدم برداشت کے بارے میں وہ سوال نہ کرتے جو آپ نے کیا۔

وكيف لا يجوز النقصان من ذلك والزيادة فيه وعثمان بن حنيف يقول مجيبا لعمر رضى الله تعالى عنه حملت الارض امرا له مطيقة ولو شئت لاضعفت ا ض اوليس قد ذكر انه قد ترك فضلا لو شاء ان يأخذه

اور کیا وجہ ہے کہ خراج کی ان شرحوں میں کمی بیشی جائز نہ ہو جب کہ (سیدنا) ثمان (رضی اللہ عنہ) اس سوال کا جواب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو یہ دیتے ہیں کہ میں نے زمین پر ایسے محاصل لاگو کئے ہیں جو کو وہ بآسانی برداشت کر سکتی ہے، اور اگر میں چاہتا تو اپنی زمین پر اس سے دوگنے محاصل لاگو کر سکتا تھا، کیا انہوں نے یہ بات نہیں کہی کہ وہ کچھ فاضل چھوڑ آئے ہیں جسے وہ اگر لینا چاہتے تو لے سکتے تھے؟

وحذيفة (رضى الله عنه) يقول مجيبا لعمر رضى الله تعالى عنه ا ما: وضعت على الارض امرا هل له محتملة وما فيها كثير فضل. فقوله هذا يدل والله اعلم ع ان قد كان فيها فضل. وان كان يسيرا اقد تركه لهم

اور اسی طرح (سیدنا) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) بھی (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو واب دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ'' میں نے زمین پر اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جسے وہ بآسانی برداشت کر سکے، اور اس ے بعد جو باقی بچ رہے گا وہ بہت زیادہ ہوگا۔'' ان کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی اس زمین کچھ فاضل تھا جو انہوں نے ان لوگوں کیلئے چھوڑ دیا تھا، اگرچہ یہ کم تھا۔ واللہ اعلم۔

وانما سألهما ليعلم فيزيد او ينقص على قدر الطاقة وبقدر ما لا يجحف ذلك باهل الارض.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان دونوں سے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ معلومات حاصل کر کے، اگر ضرورت محسوس ہو تو ان کے لاگو کردہ محاصل میں ایسی کمی بیشی عمل میں لائیں کہ وہ زمین کی قوت برداشت کے مطابق ہو جائیں اور زمین

والوں کیلئے گراں بار نہ ہوں۔

فلما رأينا ما كان جعل على ارضهم من الخراج يصعب عليهم ورأينا ارضهم غير محتملة له ورأينا اخذهم بذلك داعيا الى جلائهم عن ارضهم وتركهم لها.

پس جب ہم نے دیکھا کہ ان لوگوں کی زمینوں پر جتنا خراج لاگو کیا گیا تھا اس کی ادائیگی ان کیلئے مشکل ہوتی ہے اور ان کی زمین اب اسے برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اگر ہم اب بھی ان پر وہی شرحیں لاگو کرتے ہیں تو اس سے ان کے اندر اپنی زمین چھوڑ کر چلے جانے کا رجحان پیدا ہوگا اور اس طرح ہم ان کی جلاوطنی کے اسباب فراہم کردیں گے۔

وقد كان عمر رضي الله تعالى عنه وهو الذى جعل الخراج عليهم سأل عنهم: ايطيقون ذلك ام لا؟ وتقدم فى ان لا يكلفوا فوق طاقتهم. اتبعنا ما امر به وتقدم فيه. ورجونا ان يكون الرشد فى امتثال امره. فلم نحملهم ما لا يطيقون ولم نأخذهم من الخراج الا بما تحتمله ارضهم.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جنہوں نے اولاً ان پر خراج لاگو کیا تھا، ان کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ وہ اس خراج کو برداشت کرسکیں گے یا نہیں؟ آپ نے ہدایت کی تھی کہ ان لوگوں پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے، ان تمام باتوں کے پیش نظر ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اس سلسلہ میں اس اصول کی پیروی کریں جس کی تاکید (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کی ہے اور جس کی تلقین آپ نے (اپنے عمال کو) کی تھی، ہمیں توقع ہے کہ بھلائی آپ کی ہدایت کی پیروی میں ہی مضمر ہے۔ چنانچہ ہم نے ان لوگوں پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جس کو وہ برداشت نہیں کرسکتے اور ان سے صرف اسی قدر خراج وصول کرنے کی تجویز پیش کی جسے ان کی زمین برداشت کرسکے۔

مالیہ میں کمی بیشی کا اختیار

وما یدل علی ان للامام ان ینقص ویزید فیما یوظفه من الخراج علی اهل الارض علی قدر ما یحتملون، وان یصیر علی کل ارض ما شاء بعد ان لا یجحف ذلک باهلها من مقاسمة الغلات او من دراهم علی مساحة جریانها.
امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اہل زمین پر جو خراج لاگو کرے اس میں ان کی قوت برداشت کے مطابق کمی بیشی کر سکے، اور اہل زمین پر بے جا بار ڈالنے سے پرہیز کرتے ہوئے ان سے پیداوار میں شرکت یہ رقبہ اراضی کے حساب سے نقد مالیہ پر معاملہ کرے اس بات کی دلیل (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کا وہ عمل ہے جو آپ نے اہل سواد کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا۔

ان عمر رضی الله عنه جعل علی اهل السواد علی کل جریب عامر او غامر قفیزا ودرهما. وعلی الجریب من النخل ثمانیة دراهم. وقد قالوا انه الغی النخل عونا لاهل الارض. وقالوا انه جعل فیما سقی منه سیحا العشر وفیما سقی بالدالیة نصف العشر. وما کان نخل عملت ارضه فلم یجعل علیه شیئا. وجعل علی الکرم والرطاب وغیر ذالک مما قد ذکرناه.
آپ نے ان پر فی جریب ایک قفیز غلہ اور ایک درہم نقد لاگو کیا تھا، خواہ زمین زیر کاشت ہو یا نہ ہو۔ نخلستانوں پر آپ نے فی جریب آٹھ درہم لاگو کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے زمین والوں کی آسانی کیلئے نخلستانوں کو محصول معاف رکھا تھا، (راویوں نے) کہا ہے کہ آپ نے بہتے پانی سے سینچے جانے والے نخلستانوں پر (دوسری اجناس کی) کاشت کی جاتی تھی ان پر کچھ محصول نہیں لگایا تھا، آپ نے انگور کی بیلوں اور ترکاریوں وغیرہ پر ان شرحوں کے مطابق مالیے لاگو کئے تھے جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

ووجه یعلی بن امیة الی ارض نجران. فکتب الیه یأمره ان یقاسم اهل الارض علی الثلث والثلثین مما اخرج الله منها من غلة وان یقاسمهم ثمر النخل فما کان منه یسقی سیحا. فللمسلمین الثلثان ولهم الثلث وما کان یسقی بغرب فلهم الثلثان وللمسلمین الثلث
اور آپ نے یعلی بن امیہ کو سرزمین نجران میں مامور کیا، اور ان کو لکھ بھیجا کہ زمین والوں کیساتھ زمین سے پیدا ہونے والے غلہ میں تہائی اور دو تہائی کی نسبتوں سے شرکت پر معاملہ کریں، کھجور کے ثمرات کے بارے میں آپ نے ہدایت کی

کہ جن درختوں کو بہتے ہوئے پانی سے ... اب کیا جائے ان کے پھلوں میں سے مسلمانوں کیلئے دو تہائی اور ان لوگوں کیلئے ایک تہائی، اور جو درخت ڈول سے سینچے جاتے ہوں ان کی پیداوار میں درخت والوں کیلئے دو تہائی اور مسلمانوں کیلئے ایک تہائی کی نسبتوں سے شرکت پر معاملہ کرلیا جائے۔

ففي هذين الفعلين من عمر في ارض السواد وفي ارض نجران مايدل على ان للامام ان يختار.

فيجعل على كل ارض من الخراج مايحتمل ويطيق اهلها.

علاقہ سواد اور سرزمین نجران کے سلسلہ میں (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے یہ دو اقدامات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ اپنی صواب دید کے مطابق ہر زمین پر اتنا خراج لاگو کرے جسے اس کے باشندے بآسانی برداشت کرسکتے ہوں۔

اولا ترى ان رسول الله ﷺ قد افتتح خيبر عنوة ولم يجعل عليها خراجا ودفعها الى اليهود مساقاة بالنصف، وان عمر رضى الله تعالى عنه لما افتتح السواد ناظر بعض دهاقين العراق وسألهم: كم كنتم تؤدون الى الاعاجم في ارضكم؟ فقالوا: سبعة وعشرين. فقال: لا ارضى بهذا منكم.

کیا آپ نے اس نظیر پر غور نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو بزور قوت فتح کیا تھا لیکن آپ نے اس پر کوئی متعین خراج لاگو نہیں کیا بلکہ یہود سے نصف پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کرلیا؟ اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جب سواد کیا تو عراق کے بعض بڑے بڑے زمینداروں سے گفتگو کی اور ان سے دریافت کیا کہ وہ عجمی حکمرانوں کو اپنی زمین کے مالیہ کے طور پر کتنا ادا کرتے تھے ان لوگوں نے جواب دیا کہ ستائیس (درہم)، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں تم سے اتنا لینے پر نہیں راضی ہوں گا۔

فرأى ان تمسح البلاد وجعل عليها الخراج. وكان ذلك عنده اصلح لاهل الخراج واحسن ردا وزيادة في الفيء من غير ان يحملهم مالا يطيقون.

چنانچہ آپ نے مناسب سمجھا کہ ان علاقوں کی پیمائش عمل میں لائی جائے، آپ نے زمین پر ایک متعین خراج لاگو کردیا، آپ کی نظر میں یہ طریقہ خراج ادا کرنے والوں کیلئے بھی بہتر تھا اور اسی طرح ان لوگوں پر ان کی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالے بغیر زیادہ سے زیادہ آمدنی بھی ہوسکتی ہے۔

فللامام ان ينظر فيما كان عمر جعله على اهل الخراج. فان كانوا يطيقون ذلك اليوم وكانت ارضهم له محتملة والا وضع عليهم ما تحتمله الارض ويطيقه اهلها

اب امام کو چاہئے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے خراج ادا کرنے والوں پر جو محاصل لاگو کئے تھے ان پر دوبارہ

غور کر لے، اگر آج بھی اہل خراج ان شرحوں کے مطابق خراج ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور ان کی زمین ان محاصل کو برداشت کر سکتی ہو تو انہی شرحوں کو باقی رہنے دے، ورنہ ان پر اب ایسی شرحیں لاگو کرے جو زمین اور اہل زمین کی قوت برداشت کے اندر ہو۔

(۲۰۰) قال ابو یوسف: وحدثنا عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیه قال کتب عمر بن عبدالعزیز الی عبدالحمید بن عبدالرحمن ان انظر الارض ولا تحمل خرابا علی عامر ولا عامرا علی خارب. وانظر الخراب. فان اطاق شیئا فخذ منه ما اطاق واصلحه حتی یعمر

ثوبان کا بیان ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے عبدالحمید بن عبدالرحمن کو لکھ بھیجا کہ زمین کا جائزہ ہو، محاصل کی تعیین میں کسی ناکارہ زمین کو آباد زمین پر یا آباد زمین کو ناکارہ زمین پر قیاس نہ کرو، ناکارہ زمینوں کا جائزہ لینے پر اگر یہ اندازہ ہو کہ وہ کچھ محصول برداشت کر سکتی ہیں تو ان سے ان کی برداشت کے مطابق وصول کرو اور ان کی اصلاح کی تدبیر کر کے ان کو پوری طرح قابل کاشت بنا دو۔

ولا تأخذ من عامر لا یعتمل شیئا. وما اجدب من العامر من الخراج فخذه فی رفق وتسکین لاهل الارض

ایسی کارآمد زمین پر کوئی محصول لاگو نہ کرو جو زیر کاشت نہ ہو، جن قابل کاشت زمینوں سے خراج وصول ہونا بند ہو گیا ہو ان کے معاملہ کو زمین والوں کے ساتھ نرمی اور سہولت برتتے ہوئے سلجھاؤ۔

وآمرك ان لا تأخذ فی الخراج الا وزن سبعة لیس فیها تبر ولا اجور الضرابین. ولا اذابة الفضة ولا هدیة النیروز والمهرجان. ولا ثمن الصحف ولا اجور الفتوح (والصواب الفیوج. ن) ولا اجور البیوت ولا دراهم النکاح. ولا خراج علی من اسلم من اهل الارض

اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خراج میں صرف وزن سبعہ والے درہم لیا کرو جن میں جعلی یا ردی سکے نہ ہوں، سکہ ڈھالنے والوں کی اجرت اور چاندی پگھلانے کی اجرت وصول نہ کرو، نوروز اور مہرجان کے تحفے نہ لو، کاغذات کی قیمت اور ہرکاروں کی اجرت نہ وصول کرو، شب باشی کے مکانوں کا کرایہ اور پیشہ زنا سے ہونے والی آمدنی نہ لو، اور زمین والوں میں سے جو کوئی اسلام لائے تو اس پر خراج (یعنی جزیہ) لاگو نہیں ہوگا۔

---

(۲۰۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰ ۔ ۳۲، الاموال لابن زنجویہ: ۱۸۰، الاموال لقاسم بن سلام: ۱۲۰۔

مالیہ میں تخفیف:

قال:ابو یوسف:ولا یحل لوالی خراج ان یهب لرجل من خراج ارضه شیئا الاان یکون الامام قد فوض ذلك الیه فقال له:هب لمن رأیت ان فی هبتك له صلاحا للرعیة واستدعاء للخراج.

(امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا) محصل خراج کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی فرد کو اس کی زمین کے مالیہ میں سے کچھ بطور امداد بخش دے، وہ صرف اس صورت میں ایسا کر سکے گا جب امام اسے اس کا اختیار دے اور ہدایت کرے کہ اگر وہ عوام الناس کی بہبود اور خراج کی آمدنی اضافہ کی خاطر کسی کے ساتھ اس طرح کی بخشش مناسب سمجھے تو کر سکتا ہے۔

ولا یسع من یهب له والی الخراج شیئا من الخراج بغیر اذن الامام قبول ذلك. ولا یحل له حتی یوٴدی جمیع ما یجب علیه من الخراج لان الخراج صدقة الارض. وهو فیء لجمیع المسلمین

اگر امام کی اجازت کے بغیر والی خراج کسی فرد کو خراج میں سے اس طرح کی بخشش دیتا ہے تو اس کیلئے اسے قبول کرنا جائز نہ ہوگا، اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اوپر واجب خراج پورا پورا ادا کرے، کیوں کہ خراج زمین کی زکوۃ ہے، اور سارے مسلمانوں کیلئے فئے کی نوعیت رکھتا ہے۔

ولا یحل لوالی الخراج ان یهب شیئا من الخراج الا ان یکون الوالی متقبلا للخراج فتجوز له الهبة. ویسع الموهوب له ان یقبل. او یکون الامام قد رأی الصلاح فی تفویض خراج ارض صاحب الارض الیه. فیجوز له ویسعه ان یقبله. لیس یجوز هبة شیء من الخراج الا للامام اولمن یطلق له الامام ذلك اذا کان یری ان فی ذلك صلاحا

والی خراج کیلئے خراج میں سے بخشش دینا صرف اس صورت میں جائز ہوگا جب کہ اس نے خراج کا ٹھیکہ لے رکھا ہو ایسی صورت میں جس کو بخشش دی جائے اس کیلئے بھی اس کا قبول کرنا جائز ہوگا، بخشش کے جائز ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ امام نے والی کو زمین والے کے خراج کے سلسلہ میں پورا اختیار دے دیا ہو، اس صورت میں والی کیلئے بخشش کرنا اور متعلق فرد کیلئے اس کا قبول کرنا درست ہوگا، اس باب میں اصولی پوزیشن یہ ہے کہ خراج میں سے کچھ بخشش دینے کا اختیار صرف امام کو حاصل ہے، اور اس شخص کو جسے امام نے مصالح کے پیش نظر ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہو۔

ولا یحل لاحد ان یحول ارض خراج الی ارض عشر. ولا ارض عشر الی ارض خراج. وذلك ان یکون للرجل ارض عشر وفی جانبها ارض خراج فیشتریها فیصیرها مع ارضه ویوٴدی عنها العشر. او یکون للرجل ارض خراج والی جانبها ارض عشر فیشتریها فیصیرها مع ارضه. ویوٴدی عنها الخراج.

فھذا حدما لا یحل فی الارض والخراج۔

اور کسی فرد کیلئے جائز نہیں کہ خراجی زمین کو عشری یا عشری زمین کو خراجی بنادے، یسا کرنے کی عموماً صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی فرد کے پاس عشری زمین ہو اور اسی سے متصل کوئی خراجی زمین بھی ہو، پھر یا اسے خرید کر اپنی زمین میں ملا لے اور ساری زمین پر عشر ادا کرنے لگے، یا کسی آدمی کے پاس خراجی زمین ہو اور اس سے متصل کوئی عشری زمین ہو جسے یہ خرید کر اپنی زمین میں ملا لے اور اس پر بھی خراج ادا کرنے لگے۔

یہ تھا زمین اور خراج سے متعلقہ ناجائز طریقوں کا بیان۔

فصل : فی بیع السمك فی الآجام

فصل: زیرآب جھاڑیوں میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کے بارے میں

امیرالمؤمنین کاسوال:

وسألك یاامیر المؤمنین عن بیع السمك فی الآجام ومواضع مستنقع الماء

امیر المؤمنین! آپ نے (زیرآب) جھاڑیوں اور پانی کے گڑھوں کے اندر پائی جانیوالی مچھلیوں کے بارے میں پوچھا ہے۔

فلا یجوز بیع السمك فی الماء لانه غرر وهو الذی یصیده فان كان یؤخذ بالید من غیر ان یصاد فلابأس ببیعه، مثل اذا كان یؤخذ بغیر صید كمثل سمك فی حب

(تو اس کا جواب یہ ہے کہ) جو مچھلی پانی کے اندر ہو اس کی فروخت جائز نہیں کیوں کہ یہ غرر (یعنی دھوکہ کی صورت) ہے، پانی میں پائی جانیوالی مچھلی اس کی ملکیت ہوگی جو اسے شکار کر لے، اب اگر پانی میں مچھلیاں اس طور پر پائی جائیں کہ بغیر شکار کے ہاتھ سے پکڑی جاسکتی ہوں تو ان کی فروخت میں کوئی حرج نہیں مثلاً چھوٹے حوض میں پائی جانیوالی مچھلیاں جو بغیر شکار کے نکال لی جاتی ہیں۔

والا فاذا كان لا یؤخذ الا بصید فمثله كمثل ظبی فی البریة او طیر فی السماء. ولا یجوز بیع ذلك لانه غرر وهو للذی صاده. وقد رخص فی بیع السمك فی الآجام اقوام فكان الصواب عندنا والله اعلم فی قول من كرهه

لیکن اگر ان کو شکار کر کے ہی نکالا جاسکتا ہو تو ان کو نوعیت وہی ہے جو جنگل کے ہرنوں یا آسمان کے پرندوں کی ہے، ان کی بیع اس بناء پر ناجائز ہے کہ وہ غرر (دھوکہ کی صورت) ہے یہ مچھلیاں اس شخص کی ملکیت ہوں گی جو ان کو شکار کرے، بعض لوگوں نے (زیرآب) جھاڑیوں میں پائی جانیوالی مچھلیوں کی فروخت کی اجازت دی ہے لیکن ہمارے نزدیک درست رائے ان لوگوں کی ہے جو اسے ناجائز کہتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۰۱) حدثنا العلاء بن المسیب بن رافع عن الحارث العكلی عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه انه قال: لا تبایعوا السمك فی الماء فأنه غرر.

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جو مچھلیاں ابھی پانی میں ہوں ان کی خرید وفروخت نہ کرو کیونکہ یہ غرر (دھوکہ کی صورت) ہے۔''

(۲۰۲) وحدثنا يزيد بن ابي زياد عن المسيب بن رافع عن عبد الله بن مسعود انه قال: لا تبيعوا في الماء فانه غرر

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''جو مچھلیاں ابھی پانی میں ہوں ان کی خرید وفروخت نہ کرو کیونکہ یہ غرر (دھوکہ کی صورت) ہے۔''

(۲۰۳) قال: وحدثنا عبدالله بن علي عن اسحاق بن عبدالله عن ابي الزناد قال: كتبت الى عمر بن عبدالعزيز في بحيرة يجتمع فيها السمك بأرض العراق: أنؤاجرها فكتب ان افعلوا.

ابوزناد نے فرمایا کہ:

''میں نے (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کو خط لکھ کر ان سے عراق کی بحیرہ (جھیل) کی بابت جس میں مچھلیاں جمع ہو جایا کرتی تھیں یہ پوچھا کہ کیا ہم اسے کرایہ پر دے دیں، تو آپ نے جواب میں لکھا کہ ہاں ایسا ہی کرو۔''

(۲۰۴) قال: وحدثنا ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه عن حماد قال طلبت الى عبدالحميد بن عبدالرحمن فكتب الى عمر بن عبدالعزيز (رحمه الله) يسأله عن بيع صيد الآجام فكتب اليه عمر: ان لا بأس به. وسماه الحبس.

حماد کا بیان ہے کہ:

''میری درخواست پر عبدالحمید بن عبدالرحمن نے (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز کو لکھ کر جنگل جھاڑی میں پائے جانے والے شکار کی بیع کے بارے پوچھا تو عمر (رحمہ اللہ) نے ان کو لکھ بھیجا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اس معاملہ کو آپ نے ''حبس'' کا نام دیا۔''

(۲۰۵) قال: وحدثنا الحسن بن عمارة عن الحكم بن عتيبة عن ابراهيم قال: ان اشتريته صيدا محصورا ورأيت بعضه فلا بأس

ابراہیم نے کہا کہ:

''اگر تم نے شکار کو اس حالت میں خریدا ہو کہ وہ گھیرے میں لیا جا چکا ہو اور ان میں سے بعض جانوروں کو تم نے دیکھ بھی لیا ہو تو کوئی حرج نہیں۔''

---

(۲۰۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۵۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۰۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۴۵۳۔

(۲۰۶)۔ وقد بلغنا عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ وضع علی اجمۃ برس اربعۃ آلاف درھم، و کتب لھم کتابا فی قطعۃ أدم، وانما دفعھا الیھم علی معاملۃ فی قصبھا

ہمیں (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات پہنچی ہے کہ:

''آپ نے برس کے جنگل کا معاوضہ چار ہزار درہم (سالانہ) مقرر کیا تھا اور ٹھیکیداروں کو ایک تحریر چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر دے دی تھی، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو یہ جنگل اس کے اندر پائے جانے والے بانس اور نرسل کا ٹھیکہ دیتے ہوئے دیا تھا۔''

(۲۰۷)۔ قال ابو یوسف حدثنا ابن ابی لیلی عن عامر الشعبی قال: نھی النبی ﷺ عن بیع الغرر

عامر شعبی نے کہا کہ:

''نبی ﷺ نے ایسی بیع سے منع کیا ہے جس میں غرر (یعنی دھوکے کا اندیشہ) ہو۔''

---

(۲۰۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۱۲۔

فصل: فی أجارة الأرض البيضاء وذات النخل

فصل: خالی زمینوں اور نخلستانوں کو کرائے پر دینے کے بارے میں

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت یا امیر المؤمنین عن المزارعة فی الأرض البیضاء بالنصف والثلث فان اصحابنا من اهل الحجاز واهل المدینة علی کراهة ذلك وافساده. ویقولون الأرض البیضاء مخالفة للنخل والشجر ولا یرون بأسا بالمساقاة فی النخل والشجر بلثلث والربع واقل واکثر

امیر المؤمنین! آپ نے خالی زمینوں کو نصف یا تہائی پیداوار پر مزارعت کے لئے (کاشتکار کو) دینے کے بارے میں پوچھا ہے تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) ہمارے حجازی اور مدنی رفقاء اس معاملہ کو مکروہ اور فاسد قرار دیتے ہیں، یہ حضرات عام درختوں اور کھجور کے پیڑوں کے سلسلہ میں تہائی یا چوتھائی یا اس سے کم یا زیادہ پر مساقاۃ کا معاملہ کر لینے کو درست قرار دیتے ہیں لیکن پرتی زمینوں کی نوعیت کو باغات اور نخلستانوں سے جداگانہ قرار دیتے ہیں۔

واما اصحابنا من اهل الکوفة فاختلفوا فی ذلك. فمن اجاز المساقاة فی النخل والشجر منهم اجاز المزارعة فی الأرض البیضاء بالنصف والثلث. ومن کره المساقاة منهم فی النخل والشجر کره المزارعة فی الارض البیضاء بالنصف والثلث.

ہمارے کوفی رفقاء اس سلسلہ میں مختلف الرائے واقع ہوئے ہیں، ان میں سے جن حضرات نے کھجور اور عام درختوں کے ضمن میں مساقاۃ کی اجازت دی ہے وہ پرتی زمینوں میں بھی آدھی یا تہائی پیداوار پر مزارعت کے معاملہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن حضرات نے درختوں اور کھجوروں میں مساقاۃ کے معاملہ کو ناجائز قرار دیا ہے انہوں نے آدھے یا تہائی پر مزارعت کی اجازت بھی نہیں دی ہے۔

والفریقان جمیعا من اهل الکوفة یرونها سواء: من افسد المساقاة فسد الارض. ومن اجاز المساقاة اجاز الارض.

اہل کوفہ کی یہ دونوں جماعتیں مزارعت اور مساقاۃ کو یکساں سمجھتی ہیں، جس نے مساقاۃ کو فاسد قرار دیا ہے اس نے زمین میں بھی اس طرح کے معاملہ کو فاسد قرار دیا ہے، اور جس نے اس کو جائز قرار دیا ہے اس نے مزارعت کو بھی جائز قرار

دیا ہے۔

قال ابو یوسف: احسن ما سمعنا فی ذلك. والله اعلم ان ذلك كله جائز مستقيم صحيح. وهو عندی بمنزلة مال المضاربة قد يدفع الرجل الى الرجل المال مضاربة بالنصف والثلث فيجوز هذا مجهول لا يعلم ما مبلغ ربحه.

(مصنف کہتا ہے کہ) اس سلسلہ میں ہم نے جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سارے معاملات درست اور جائز ہیں، واللہ اعلم بالصواب، میرے نزدیک اس معاملہ کی نوعیت وہی ہے جو مضاربت کی ہے کہ اس میں ایک آدمی دوسرے کو (منافع میں) آدھے یا تہائی کی نسبت سے شریک ہونے کی شرط پر اپنا مال بطور مضاربت دیتا ہے، اور ایسا کرنا جائز ہوتا ہے اور ایں حالیکہ معاملہ مجہول ہے، معلوم نہیں نفع کس قدر ہوگا۔

ليس فيه اختلال بين العلماء فيما علمت. وكذلك الارض عندی هی بمنزلة المضاربة: الارض البيضاء منها والنخل والشجر سواء.

جہاں تک میرا علم ہے، اس معاملہ کی نوعیت اور اس کے جواز کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ میرے نزدیک زمین کا معاملہ بھی مضاربت ہی جیسا ہے، زمین خواہ پرتی ہو یا اس میں کھجور اور دوسرے درخت بھی ہوں سب کی نوعیت یکساں ہے۔

(۲۰۸) قال: وكان ابو حنيفة رحمه الله ممن يكره ذلك كله فی الارض البيضاء وفی النخل والشجر بالثلث والربع واقل واكثر.

(امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جو پرتی زمینوں یا باغات اور نخلستانوں میں تہائی اور چوتھائی یا کم وبیش پیداوار پر اس طرح کا معاملہ کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔

(۲۰۹) وكان ابن ابی ليلی ممن لا يری بذالك بأسا.

اور ابن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) ان لوگوں میں سے تھے جو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

عدم جواز کے دلائل:

واحتج ابو حنيفة ومن قال ذالك بحديث ابی حصين عن ابن رافع بن خديج عن ابيه عن رسول الله ﷺ انه مر بحائط فسأل: لمن هو؟ فقال رافع بن خديج لی: استأجرته. فقال: لا تستأجره بشیء منه.

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اور مزارعت ومساقاۃ کو ناجائز قرار دینے والے دوسرے حضرات نے اپنے موقف

پر اس حدیث سے احتجاج کیا ہے جو ابو حصین نے ابن رافع بن خدیج سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ایک بار آپ ﷺ ایک احاطہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ کس کا ہے؟ رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ میرا ہے میں نے اسے کرایہ پر لیا ہے (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: اسے اس کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ لینا۔

فكان ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه ومن كره المساقاة يحتج بهذ الحديث ويقول: هذه اجارة فاسدة مجهولة. وكانوا يحتجوا ايضا في المزارعة بالثلث والربع بحديث جابر عن رسول الله ﷺ انه كره المزارعة بالثلث والربع.

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اور مساقاۃ کو ناجائز قرار دینے والے دوسرے حضرات اس حدیث سے احتجاج کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک مجہول اور فاسد اجارہ ہے، یہ حضرات تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کے (ناجائز ہونے کے) سلسلہ میں اس حدیث سے بھی احتجاج کرتے ہیں جس میں (سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے تہائی اور چوتھائی کے عوض مزارعت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جواز کے دلائل:

واما اصحابنا من اهل الحجاز فأجازوا ذلك على ما ذكرت لك ويحتجون في ذلك بما عامل عليه رسول الله ﷺ اهل خيبر في التمر والزرع. ولا اعلم احدا من الفقهاء اختلف في ذلك خلا هؤلاء الرهط من اهل الكوفة الذين وصفت لك.

ہمارے رفقاء حجاز نے اسے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل سے احتجاج کرتے ہیں جو آپ نے خیبر کے کھیتوں اور کھجور کے باغات کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا، جہاں تک مجھے علم ہے فقہاء کوفہ کی مذکورہ بالا جماعت کے علاوہ دوسرے فقہاء کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالى): فكان احسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم ان ذلك جائز مستقيم ابتعنا الاحاديث التي جاءت عن رسول الله ﷺ في مساقاة خيبر. لانها اوثق عندنا واكثر واعم مما جاء في خلافها من الاحاديث.

(مصنف نے کہا کہ) اس سلسلہ میں ہم نے جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طریقہ درست اور جائز ہے، واللہ اعلم۔ ہم نے ان احادیث کی پیروی کی ہے جو خیبر کی مساقاۃ کی بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں، کیونکہ جو حدیثیں ان کے خلاف جاتی ہیں ان سے یہ احادیث ہمارے نزدیک زیادہ قابل اعتماد، زیادہ عموم کی حامل، اور تعداد میں

بھی زیادہ ہیں۔

مزارعت کے نظائر:

(۲۱۰) قال: وحدثنا نافع عن عبدالله بن عمر عن عمر عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه عامل اهل خیبر بشطر ما یخرج من زرع وتمر وکان یعطی ازواجه لکل واحدة کل عام مائة وسق ثمانین تمرا وعشرین شعیرا فلما قام عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه قسم خیبر وخیر ازواج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یقطع لهن من الارض او یضمن لهن المائة وسق کل عام فاختلفن فیه فمنهن من اختار ان یقطع لهن ومنهن من اختار الاوسق وکانت عائشة وحفصة رضی الله تعالی عنهما ممن اختار الاوسق۔

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے وہاں پیدا ہونے والے غلہ اور کھجوروں کا آدھا خود لینے کی شرط پر معاملہ کرلیا تھا، آپ اپنی ہر بیوی کو سالانہ ایک سو وسق دیا کرتے تھے، اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو، جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو ان کے حصہ کی زمین انہیں دے دی جائے یا انہیں حسب دستور سابق ایک سو وسق سالانہ ضرور ملتے رہیں، ازواج مطہرات میں سے بعض نے یہ پسند کیا کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کا حصہ زمین الگ کردیں اور بعض نے سو وسق لیتے رہنے کی صورت کو ترجیح دی، (سیدہ) عائشہ اور (سیدہ) حفصہ (رضی اللہ عنہما) نے یہی صورت پسند کی۔''

(۲۱۱) قال: وحدثنا عمرو بن دینار قال: جلسنا الی ابی جعفر فسأله رجل من القوم عن قبالة الارض والنخل والشجر فقال: کان رسول الله ﷺ یقبل خیبر من اهلها بالنصف یقومون علی النخل یحفظونه ویسقونه ویلقحونه فاذا بلغ ادنی صرامه بعث عبدالله بن رواحة فخرص علیهم ما فی النخل فیتولونه ویردون علی النبی ﷺ الثمن بحصة النصف من الثمرة فأتوه فی بعض تلک الاعوام فقالوا: ان عبدالله بن رواحة قد جاز علینا فی الخرص فقال رسول الله ﷺ:

نحن نأخذه بخرص عبدالله ونرد علیکم الثمن بحصتکم من النصف

---

(۲۱۰) مسند احمد بن حنبل: ۲/۲۴، منتقی لابن الجارود: ۶۶۱، مستخرج ابی عوانة: ۱/۵۱۰۔

(۲۱۱) الاموال لابن زنجویه: ۲۹۰

فقالوا بأيديهم هكذا وعقد بين دور ثلاثين: هذا الحق. بهذا قامت السماوات والارض. لا بل نحن نأخذه. فتولوا النخل. وتولوا على رسول الله ﷺ الثمن بحصة النصف.

عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ:

ہم لوگ ابوجعفر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے زمین، کھجور کے درختوں اور دوسرے درختوں کو ٹھیکہ پر دینے کے معاملہ کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ خیبر کو نصف پیداوار کے عوض اس کے باشندوں کو ٹھیکہ پر دیتے تھے، اہل خیبر نخلستانوں کی حفاظت، ان کی سینچائی اور ان کو درست کرنے کے سارے کام انجام دیتے تھے، جب کھجوریں پک کر توڑی جانے کے قابل ہو جاتی تھیں تو آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کو بھیجتے تھے جو کھجوروں کی مقدار کا تخمینہ لگاتے اہل خیبر کھجوروں کو خود لے لیتے اور نبی کریم ﷺ کو نصف پیداوار کی قیمت بھیج دیتے، ایک سال ان لوگوں نے آپ کے پاس آکر یہ شکایت کی کہ (سیدنا) عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے تخمینہ کرنے میں ہمارے ساتھ زیادتی سے کام لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ:

''ہم عبداللہ کے تخمینہ کو تسلیم کرتے ہوئے ساری پیداوار خود لے لیں گے اور تمہیں تمہارے نصف حصہ کی قیمت ادا کر دیں گے۔''

اہل خیبر نے اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کیا (یہ کہہ کر راوی نے خود اپنی انگلیوں سے) دو تہائی کا نشان بنا کر بتایا، انہوں نے کہا: یہ حق ہے، اسی عدل کی بدولت آسمان و زمین قائم ہیں، نہیں پیداوار آپ نہ لیں بلکہ اسے ہم خود رکھ لیں گے۔

(۲۱۲) قال وحدثنا الحجاج عن ابی جعفر عن النبی ﷺ انه اعطى خيبر بالنصف قال: فكان ابوبكر وعمر وعثمان رضی الله تعالى عنهم يعطون ارضهم بالثلث.

ابوجعفر نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ:

''آپ ﷺ نے خیبر کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا، (ابوجعفر نے) کہا کہ (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔

(۲۱۳) قال: وحدثنا الاعمش عن ابراهيم بن المهاجر عن موسى بن طلحة قال: رأيت سعد ابن ابی وقاص وعبدالله بن مسعود يعطيان ارضهما بالثلث والربع

موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے کہ:

---

(۲۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸، شرح معانی الآثار: ۵۹۵۸۔

"میں نے (سیدنا) سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) کو اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض دیتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(۲۱۴) قال وحدثنا الحجاج عن ارضاة عن ابی جعفر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ اعطی خیبر بالنصف فکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم یعطون ارضهم بالثلث.

ابوجعفر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔

قال ابو یوسف: فهذا احسن ما سمعنا فی ذالك والله اعلم. وهو المأخوذ به عندنا

(ابو یوسف نے کہا کہ) اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ سنا ہے اس میں بہترین رائے یہی ہے، واللہ اعلم۔ اور ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

مزارعت کی قسمیں:

قال ابو یوسف: والمزارعة عندنا علی وجوه:

ہمارے نزدیک مزارعت کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

منها عارية ليس فيها اجارة. وهو الرجل يعير اخاه ارضاً يزرعها. ولا يشترط عليه اجارة فيزرعها المستعير ببذره وبقره ونفقته فالزرع له والخراج على رب الارض فان كانت من ارض العشر فالعشر على الزارع. وبه يقول ابو حنيفة رضی اللہ عنه.

ایک قسم وہ ہے جس کی نوعیت عاریت کی ہے، جس میں اجارہ نہیں ہوتا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کو کوئی زمین برائے کاشت دے دے اور اس سے کرایہ کا معاملہ نہ کرے، عاریت پر لینے والا اپنے پاس سے بیج اور بیل کا انتظام کر کے اپنے خرچہ پر اسے زیر کاشت لاتا ہے، پیداوار اس کی ہوگی اور زمین کا خراج زمین کے مالک کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر یہ زمین عشری ہے تو عشر کاشت کرنے والے کے ذمہ ہوگا، یہی رائے (حضرت امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کی ہے۔

دوسری قسم:

ووجه آخر: تكون الارض للرجل فيدعوا الرجل الى ان يزرعها جميعاً والنفقة والبذر عليهما

نصفان. فهذا مثل الاول الزرع بينهما والعشر في الزرع ان كا ت ا ض عشر. وان كانت ارض خراج فالخراج على رب الارض

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین ایک آدمی کی ہو اور وہ کسی دوسرے آدمی کو دعو د ے کہ وہ اس پوری زمین کی کاشت عمل میں لائے، البتہ بیج اور دوسرے تمام اخراجات دونوں برابر برابر برداشت کر یں، یہ صورت بھی پہلی والے صورت کی طرح ہے، پیداوار دونوں کی مشترکہ ملکیت ہوگی، زمین اگر عشری ہے تو عشر پیداوار سے نکالا جائے گا اور اگر خراجی ہے تو خراج زمین کے مالک کے ذمہ ہوگا۔

تیسری قسم:

ووجه آخر: اجارة ارض بيضاء بدارهم مسماة سنة او سنتين هذا جائز والخراج على رب الارض في قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه. وان كانت ارض عشر فالعشر على رب الارض. وكذلك قال ابو يوسف في الاجارة الخراج. واما العشر فعلى صاحب الطعام

ایک اور صورت خالی زمین کو سال دو سال کی متعین مدت کیلئے کسی متعین رقم کرایہ پر دینے کی ہے، یہ صورت بھی جائز ہے، (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق خراج صاحب زمین کے ذمہ ہوگا، اور اگر زمین عشری ہے تو عشر بھی صاحب زمین کے ذمہ ہوگا۔ کرایہ پر دی جانی والی زمینوں کے بارے میں مصنف نے بھی یہی کہا ہے، البتہ عشر بہر حال اس فرد کے ذمہ ہوگا جو پیداوار کا مالک ہو۔

چوتھی قسم:

ووجه آخر: المزارعة بالثلث والربع فقال ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه في هذا: انه فاسد. وعلى المستأجر اجر مثلها. والخراج على رب الارض. والعشر على رب الارض

اور ایک اور صورت تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کرنے کی ہے، اس کے بارے میں (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ معاملہ فاسد ہے، جس نے اس شطر پر زمین لی ہو اسے اس قسم کی زمین کے کرایہ کے برابر کرایا ادا کرنا ہوگا اور خراج یا عشر (دونوں میں سے جو بھی واجب ہو اس کی) ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہوگی۔

قلت: المزارعة جائزة على شروطها والخراج على رب الارض والعشر عليهما جميعا في الزرع. فهذا الوجه الرابع.

جبکہ میں کہتا ہوں کہ مزارعت کا معاملہ اپنی مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا، زمین پر خراج لاگو ہو تو وہ مالک زمین کے ذمہ ہوگا اور عشر واجب ہو تو وہ دونوں کے ذمہ، کھیت کی پیداوار میں لاگو ہوگا۔

پانچویں قسم:

ووجه آخر: ان یکون للرجل ارض وبقر وبذر. فیدعوا اکارا فیدخله فیها میعمل ذلک. ویکون له السدس او السبع. فهذا فاسد فی قول ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ومن واقعة والزرع فی قولهم لرب الارض وللاکار اجر مثله والخراج علی رب الارض والعشر فی الطعام. وقال ابو یوسف: وهو عندی جائز علی ما اشترطها علیه علی ما جاءت به الآثار

ایک اور صورت یہ ہے کہ زمین، بیل اور بیج ایک آدمی کے ہوں اور وہ کسی کاشتکار کو بلا کر پیداوار کے چھٹے یا ساتویں حصہ کے عوض اس پر محنت کروائے، (امام) ابوحنیفہ اور ان کی تائید کرنے والے حضرات کے قول کے مطابق تو یہ معاملہ بھی فاسد ہے، محنت کرنے والے کو اجرت مثل دی جائے گی اور ساری پیداوار مالک زمین کی ہوگی، خراج کی ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہوگی، لیکن اگر عشر (واجب) ہو تو وہ پیداوار میں سے لیا جائے گا۔ (جبکہ) میرے نزدیک متعدد آثار کی روشنی میں یہ دو افراد (مذکورہ بالا) قرارداد پر جو معاملہ کریں وہ جائز ہوگا۔

ناجائز معاملات:

قال ابو یوسف: ولو ان رجلا دفع الی رجل رحی ماء یقوم علیه او یؤاجرها ویطحن للناس فیها بالاجرة علی النصف. فهذا فاسد لا یجوز وکذلك الرجل یدفع الی الرجل بیوت قریة اودارا او دواب او سفینة یؤاجرها ویکتسب علیها. فما اخرج الله من شیء فبینهما نصفان. فهذا لا یجوز فی قول ابی حنیفة وقولی. ولیس هذا بمنزلة ما ذکرنا من المعاملة والمزارعة. للأجیر فی هذا الوجه الفاسد اجر مثله علی مالك ذلك. وما کان من غلة الرحی والسفینة فهی لصاحبها.

اگر نصف آمدنی کے عوض کوئی شخص کسی دوسرے کو ایک پن چکی دے تا کہ وہ اسے چلائے اور اجرت لے کر لوگوں کا غلہ پیسنے کا کام کرے تو یہ معاملہ فاسد اور ناجائز ہوگا، یہی نوعیت اس معاملہ کی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی بستی کے جھونپڑے یا مکانات، جانور، یا کشتیاں کرایہ پر اٹھانے کا کاروبار کرنے کیلئے دے، اور یہ طے پائے کہ ان سے جو آمدنی ہوگی اس میں دونوں برابر کے شریک ہونگے، یہ صورت نہ (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق درست ہے اور نہ ہی میری رائے میں درست ہے۔ مزارعت اور معاملات کی جو صورتیں اوپر زیر بحث آئی ہیں ان میں اس صورت میں بڑا فرق ہے، معاملہ کی اس فاسد صورت میں اجیر کو اجرت مثل ملنی چاہئے جس کی ادائیگی (سامان یا جائیداد کے) مالک کے ذمہ ہوگی، پن چکی یا کشتی سے جو آمدنی ہو وہ اس کے مالک کی ہوگی۔

فصل:فی الجزائر فی دجلة والفرات و الغروب

فصــــل: دجلہ اور فرات کے جزیروں اور ... کے بارے میں

(امیر المؤمنین کا سوال):

قال ابو یوسف رحمہ اللہ وسالت یا امیر المؤمنین عن الجزائر ... فی دجلة والفرات ینضب عنها الماء فجاء رجل وهی جزیرة ارض له فحصنها من الماء وزرع فیها ... نضب الماء عن جزیرة دجلة او الفرات فجاء رجل ملاصق تلک الجزیرة بارض له فحصنها من الماء وزرع فیها فهی له وهذا مثل الارض الموات اذا کان ذلک لا یضر باحد وان کان یضر احدا منع ... ذلک ولم یترک یحصنها ولا یزرع فیها ویحدث فیها حدثا الا باذن الامام.

امیر المؤمنین! آپ نے ان جزائر کے متعلق پوچھا ہے جو دجلہ اور فرات ... کے ایک طرف ہٹ جانے سے خشک ہو کر نمودار ہوتے ہیں، بسا اوقات ایسا علاقہ کسی شخص کی زمین کا ایک ... ہے اور یہ شخص اسے پانی سے محفوظ کرکے زیر کاشت لاتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ دجلہ یا فرات میں اس طرح کے ... سے پانی خشک ہو جانے کے بعد اس علاقہ سے ملحق قطعہ زمین کا اس علاقہ کو بھی پانی سے محفوظ کرکے زیر کاشت ... اس کی نوعیت مردہ زمینوں جیسی ہے، اور اگر اس فرد کا قبضہ کسی دوسرے کے لیے مضرت رسانی کا باعث نہ ہو تو یہ ... اس کی ملک ہو جائے گی، البتہ اگر اس سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچ رہا ہو تو بغیر امام کی اجازت کے اس شخص کو نہ تو اس زمین پر ... کرنے دیا جائے گا نہ اسے بند باندھنے یا کاشت کرنے، یا کوئی دوسرا تصرف کرنے کی اجازت ہوگی۔

فاما اذا نضب الماء عن جزیرة فی دجلة مثل هذه الجزیرة ... بحذاء بستان موسی. وهذه الجزیرة التی من الجانب الشرقی فلیس لاحد ان یحدث فیها شیئا لا بناء ولا زرعا. لان مثل هذه الجزیرة اذا حصنت وزرعت کان ذلک ضررا علی اهل ... والدور. قال: ولا یسع الامام شیئا من هذا ولا یحدث فیه حدثا

جب دریائے دجلہ میں پانی کسی ایسے علاقہ سے ہٹ جائے جو بستان ... کے سامنے والے جزیرہ یا مشرق کی جانب والے جزیرہ کی طرح ہو تو کسی فرد کو اس پر کوئی نیا تصرف کرنے، اس پر ... عمل میں لانے یا کاشت کرنے کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس طرح کے علاقوں پر بند باندھ کر زیر کاشت لانے دیا جائے تو عام ... اور گھروں کے مالکوں کو نقصان پہنچے

گا، (مصنف نے) کہا امام کو بھی اس طرح کے علاقوں میں سے جاگیر دینے یا ان پر کوئی نیا تصرف کرنے کا اختیار نہیں۔

قال: واما ما کان خارج المدینة فهو بمنزلة الارض المیتة یحیها الرجل ویؤدی عنها حق السلطان.

تاہم شہر کے باہر اس طرح کے جو علاقے ہوں ان کی نوعیت مردہ زمینوں جیسی ہے، کوئی بھی آدمی اسے کارآمد بنا سکتا ہے، البتہ اسے اس زمین کے سلسلہ میں ریاست کا حق ادا کرنا ہوگا۔

ولو ان رجلا فی طائفة من البطیحة مما لیس فیه ملك لاحد غلب علیه الماء فضرب علیها المسناة واستخرجها واحیاها وقطع ما فیها من القصب. فانها بمنزلة الارض المیتة. وکذلك کل ما عالج من اجمة او من بحر او من بر بعد ان لایکون فیه ملك لانسان. فاستخرجه رجل وعمره فهو له وهو بمنزلة الموات.

اسی طرح اگر وادیوں میں کوئی غیر مملوکہ زمین زیر آب آ گئی ہو، پھر کوئی شخص بند باندھ کر، پانی نکال کر اس زمین کی بازیافت عمل میں لائے اور اس پر جو نرکل ہوا سے کاٹ لے اور اسے کارآمد بنا لے تو اسے بھی مردہ زمین کی آبادی کاری قرار دیا جائے گا، جنگل، خشکی اور تری کے جس غیر مملوکہ علاقہ کو بھی کوئی فرد درست کر کے کارآمد بنا لے، اور اس کی آبادکاری عمل میں لے آئے وہ مردہ زمینوں کی مانند اس کی ملکیت قرار پائے گا۔

ولو ان رجلا احیا من ذلك شیئا قد کان له مالك قبله رددت ذلك الی الاول ولم اجعل للثانی فیه حقا. فان کان الثانی قد زرع یده. فله زرعه وهو ضامن لما نقصت الارض. ولیس علیه اجره وهو ضامن لما قطع من قصبها. وکذلك لو کانت هذه الارض فی البریة فیها نبات. لانها بمنزلة القصب.

اگر کسی فرد نے اس طرح کسی علاقہ کو آباد کیا ہو جو پہلے سے کسی دوسرے کی ملکیت تھا تو یہ علاقہ پہلے مالک کو واپس دے دیا جائے گا اور دوسرے آدمی کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا، اگر دوسرے آدمی نے اس زمین پر کھیتی کر لی ہے تو یہ فصل اس کو مل جائے گی، لیکن اس کھیتی کے سبب زمین (کی قوت نمو) میں جو کمی واقع ہوئی ہے اس کی تلافی اس کے ذمہ ہوگی، اس کے ذمہ (زمین کا) کوئی کرایہ نہ ہوگا، البتہ اس نے جو نرکل اس میں سے کاٹے ہوں ان کی قیمت اس کے ذمہ ہوگی، یہ زمین اگر میدانی علاقہ کی ہو اور اس میں دوسرے پودے رہے ہوں تو ان کا معاملہ بھی ہے کیونکہ دوسرے پودوں کی نوعیت نرکل جیسی ہے۔

قال: ولو ان رجلا حظر حظیرة فی البطیحة. وکری لها نهرا فجاء رجل فقال: انا ادخل معك فی هذه الارض واشرکت فیها فان کان نضب الماء عنها حین دخل معه فالشرکة باطلة. ان کان

لم ینضب عنها فالشرکة جائزة۔

اگر کوئی آدمی کسی وادی میں کوئی قطعہ زمین گھیر لے اور اس کیلئے نہر بھی کھودے، پھر کوئی دوسرا آدمی آئے اور اس کے ساتھ اس زمین پر محنت کرنے اور اس زمین میں شریک ہونے کا خواہش مند ہو تو، اگر اس آدمی کے شریک بننے کے وقت اس زمین کا پانی خشک ہو چکا تھا تو یہ شرکت باطل ہوگا لیکن اگر اس وقت تک پانی خشک نہیں ہوا تھا تو شرکت جائز ہوگی۔

و کذلك اذا کان فی بریة فأتاه رجل فقام: انا ادخل معك. فان کان قد حفر فیها برکة او بئرا او نهرا وساق الیها الماء فالشرکة فی هذا فاسدة. وان کان لم یحفر ولم یکر فالشرکة جائزة مثل الاول۔

اسی طرح کسی میدانی علاقہ میں کوئی آدمی کھیتی شروع کرنے والا ہو اور ایک دوسرا آدمی آکر شریک ہونا چاہے تو، اگر پہلا آدمی اس زمین میں کنواں کھود چکا ہو، یا حوض بنا چکا ہو، یا نہر کھود کر وہاں پانی لا چکا ہو تو، اس کے بعد کی جانے والی شرکت فاسد ہوگی، لیکن اگر اس نے ابھی کنواں یا حوض کھودنے یا نہر تعمیر کرنے کا کام نہ کیا ہو تو پہلی صورت کی طرح اس صورت میں بھی شرکت جائز ہوگی۔

قال: واذا نضب الماء عن جزیرة فی دجلة او الفرات. وکانت بحذاء منزل وفناءه فاراد ان یصیرها فی فناءه ویزیدها فیه. فلیس له ذلك ولا یترك وذلك. فان جاء رجل فحصنها من الماء وزرع فیها وادی عنها حق السلطان. فهو بمنزلة ارض الموات یحییها الرجل۔

دجلہ و فرات کے جن جزیروں سے پانی ہٹ جائے وہ اگر کسی شخص کے گھر اور صحن کے سامنے واقع ہوں، اور یہ شخص اپنے صحن میں شامل کرنے کا خواہش مند ہو تو اسے ایسا نہیں کرنے دیا جائے گا، البتہ ایسے علاقہ کو اگر کوئی شخص بند باندھ کر پانی سے محفوظ کر لے اور اس پر کاشت کرنے لگے، اور اس کے سلسلہ میں ریاست کا حق ادا کرنے لگے تو یہ جائز ہوگا اس کی نوعیت مردہ زمین جیسی ہے جسے کوئی کارآمد بنا لے۔

فان اراد هذا الذی هی بحذاء فناءه ان یتعملها ویوؤدی عنها حق السلطان. فهو احق بها وهی له. وان کانت هذه الجزیرة التی نضب عنها الماء اذا حصنت وضرب علیها المسناة اضر ذلك بالسفن التی تمر بدجلة والفرات وخاف المارة فی السفن الغرق من ذلك اخرجت من ید هذا وردت الی حالها الاولی. لان هذه الجزیرة بمنزلة طریق المسلمین. ولا ینبغی لاحد ان یحدث شیئا فی طریق المسلمین مما یضرهم. ولا یجوز للامام ان یقطع شیئا من طریق المسلمین مما فیه الضرر علیهم. ولا یسعه ذلك۔

اگر صورت حال یہ ہو کہ جس علاقہ سے پانی ہٹ گیا ہے اس کے گرداگر بند باندھ دیا جائے تو یہ دجلہ و فرات میں سے

گزرنے والے جہازوں اور کشتیوں کیلئے نقصان دہ ہو، اوران کشتیوں کے مسافروں کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوتو ایسی صورت میں، اس علاقہ کو آباد کاری کرنے والے کے قبضہ سے نکال کر سابق حالت میں لوٹا دیا جائے گا، کیونکہ اس جزیرہ کی نوعیت مسلمانوں کی راہ گزر کی ہے اور کسی فرد کو بھی مسلمانوں کی راہ گزر میں کوئی ایسا تصرف کرنے کا اختیار نہیں جوان کیلئے نقصان دہ ہو، امام کو بھی مسلمانوں کی راہ گزر کے کسی حصہ کو، جس کا کسی فرد کو دے دینا عام مسلمانوں کیلئے مضرت کا باعث ہو، کسی کو بطور جاگیر دینے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

وان اراد الامام ان يقطع طريقا من طرق المسلمين الجادة رجلا يبني عليه وللعامة طريق غير ذلك قريب او بعيد منه لم يسعه اقطاع ذلك ولم يحل له. وهو آثم ان فعل ذلك.

اور اگر امام مسلمانوں کی کسی عام راہ گزر کو تعمیر مکان کیلئے کسی فرد کی ملک میں دینا چاہے تو ایسا کرنے کا اختیار نہ ہوگا خواہ وہ عام کیلئے اس سڑک کے عوض نزدیک یا دور کوئی متبادل راستہ بھی فراہم کر رہا ہو، ایسا کرنا اس کیلئے حلال نہ ہوگا۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھا تو گنہگار ہوگا۔

و كذلك الجزائر التي ينضب عنها الماء في مثل الفرات ودجلة. فالللامام ان يقطعها اذا لم يكن في ذلك ضرر على المسلمين فان كان في ذلك ضرر لم يقطعها. ومن احدث بها حدثا و كان فيه ضرر ردت الى حالها الاولى.

یہی نوعیت دجلہ اور فرات جیسے بڑے دریاؤں کے ان علاقوں کی ہے جن سے پانی ہٹ جائے، امام کیلئے انہیں بطور جاگیر کسی فرد کو دینا اسی حال میں روا ہوگا جب ایسے کرنے سے کسی کو نقصان نہ پہنچے نقصان کا اندیشہ ہو تو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے، جو کوئی بھی ان علاقوں میں کوئی ایسا تصرف کرے جو باعث مضرت ہو اس کے تصرف کو مٹا کر سابقہ حالت برقرار کر دی جائے۔

ضرراورازالہ ضرر:

وسألت عن الغروب التي تنصب في دجلة وفي ممر السفن التي تمر الى دجلة. وفيها نفع وضرر.

آپ نے ان بڑے ڈولوں کے بارے میں پوچھا ہے جو جو دجلہ میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور دجلہ میں گزرنے والی کشتیوں کے راستہ میں پڑتے ہیں، ان ڈولوں سے فوائد بھی وابستہ ہیں اور نقصانات بھی۔

فان كانت تضر بالسفن التي تمر في دجلة نحيت ولم يترك اصحابها و غعادتها الى ذلك الموضع. وانه لم يكن فيها ضرر تركت على حالها.

اگر یہ گزرنے والی کشتیوں کو نقصان پہنچاتے ہوں تو ان کو کنارے کر دیا جائے گا اور ان کے مالکوں کو اس کی اجازت نہ ہوگی کہ ان کو دوبارہ ان مقامات پر واپس لائیں، البتہ اگر ان سے کسی نقصان کا خطرہ نہ ہو تو ان کو بدستور رہنے

دیا جائے گا۔

فقیل لابی یوسف فیھا من الضرر ان السفینة ربما حملھا الما علیھا فانکسرت ؛قال ابو یوسف: ما تکسر علیھا من السفن فصاحب الغریة ضمان لذلك ولا یترك الامام شیئا من ذلك الامر به فھدم ونحی فان فی ذلك ضررا عظیما۔

مصنف سے کہا گیا کہ ان سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی پانی کی موجیں کشتیوں کو ان سے ٹکرا دیتی ہیں اور کشتیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔(مصنف نے) کہا: ان سے ٹکرا کر جو کشتیاں ٹوٹ جائیں ان کے نقصان کی تلافی ڈول والے کے سر ہوگی، امام کو چاہئے کہ اس طرح کے ڈول باقی نہ رہنے دے بلکہ ایک فرمان کے ذریعہ ان کو توڑ وادے اور کنارے ہٹادے ، کیونکہ ان سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔

فلفرات ودلجة انما ھو بمنزلة طریق المسلمین لیس لاحد ان یحدث فیه شیئا .فمن احدث فیه شیئا فعطب بذلك عاطب ضمن۔

دجلہ وفرات کی حیثیت مسلمانوں کی شاہراہوں جیسی ہے ان میں کسی کو بھی تصرف کا اختیار نہیں، اگر کوئی شخص کوئی ایسا تصرف کرتا ہے جس کے سبب کوئی ہلاک ہوجاے تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

وقد اری ان یؤ کل بذلك رجلا ثقة امینا حتی یتتبع ذلك ولا یدع من ھذہ الغروب شیئا فی دجلة والفرات فی موضع یضر بالسفن، ویتخوف علیھا منه الانحر وتوعد اھله علی اعادة شیء منه. فان فی ذلك اجرا عظیما۔

میری تجویز یہ ہے کہ کسی قابل اعتبار دیانت دار آدمی کو اس کام کا ذمہ دار بنا دیا جائے تا کہ وہ جائزہ لے اور دجلہ وفرات میں پائے جانے والے ڈولوں میں سے کسی ڈول کو بھی کسی ایسے مقام پر نہ رہنے دے جہاں ان کا رہنا کشتیوں کیلئے باعث مضرت ہو، یا جن سے ان کشتیوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، ایسے ہر ڈول کو وہ کنارے کر دے، اور اس کے مالک کو متنبہ کردے کہ وہ ان کو دوبارہ ان مقامات پر واپس نہ لائیں، اس کام کی انجام دہی سے بہت بڑا اجر وابستہ ہے۔

فصل: في لقني والآبار والانهار والشرب

فصــل: نالی، کنویں، نہروں اور پانی پینے کے حق کے بارے میں

نہروں کی مرمت کا مسئلہ:

قال ابو یوسف (رحمه الله تعالیٰ): وسألت یا امیر المؤمنین عن نهر حافتاه صارا کبسا علی طریق العامة، حتی اضر ذلك بمنازل قوم من فعل وال او امیر او من غیر فعله. واضر ذلك بغیر واحد فی منازلهم. [illegible] حال انهم یدخلون منازلهم فی بهوط وشدة. مالقول فی ذلك؟ ایکون للامام ان یأمر بطم هذا ونقضه اذا رفع الیه؟

امیر المؤمنین! آپ نے کسی والی یا امیر کی کھدوائی ہوئی نہر، یا دوسری ایسی نہروں کے بارے میں پوچھا ہے جن کے کنارے مٹی سے ہٹ کر عام لوگوں کی سڑک کو بند کرنے دینے کا باعث بن گئے ہوں اور اب ان سے لوگوں کے گھروں کو بھی نقصان پہنچ رہا ہو، ان کے سبب لوگوں کو اپنے گھروں میں ڈھلوان راستہ سے گزر کر، یا دوڑتے ہوئے داخل ہونا پڑتا ہو (آپ کا سوال یہ ہے کہ) ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ کیا امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ جب معاملہ اس کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ایسی نہروں کو پاٹ دینے اور ان کے کنارے توڑ کر ہموار کر دینے کا حکم صادر کر دے؟

قال: ان کان هذا النهر قدیما فانه یترك علی حاله. وان کان محدثا من فعل وال او غیره نظر فی ذلك الی منفعته والی ضرره. فان کانت منفعته اکثر ترك علی حاله. وان کان ضرره اکثر امرت بهدمه وطمه وتسویته بالارض. وکل نهر له منفعة اکثر. فلا ینبغی للامام ان یهدمه ولا یتعرض له. وکل نهر مضرته اکثر من منفعته فعلی الامام ان یهدمه ویطمه ویسویه بالارض الا ما کان للشفة فان کان فیه ضرر علی قوم وصلاح لآخرین فی الشقة لم یتعرض له.

اگر یہ نہر قدیمی ہو تو اسے علی حالہ چھوڑ دیا جائے، اگر نئی نہر ہو تو اور کسی والی نے یا دوسرے آدمی نے اسے حال میں ہی تعمیر کیا ہو تو اس میں نہر کے فوائد زیادہ ہوں تو اسے علی حالہ چھوڑ دیا جائے لیکن اگر نقصان کا پہلو غالب ہو تو آپ کو چاہئے کہ اسے منہدم کر کے پاٹ کے، سطح زمین کے برابر کر دینے کا حکم دے دیں، جس نہر کے فوائد کا پہلو غالب ہو اس کے انہدام یا اس میں کسی اور مضر تصرف سے امام کو اجتناب کرنا چاہئے، البتہ اگر کسی نہر سے فائدہ سے زیادہ نقصان ہو رہا ہو تو

امام کی ذمہ داری ہوجاتی ہے کہ اسے منہدم کرا کے، ٹیوا کر، سطح زمین کے برابر کر دے، اس کلیہ سے صرف وہ نہریں مستثنیٰ ہیں جو انسانوں اور جانوروں کے پانی پینے کے کام آتی ہوں، اگر کچھ لوگوں کو ان سے نقصان پہنچ رہا ہو اور دوسرے لوگوں کو پانی پینے کا فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو ان نہروں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

وان تعرض له قوم فسدوه او طموه بغير اذن الامام فينبغي للامام ان يأمر برده الى خاله وان يوجعوا عقوبة لان شرب الشفة غير شرب الارضين شرب الشفة نرى القتال عليه. ولاصحاب الشفة من هذا النهر ان يمنعوا رجلا ان يسقي زرعه من ذلك ونخله وشجره وكرمه اذا كان يضر باصحابه.

اگر کچھ لوگ بغیر امام کی اجازت کے ایسی نہر کر پاٹ کر بند کر دیں تو امام کو چاہئے کہ اسے دوبارہ پہلے کی طرح جاری کرا دے، اور ان لوگوں کو ایسا کرنے کی سخت سزا ملنی چاہئے، کیونکہ پانی پینے اور پانی کرنے میں بڑا فرق ہے، ہم لوگ پانی پینے (کے حق) کی خاطر تو قتال کرنے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن زمینوں کی سینچائی کی خاطر قتال کی اجازت نہیں دیتے، ایسی نہر سے پانی پینے کا حق رکھنے والوں کو اختیار ہوگا کہ اگر کوئی شخص اس سے اپنے کھیت باغ کی سینچائی کرنا چاہے تو اسے روک دیں، بشرطیکہ اس شخص کے ایسا کرنے سے ان لوگوں کو واقعۃً نقصان ہو رہا ہو۔

بڑی نہروں کی مرمت کا طریقہ:

وسألت عن نهر بين قوم خاصة يأخذ من دجلة او الفرات اذا ارادوا ان يكروه او يحفروه. فكيف الحفر عليهم. فانهم يجتمعون جميعا فيكرونه من اعلاه الى افله. فكلما جازوا ارض رجل رفع عنه الكبرى. وكرى بقيتهم كذلك حتى ينتهي الى اسفله.

اور آپ نے نہر کے بارے میں پوچھا ہے جو دجلہ یا فرات سے نکلتی ہو اور مخصوص گروہ کی ملکیت ہو اگر یہ لوگ اس نہر کی کھدائی کرنا چاہیں تو اس کا بار ان کے درمیان کیسے تقسیم کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ یہ سارے لوگ مل کر کھدائی شروع کر دیں گے اور کھدائی کا کام دریا کے قریب والے سرے سے شروع کریں گے جس جس فرد کی زمین تک نہر کی کھدائی کا کام پورا ہوتا جائے گا اس کے سرے سے کھدائی کی ذمہ داری ختم ہوتی جائے گی اور آگے صرف باقی ماندہ لوگ کام کریں گے، تا آنکہ نہر کا دوسرا سرا آ جائے۔

وقد قال بعض الفقهاء: يكرى النهر من اعلاه الى افله فاذا فرغ من ذلك حسب اجر جميع حفر ذلك النهر على جميع ما شرب منه من الارض فلزم كل انسان من هله بقدر ماله.

اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ پہلے نہر کو دریا کے کنارے سے آخری سرے تک کھود لیا جائے گا، پھر اس پر آنے

والے جملہ مصارف کا حساب لگایا جائے گا، ان مصارف کو ان ساری زمینوں پر تقسیم کر دیا جائے گا جو اس سے سیراب ہوتی ہوں، اور ہر مالک زمین پر اس کی زمین کے بقدر صرفہ لاگو کر دیا جائے گا۔

فخذ یا امیر المؤمنین بأی القولین احببت، فانی ارجو ان لا یضیق علیك الامر ان شاء الله تعالی۔

امیر المؤمنین! آپ ان میں دونوں اقوال میں سے جسے چاہیں اختیار کر سکتے ہیں، مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس معاملہ میں آپ (اپنے کسی ایک طریقہ کا پابند پا کر) تنگی نہ محسوس کریں گے۔

قال: واذا خاف اهل هذا النهر ان ینشق علیهم فارادوا تحصینه من ذلك ما متنع بعض اهله من الدخول معهم فیه فان کان فی ذلك ضرر عام اجبرهم جمیعا علی ان یحصنوه بالحصص۔

اگر اس مخصوص نہر کے مالکوں کو اس کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو اور وہ اس کے کناروں کی مرمت کرنا چاہتے ہوں، لیکن بعض مالکان زمین اس کام میں شریک ہونے سے گریز کر رہے ہوں تو اگر نہر کو ایسا خطرہ لاحق ہو جو عام مضرت کا سبب بن سکتا ہو تو امام کو چاہئے کہ ان تمام لوگوں کو مجبور کرے کہ وہ کنکر وغیرہ کے ذریعہ اس کے کناروں کو مستحکم کریں۔

وان لم یکن فیه ضرر عام لم یجبروا علی ذلك وامرت کل انسان منهم ان یحصن نصیب نفسه. ولیس لاهل هذا النهر ان یمنعوا احدا ان یشرب منه للشفة. ولهم شأن یمنعوا من سقی الارض۔

البتہ اگر مضرت عامہ کا اندیشہ نہ ہو تو سب کو نہ مجبور کیا جائے بلکہ ہر آدمی کو حکم دیا جائے کہ وہ اپنے (علاقہ میں واقع) حصہ نہر کی مرمت کرے۔ اس نہر کے مالکوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کسی فرد کو اس میں پانی پینے سے روک دیں، البتہ انہیں دوسروں کو سینچائی کیلئے پانی لینے سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

پانی پینے اور پلانے کا حق:

قال: وکل من کانت له عین او بئر او قناة فلیس له ان یمنع ابن السبیل من ان یشرب منها ویسقی دابته وبعیره وغنمه منها، ولیس له ان یبیع من ذلك شیئا للشفة والشفة عندنا الشرب لبنی آدم والبهائم والنعم والدواب۔

کسی چشمہ، کنوئیں یا نالی کے مالکوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ مسافروں کو اس میں سے پانی پینے یا اپنی سواری کے جانوروں اور اونٹ، بھیڑ بکری وغیرہ کو پانی پلانے سے روک سکے، وہ پانی کو پینے کیلئے فروخت کا بھی حق نہیں رکھتے، پانی پینے سے ہماری مراد بنی آدم، اس کی سواری کے جانوروں اونٹوں اور دوسرے حیوانات کے پانی پینے کے حق سے ہے۔

وله ان یمنع السقی للارض والزرع والنخل والشجر. ولیس لاحد ان یسقی شیئا من ذلک الا باذنه. فان اذن له فلا بأس بذلک وان باعه ذلک لم یجز البیع ولم یحل لبائع والمشتری لانه مجهول غرر لا یعرف۔

مالک کو اس کا حق حاصل ہے کہ دوسروں کو کھیتوں، کھجور کے درختوں اور باغات کی سینچائی کیلئے پانی لینے سے روکے. کسی دوسرے فرد کو یہ حق نہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر ان چیزوں کی سینچائی کیلئے پانی لے سکے، اگر مالک اسے اجازت دے دے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر وہ پانی کو اس کے ہاتھ فروخت کرے تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی اور خریدار یا فروخت کنندہ کسی کیلئے بھی حلال نہ ہوگی کیوں کی (پانی کی مقدار) غیر متعین اور نا قابل تسلیم ہے اور اس بیع میں غرر (دھوکہ کی صورت) ہے۔

وکذلک لو کان فی مصنعة یجتمع فیه الماء من السیول. فلا خیر فی بیعه ایضا ولو سمی له کیلا معلوما او عدد ایام معلومة لم یجز ذلک ایضا للحدیث الذی جاء فی ذلک والسنة۔

اور اسی طرح اگر پانی کسی مصنوعی طور پر تعمیر کردہ حوض میں ہو جہاں وہ سیلاب وغیرہ کے ذریعہ جمع ہو جاتا ہو تو اس کی بیع بھی لا حاصل ہے، اگر فروخت کنندہ چند متعین پیمانوں یا مقررہ دنوں کی تعداد کے حساب سے پانی فروخت کرے تو بھی بیع ناجائز ہوگی، عدم جواز کی وجہ اس سلسلہ میں منقول حدیث اور سنت ہے۔

پانی کی فروخت:

قال: ولا بأس ببیع الماء اذا کان فی الاوعیة هذا ماء قد احرز. فاذا احرزه فی وعاءه فلا بأس ببیعه. وان هیأ له مصنعة فاستقی فهیأ بأویعته حتی جمع فیها ماء کثیر ثم باع من ذلک فلا بأس اذا وقع فی الاوعیة. فقد احرزه وقد طاب بیعه. فاذا کان انما یجتمع من السیول فلا خیر فی بیعه۔

وان کان فی بر او عین یزداد ویکثر او لایزداد ولا یکثر فلا خیر فی بیعه. ولو باعه لم یجز البیع. ومن استسقی منه شیئا فهو له. ولو کان یجوز بیعه ما طاب للذی یستقیه حتی یستطیب نفس صاحبه الا تری انه لایطلب لرجل ان یأخذ ما من سقاء صاحبه الا بأذنه وطیب نفسه الا ان یکون حال ضرورة یخاف فیها علی نفسه۔

برتنوں میں رکھے ہوئے پانی کی فروخت میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ یہ محفوظ کردہ پانی ہے مالک پانی کو اپنے برتن میں محفوظ کرے تو اس کی بیع میں کوئی حرج نہیں، اگر وہ پانی کیلئے ایک حوض بنائے، کسی برتن میں بھر بھر کر اس میں پانی

ڈالے، اور جب کافی پانی جمع ہو جائے تو اسے فروخت کر دے تو درست ہوگا کیونکہ اس طرح برتن میں رکھنے کی شرط پوری ہو جائے گی، اب اس نے پانی کو محفوظ کر لیا اور اس کی بیع جائز ہوگئی، لیکن اگر اسی حوض میں سیلاب وغیرہ کے ذریعہ پانی جمع ہو جائے تو اس کی بیع درست نہ ہوگی۔

چشمہ یا کنوئیں کے پانی کی بیع لاحاصل ہے، خواہ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہو یا نہ ہوتا ہو، اگر کوئی اسے فروخت کرے گا تو یہ فروخت جائز نہ ہوگی، ہر شخص کو ان جگہوں سے پانی لینے کا حق حاصل ہے، حالانکہ ان کی بیع درست ہوتی تو پانی لینے والے کیلئے مالک کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہوتا، کیا آپ نہیں جانتے کہ کسی فرد کو بھی اپنے ساتھی کی مشک سے بلا اس کی اجازت اور رضامندی کے پانی لینے کا حق نہیں الا یہ کہ اسے ایسی شدید ضرورت لاحق ہو کہ (بغیر پانی کے) اسے اپنی جان جانے کا اندیشہ ہو۔

قال: وليس لصاحب العين والقناة والبئر والنهر ان يمنع الماء من ابن السبيل لما جاء في ذلك من الحديث والآثار وله ان منع سقي الزرع والنخل والشجر والكرم من قبل ان هذا لم يجيء فيه حديث وهو يضر بصاحبه.

اس سلسلہ میں وارد احادیث اور آثار کی بناء پر کسی چشمہ، کنوئیں، نہر یا نالی کے مالک کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ مسافروں کو پانی لینے سے روکے، البتہ اسے لوگوں کے کھیت، کھجور، دوسرے درختوں اور انگور کی بیلوں کو سیراب کرنے کیلئے پانی لینے سے روکنے کا حق حاصل ہے کیوں کہ اس حق کے اثبات کیلئے کوئی حدیث منقول نہیں ہے، اور اس سے پانی کے مالک کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔

فاما الحيوان والمواشي والابل والدواب، فليس له ان يمنع من ذلك. الا ترى لو ان رجلا صرف نهر كان او قناة او عين او بئر او مصنعة. الا ترى ان هذا يهلك حرث صاحب الماء وليس ما ذكرنا من سقي الحيوان يجحف بصاحب الماء الا ترى ان صرف الماء في نهر الغاصب يقطعه عن حرث ارضه وعن سقي زرعه ونخله وشجره وان شرب الشفة لا يقطع عن ذلك ولا يضر. وفصل ما بين هذين الاحاديث التي جاءت في ذلك والسنة.

لیکن اونٹوں، مویشیوں اور دوسرے جانوروں کو پانی پینے سے روکنے کا اسے کوئی حق حاصل نہیں، (مالک کو نقصان پہنچنے کی بات کو آپ ایک مثال کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں) آپ نہیں دیکھتے کہ اگر ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کی نہر کو اپنی زمین کی طرف کاٹ لے جائے اور دونوں اپنا مقدمہ آپ کے سامنے لائیں تو آپ نہر کے مالک کے حق میں فیصلہ کریں گے، اور جس شخص نے اس پر زیادتی کی ہے اسے پانی کو اپنی زمین کی طرف موڑ لے جانے سے روک دیں گے، یہ پانی کسی نہر سے لیجایا گیا ہو یا نالی، چشمہ، کنوئیں یا حوض سے، ہر حال میں فیصلہ یہی ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اس (طرح پانی کاٹ لے جانے) سے پانی والے کی کھیتی تباہ ہو جائے گی، مگر حیوانات کے پانی پینے کے جس حق کا ذکر ہم نے (اوپر) کیا ہے اس سے پانی کے مالک کو یہ خطرہ نہیں ہوگا آپ دیکھتے نہیں کہ پانی کا غاصب کی نہر میں بہا لیا جانا اسے مالک کی زمین، کھیت، کھجور اور درختوں اور فصل سے کاٹ دیتا ہے (اور یہ پانی سے محروم رہ جاتے ہیں) لیکن انسانوں اور جانوروں کے پانی پینے سے یہ محرومی اور اس سے وابستہ نقصانات نہیں ہوتے، ان دونوں صورتوں کے درمیان تفریق اس سلسلہ میں منقول احادیث اور سنت کی بناء پر کی گئی ہے۔

فاضل پانی کی فروخت ناجائز ہے:

(۲۱۵) حدثنی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: کتب غلام لعبد الله بن عمر الی عبدالله بن عمر :اما بعد فقد اعطیت بفضل مائی ثلاثین الفاً بعد ما ارویت زرعی ونخلی واصلی . فان رأیت ان ابیعه واشتری به رقیقا استعین بهم فی عملك فعلت. فكتب اليه:

قد جاء نی کتابك وفهمت ما کتب به الی. اونی سمعت رسول الله ﷺ یقول: من منع فضل ماء لیمنع به فضل كلأ منعه الله فضله یوم القیمة.

فاذا جاء ك كتابی هذا فاسق نخلك وزرعك واصلك . وما فضل فاسق جیارنك الاقرب فالاقرب والسلام.

عمرو بن شعیب کے دادا کا بیان ہے کہ:

عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے ایک غلام نے عبداللہ بن عمر کو لکھا: اپنے کھیتوں، کھجور اور دوسرے درختوں کی سینچائی کے بعد جو پانی فاضل بچ رہا ہو اس کے عوض مجھے تیس ہزار (درہم) پیش کئے جا رہے ہیں: اگر آپ کی رائے ہو تو میں اسے فروخت کر کے غلام خرید لوں اور ان سے آپ کے کاموں میں مدد لیا کروں، اس پر آپ نے اسے یہ لکھا کہ:

''مجھے تمہارا خط ملا، اس کا منشاء سمجھ میں آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس نے فاضل پانی کو روکا تا کہ فاضل چارہ نہ اگ سکے، اسے اللہ قیامت کے دن اپنے فضل سے محروم رکھے گا۔''

اس خط کے موصول ہونے پر اپنے نخلستانوں، کھیت، اور درختوں کو سیراب کرو اور جو پانی بچ رہے اس سے اپنے پڑوسیوں (کی زمینوں) کو سیراب ہونے دو، پہلے سب سے قریبی پڑوسی کو، پھر اس کے بعد والے کو، والسلام۔

(۲۱۵) الاموال لابن زنجویه: ۱۰۹۳۔

پانی مشترکہ ملکیت ہے:

(۲۱۶) ۔قال:وحدثني جریر(الصواب:حریز بن) بن عثمان الحمصي عن زید بن حبان الشرعي قال:كان منا رجل بأرض الروم نازلا.وكان قوم یزرعون حول خباءه فطردهم.فنهاهم رجل من المهاجرین عن ذلك وزجره فامتنع.فقال الرجل:لقد غزوت مع رسول الله ﷺ ثلاث غزوات اسمعه،فیه یقول:المسلمون شركاء في ثلاث:

·الماء۔

·والكلأ۔

·والنار۔

فلما سمع الرجل ذكر النبي ﷺ رق،فأتی الرجل فاعتنقه،واعتذر الیه۔

زید بن حبان شرعی نے کہا ہے کہ:

''ہم میں سے ایک آدمی سرزمین روم میں مقیم تھا، کچھ لوگ اس کے خیمہ کے اردگرد زراعت کرتے تھے☆ جنہیں اس آدمی نے بھگادیا، ایک مہاجر نے اسے ڈانٹا اور ایسا کرنے سے منع کیا، چنانچہ وہ باز آ گیا، مہاجر نے اس سے کہا کہ میں تین غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک رہا ہوں اور اسی اثناء میں میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تین چیزوں میں سارے مسلمان شریک ہیں:

☆ پانی۔

☆ چارا۔

☆ اور آگ۔

اس آدمی نے جب نبی ﷺ کا ذکر سنا تو اس کا دل پسیج گیا اور اس نے آکر ان (مہاجر) کو گلے لگالیا اور اس سے معذرت چاہی۔

(۲۱۷) ۔قال:وحدثنا العلاء بن كثیر عن مكحول قال:قال رسول الله ﷺ:لا تمنعوا كلأ ولا ماء ولا نارا.فانه متاع للمقوین وقوة للمستضعفین۔

---

(۲۱۶) سنن ابی داود:۳۴۷۷، مصنف ابن ابی شیبه:۲۳۱۹۴، مسند احمد بن حنبل:۲۳۰۸۲، الاموال لابن زنجویه:۱۰۸۹۔

★ایک نسخہ میں ''زراعت کرتے تھے'' کی جگہ ''مویشی چرایا کرتے تھے'' ہے۔

(۲۱۷) المعجم الکبیر للطبرانی:۳۵۰۔

مکحول کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''چارہ، پانی یا آگ لینے سے دوسروں کو نہ روکو کیونکہ یہ چیزیں ناداروں کیلئے ... اور کمزوروں کیلئے سہارا ہیں۔''

(۲۱۸) قال: وحدثنا محمد بن اسحاق عن عبدالله بن ابی بکر عن عمرة عن عائشة قال: نهی رسول الله ﷺ عن بیع الماء.

(ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی بیع سے منع کیا ہے۔''

قال ابو یوسف: وتفسیر هذا عندنا والله اعلم. انه نهی عن بیعه قبل ان یحرز. والاحراز لا یکون الا فی الاوعیة والآنیة. فاما الآبار والاحوص فلا.

(ابو یوسف نے) کہا: ہمارے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ نے محفوظ کرنے سے پہلے پانی کی بیع سے منع کیا ہے، اور محفوظ کرنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اسے برتنوں یا مشکیزوں میں محفوظ کیا جائے، کنوئیں اور حوض میں رہنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

(۲۱۹) قال وحدثنا الحسن بن عمارة عن عدی بن ثابت عن ابی حازم عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ انه قال: لا یمنعن احدکم الماء مخافة الکلأ.

(سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تم میں سے کسی کو بھی یہ نہیں کرنا چاہئے کہ چارا اگنے کا سدباب کرنے کی خاطر پانی روک لے۔''

پانی کیلئے جنگ کا حق:

ولو ان صاحب النهر او العین او البئر او القناة منع ابن السبیل من ان یشرب منها او ان یسقی دابته او بعیره او شاته حتی یخاف علی نفسه فان اصحابنا کانوا یرون ان علی الماء اذا خاف الرجل علی نفسه بالسلاح اذا کان فی الماء فضل عمن هو معه. ولا یرون ذلک فی الطعام. ویرون فیه الأخذ الغصب من غیر قتال.

نہر، چشمہ، کنوئیں یا نالی کا مالک اگر مسافر کو خود پانی پینے یا اپنے اونٹ، بکری یا سواری کے جانور کو پانی پلانے سے روکے اور مسافر کو اپنی جان جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ جب آدمی کو اپنی چلے جانے کا اندیشہ ہو تو وہ پانی حاصل کرنے کیلئے ہتھیار لے کر جنگ کر سکتا ہے بشرطیکہ پانی خود مالک کی ضرورت سے زیادہ ہو۔ کھانے کے بارے میں ان کی یہ رائے نہیں، اس کے سلسلہ میں وہ صرف اس حد تک جائز سمجھتے ہیں کہ اسے قتال کے بغیر

چھین لیا جائے یا غصب کر لیا جائے۔

فاما الماء خاصة فانهم كانوا يرون فيه اذا خيف على النفس قتال المانع منه وهو فى الاوعية عند الاضطرار اذا كان فيه فضل عمن هو فى يده. ويحتجون فى ذلك بحديث عمر.

قتال کی اجازت ان حضرات نے خصوص طور پر اس صورت میں دی ہے جب کہ پانی برتنوں میں رکھا ہوا ہو اور اس کا مالک اسے دینے سے انکار کر دے، اگرچہ وہ اس کی ضرورت سے زیادہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ پانی کی ضرورت شدید ہو اور اس کے بغیر جان چلی جانے کا اندیشہ ہو۔ اس سلسلہ میں یہ حضرات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی ایک حدیث سے احتجاج کرتے ہیں (جو یہ ہے):

فى القوم السفر الذين وردوا ماء فسألوا اهله ان يدلوهم على البئر فلم يدلوهم عليها. فقالوا: ان اعناقنا واعناق مطايانا قد كادت تنقطع من العطش فدلونا على البئر واعطونا دلوا نستقى به. فلم يفعلوا فذكروا ذلك لعمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه. فقال: هلا وضعتم فيهم السلاح

مسافروں کی ایک جماعت ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں پانی تھا، انہوں نے اس کے مالکوں سے درخواست کی کہ ان کو کنوئیں کا راستہ بتادیں، ان مسافروں نے ان سے کہا کہ ہماری اور ہمارے جانوروں کی گردنیں پیاس کے مارے ٹوٹی جارہی ہیں، مہربانی کر کے تم ہمیں کنوئیں تک پہنچاؤ اور ہمیں ایک ڈول دے دو جس سے ہم پانی نکال سکیں، لیکن ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا، مسافروں نے واپس آ کر اس واقعہ کا ذکر (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کیا تو آپ نے فرمایا:
''تم نے ہتھیار لے کر ان لوگوں پر حملہ کیوں نہ کر دیا؟''

دریا مشترکہ ملکیت ہیں:

والمسلمون جميعا شركاء فى دجلة والفرات، وكل نهر عظيم نحوهما او واد يستقون منه ويسقون الشفة والحافر والخف. وليس لاحد ان يمنع. ولكل قوم شرب ارضهم ونخلهم وشجرهم. لا يحبس الماء عن احد دون احد. وان اراد رجل ان يكرى نهرا فى ارضه من هذا النهر الاعظم. فان كان فى ذلك ضرر فى النهر الاعظم لم يكن له ذلك ولم يترك يكريه. وان لم يكن فيه ضرر ترك يكريه. وعلى الامام كرى هذا النهر الاعظم الذى لعامة المسلمين كنهر خاص لقوم ليس لاحد ان يدخل عليهم. والا ترى ان اصحاب هذا النهر فيه شفعاء لو باع احدهم ارضا له. ولهم ان يمنعوا من ان يسقى احد من نهرهم ارضه او شجره او

نخله. ولیس الفرات دجلة، کذلك فان الفرات ودجلة یسقی منهم من شاء وتمر فیهما السفن ولا یکونون فیها شفعاء لشرکتهم فی شربه.

سارے مسلمان دجلہ اور فرات اور ان جیسی بڑے دریاؤں اور وادیوں میں یکساں طور پر شریک ہیں، ان سے وہ سینچائی کیلئے بھی پانی لے سکتے ہیں اور اپنے اور اپنے جانوروں کے پینے کیلئے بھی، کسی کو انہیں اس سے روکنے کا حق نہیں، ہر گروہ کو اپنی زمینوں، کھجوروں اور دوسرے درختوں کی سینچائی کا حق ہے، کسی کو پانی پینے اور کسی سے روکنے کا طریقہ درست نہیں، اگر کوئی آدمی اس بڑے دریا سے نہر نکال کر اپنی زمین تک لے جانا چاہتا ہو تو اگر اس سے دریا کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسے ایسا نہ کرنے دیا جائے گا اور اسے نہر نکالنے کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر اس طرح کا نقصان نہ پہنچ رہا ہو تو اسے ایسا کرنے دیا جائے گا، یہ بڑا دریا جو سارے مسلمانوں کیلئے عام ہے اگر کسی طرح کی کھدائی یا مرمت کا محتاج ہو تو اس کی ذمہ داری امام کے سر ہوگی، اگر اس کے بند ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو امام کو چاہئے کہ اسے درست کرائے بڑے دریا جو سارے مسلمانوں کیلئے عام ہیں ان کی نوعیت ان مخصوص نہروں سے مختلف ہے۔ جو کسی خاص گروہ کی ملکیت ہوں اور دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہوں، مخصوص نہروں کے مالکوں کو ایک دوسرے کے مقابل میں حق شفعہ حاصل ہوتا ہے جب کہ ان میں سے کوئی اپنی زمین فروخت کرنے جا رہا ہو، انہیں یہ حق بھی حاصل ہے کہ دوسروں کو زمینوں اور باغات کی سینچائی کیلئے اس نہر سے پانی لینے سے روکیں، دجلہ وفرات کا حال یہ نہیں، ان میں سے ہر شخص سینچائی کیلئے پانی لے سکتا ہے، ہر کشتی گزر سکتی ہے اور اس کے پانی میں شرکت کے سبب لوگوں کو حق شفعہ نہیں مل سکتا۔

فصل: فی من اتخذ مشرعة فی ارضه علی شاطئ نهر

فصل: کسی شخص کے نہر کے کنارے اپنی زمین میں گھاٹ بنا لینے کے بارے میں

گھاٹ بنالینا:

ولو ان رجلا اتخذ مشرعة فی ارضه علی شاطئ الفرات او دجلة یستقی منها السقاءون. ویأخذ منهم فیها الاجرة الاجرة ان ذلك لا یجوز ولا یصلح. لانه لم یبعهم شیئا ولم یؤاجرهم ارضا. ولو قبل هذه المشرعة التی فی ارضه کل شیء بشیء مسمی تقوم فیها الابل والدواب کان ذلك جائزا. فهذا قد اجر ارضا لعمل مسمی.

دجلہ یا فرات کے کنارے کسی قطعہ زمین کا مالک اگر اپنی زمین پر گھاٹ تعمیر کرے تاکہ پانی پینے والے وہاں سے پانی لیں اور یہ ان سے اس کی اجرت وصول کرے تو ایسا کرنا جائز نہ ہوگا، کیوں کہ اس شخص نے نہ تو ان لوگوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے نہ انہیں کوئی زمین کرایہ پر دی ہے، البتہ اگر اونٹوں اور دوسرے جانوروں کے آکر کھڑے ہونے کیلئے گھاٹ والی زمین کو متعین ماہانہ معاوضہ پر ٹھیکہ پر دے دے تو ایسا کرنا جائز ہوگا، کیوں کہ یہ کسی زمین کو ایک متعین کرایہ پر دینے کی (جائز) صورت ہے۔

ولو استأجر رجل قطعة منها یقیم فیها بعیرا او دابة یوما جاز ذلك. واذا کانت هذه المشرعة لا یملکها الذی اتخذها فلیس ینبغی له ذالك ولا یصلح له.

اور اس زمین کے کسی حصہ کو اگر کوئی شخص ایک دن کیلئے اس غرض سے کرایہ پر لے کہ اس میں اونٹ یا سواری کے دوسرے جانوروں کو رکھ سکے تو یہ صورت بھی جائز ہے، اگر گھاٹ بنانے والا خود اس جگہ کا مالک نہ ہو تو تب اس کیلئے ایسا کرنا نہ تو مناسب ہے نہ جائز۔

لو کانت فی موضع لا حق لاحد فیه فاتخذ منعته من ذلك. وکان للمسلمین ان یسقوا من ذلك المکان بغیر اجر. وانما اجزت له اذا کانت الارض له یملك رقبتها. فاذا لم تکن له بملك ولا بتصییر من الامام ملکها له لم یترك ان یکریها ولا یؤاجرها ولا یحدث فیها حدثا.

یہ گھاٹ اگر کسی ایسی زمین پر بنی ہو جس پر کسی کا حق نہیں تو آپ اس شخص کو (معاوضہ وصول کرنے سے) روک دیجئے، سارے مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ ایسی جگہ سے بغیر کوئی اجرت ادا کئے پانی پئیں اور پلائیں، گھاٹ بنانے والے کو اجرت لینے کا حق صرف اس صورت میں دیا جائے گا جب کہ وہ اس زمین کا مالک ہو، لیکن جب زمین اس کی ملکیت نہ ہو، نہ امام نے اب اسے اس کی ملکیت میں دیا ہو تو اس کو نہ تو اسے کرایہ پر دینے کا حق ہو گا اور نہ ہی کسی دوسرے تصرف کا۔

وان كانت الارض له فاراد المسلمون ان يمروا فى تلك الارض يستقوا الماء فمنعهم من ذلك فان الامام ينظر فى ذلك: فان لم يكن لهم طريق يستقون منه الماء غيره لم يكن له ان يمنعهم ومروا فى ارضه ومشرعته بغير اجر ولا كرى، لانه لا يستطيع ان يمنع الشفة۔

اور اگر زمین گھاٹ بنانے والے کی ملکیت ہو اور عام مسلمان پانی لینے کیلئے اس جگہ سے گزرنا چاہتے ہوں اور وہ شخص انہیں روکے تو امام اس معاملہ پر غور کرے گا اگر عام لوگوں کو پانی حاصل کرنے کیلئے دریا تک پہنچنے کا اس کے سوا کوئی اور راستہ میسر نہ ہو تو اس شخص کو انہیں روکنے کا حق حاصل نہ ہوگا، لوگ بلا کوئی معاوضہ دائے اس کی زمین اور گھاٹ سے ہو کر گزریں گے، کیونکہ اس شخص کو پانی سے روکنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

وان كان لهم طريق غير ذلك كان له ان يمنعهم من الممر، ولا يجوز لاحد ان يتخذ مشرعة فمثل الفرات ودجلة ويؤاجرها، الا ان تكون له الارض او يكون الامام صيرها له يحدث فيها ما شاء۔

لیکن اگر عام لوگوں کے پانی تک پہنچنے کیلئے اس کے سوا دوسرا راستہ بھی موجود ہو تو گھاٹ کے مالک کو انہیں روکنے کا اختیار ہوگا، (مختصر یہ کہ) دجلہ وفرات جیسے بڑے دریاؤں پر گھاٹ تعمیر کرنے اور اسے کرایہ پر دینے کا حق صرف اس شخص کو حاصل ہے جو یا تو پہلے سے اس زمین کا مالک ہو یا اب امام نے اسے اس کی ملکیت میں دے کر یہ حق عطا کر دیا کہ اس پر جو تصرف چاہے کرے۔

لان الفرات ودجلة لجميع المسلمين فهم فيهما شركاء فان احدث رجل مشرعة او غيرها لم يكن له ذلك الا ان يكون جعلها للناس فيجوز ذلك۔ قال: واذا اتخذ اهل المحلة مشرعة لانفسهم يستقون منها لهم ان يمنعوا احدا من الناس يستقى منها فان كان فى ذلك ضرر عليهم من قيام الدواب والابل منعوهم من ذلك، فاما غيرهم فلا يمنعونهم۔

کیونکہ دجلہ وفرات سارے مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہیں، اب اگر کوئی شخص ان پر گھاٹ وغیرہ تعمیر کرتا ہے تو ایسا کرنے کا حق صرف اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ سارے عوام کے فائدہ کیلئے تعمیر کرے اور سب کیلئے کھلا رکھے، اگر کسی محلہ کے لوگوں نے پانی لینے کی خاطر اپنے لئے ایک گھاٹ بنالیا ہو تو انہیں بھی دوسرے لوگوں کو وہاں سے

پانی لینے سے روکنے کا حق نہیں، البتہ اگر اونٹوں اور دوسرے جانوروں کے وہاں آ کر کھڑا ہونے سے ان لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو تو وہ لوگوں کو ایسے کرنے سے منع کر سکتے ہیں، رہے دوسرے لوگ (جس سے اس طرح کا ضرر نہ پہنچ رہا ہو) تو انہیں روکنے کا حق نہیں۔

ضرر اور ضرر رسانی:

وسألت یا امیر المؤمنین عن الرجل یکون له النهر الخاص فیسقی منه حرثه ونخله وشجره فینفجر من ماء نهره فی ارضه فیسیل الماء من ارضه الی ارض غیره فیغرقها. هل یضمن؟

اور امیر المؤمنین آپ نے پوچھا ہے کہ اگر کسی شخص کی ذاتی نہر، جس سے وہ اپنے کھیت، کھجور اور دوسرے درختوں کو سیراب کرتا ہو پھٹ پڑے اور اس کا پانی بہہ کر دوسرے کی زمین کو ڈوبا دے تو کیا یہ شخص اس کے نقصان کا ضامن ہوگا؟

قال: لیس علی رب النهر فی ذلک ضمان من قبل ان ذلک فی ملکه. وکذلک لو نزلت ارض هذا من الماء ففسدت لم یکن علی رب الارض الاولی شیء وعلی صاحب الارض التی غرقت ونزلت ان یحصن ارضه.

(تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ) چونکہ یہ نہر اس شخص کی ملکیت تھی لہٰذا اس پر کسی طرح کی ضمان نہ ہوگی، اسی طرح اگر اس دوسرے آدمی کی زمین کا پانی رسنے لگ جائے اور زمین ناکارہ ہو جائے تو پہلی زمین کے مالک پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی جس فرد کی زمین ڈوبی او سوکھ گئی ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنی زمین کے تحفظ کا بندوبست کرے۔

ولا یحل لمسلم ان یتعمد ضرا لمسلم اوذمی بذلك لیهلك حرثه فیها. یرید بذلك الاضرار به. فقد نهی رسول الله ﷺ عن الضرار. وقال:

ملعون من ضار مسلما وغیره ملعون.

اور کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ دانستہ طور پر کسی مسلمان یا ذمی کی زمین کو ناکارہ کر دینے اور اس کی کھیتی تباہ کر کے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے، رسول اللہ ﷺ نے ضرر رسانی سے منع فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا ہے:

''ملعون وہ شخص جو کسی مسلمان یا غیر مسلم کو نقصان پہنچائے، لعنت ہے اس پر۔''

وعمر بن الخطاب رضی الله عنه کتب الی ابی عبیدة یأمره ان یمنع المسلمین من ظلم احد من اهل الذمة.

اور (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے (سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) کو یہ فرمان لکھ بھیجا تھا کہ:

''مسلمانوں کو کسی ذمی فرد پر ظلم زیادتی کرنے سے روکیں۔''

وان عرف ان صاحب النہر یرید ان یفتح الماء فی ارضہ للاضرار جیرانہ والذھاب بغلاتھم وتبین ذلک فینبغی ان یمنع من الاضرار بھم۔

اگر کسی طرح سے یہ بات معلوم ہو جاے کہ نہر کا مالک اپنی زمین میں پانی ڈال کر اپنے پڑوسیوں کی فصل تباہ کرنے اور ان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے تو چاہئے کہ اس کو اس ضرر رسانی سے روکا جائے۔

مچھلیوں کی فروخت:

ولو اجتمع فی ارض ھذا الثانی السمک من الماء فصادہ رجل کان للذی صادہ ولم یکن لرب الارض. الا تری ان رجلا لو صاد ظبیا فی ارض رجل کان لہ. فکذلک السمک۔

اور اگر اس دوسرے فرد کی زمین پر (پہلے فرد کے بہائے ہوئے) پانی کے سبب مچھلیاں آ جائیں تو یہ مچھلیاں شکار کرنے والے کی ہوں گی نہ مالک زمین کی، آپ دیکھتے نہیں کہ کوئی آدمی اگر کسی دوسرے کی زمین میں ہرن شکار کرے تو وہ ہرن اسی کا ہوگا، یہی حال ان مچھلیوں کا بھی ہے۔

ولصاحب الارض ان یمنعہ من العود الی ذلک. وان یدخل ارضہ فان عاد فصاد فما صاد فھو لہ. ولیس علیہ فیہ شیء. واما المحظور علیہ من السمک الذی یؤخذ بالید فان صادہ رجل فھو لرب الارض۔

زمین کے مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ اس آدمی کو دوبارہ اپنی زمین میں شکار کیلئے آنے سے روکے، لیکن اگر وہ دوبارہ آ کر شکار کرلے تو شکار بہر حال اسی کا ہوگا اور اس سے کوئی تاوان نہ لیا جائے گا، جن مچھلیوں کو (حوض وغیرہ میں) اسی طرح محفوظ کرلیا ہو کہ انہیں ہاتھ سے پکڑا جا سکتا ہو تو انہیں اگر کوئی دوسرا شکار کرے تو بھی وہ مالک زمین ہی کی ملکیت ہوں گی۔

نہر نکالنے سے متعلق نزاعی امور:

ولو ان رجلا لہ نہر فی ارض رجل یجری فأراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ فلیس لہ ذلک. اذا کان جاریا فیھا جعلتہ علی حالہ جاریا فیھا کما ھو. لانہ فی یدیہ علی ذلک. وان لم یکن فی یدیہ ولم یکن جاریا سألتہ البینۃ ان ھذا النہر لہ. فان جاء ببینۃ قضیت لہ بہ۔

اگر کسی آدمی کی نہر کسی دوسرے آدمی کی زمین میں سے ہو کر گزرتی ہو اور زمین والا یہ چاہے کہ نہر اس کی زمین میں سے نہ گزرے تو وہ اس کا مطالبہ نہیں کر سکے گا، جب وہ نہر (عرصہ سے) اس زمین میں سے گزرتی چلی آئی ہے تو آپ اسے علی حالہ جاری رہنے دیں، کیونکہ نہر اسی حال میں اس آدمی کے قبضہ میں چلی آ رہی ہے، اگر نہر اس کے قبضہ میں نہ رہی ہو اور

پہلے سے وہاں بہتی نہ چلی آ رہی ہو تو آپ اس آدمی سے اس بات پر گواہی طلب کیجئے کہ یہ نہر اسی کی ہے اگر گواہی مل جائے تو آپ اس کے حق میں نہر کی ملکیت کا فیصلہ کر دیں۔

وان لم یکن له بینة علی اصل النهر وجاء ببینة علی انه قد کان مجریا فی هذا النهر یسوق الماء فیه الی ارضه حتی یسیها اجرت له ذلك وکان له النهر وحریمه من جانبیه لکریه. فاذا اراد ان یعالج نهره لکریه ویصلحه فمنعه صاحب الارض لم یکن له منعه من ذلك.

اگر وہ نہر کی ملکیت پر گواہ لانے سے قاصر رہے اور صرف اس بات پر شہادت مل سکے کہ وہ عرصہ سے اس نہر میں پانی بہا کر سینچائی کیلئے اپنی زمین تک پانی لا رہا ہے تو آپ اس کا یہ حق بحال رکھیں، ایسی صورت میں نہر اور اس کے دونوں جانب کا حریم اس کا ہوگا تا کہ وہ اس کی کھدائی اور مرمت کر سکے، زمین کے مالک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جب یہ شخص اپنی نہر کو گہرا کرنے یا اس کی مرمت کرانے کا ارادہ کرے تو اسے روک دے۔

ویطرح تربه علی حافتی نهره فی حریمه. ولا یدخل علیه فی ارضه من ذلك ما یضر به. وکذلك لو کان نهره ذلك یصب فی ارض اخری فمنعه صاحب الارض السفلی المجری فأقام بینة علی اصل النهر انه له اجزت ذلك واجری ماءه فی ارضه.

اس شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ نہر سے مٹی نکال کر اس کے دونوں کناروں پر اپنے حریم کے اندر ڈالے، البتہ اسے زمین کے مالک کی زمین میں کوئی ایسی چیز نہ ڈالنی چاہئے جس سے اس کو نقصان پہنچے، اسی طرح اگر اس آدمی کی یہ نہر اس کی زمین کے بعد بہتی ہوئی کسی دوسرے کی زمین میں اپنا فاضل پانی گراتی ہو اور اس زمین کا مالک اس پانی کے بہنے میں رکاوٹ ڈالے تو اگر اس نہر کا مالک گواہی کے ذریعہ ثابت کر دے کہ اصل نہر اسی کی ہے تو اس کا حق تسلیم کیا جائے گا، اور اس کا فاضل پانی بدستور اس دوسرے شخص کی زمین میں رہنے دیا جائے گا۔

قال (ابو یوسف رحمه الله) ولو ان رجلا احتفر بئرا او نهرا او قناة فی ارض لرجل بغیر اذنه. فله ان یمنعه من ذلك. وان یأخذه بطم ما احدث من الحفر فی ارضه. فان کان ذلك اضر بأرضه ضمن قیمة الساد وهو ما انتقص من ارضه بالحفر.

اگر کوئی آدمی کسی دوسرے کی زمین اس کی اجازت کے بغیر کنواں، نہر یا نالی کھودے تو اسے اس آدمی کو روکنے کا حق حاصل ہے، وہ اس سے اس کی کھودی ہوئی زمین کے پاٹنے کا مطالبہ کر سکتا ہے، اگر اس کھدائی سے اس کی زمین کو نقصان پہنچا ہو تو اسے اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا یہ تاوان اس نقص کے بقدر ہوگا جو کھدائی کے سبب زمین میں واقع ہوا ہو۔

قال: ولو ان رجلا له قناة فاحتفر رجل قناة فاجراها من تحتها او من فوقها کان لصاحب القناة ان یمنعه من ذلك و یأخذه بطمها.

اگر کوئی آدمی نالی تعمیر کر رہا ہو اور اسے کسی دوسرے آدمی کی نالی کے اوپر یا نیچے سے گزارنا چاہتا ہو تو یہ دوسرا آدمی جس کی نالی پہلے سے موجود ہے، اس شخص کو ایسا کرنے سے روک سکتا ہے، اور اس سے اپنی کھودی ہوئی نالی کے پاٹنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

فان كان اذن له فى احتفارها فحفرها فله ان يمنعه بعد ذلك ان شاء ولا غرم عليه فى الاذن ما خلا خصلة واحدة: ان يكون اذن له ووقت له وقتا ثم منعه من ذلك قبل ان يجيء الوقت.

فاذا كان على هذا ضمن له قيمة البناء ولم يضمن له قيمة الحفر.

اگر وہ پہلے اس شخص کو اس نالی کی تعمیر کی اجازت دے چکا ہو اور وہ اس کی کھدائی عمل میں لا چکا ہو تو بھی وہ جب چاہے اس کو روک سکتا ہے، اور اس ممانعت سے اس کے سر کوئی تاوان نہ لاگو ہوگا، صرف ایک صورت ایسی ہے جس میں ممانعت کرنے پر اسے تاوان دینا ہوگا، اگر اس نے یہ اجازت دی ہو کہ تم فلاں وقت تک نالی کھود سکتے ہو اور اس وقت کے آنے سے پہلے ہی اسے ایسا کرنے سے روک دے تو اس شخص نے نالی کی تعمیر میں جو کچھ صرف کیا ہو وہ اسے تاوان دینا ہوگا، البتہ کھدائی کا کوئی معاوضہ نہ دینا ہوگا۔

حریم کے مسائل:

قال: وسألت يا امير المؤمنين عن حريم ما احتفر من الابار والقنى والعيون للحرث وللماشية والشفة فى المفاوز. فاذا احتفر رجل بئرا فى مفازة فى غير حق مسلم ولا معاهد كان له مما حولها اربعون ذراعا اذا كانت للماشية.

فان كانت للناضح فلها من الحريم ستون ذراعا. وان كانت عينا فلها من الحريم خمسمائة ذراع. وتفسير بئر الناضح انها التى يسقى منها الزرع بالابل. وبئر العطن هى بئر الماشية التى يسقى منها الرجل الماشية ولا يسقى منها الزرع. وكل بئر يسقى منها الزرع بالابل فهى بئر الناضح.

امیر المؤمنین! آپ نے پوچھا ہے کہ میدانوں میں جو کنوئیں، نالیاں، نہریں اور چشمے کھیت سینچنے، مویشیوں کو پانی پلانے کیلئے، اور خود پانی پینے کیلئے کھودے جائیں ان کا حریم کتنا ہوگا۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) اگر کوئی آدمی میدانی علاقہ میں کسی ایسی جگہ کنواں کھودے جس پر کسی مسلمان یا معاہد کا کوئی حق نہ ہو تو اس کے چاروں طرف چالیس ہاتھ تک کا رقبہ زمین بطور حریم اس کیلئے ہوگا، بشرطیکہ وہ کنواں مویشیوں کو پانی پلانے کیلئے کھودا گیا ہو۔

اگر کنواں ناضح کیلئے کھودا گیا ہے تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اگر چشمہ کھودا گیا ہو تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ کا ہوگا،

ناضح والا کنواں وہ ہے جس سے اونٹ کے ذریعہ پانی نکال کر کھیتوں کی آب پاشی کی جائے، عطن کا کنواں مویشیوں کو پانی پینے کیلئے کھودے جانے والے کنوئیں کو کہتے ہیں، جس کے ذریعہ آب پاشی کا کام نہ لیا جاتا ہو، ہر وہ کنواں جس سے اونٹ کی مدد سے پانی نکال کر کھیت سینچے جاتے ہوں "ناضح" والا کنواں قرار پائے گا۔

(۲۲۰) روی ابو یوسف (رحمہ اللہ) عن الحسن بن عمارۃ عن الزهری قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: حریم العین خمسمائة ذراع وحریم بئر الناضح ستو ذراعا وحریم بئر العطن اربعون ذراعا عطنا للماشیة۔

زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"چشمہ کا حریم پانچ سو ہاتھ، ناضح والے کنویں کا حریم ساٹھ ہاتھ، اور عطن کے کنویں کا حریم چالیس ہاتھ کا ہے۔ عطن سے مراد مویشیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ہے۔"

(۲۲۱) قال: وحدثنا اسمٰعیل بن مسلم عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال: من حفر بئرا کان له مما حولها اربعون ذراعا عطنا لماشیته۔

حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے کنواں کھودا اسے اس کے اردگرد چالیس ہاتھ تک کی زمین مل جائے گی تاکہ مویشی کھڑے ہو سکیں۔"

(۲۲۲) قال: وحدثنا اشعث بن سوار عن الشعبی انه قال: حریم البئر اربعون ذراعا من ههنا وههنا، لا یدخل علیه احد فی حریمه ولا فی مائة۔

(امام) شعبی (رحمہ اللہ) نے فرمایا:

"کنوئیں کا حریم ہر چہار طرف چالیس ہاتھ تک ہوتا ہے، کسی کو یہ حق نہیں کہ کنوئیں کے مالک کے حریم یا اس کے پانی میں مداخلت کرے۔"

قال ابو یوسف: واجعل لقناۃ من الحریم ما لم یسح علی الارض مثل ما اجعل للآبار۔ ولیس لاحد ان یدخل فی حریم بئر هذا الحافز ولا فی حریم عینه ولا فی قناته۔ ولا یحفر فیه بئرا۔ فان حفر لم یکن له ذلک۔ وکان لصاحب البئر والعین ان یمنعه من ذلک۔ ویطم ما حفر الثانی لان له منعه من حریم بئره وعینه۔

(ابو یوسف نے) کہا: جس نالی کا پانی اس کے کناروں سے نکل کر سطح زمین پر نہ بہتا ہو اس کا حریم بھی میرے نزدیک اتنا ہی ہوگا جتنا کہ کنوئیں کیلئے ہے۔ کسی دوسرے فرد کو کنواں چشمہ، یا نالی کھودنے والے کے حریم میں مداخلت کا حق

(۲۲۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۴

نہیں، نہ اسے اس حریم کے اندر کوئی کنواں کھودنے کا حق حاصل ہے، اگر وہ کنواں کھودنے لگے تو اسے ایسا نہ کرنے دیا جائے گا بلکہ جس شخص کے کنوئیں یا چشمہ کے حریم میں ایسا کیا جا رہا ہے اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ اس آدمی نے جو کھدائی کی ہے اسے پاٹ دے، کیوں کہ اسے آدمی کو اپنے چشمے یا کنوئیں کے حریم میں مداخلت سے باز رکھنے کا پورا حق حاصل ہے۔

و كذلك لو بنى الثاني في ذلك الموضع بناء او زرع فيه زرعا او احدث فيا شيئا كان للأول ان يمنعه من ذلك كله. وما عطب في بئر الأول فلا ضمان عليه.

اسی طرح اگر یہ دوسرا آدمی حریم کے حدود میں کوئی عمارت تعمیر کر لے، یا کھیتی کرنے لگے، یا اس میں کوئی اور تصرف کرے تو پہلے آدمی کو اسے ان تمام اقدامات سے روکنے کا حق حاصل ہوگا، پہلے آدمی کے کنوئیں میں اگر کوئی جاندار گر کر ہلاک ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگی۔

وما عطب من عمل الثاني فلثاني ضامن. وذلك لانه احدثه في غير ملكه. وانظر في ذلك الى ما لا يضر به فاجعل منتهى الحريم اليه. فاذا ظهر الماء وساح على وجه الارض جعلت حريمه كحريم النهر.

لیکن دوسرے آدمی کے تصرفات کے سبب اگر کوئی ہلاک ہو تو وہ آدمی اس کا ضامن قرار پائے گا، کیونکہ اس نے یہ تصرف دوسرے کی ملک میں (بغیر کسی حق کے) کیا تھا، اس ضمن میں آپ غور و فکر اور تفکر کے بعد حریم کی ایسی حد مقرر کر دیجئے جو کسی کیلئے بھی باعث نقصان نہ ہوں، جب پانی کناروں سے نکل کر سطح زمین پر بہنے لگے تو اس کا حریم نہر کی حریم کے برابر ہوگا۔

قال: ولو ان الثاني حفر بئرا في غير حريم الاول وهي قريبة منه فذهب ماء الاول وعرف ان ذهابه من حفر هذا البئر الثانية لم يجب على الآخر شيء. لانه لم يحدث في حريم الاول شيئا. الا ترى اني اجعل للآخر حريما مثل حريم الاول وحقا مثل حق الاول. وكذلك العين ايضا مثل بئر العطن والناضح.

اگر دوسرا آدمی پہلے آدمی کے حریم کے باہر، مگر اس سے قریب ہی ایک کنواں کھود لے اور اس پہلے کنواں کا پانی خشک ہو جائے، اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کے خشک ہونے کا سبب اس دوسرے کنوئیں کی تعمیر ہے تو بھی دوسرے آدمی کے سر کچھ (تاوان) نہ ہوگا، کیونکہ اس نے پہلے آدمی کے حریم میں کوئی مداخلت نہیں کی ہے، آپ دیکھتے نہیں کہ میں دوسرے آدمی کو بھی پہلے ہی آدمی کے جتنا حریم اور اسی جیسے حقوق دیتا ہوں، جو ناضح اور عطن کے کنوئیں کا ہے وہی چشمے کا بھی ہے۔

(۲۲۳). قال ابو يوسف (رحمه الله تعالى): حدثنا الحسن بن عمارة عن الزهري عن سعيد بن

المسیب (رحمه الله) عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه قال: من احیا ارضا میتة فهی له. ولیس لمحتجر حق بعد ثلاث سنین.

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو کوئی بھی کسی مردہ زمین کو کارآمد بنالے وہ اس کیلئے ہے، مگر کسی محتجر کو تین سال بعد کوئی حق نہ رہ جائے گا۔''

قال ابو یوسف (رحمه الله): فأخذ من حدیث عمر من یحتجر حقا بعد ثلاث سنین ولم یعمل به فلا حق له. والمحتجر هو ان یجیء الرجل الی ارض موات فیحظر علیها حظیرة ولا یعمرها ولا یحییها فهو احق بها الی ثلاث سنین. فان لم یحیها بعد ثلاث سنین فهو فی ذلك والناس شرع واحد فلا یکون احق به بعد ثلاث سنین.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو آدمی احتجار کے ذریعہ کسی حق کو خاص کرلے اور تین سال گزر جائیں مگر وہ اس پر کاشت نہ کرے تو پھر اس پر اس کا کوئی حق نہیں رہ جاتا۔ محتجر کی تعریف یہ ہے کہ آدمی کسی مردہ زمین کے گرد حد بندی کرکے اس کو گھیر دے، نہ تو اس پر کاشت کرے نہ اسے کارآمد بنائے تین سال تک تو یہی آدمی اس قطعہ زمین کا زیادہ حق دار ہے اگر تین سال گزر جانے پر بھی وہ اسے کارآمد نہ بنائے تو اب اس زمین کے سلسلہ میں اس کی اور دوسرے انسانوں کی حیثیت یکساں ہوجائے گی، تین سال گزر جانے پر وہ دوسرے کے مقابل میں اس زمین کا زیادہ حق دار نہ رہ جائے گا۔

(۲۲۴)۔ قال ابو یوسف حدثنا محمد بن اسحاق عن ابی بکر بن محمد عن عمرو بن حزم قال سألته عن الاعطان. فقال اما الجاهلیة منها فکانت خمسین. فلما کان الاسلام جعل بین البئرین خمسون لکل بئر خمسة وعشرین من نواحیها۔

ابوبکر بن محمد نے عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے کہ:

''میں نے ان سے عطن کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: عہد جاہلیت میں تو اس کیلئے پچاس پچاس (ہاتھ) ہوتے تھے مگر جب اسلام آیا تو یہ طے کردیا گیا کہ دو کنوؤں کا درمیانی فاصلہ پچاس ہاتھ ہونا چاہئے یعنی ہر کنوئیں کیلئے چاروں طرف پچیس (ہاتھ)۔''

(۲۲۵)۔ قال: وحدثنا محمد بن عبدالله بن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: من حفر بئرا فله ما حولها خمسون ذراعا حیطها لیس لاحد ان یدخل علیه فیها

---

(۲۲۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۳ -

عمرو بن شعیب کے دادا نے کہا کہ:

''کنواں تعمیر کرنے والے کو اس کے چاروں طرف پچاس ہاتھ زمین مل جائے گی وہ اس کو گھیر لے گا، کسی اور فرد کو اس میں داخل ہونے کا حق نہ ہوگا۔''

(۲۲۶) قال: وحدثنا قیس بن الربیع عن بلال بن یحییٰ العبسی رفعه الی النبی ﷺ قال: لاحمی الا فی ثلاث: البئر، وطول الفرس، وحلقة القوم اذا جلسوا۔

بلال بن یحییٰ العبسی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''حمی صرف تین صورتوں میں ہے: کنوئیں کیلئے، رسی سے بندھے ہوئے گھوڑے کیلئے، اور جب کچھ لوگ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے حلقہ کیلئے۔''

فاضل روکنے کی ممانعت:

(۲۲۷) قال: وحدثنا محمد بن اسحاق رفعه الی النبی ﷺ قال: اذا بلغ الوادی الکعبین لم یکن لاهل الاعلی ان یحبسوه علی اهل الاسفل۔

محمد بن اسحاق نے ہم سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کسی وادی میں پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے تو بالائی حصہ کے لوگوں کو یہ حق نہیں حاصل ہوگا کہ وہ پانی کو زیریں علاقہ کے لوگوں کی طرف جانے سے روکیں۔''

(۲۲۸) قال: وحدثنا ابو عمیس عن القاسم بن عبدالرحمن عن عبدالله بن مسعود انه قال: اهل الاسفل من الشرب امراء علی اعلاء حتی یرووا۔

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''آپ پاشی کے پانی کے سلسلہ میں زیریں علاقہ کے لوگ (پانی سے استفادہ کے معاملہ میں) بالائی حصہ کے لوگوں پر اس وقت تک حکمراں رہیں گے جب تک وہ اپنی کھیتی سیراب نہ کرلیں۔''

(۲۲۹) قال: وحدثنا ابو معشر عن اشیاخه رفعه الی النبی ﷺ انه قضی فی الشراج من ماء المطر اذا بلغ الکعبین، ان لا یحبسه الاعلی علی جاره، والشراج السواقی۔

ابو معشر نے اپنے شیوخ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

''آپ ﷺ نے بارش کے بہتے ہوئے پانی کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب پانی ٹخنوں تک آ جائے تو بالائی حصہ کے لوگوں کو اسے اپنے پڑوسیوں کی طرف بہنے سے نہ روکنا چاہئے۔''

---

(۲۲۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۸۔

فصل: فی الکلأ والمروج

فصل: گھاس اور چراگاہوں کے بارے میں

چراگاہیں:

قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: ولو ان اهل قرية لهم مروج يرعون فيها ويحتطبون منها قد عرف انها لهم فهي لهم على حالها يتبايعونها ويتوارثونها ويحدثون فيها ما يحدث الرجال فی ملكه.

اگر کسی بستی والوں کے کچھ چراگاہیں ہوں جہاں وہ اپنے مویشی چراتے اور جن میں سے وہ ایندھن کیلئے لکڑیاں حاصل کرتے ہوں، اور یہ بات معروف ہو کہ یہ چراگاہیں انہی کی ملکیت ہیں تو بدستور اس کی ملکیت رہیں گی، ان کو انہیں فروخت کرنے، وراثت میں منتقل کرنے اور ان میں ہر وہ تصرف کرنے کا اختیار ہوگا جو کوئی مالک اپنی ملکیت میں کرسکتا ہے۔

وليس لهم ان يمنعوا الكلا ولا الماء. ولاصحاب المواشي ان يرعوا الى تلك المروج ويستقوا من تلك المياه. ولا يجوز لاحد ان يسوق ذلك الماء الى مزرعة له الا برضى من اهله وليس شرب المواشي والشفة كسقي الحرث لما قد ذكرته.

البتہ انہیں یہ حق نہ حاصل ہوگا کہ دوسروں کو چارہ یا پانی لینے سے روکیں، جن لوگوں کے پاس مویشی ہوں انہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ انہیں ان چراگاہوں میں چرائیں اور وہاں کے پانی سے سیراب ہوں، مگر ان لوگوں کو یہ حق نہ حاصل ہوگا کہ یہاں کا پانی بہا کر کھیت سیراب کرنے کیلئے لے جائیں، الا یہ کہ وہ مالکوں کی مرضی سے ایسا کریں جیسا کہ ہم (اوپر) بتا چکے ہیں۔ پانی کو خود لینے اور مویشیوں کو پلانے اور اسے آب پاشی کیلئے استعمال کرنے میں بڑا فرق ہے۔

لكن وليس لاحد ان يحدث مرجا في ملك غيره. ولا يتخذ فيه نهرا ولا بئرا ولا مزرعة الا باذن صاحبه. ولصاحبه ان يحدث ذلك كله. فاذا احدثه لم يكن لاحد ان يزرع فيما زرع ولا يحتجره. واذا كان مرجا فصاحبه وغيره فيه سواء مشتركون في كلئه ومائه

کسی فرد کو کسی دوسرے کی ملکیت میں بغیر مالک کی اجازت کے چراگاہ بنا لینے، نہر یا کنواں تعمیر کرلینے یا کھیت بنا لینے کا حق نہیں، البتہ خود مالک کو یہ سب کچھ کرنے کا اختیار حاصل ہے، اگر وہ اس طرح کا کوئی تصرف کرے تو دوسروں کو اس

کے کھیت میں کھیتی کرنے یا اس کے گرد چار دیواری کر لینے کا حق نہیں، البتہ اگر مملوکہ زمین کی نوعیت چراگاہ کی ہو تو اس کی گھاس اور پانی میں مالک اور دوسرے، افراد یکساں طور پر شریک سمجھے جائیں گے۔

جنگلات:

قال: ولیست الآجام کالمروج. لیس لاحد ان یحتطب من اجمة انسان الا باذنه فان فعل ضمن. وان صاد فیها شیئا من السمك او الطیر فهو له من قبل ان رب الاجمة لا یملك ذلك.

جنگلات کی نوعیت چراگاہوں کی طرح نہیں ہے، کسی دوسرے کے جنگل سے بغیر اس کی اجازت کے کسی کو لکڑیاں چننے کا حق نہیں، اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے اس کا تاوان دینا ہوگا، لیکن اگر کوئی جنگل سے پرندوں کا یا وہاں کے پانی میں سے مچھلیوں کا شکار کر لے تو اسے ایسے کرنے کا حق ہے کیونکہ جنگل کا مالک ان چیزوں کا مالک نہیں ہوتا۔

الا تری ان رجلا لو صاد فی دار رجل او بستانه شیئا من الوحش او الطیر ان له ذلك. ولیس لصاحب الدار ملك علیه وله ان یمنعه من دخول داره وبستانه فان دخل بغیر اذنه فقد اساء. وما صاد فهو له ایضا.

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر یا باغ میں کسی جنگلی جانور یا پرندہ کا شکار کر لے تو وہ شکار اس کا ہوگا، مالک مکان اس شکار کا مالک نہیں، البتہ اسے اس بات کا اختیار ہے کہ اس شخص کو اپنے گھر اور باغ میں داخل ہونے سے روکے، اگر وہ بغیر اس کی اجازت کے داخل ہوا، تو اس نے برا کام کیا، لیکن جو شکار وہ کرتا ہے وہ بہر حال اسی کا ہوگا۔

مچھلیوں کی فروخت:

واذا کان السمك قد حظر علیه فان کان لا یؤخذ الا بصید فالمحظور علیه وغیر المحظور سواء لا یجوز بیعه حتی یصاد. وان کان یؤخذ بالید بغیر صید فهو لصاحبه الذی حظر علیه. وان صاده غیره ضمن الذی یصیده. وان باعه صاحبه قبل ان یأخذه کان بیعه هذا بمنزلة بیع ما احرزه فی اناءه.

مچھلیاں اگر (کسی گڑھے میں) محفوظ کر لی گئی ہوں تو اگر انہیں بغیر شکار کئے حاصل کیا جا سکتا ہو تو انہیں محفوظ کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہ واقع ہوگا اور بغیر شکار کے ان کی بیع جائز نہ ہوگی، لیکن اگر ان مچھلیوں کو بغیر شکار کئے ہاتھ ہی سے پکڑ لیا جا سکتا ہو تو وہ مالک کی ملکیت سمجھی جائیں گی جس نے انہیں گھیر کر محفوظ کیا ہے۔ اگر کوئی دوسرا آدمی ان کو شکار کرے تو وہ اپنے کئے ہوئے شکار کا تاوان بھگتے گا، مالک ان مچھلیوں کو پانی سے نکالے بغیر فروخت کر سکتا ہے، اس کی نوعیت وہی ہے

جو برتن میں محفوظ کر لینے بعد پانی کی فروخت کی ہے۔

جنگلات اور چراگاہیں:

قال (ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ): ولو ان صاحب بقر رعی بقره فی اجمة غیره لم یکن له ذلك وضمن مارعی وافسد الا تری انی ابیع قصب الاجمة وادفعها معاملة فی قصبها؟
جو شخص اپنے گائے بیل دوسرے آدمی کے جنگل میں چرائے اسے، ایسا کرنے کا حق دار نہ تسلیم کیا جائے گا اور اسے اس نقصان کا تاوان دینا ہوگی جو جنگل کو ان جانوروں کے چرنے سے پہنچا ہو، کیونکہ میرے نزدیک مالک کو اپنے جنگل کے نرکل کو فروخت کرنے اور اسے بٹائی پر دینے کا حق حاصل ہے۔

هذا علی بن ابی طالب رضی الله تعالی عنه عامل اهل اجمة برس علی اربعة آلاف درهم و کتب لهم کتابا فی قطعة ادیم. ولا کلأ لا یباع ولا یدفع معاملة.
اس کی نظیر یہ ہے کہ (سیدنا) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے برس کے گھنی جھاڑیوں والے جنگل والوں سے چار ہزار درہم پر معاملہ کیا تھا اور چمڑے کے ایک ٹکڑے پر انہیں ایک تحریر لکھ دی تھی، اس کے برخلاف گھاس نہ تو فروخت کی جا سکتی ہے نہ اسے بٹائی پر دیا جا سکتا ہے۔

ولو لم یکن لاهل هذه القریة الذین یکون لهم هذه المروج. وفی ملکهم موضع مسرح ومرعی لدوابهم ومواشیهم غیر هذه المروج. کما لاهل کل قریة من قری السهل والجبل. فان لکل قریة من قری السهل والجبل موضع مسرح ومرعی ومحتطب فی ایدیهم وینسب الیهم. وترعی فیهم مواشیهم ودوابهم ویحتطبون منه. وکانوا متی اذنوا للناس فی رعی تلك المروج والاحتطاب منها اضر ذلك بهم وبمواشیهم ودوابهم کان لهم ان یمنعوا کل من اراد ان یرعی فیها او یحتطب منها. وان کان لهم مرعی وموضع احتطاب حولهم لیس له ملك. فانه ینبغی لهم ولا یحل لهم ان یمنعوا الاحتطاب والرعی من الناس.
اور عموماً پہاڑیوں پر اور وادیوں میں واقع ہر گاؤں کی اپنی چراگاہ ہوتی ہے۔ جہاں لوگ مویشی چراتے اور جلانے کیلئے لکڑیاں چنتے ہیں، یہ چراگاہیں ان گاؤں کی طرف ہی منسوب ہوتی ہیں، لیکن اگر کسی گاؤں کے پاس صرف جھاڑی دار میدان ہو۔ اور اس کے سوا اپنے مویشیوں کیلئے کوئی اور چراگاہ نہ ہو، اور ان جھاڑیوں سے دوسرے لوگوں کو لکڑیاں چننے اور مویشی چرانے کی اجازت دینے سے ان کے جانوروں اور مویشیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو انہیں یہ حق حاصل ہے کہ دوسروں کو اپنی چراگاہ میں مویشی چرانے اور لکڑیاں چننے سے روک دیں لیکن اگر انہیں قرب و جوار میں لکڑیاں چننے اور مویشی چرانے

کی دوسری غیر مملوکہ جگہیں میسر ہوں تو ان کیلئے یہ جائز نہ ہوگا کہ عام لوگوں کو اپنی چراگاہ میں مویشی چرانے اور لکڑیاں چننے سے روکیں۔

حرم مدینہ:

(۲۳۰) قال ابو یوسف (رحمہ اللہ): حدثنا ابو اسحاق الشیبانی عن بشر بن عمرو السکونی عن ابی مسعود الانصاری او سهل بن حنیف انه سمع النبی ﷺ یقول فی المدینة: انها حرم آمن. انها حرم آمن. انها حرم امن

(سیدنا) ابو مسعود انصاری یا سہل بن حنیف (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو مدینہ کے بارے میں یہ کہتے سنا ہے کہ:

''یہ حرم ہے امن کی جگہ ہے، یہ حرم ہے امن کی جگہ ہے، یہ حرم ہے امن کی جگہ ہے۔''

(۲۳۱) قال: وحدثنا مالك بن انس انه بلغه عن النبی ﷺ انه حرم عضاه المدينة وما حولها اثنی عشر میلا ای جنبها وحرم الصید فیها اربعة امیال حولها ای جنبها.

مالک بن انس کو نبی ﷺ کی نسبت سے یہ روایت پہنچی ہے کہ:

''آپ ﷺ نے مدینہ اور اس کے چاروں طرف بارہ میل کے علاقہ کی خاردار جھاڑیوں کو کاٹنے اور جلانے کو حرام قرار دیا ہے، اور چار میل تک کے علاقہ میں شکار کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔''

قال ابو یوسف (رحمہ اللہ تعالیٰ): وقد قال بعض العلماء ان تفسیر هذا انما هو لاستبقاء العضاء لانها رعی المواشی من الابل والبقر والغنم. وانما كان قوت القوم اللبن. وكانت حاجتهم الی القوت افضل من حاجتهم الی الحطب.

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے اس حکم کی تفسیر یہ ہے کہ چونکہ یہ جھاڑیاں اونٹ گائے، بھیڑ بکری وغیرہ کے چارے کے طور پر کام آتی ہیں، لہٰذا ان کو اسی غرض کیلئے مخصوص کر دیا جائے کیونکہ عرب والوں کی خاص غذا انہی مویشیوں کا دودھ تھا اور لوگوں کو ایندھن سے کہیں زیادہ ضرورت غذا کی تھی۔

ایندھن چننے کا حق:

واذا كان الحطب فی المروج وهی فی ملك انسان. فليس لاحد ان يحتطب منها الا باذنه. فان

---

(۲۳۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۳۷۵، مستخرج ابی عوانہ: ۳۵۹۹، شرح معانی الآثار: ۲۳۰۳۔

احتطب منها ضمن قيمة ذلك لصاحبه. فان لم يكن في تلك لاحد ملك فلا بأس ان يحتطب منه جميع الناس. ولا بأس ان يحتطب مالم يعلم ان له مالكا.

جب ایندھن ایسی چراگاہوں سے مل سکتا ہو جو کسی آدمی کی ملکیت ہوں تو دوسروں کو بغیر اس کی اجازت کے وہاں سے ایندھن حاصل کرنے کا حق نہیں، جو ایسا کرے گا اسے مالک کو اس لکڑی کی قیمت دینی ہوگی جو اس نے وہاں سے چنی ہو، البتہ اگر یہ چراگاہیں کسی کی ملکیت میں نہ ہوں تو سارے انسانوں کو ان میں لکڑیاں چننے کا حق ہے، جب تک کسی جگہ کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کسی کی ملکیت میں ہے وہاں سے لکڑیاں حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

و كذلك الثمار في الجبال والمروج والاودية من الشجر مالم يغرسه الناس. ولا بأس بان يأكل من ثمارها ويتزود مالم يعلم ان ذلك في ملك انسان.

یہی حال ان پھلوں کا ہے جو پہاڑوں، چراگاہوں اور وادیوں میں پائے جانے والے خودرو درختوں پر آئیں کہ جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ کسی آدمی کی ملکیت میں ان کے پھل کھانے اور ساتھ لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

و كذا العسل يوجد في الجبال والغياض. فلا بأس ان يأكله. وليس العسل في الجبال ما يكون في ملك انسان من قبل ان الذى يتخذه الناس يكون في الكوارت فما لم يحرز منها فهو مباح كفراخ الصيد من الطير وبيضه يكون في الغياض.

یہی حال اس شہد کا ہے جو پہاڑوں پر اور جنگلات میں پایا جاتا ہے، اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، پہاڑی شہد کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں ہوتا کیونکہ شہد کی مکھیاں پالنے والے جس شہد کے مالک ہوتے ہیں وہ مصنوعی چھتوں میں پایا جاتا ہے، لہٰذا جس شہد کو علیحدہ محفوظ نہ کرلیا گیا ہو وہ ان چڑیوں اور انڈوں کی طرح مباح عام ہے جو جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔

ضرر اور ضرر رسانی:

قال: ولو ان رجلا احرق كلأ في ارضه فذهبت النار فلأحرقت مال غيره لم يضمن رب الارض. لان له ان يوقد في ارضه. و كذلك لو احرق حصائد في ارض كان مثل ذلك

اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں گھاس جلائے اور اس کی آگ اڑ کر دوسرے آدمی کی چیزوں کو جلا دے تو پہلا آدمی اس نقصان کا ذمہ دار نہ گردانا جائے گا، کیوں کہ اسے اپنی زمین میں آگ جلانے کا پورا حق حاصل ہے، یہی حال اپنی زمین میں کٹی ہوئی فصل کی باقی ماندہ کھونٹیوں جلانے کا ہے۔

و كذلك صاحب الاجمة يحرق ما فيها من القصب. فتحرق النار مال غيره فلا ضمان عليه.

وهما مثل الذی یسقی ارضه فیغرق الماء ارض رجل الی جنبه او تنز فلیس علیه فی ذلك ضمان. ولا یحل لمسلم ان یتعمد الاضرار لجاره ولا القصد لتغریق ارضه ولا لتحریق زرعه بشیء من یحدثه فی ارض نفسه

اسی طرح اگر کسی جنگل کا مالک اپنے یہاں نرکل جلا رہا ہو اور یہ آگ دوسرے کے مالی نقصان کا ذریعہ بن جائے تو اس پر کوئی ضمان نہ لاگو ہوگی، ان دونوں آدمیوں کی حیثیت وہی ہے جو (اوپر) اس شخص کی بتائی جا چکی ہے جو اپنی زمین کی آب پاشی کر رہا ہو لیکن پانی بہہ کر دوسرے کے کھیت کو غرق کر دے یا دوسرے کے کھیت کا سارا پانی اس کی آب پاشی کے سبب سوکھ جائے، اس صورت میں بھی پہلے شخص پر کوئی تاوان نہ لاگو ہوگا، البتہ یہ بات کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اپنی زمین میں کوئی ایسا تصرف کرے جس سے اس کی غرض دانستہ طور پر پڑوسی کی ضرر رسانی ہو مثلاً اس کی زمین کو غرق کر دینا یا اس کی کھیتی کو جلا دینا۔

سرکاری چراگاہیں:

(۲۳۲) قال ابو یوسف: حدثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قال: رأیت عمر بن الخطاب رضی الله عنه استعمل مولی له علی الحمی فقال له: ویحك یا هنی اضمم جناحك عن الناس. واتق دعوة المظلوم فان دعوته مجابة. ادخل لی رب الصریمة ورب الغنیمة ودعنی من نعم عثمان بن عفان وابن عوف. فان ابن عفان وابن عوف ان هلكت ماشیتهما رجعا الی المدینة الی نخل وزرع. وان هذا المسكین ان هلكت ماشیته جاء نی یصیح: یا امیر المؤمنین یا امیر المؤمنین. والماء والكلأ اهون علی من ان اغرم ذهبا او ورقا. والله والله ان هذه لبلادهم. قاتلوا علیها فی الجاهلیة واسلموا علیها فی الاسلام. ولولا هذا النعم الذی احمل فی سبیل الله ما حمیت علی الناس من بلادهم شیئ

زید بن اسلم کے والد کا بیان ہے کہ:

''میں نے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو ایک سرکاری چراگاہ کا نگران مقرر کیا تو اس سے یہ فرمایا: دیکھو ہنی! عام لوگوں پر درست درازی نہ کرنا اور مظلوم کی بد دعا سے ڈرنا، کیونکہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے، عام لوگوں کے اونٹوں یا گلہ یا بھیڑ بکریوں کو میری چراگاہ میں چرنے دینا لیکن عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) اور ابن عوف (رضی اللہ عنہ) کے اونٹوں کو دور رکھنا کیونکہ اگر ابن عفان اور ابن عوف کے مویشی ہلاک ہو جائیں تو یہ لوگ مدینہ آ کر اپنے کھیت اور کھجور کے باغات سنبھال لیں گے لیکن اگر کسی غریب کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ میرے

پاس دہائی دیتا، امیر المؤمنین! پکارتا آ ۔ گا، میرے لئے اسے سونا چاندی دینے سے زیادہ آسان یہی ہے کہ اسے چارا پانی فراہم کرتا رہوں، اللہ کی قسم! یہ علاقے انہی کے ہیں عہد جاہلیت میں انہوں نے اس پر جنگیں لڑی ہیں اور اسلام میں جب یہ لوگ اسلام لائے تو ان زمینوں کے مالک یہی تھے، اگر جہاد کیلئے سواریاں فراہم کرنے کی خاطر مجھے یہ اونٹ نہ رکھنے ہوتے تو میں ان لوگوں کے علاقوں سے ذرا بھی زمین ان سے لے کر (بحق ریاست) مخصوص کرتا۔

---

(۲۳۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۱۴۔

فصل: فی تقبیل السواد واختیار الولاۃ لھم والتقدم الیھم

فصل: سواد کو ٹھیکہ پر دینے، وہاں کے باشندوں کیلئے والیوں کا انتخاب کرنے اوران کو ہدایتیں دینے کے بارے میں

قال ابو یوسف: ورأیت ان لا تقبل شیئاً من السواد ولا غیر السواد من البلاد. فان المتقبل اذا کان فی قبالته فضل عن الخراج عسف اهل الخراج وحمل علیهم ما لا یجب علیهم وظلمهم واخذهم بما یجحف بهم لیسلم مما دخل فیه. وفی ذلك وامثاله خراب البلاد وهلاك الرعیة والمتقبل لا یبالی بهلاکهم بصلاح امره فی قبالته

میری رائے ہے کہ آپ سواد یا دوسرے علاقوں کی کسی زمین کو ٹھیکہ پر نہ دیجئے ٹھیکہ دار کو اگر اپنی عمل داری میں خراج کے بعد کچھ بھی فاضل بچتا نظر آتا ہے تو وہ اہل خراج پر ظلم و زیادتی کرتا اور ان پر ایسا بوجھ ڈال دیتا ہے جس سے ان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے، اس طرز عمل میں رعایا کی ہلاکت اور سارے علاقوں کی تباہی اور بربادی مضمر ہے، ٹھیکہ دار اپنے ٹھیکہ کو بحال رکھنے کیلئے اس کی کوئی پروا نہیں کرتا کہ رعایا کو کتنی تباہی سے سابقہ پڑ رہا ہے۔

ولعله ان یستفضل بعد ما یتقبل به فضلا کثیرا. ولیس یمکنه ذلك الا بشدة منه علی الرعیة وضرب لهم شدید. واقامته لهم فی الشمس. وتعلیق الحجارة فی الاعناق.

گمان غالب یہی ہے کہ لوگ ٹھیکہ کی سرکاری رقم ادا کر دینے کے بعد بھی خاصی رقم بچا لیتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ایسا صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کہ یہ رعایا سے سختی کے ساتھ پیش آئیں، ان کو خوب مار ماریں، دھوپ میں کھڑا رہنے کی سزا دیں اور گردنوں میں پتھر لٹکائیں۔

وعذاب عظیم ینال اهل الخراج مما لیس یجب علیهم من الفساد الذی نهی الله عنه. وانما امر الله عزوجل ان یأخذ منهم العفو. ولیس یحل ان یکلفوا فوق طاقتهم. وانما اکره القبالة لانی لا آمن ان یحمل هذا المتقبل علی اهل الخراج ما لیس یجب علیهم فیعاملهم بما وصفت لك فیضر ذلك بهم فیخربوا ما عمروا ویدعوه فینکسر الخراج. ولیس یبقی علی الفساد شیء.

ولن یقل مع الصلاح شیء ان اللہ قد نھی عن الفساد۔

مختصر یہ کہ اہل خراج کو ناحق ڑ۔۔ عذاب سے دو چار ہونا پڑتا ہے اور ملک میں ایسا فساد مچتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان سے ان کی ضرورت سے فاضل مال لیں، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا کسی طرح جائز نہیں، میں ٹھیکہ کے طریقہ کو اسی لئے ناپسند کرتا ہوں کہ مجھے یہ اطمینان نہیں کہ ٹھیکہ دار اہل خراج پر بے جا بوجھ نہ ڈالے گا اور ان سے وہ سلوک نہ کرے گا جن کی تفصیل میں نے (اوپر) بیان کی ہے، اس سلوک سے رعایا کو نقصان پہنچے گا اور جن علاقوں وانہوں نے آباد کر رکھا ہے اسے یہ تباہ کر کے چھوڑ کر چلے جائیں گے جس کے نتیجہ میں خراج کی آمدنی بھی کم ہو جائے گی، فساد پھیلایا جائے گا تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا اور بھلے طریقہ سے کام چلایا جائے گا تو کوئی کمی نہ واقع ہوگی، اللہ نے فساد مچانے سے منع کیا ہے۔

قال اللہ عزوجل:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (الاعراف:۵۶)

وقال:

وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝

(البقرۃ:۲۰۵)

وانما ھلك من ھلك من الأمم بحبسھم الحق حتی یستشری منھم واظھارھم الظلم حتی یفتدی منھم والحمل علی اھل الخراج ما لیس بواجب علیھم من الظلم الظاھر الذی لا یحل ولا یسع۔

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ:

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو۔'' (الاعراف:۵۶)

فرمایا:

''اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔'' (البقرۃ:۲۰۵)

ماضی میں جو قومیں تباہ ہو گئیں ان کی تباہی کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے عوام کو ان کے حقوق دینے سے گریز کیا تا کہ لوگ ان حقوق کو قیمت ادا کر کے ان سے خریدیں، اور ظلم ڈھائے تا کہ لوگ ان کے مظالم سے بچنے کی خاطر فدیے ادا کریں، اہل خراج پر ایسا بوجھ ڈالنا جس کی ادائیگی ان کے ذمہ واجب نہیں صریح ظلم اور سراسر ناجائز ہے اس کی گنجائش کسی طرح نہیں نکل سکتی۔

وان جاء اهل طسوج او مصر من الامصار ومعهم رجل من البلد المعروف موسر. فقال: انا اتضمن عن اهل هذا الطسوج او اهل هذا البلد والطسوج قبل وضمن واشهد عليه و صير معه امير من قبل الامام يوثق بدينه وامانته ويجرى عليه من بيت المال. فان اراد ظلم احد من اهل الخراج او الزيادة عليه او تحميله شيئا لا يجب عليه منعه الامير من ذلك اشد المنع.

اگر کسی ملک یا علاقہ کے باشندے آپ کی خدمت حاضر ہوں اوران کے ہمراہ اس جگہ کا کوئی خوش حال اور معروف آدمی بھی ہو جو آپ سے کہے کہ میں اس علاقہ یا ملک کی طرف سے اس کے خراج کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں اور وہاں کے باشندے اس پر رضامندی ظاہر کریں اور کہیں کہ یہ صورت ہمارے لئے زیادہ سہولت کا باعث ہوگی تو آپ کو اس معاملہ پر غور کرنا چاہئے۔

اگر اس صورت کے اختیار کرنے میں اس ملک یا علاقہ والوں کا فائدہ نظر آئے تو اس آدمی کو ٹھیکہ دے دینا چاہئے اور اسے ذمہ دار تسلیم کر کے متعدد افراد کو اس معاہدہ پر گواہ ٹھہرا لینا چاہئے، نیز اس فرد کے ہمراہ امام کی جانب سے مقرر کردہ ایک امیر بھیجا جائے جس کی امانت و دیانت پر بھرپور بھروسہ ہو۔ اس امیر کو بیت المال سے وظیفہ دیا جانا چاہئے، امیر کا کام یہ ہوگا کہ اگر یہ شخص اہل خراج میں سے کسی پر بھی ظلم کرنے، اس کے خراج میں اضافہ کرنے، یا اس پر کوئی ایسا بوجھ ڈالنے کا ارادہ کرے جو اس کے ذمہ نہیں نکلتا تو اسے سختی سے روک دے۔

وامير المؤمنين اعلى عينا بما أرى من ذلك وما رأى من ذلك ومما رأى انه اصلح لاهل الخراج واوفر على بيت المال عمل عليه من القبالة والولاية بعد الاعذار والتقدم الى المتقبل والوالى برفع الظلم عن الرعية والوعيد له ان حملهم ما لا طاقة لهم به. او بما ليس بواجب عليهم. فان فعل وفوا له بما اوعد به ليكون ذلك زاجرا وناهيا لغيره ان شاء الله.

اور اس سلسلہ میں امیر المؤمنین بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں، ٹھیکہ پر دینے یا براہ راست اپنی جانب سے تحصیل خراج کے ذمہ دار والی مقرر کرنے میں سے جو طریقہ ان کو اہل خراج کیلئے بہتر اور بیت المال کیلئے زیادہ آمدنی کا ذریعہ نظر آئے اسے اختیار فرمائیں، ٹھیکہ دار والی کو رعایا پر ظلم نہ کرنے کی تلقین کرنی چاہیے اور انہیں تنبیہ کرنی چاہئے کہ اہل خراج پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں نہ ان سے ان چیزوں کا مطالبہ کریں جو ان کے ذمہ نہیں اس کے باوجود اگر وہ اسی حرکتیں کریں تو اپنی دھمکیوں کو عمل کا پاجامہ پہنائیے تا کہ یہ سزا دوسروں کیلئے تنبیہ کا کام کرے۔

محصلین خراج کے اوصاف اور والیوں اور محصلین خراج کو ہدائتیں:

ورأيت ابقى الله امير المؤمنين ان تتخذ قوما من اهل الصلاح والدين والامانة فتوليهم

الخراج. ومن وليت منهم فليكن فقيها عالما مشاورا لاهل الرأي عفيفا. لا يطلع الناس منه على عورة ولا يخاف في الله لومة لائم. ما حفظ من حق وادى من امانة احتسب به الجنة

امیر المؤمنین! اللہ آپ کو سلامت رکھے، میری رائے یہ ہے کہ آپ بھلے دین دار اور امانت دار لوگوں کو تحصیل خراج پر مامور کریں، یہ ذمہ داری اسی کے سپرد کیجئے جو عالم اور فقیہ ہو، اہل الرائے کے مشورہ سے کام کرتا ہو، اور پاک دامن و پاک باز ہو، لوگوں کو اس میں اخلاقی خرابیاں نہ نظر آئیں اور اللہ کے کام میں وہ کسی کی ملامت کی پروانہ کرتا ہو، جو حقوق کی پاسداری اور ادائے امانت کا فریضہ ثواب پانے اور جنت حاصل کرنے کی خاطر ادا کرے۔

وما عمل به من غير ذلك خاف عقوبة الله فيما بعد الموت. تجوز شهادته ان شهد. ولا يخاف منه جور في حكم ان حكم فانك انما توليه جباية الاموال واخذها من حلها وتجنب ما حرم منها. يرفع من ذلك ما يشاء ويحتجن منه ما يشاء

اور اگر اس سے اس کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو اس بات سے ڈرے کہ اللہ اسے اس کی موت کے بعد سزا دے گا، جو گواہی دے تو اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہو، اور اگر فیصلہ کرنے بیٹھے تو اس سے ظلم و جور کا اندیشہ نہ ہو، آپ جسے ذمہ دار بنائیں گے اسے جائز حدود کے اندر، حرام سے اجتناب کرتے ہوئے مالیہ وصول کرنے کا کام دیں گے، وہ اپنی صوابدید کے مطابق بعض حالات آپ کے سامنے پیش کرے گا اور بعض سے خود نمٹ لے گا۔

فاذا لم يكن عدلا ثقة امينا فلا يؤتمن على الاموال. انى قد اراهم لا يحتاطون فيمن يولون الخراج. اذا لزم الرجل منهم باب احدهم ايا ما ولاه رقاب المسلمين وجبايه خراجهم ولعله ان لا يكون عرف بسلامة ناحية ولا بعفاف ولا باستقامة طريقة ولا بغير ذلك

لہٰذا جو آدمی راست باز معتمد علیہ اور امانت دار نہ ہو اس پر مالی امور کے سلسلہ میں بھروسہ نہیں کیا جانا چاہئے، میرا مشاہدہ ہے کہ لوگ خراج کے والیوں کا تقرر عمل میں لاتے وقت احتیاط سے نہیں کام لیتے، جو آدمی بھی ان میں سے کسی کی ڈیوڑھی پر چند دن پڑا رہے اسے وہ یہ وصول کرنے کا کام دے کر مسلمانوں کے سر پر مسلط کر دیتا ہے، حالانکہ زیادہ امکان اسی کا ہے کہ وہ نہ تو اس شخص کے حسن کردار اور سلامت روی پر مطمئن ہے نہ اس کے طور طریق اور دیگر معاملات کے سلسلہ میں اس کے بارے میں کوئی واقفیت رکھتا ہے۔

وقد يجب الاحتياط فيمن يولى شيئا من امر الخراج والبحث عن مذاهبهم والسوال عن طرائقهم. كما يجب ذلك فيمن اريد للحكم والقضاء.

جس فرد کو بھی خراج کی تحصیل پر مامور کیا جائے اس کے تقرر میں خاصی احتیاط کی ضرورت ہے، اس کے مسلک اور اس کے طور طریق وغیرہ کے بارے میں پوری تحقیق کی جانی چاہئے، ان کے سلسلہ میں ایسا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ

حاکموں اور قاضیوں کے تقرر میں۔

وتقدم الی من ولیت لا یکون عسوفا لاهل عمله ولا محتقرا لهم ولا مستخفا بهم. ولكن يلبس لهم جلبابا من اللين يشوبه بطرف من الشدة والاستقصاء من غير ان يظلموا او يحملوا ما لا يجب عليهم. واللين للمسلم. والغلظة على الفاجر. والعدل على اهل الذمة وانصاف المظلوم. والشدة على الظالم والعفو عن الناس فان ذلك يدعوهم الى الطاعة

جن لوگوں کو آپ مامور کریں انہیں پہلے ہی دن جتلا دیں کہ انہیں اپنی عملداری کے باشندوں پر ظلم وزیادتی نہیں کرنی چاہئے، نہ ان کی تحقیر وتوہین کرنی چاہئے، بلکہ تھوڑی سختی اور ہلکی گرفت کے ساتھ مجموعی طور پر نرم خوئی سے کام لینا چاہئے، رعایا پر ظلم کرنے یا بے جا بوجھ ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اسے مسلمانوں کے ساتھ نرمی، بدکرداروں کے ساتھ سختی، اہل ذمہ سے عادلانہ برتاؤ، مظلوم کی داد اخواہی، ظالموں پر سختی اور عام لوگوں کے ساتھ عفو ودرگزر کی پالیسی اختیار کرنی چاہئے، یہی طریقہ لوگوں کو مطیع وفرماں بردار بنانے والا طریقہ ہے۔

وان تكون جبايته للخراج كما يرسم له. وترك الابتداع فيما يعاملهم به. والمساواة بينهم في مجلسه ووجهه حتى يكون القريب والبعيد والشريف والوضيع عنده في الحق سواء. وترك اتباع الهوى. فان الله ميز من اتقاه وآثر طاعته وامره على من سواهم

خراج کی تحصیل اسی ضابطہ کے تحت عمل میں لائی جائے جو ان والیوں کیلئے مقرر کر دیا گیا ہو، یہ لوگ اپنی طرف سے نئے طریقے وضع کر کے رعایا کے ساتھ کوئی دوسرا سلوک نہ کریں، والی کو چاہئے کہ اپنی مجلس میں تمام لوگوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے تاکہ نزدیک اور دور کے لوگ، معزز پست حیثیت افراد، سب حق کے معاملہ میں اس کے سامنے بالکل برابر ہوں، والی کو اہواء وخواہشات کی پیروی سے بچتے رہنا چاہئے، کیونکہ جو لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کو دوسروں کی اطاعت وفرماں برداری پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے ممتاز قرار دیا ہے۔

وانی لارجو ان امرت بذلك وعلم الله من قبلك ايثارك ذلك على غيره ثم يبدل منه مبدل او خالف منه مخالف ان يأخذه الله به دونك. وان يكتب لك اجر ما نويت ان شاء الله

میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس طرح کی ہدایات جاری کر دیں اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ آپ اس طریقہ کو دوسرے طریقوں پر ترجیح دے رہے ہیں، اور پھر کوئی دوسرا (ماتحت افسر) اس میں ترمیم و تبدیلی کر دے یا اس کے خلاف عمل کرے تو اللہ اس کا مواخذہ انہی لوگوں سے کرے گا، آپ سے نہیں کرے گا، آپ کو ان شاء اللہ آپ کی نیت کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔

والی کے ساتھ سپاہی:

ولتصبر مع الوالی الذی ولیتہ قوما من الجند من اهل الدیوان فی اعناقهم بیعة علی النصح لك. فان من نصحك ان لا تظلم رعیتك. وتأمر باجراء ارزاقهم علیهم من دیوانهم شهرا بشهر ولا تجری علیهم من الخراج درهما فیما سواه.

اپنے مقرر کردہ والی کے ساتھ آپ درج دیوان فوجیوں کی ایک ایسی جماعت روانہ کیجئے جو آپ سے وفاداری اور خیر خواہی کا عہد کر چکے ہوں، ظاہر ہے کہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کی رعایا پر ظلم نہ کیا جائے گا، آپ حکم دیجئے کہ ان سپاہیوں کے وظیفے ہر ماہ ان کے دیوان سے دیے جاتے رہیں، اس کے علاوہ خراج کی رقم سے انہیں ایک درہم بھی نہ دیا جائے۔

فان قال اهل الخراج نحن نجری علی والینا وحده من عندنا لم یقبل ذلك منهم ولم یحملوه.

اگر اہل خراج خود سے یہ درخواست کریں کہ ہم لوگ صرف اپنے والی کا وظیفہ اپنے یہاں سے ادا کر دیا کریں گے تو ان کی یہ درخواست نہیں منظور کی جانی چاہئے اور نہ ان پر یہ بوجھ ڈالنا چاہئے۔

والیوں کے غلط طور طریقے:

فانه قد بلغنی انه قد یکون فی حاشیة العامل والوالی جماعة: منهم من لهم به حرمة. ومنهم من له الیه وسیلة. لیسوا بابرار ولا صالحین. یستعین بهم ویوجههم فی اعماله یقتضی بذالك الذمامات. فلیس یحفظونه ما یوکلون بحفظه ولا ینصفون من یعاملونه. انما مذهبه اخذ شیء من الخراج کان او من اموال الرعیة. ثم انهم یأخذونه ذلك فیما یبلغنی العسف والظلم والتعدی.

کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عامل یا والی کے بہت سے حاشیہ نشین ہوتے ہیں بعض ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں اور بعض سفارشوں اور تعلقات کے سہارے آ جاتے ہیں، یہ اچھے اور بھلے کردار کے آدمی نہیں ہوتے، والی ان لوگوں سے اپنے مختلف کاموں میں مدد لیتا اور ان کے ذریعہ بقائے وصول کراتا ہے، ان لوگوں کے سپرد جو کام کیا جاتا ہے اسے یا ٹھیک طرح سے انجام دیتے نہ ہی اہل معاملہ کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے ہیں، انہیں بس اس سے غرض ہوتی ہے کہ کہیں سے کچھ حاصل کر لیں، خواہ مال خراج میں سے خواہ رعایا کے ذاتی اموال میں سے، مزید برآں یہ لوگ ظلم و زیادتی کر کے حاصل کرتے ہیں۔

ثم لا یزال الوالی ومن معه قد نزل بقریة یأخذ اهلها من نزله بما لا یقدرون علیه. ولا یجب

عليهم حتى يكلفوا ذلك فيجحف بهم. ثم قد بعث رجلا من هؤلاء الذين وصفت لك انهم معه الى رجل ممن له عليه الخراج ليأتى به فيأخذ منه الخراج فيقول له: قد جعلت لك ان تأخذ منه كذا و كذا.

پھر ایک رواج یہ بھی ہے کہ والی اور اس کے حاشیہ نشینوں کی جماعت کسی بستی میں قیام کرتی ہے تو وہاں کے لوگوں سے اپنی مہمان داری کیلئے اتنا مطالبہ کرتی ہے جو ان کی بساط سے باہر ہوتا ہے، اور جس کے پورا کرنے کی ذمہ داری ان پر کسی طرح بھی نہیں لاگو ہوتی کہ اس سلسلہ میں ان پر جبر کیا جا سکے، یہ لوگ اسی طرح رعایا پامال کیا کرتے ہیں، یہ لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ انہی حاشیہ نشینوں کو بقایا خراج کی وصولی کیلئے کسی کے پاس بھیجا، اور ان سے یہ کہہ دیا کہ میں تمہیں اس باقی دار سے اتنی رقم اپنے لئے وصول کر لینے کا بھی حق دیتا ہوں۔

حتى لقد بلغنى انه ربما وظف له اكثر مما يطالب به الرجل من الخراج. فاذا اتاه ذلك الموجه اليه قال له: اعطنى جعلى الذى جعله لى الوالى فان جعلى كذا و كذا فان لم يعطه ضربه وعسفه وساق البقر والغنم ومن امكنه من ضعفاء المزارعين حتى يأخذ ذلك منهم ظلماً وعدوانا.

یہاں تک کہ مجھے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ بسا اوقات یہ لوگ اس شخص کو اپنے لئے اس رقم سے بھی زیادہ رقم وصول کر لینے کا حق دے دیتے ہیں جو باقی دار کے ذمہ بطور خراج نکلتی ہے، یا گماشتہ جب باقی دار کے پاس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ والی نے میرے لئے جو نذرانہ مقرر کیا ہے وہ بھی لاؤ، وہ اس قدر ہے، اب باقی دار نذرانہ کی مطلوبہ رقم نہیں ادا کرتا تو یہ اسے مارتا پیٹتا ہے، اس کی گائے، بکریاں ہنکا لاتا ہے اور جن کمزور کاشت کاروں پر اس کا بس چلتا ہے انہیں بھی پکڑ لاتا ہے، اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک ظلم و زیادتی کے ذریعہ مطلوبہ رقم نہ وصول کر لے۔

وهذا كله ضرر على اهل الخراج ونقص للفىء مع ما فيه من الاثم. فمره بحسم هذا وما اشبهه وترك التعرض لمثله حتى لا يكون مع الوالى من هؤلاء الذين سميت احد.

ان حرکتوں کے کارگناہ ہونے کے علاوہ ان سے اہل خراج کو بے جا تکلیف پہنچتی ہے اور مالیہ کی آمدنی میں بھی کمی آجاتی ہے آپ والی کو حکم دیجئے کہ ان حرکتوں اور ان جیسے دوسرے کاموں کا سلسلہ فوراً بند کر دے اور آئندہ والی کے ساتھ اس قسم کے لوگ نہ لگنے پائیں جن کا ذکر میں نے (اوپر) کیا ہے۔

ويكون ما يؤخذ لك من المال من باب حله ولا يوضع الا فى حقه. وتقدم فى اختيار هؤلاء الجند الذين تصيرهم مع الوالى وليكونوا من صالحى الجند ومن له الفهم واليسر والنعمة منهم ان شاء الله تعالى.

ہونا یہ چاہئے کہ آپ کے نام جو مال وصول کیا جائے حلال طریقہ سے وصول کیا جائے اور صرف مناسب جگہوں پر حق کے مطابق صرف کیا جائے، میں نے جن سپاہیوں کو والی کے ساتھ بھیجنے کا مشورہ دیا ہے ان کے انتخاب کا جلد اہتمام کیجئے، یہ لوگ فوج کے بہترین عنصر پر مشتمل ہوں، سمجھ بوجھ رکھتے ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

وتقدم فی ان یکون حصاد الطعام ودیاسه من الوسط. ولا یحبس الطعام بعد الحصاد الا بقدر ما یمکن الدیاس، واذا امکن الدیاس رفع الی البیادر. ولا یترك بعد امکانه للدیاس یوما واحدا. فانه ما لم یحرز فی البیادر تذهب به الأکرة والمارة والطیر والدوایر. وانما یدخل ضرر هذا علی الخراج. فاما علی صاحب الطعام فلا.

اور آپ ہدایت کر دیجئے کہ فصل کی کٹائی اور دنوائی کا کام بہترین طریقہ پر انجام پانا چاہئے، فصل کٹنے کے بعد غلہ اتنے ہی عرصہ کھیت میں روکا جائے جتنے عرصہ میں کہ دنوائی کے انتظامات مکمل ہو جائیں، جب یہ ہو جائے تو غلہ کھلیانوں میں منتقل کر دیا جائے اس میں ایک دن کی بھی تاخیر نہ ہو کیونکہ جب تک غلہ کھلیان میں نہ محفوظ کر لیا جائے اسے کاشتکار اور راہگیر، نیز جانور اور پرندے لے اڑتے ہیں، اس کے نتیجہ میں نقصان خراج کا ہوتا ہے نہ کہ فصل کے مالک کا۔

لان صاحب الطعام یأکل منه فیما بلغنی وهو سنبل قبل الحصاد الی ان یبلغ المقاسمة. فحبس الطعام فی الصحراء والبیادر ضرر علی الخراج. واذا رفع الی البیادر وصیر اکداسا اخذ فی دیاسه. ولا یحبس الطعام اذا صار فی البیادر الشهر والشهرین والثلاثة لا یداس فان فی حبسه فی البیادر ضرارات السلطان وعلی اهل الخراج. وبذلك تتأخر العمارة والحرث.

کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فصل کا مالک فصل کٹنے اور غلہ کی تقسیم عمل میں آنے سے پہلے بھی، جب غلہ بالیوں میں ہوتا ہے اس میں سے لے کر کھاتے رہتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ غلہ کو میدانوں اور کھلیانوں میں پڑا رہنے دینا خراج کیلئے باعث نقصان ہے، جب غلہ کھلیانوں میں پہنچ جائے تو اور اس کے الگ الگ ڈھیر لگا دیئے جائیں تو اس کی دنوائی شروع ہو جانی چاہئے، کھلیانوں میں پہنچ جانے کے بعد غلہ کو کئی مہینہ تک بغیر دنوائی کے پڑا رہنے دینا غلط ہے کیونکہ اس ریاست کا بھی نقصان ہوتا ہے اور خراج ادا کرنے والوں کا بھی، اس تاخیر کے نتیجہ میں آئندہ فصل اور دوسرے کاموں میں بھی تاخیر ہوتی ہے۔

ولا یخرص علیهم ما فی البیادر ولا یحزر علیهم حزرا ثم یأخذوا بنقانص الحزر. فان هذا هلاك لاهل الخراج وخراب للبلاد. ولیس ینبغی للعامل ولا یسعه ان یدعی علی اهل الخراج ضیاع غلة فیأخذ بذلك لسبب اکثر من الشرط.

یہ طریقہ درست نہیں کہ کھلیان میں رکھے ہوئے غلہ کی مقدار ظن وتخمین کے ذریعہ طے کی جائے اور بعد میں اگر مقدار

اس سے کم نکلے تو اس کا مواخذہ کاشتکاروں سے کیا جائے، یہ طریقہ رعایا کو بھی تباہ کرے گا اور ملک کو بھی، کسی سرکاری افسر کیلئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کاشتکاروں کے اوپر کچھ غلہ ضائع کردینے کا الزام لگا کر ان سے اس مقدار سے زیادہ غلہ وصول کرلے جو طے شدہ شرائط کی رو سے وصول کیا جانا چاہئے۔

اذ دیس وذری قاسمهم ولا یکیله علیهم کیل بزیهاب ثم یدعه فی البیادر الشهر والشهرین. ثم یقاسمهم فیکیله ثانیة فان نقص عن الکیل الاول قال:اوفونی. واخذ منهم مالیس له. ولکن اذا دیس الطعام ووضع فیه القفیز قاسمهم واخذ حقه ولا یحبسه ولا یکیل للسلطانکیل بزیهار وللأکار کیل السرد. بل یکون کیلا واحدا بین الفریقین سردا مرسلا

غلہ کی دنوائی اور صفائی ہوجانے پر افسر اس کی تقسیم عمل میں لاکر اپنا اور کاشتکاروں کا حصہ الگ الگ کرلے گا، لیکن اس ناپ تول میں وہ کاشتکاروں کے ساتھ بے انصافی نہ کرے، یہ طریقہ بھی نہیں اختیار کیا جانا چاہئے کہ اس تقسیم اور ناپ تول کے بعد بھی غلہ مہینہ دو مہینہ تک کھلیان ہی میں پڑا رہنے دیا جائے اور اتنے عرصہ بعد دوبارہ ناپ تول اور تقسیم عمل میں لائی جائے اور اگر اس غلہ کی مقدار پہلی ناپ تول کے اعتبار سے کم نکلے تو افسر کاشتکاروں سے اس نقصان کو بھرنے کا مطالبہ کرکے بغیر کسی حق کے ان سے مزید غلہ وصول کرلے۔

ہونا یہ چاہئے کہ جب غلہ کی دنوائی اور صفائی ہوجائے اور اسے قفیز سے ناپ لیا جائے تو افسر اس کی تقسیم عمل میں لاکر اپنا حق علیحدہ کرلے اور اس کے بعد غلہ کو وہاں نہ پڑا رہنے دے، یہ بھی نہ ہو کہ ناپ میں سلطان کیلئے زیادہ زیادہ لیا جائے اور کاشتکاروں کیلئے بالکل ٹھیک ٹھیک ناپا جائے، بلکہ دونوں فریقوں کیلئے ٹھیک ٹھیک اور یکساں ناپ ہونی چاہئے۔

ناجائز مطالبے اور ان کی ممانعت:

ولا یؤخذ اهل الخراج برزق عامل ولا اجر مدی ولا احتقار ولا نزلة ولا حمولة طعام السلطان. ولا یدعی علیهم بنقیصة فتؤخذ منه. ولا یؤخذ منهم ثمن صحف ولا قراطیس ولا اجور الفتوح ولا اجور الکیالین ولا مؤنة لاحد علیهم فی شیء من ذالك ولا قسمة ولا نائبة سوی الذی وصفنا من المقاسمة.

اہل خراج سے کسی عامل کا رزینہ، اناج ناپنے یا اس کو اکٹھا کرنے کی اجرت، وصول کنندگان کے قیام کے اخراجات یا سرکاری غلہ کی بار برداری کے اخراجات کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، (حمل ونقل وغیرہ میں) خراج کے غلہ میں کمی واقع ہوجائے تو ان لوگوں پر اس کا الزام لگا کر اسے پورا کرنے کا مطالبہ غلط ہے، کاغذات اور رجسٹر کی قیمت، ہرکاروں کی

اجرت، یا ناپنے والوں کی اجرت ان سے نہیں لی جائے گی کسی کیلئے ان میں سے کسی چیز کی فراہمی ان کے ذمہ نہیں ریاست اور کاشتکاروں کے درمیان طے شدہ نسبت سے غلہ کی تقسیم کے علاوہ جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے، اہل خراج پر کوئی اور ذمہ داری، یا کسی قسم کا ہنگامی بوجھ ڈالنا غلط ہے۔

ولا يؤخذ باثمان الاتبان . يقاسموا الاتيان على مقاسمة الحنطة والشعير كيلا او تباع فيقسم ثمنها على ما وصفت من القطيعة فى المقاسمة. ولا يؤخذ منهم ما قد يسمونه رواجا لدراهم يؤدونها فى الخراج

ان لوگوں سے (سرکاری حصہ) بھوسہ کی قیمت کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے ۔ بلکہ گیہوں اور جو کی طرح بھوسہ بھی ناپ کر تقسیم کر لینا چاہئے ، یا اسے فروخت کر کے اس کی قیمت باہم تقسیم کر لینی چاہئے ،جیسا کہ میں نے مقررہ متعینہ معاملہ میں بٹائی کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ خراج کی ادائیگی کیلئے درہم لے کر آتے ہیں تو ان سے کچھ درہم یہ کہہ کر لے لیے جاتے ہیں کہ یہ ان درہموں کی بھنائی یا بٹہ ہے یہ طریقہ سراسر غلط ہے اہل خراج سے بٹہ کے نام پر کوئی رقم نہیں وصول کی جانی چاہئے ۔

فانه بلغني انهم يقيمون اهل الخراج فى الشمس ويضربونهم الضرب الشديد ويعلقون عليهم الجرار ويقيدونهم بما يمنعهم من الصلاة. وهذا عظيم عند الله شنيع فى الاسلام

خراج کی رقم وصول کرنے کی خاطر کسی آدمی کو مارنا یا ایک ٹانگ پر کھڑا رکھنا بھی سراسر ظلم ہے۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ افسران خراج لوگوں کو دھوپ میں کھڑا رکھتے ہیں، انہیں سخت مار مارتے ہیں، ان کی گردنوں میں گھڑے لٹکا دیتے ہیں اور انہیں اس طرح پابند زنجیر کر دیتے ہیں کہ وہ نماز بھی نہیں ادا کر سکتے ، یہ بات اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت ہی بری ہے اور اسلام میں (ایسی سزائیں) انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔

رفاہ عامہ سے متعلق ذمہ داریاں:

ورأيت ان تامر عمال الخراج اذا اتاهم قوم من اهل خراجهم فذكروا لهم ان فى بلادهم انهارا عادية قديمة وارضين كثيرة غامرة. وانهم ان استخرجوا لهم تلك الانهار واحتفروها واجرى الماء فيها عمرت هذه الارضون الغامرة وزادفى خرجهم. كتب بذالك اليه فأمرت رجلا من اهل الخير والصلاح يوثق بدينه وامانته فتوجهه فى ذلى حتجى ينظر فيه ويسأل عنه اهل الخبرة والبصيرة به. ومن يوثق بدينه وامانته من اهل ذلك البلد. ويشاور فيه غير اهل ذلك البلد ممن له بصيرة ومعرفة. ولا يجر الى نفسه بذلك منفعة ولا يدفع عنها به مضرة.

میری رائے یہ ہے کہ آپ خراج کے افسران کو ہدایت کردیں کہ جب ان کی عملداری کے کچھ لوگ ان کے پاس آ کر یہ بتائیں کہ ان کے علاقہ میں بعض قدیمی نہریں ہیں جو اب ناکارہ ہوگئی ہیں، اور بہت سی زمینیں ناکارہ ہوکر بغیر کاشت کے پڑی ہوئی ہیں، اور یہ کہ اگر ان نہروں کی کھدائی اور صفائی ہوجائے اور ان میں از سرِ نو پانی جاری ہوجائے تو یہ ناکارہ زمینیں پھر زیر کاشت آ جائیں گی اور اس طرح خراج کی آمدنی میں اضافہ ہوگا تو ان کی یہ عرض داشت آپ کو ارسال کردی جائے، پھر آپ کسی معتمد علیہ امانت دار، اور صاحب صلاح وتقوی فرد کو اس بارے میں تحقیق کرنے کیلئے بھیجئے، یہ شخص اس علاقہ کے ثقہ، واقف کار، اور صاحبِ بصیرت لوگوں سے معلومات حاصل کرے اور اس علاقہ کے باہر کے تجربہ کار اور صاحب رائے، افراد سے بھی مشورہ کرے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس سعی و جہد سے اس آدمی کو اپنے ذاتی نفع کی ترویج یا نقصان کی تلافی نہ مقصود ہو۔

فاذا اجتمعوا على ان فی ذالك صلاحا وزيادة فی الخراج امرت بحفر تلك الانهار. وجعلت النفقة من بيت المال. ولا تحمل النفقة على اهل البلد، فانهم ان يعمروا خير من ان يخربوا. وان يفروا من ان يذهب مالهم ويعجزوا.

اگر سب کی رائے یہی ہو کہ اس اسکیم کو زیر عمل لانے میں ملک کا فائدہ ہے اور خراج کی آمدنی میں بھی اضافہ کی توقع ہے تو آپ ان نہروں کی کھدائی اور صفائی کا حکم جاری کردیجئے، اور اس سلسلہ کے سارے مصارف کا بوجھ بیت المال پر ڈالئے، ان اخراجات کا بوجھ اس علاقہ کے باشندوں پر نہ ڈالئے، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کا آباد وخوش حال رہنا ان کے اجڑ جانے اور مفلس ہوکر ادائیگی خراج سے بھی عاجز رہ جانے سے بہتر ہے۔

وكل ما فيه مصلحة لاهل الخراج فی ارضهم وانهارهم. وطلبوا صلاح ذلك لهم اجيبوا اليه اذا لم يكن فيه ضرر على غيرهم من اهل طسوج آخر ورستاق آخر مما حولهم. فان كان فی ذالك ضرر على غيرهم وذهاب بغلاتهم وكسر للخراج لم يجابوا اليه.

اپنی زمینوں اور نہروں کے سلسلہ میں اہل خراج کے ہر اس مطالبہ کو پورا کیا جانا چاہئے جس سے ان کے مفادات ومصالح کی ترویج متوقع ہو، بشرطیکہ اس اسکیم پر عمل کرنے سے ان کے اردگرد کے دوسرے گاؤں اور قصبات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، اگر ان کا مطالبہ پورا کرنے سے دوسروں کی پیداوار گھٹ جانے اور خراج کی آمدنی میں کمی ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اسے نہیں تسلیم کرنا چاہئے۔

قال ابو يوسف: واذا احتاج اهل السواد الى كرى انهارهم العظام التی تأخذ من دجلة والفرات كريت (جفرت) لهم. وكانت النفقة من بيت المال ومن اهل الخراج ولا يحمل ذالك كله على اهل الخراج. واما الانهار التی يجرونها الى ارضهم ومزارعهم وكرومهم

ورطابهم وبساتينهم وما اشبه ذلك. فكريها عليهم خاصة ليس على بيت المال من ذلك شيء

باشندگان سواد کو اگر اپنی ان نہروں کی کھدائی اور صفائی کی ضرورت پیش آئے جو دجلہ اور فرات سے نکالی گئی ہیں تو آپ ان کی کھدائی اور صفائی کرا دیا کیجئے اور اس کے اخراجات کا بوجھ بیت المال اور اہل خراج دونوں پر ڈالئے۔ لیکن سارا بوجھ اہل خراج پر ڈالنا مناسب نہ ہوگا، رہیں وہ چھوٹی چھوٹی نہریں جن کے ذریعہ لوگ اپنی زمینوں، کھیتوں، انگور کی کیاریوں، کھجوروں، باغات اور ترکاری کے کھیتوں وغیرہ تک پانی لے جاتے ہیں تو ان کی کھدائی اور صفائی کے اخراجات انہی افراد کو برداشت کرنے ہوں گے بیت المال پر اس سلسلہ میں کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے گا۔

فاما البثوق والمسنيات والبريدات التي تكون في دجلة والفرات وغيرهما من الانهار العظام. فان النفقة على هذا كله من بيت المال لا يحمل على اهل الخراج من ذلك شيء. لان مصلحة هذا على الامام خاصة لانه امر عام لجميع المسلمين. فالنفقة عليه من بيت المال لان عطب الارضين من هذا وشبهه وانما يدخل الضرر من ذلك على الخراج

دجلہ اور فرات اور دوسرے بڑے دریاؤں پر گھاٹ یا پانی کے نکاس کی جگہوں کی تعمیر اور مرمت پر آنے والے اخراجات تمام تر بیت المال سے کئے جائیں گے، اہل خراج پر اس کا بوجھ نہ ڈالا جائے گا، کیونکہ یہ سارے مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے امور ہیں اور ان کے مطالح کا تحفظ تمام تر امام کے ذمہ ہے، چونکہ زمینوں کی برد باری وغیرہ کا تعلق مصالح عامہ سے ہے اور ان کا برا اثر خراج کی آمدنی پر پڑتا ہے لہٰذا اس سلسلہ کے جملہ مصارف بیت المال سے پورے کئے جائیں گے۔

ولا يولي النفقة على ذلك الا رجل يخاف الله يعمل في ذلك بما يجب عليه لله. قد عرفت امانته وحمد مذهبه. ولا تولي من يخونك ويعمل في ذلك بما لا يحل ولا يسعه يأخذ المال من بيت المال لنفسه ومن معه ثم يدع المواضع المخوفة ويهملها ولا يعمل عليها شيئا يحكمها به حتى تنفجر فتغرق ما لنا من الغلات وتخرب منازلهم وقراهم.

اور ان مصارف میں مال خرچ کرنے کا اختیار ایسے ہی ذمہ دار کے ہاتھ میں دیجئے جو خوف خدا رکھتا ہو، جس کی امانت داری اور مسلک پر پورا اطمینان ہو۔ جو خالصۃً لوجہ اللہ کام کرے، خائن اور جائز و ناجائز میں کوئی تمیز کئے بغیر کام کرنے والوں کو یہ ذمہ داری نہ سونپئے۔ ایسا آدمی بیت المال کا روپیہ اپنے اور اپنے ساتھیوں پر اڑا ڈالے گا، خطرہ کے مقامات کی مرمت نہیں کرائے گا یا ان پر بند تعمیر کرا کر انہیں بالکل درست نہیں کرا دے گا، تا آنکہ وہاں سے پانی پھٹ پڑے گا اور لوگوں کے غلہ، مکانات اور پوری پوری بستیوں کو تباہ کر دے گا۔

معائنہ واحتساب:

ثم وجه من يتعرف ما يعمل به اليك على هذه المواضع المخوفة منها وما يمسك من العمل عليها مما قد يحتاج الى العمل وما تفجر وما السبب فى انفجاره وله مت عليه اجر العمل عليه واحكامه حتى انفجر ثم عامله على حسب ما يأتيك به الخبر عنه من حمد لامره او ذم وانكار وتأديب

ذمہ دار مقرر کرنے کے بعد آپ کسی دوسرے آدمی کو اس ذمہ دار کی کارکردگی کا جائزہ لینے پر مامور کیجئے جو معائنہ کرے کہ یہ ذمہ دار پرخطر مقامات پر کیا کام کروا رہا ہے اور کن قابل مرمت جگہوں پر اس نے کام نہ لگانے کا فیصلہ کیا ہے، کن کن مرمت شدہ جگہوں سے پانی پھوٹ پڑتا ہے اور ایسے ہونے کا سبب کیا ہے، وجہ ہے کہ وہاں پر کام لگا کر جو اجرت دی گئی وہ بے فائدہ ضائع ہوگئی اور مرمت ناکارہ ثابت ہوئی، اس جائزہ کے بعد آپ کو جو رپوٹ ملے متعلقہ افسر کے ساتھ اسی کے مطابق سلوک کیجئے، اس کے کام کی تعریف کیجئے یا اس کی مذمت کیجئے اور اس کے خلاف تادیبی کاروائی عمل میں لے آیئے۔

قال ابو يوسف: وانا ارى ان تبعث قوما من اهل الصلاح والعفاف ممن يوثق بدينه وامانته يسألون عن سيرة العمال وما عملوا به فى البلاد وكيف جبوا الخراج على ما امروا به وعلى ما وظف على اهل الخراج واستقر. فاذا ثبت ذلك عندك وصح اخذوا بما استفضلوا من ذلك اشد الاخذ حتى يؤدوه بعد العقوبة الموجعة والنكال حتى لا يتعدوا ما امروا به وما عهد اليهم فيه.

اور میری رائے ہے کہ آپ چند پاک باز اور نیک افراد کو جن کی دین داری اور امانت داری پر پورا اعتماد ہو، اپنے افسران کے طرز عمل کی جانچ پڑتال کیلئے روانہ کیجئے، یہ لوگ معلوم کریں کہ اپنی اپنی عمل داری میں ان افسران کی پالیسی کیسی رہی ہے، انہوں نے تحصیل خراج میں کس حد تک مقررہ اصول وضوابط کی پابندی کی اور اس شرح کو برقرار رکھا یا نہیں جو اہل خراج کیلئے مقرر کی گئی ہے، جب آپ کو ان افراد سے رپورٹ مل جائے اور اس رپورٹ میں لگائے گئے الزامات کی تحقیق مکمل ہو جائے تو ان افسران نے جو کچھ فاضل وصول کیا ہے اس پر ان سے بہت سخت جواب طلبی کی جائے اور سخت سزائیں دے کر ان سے یہ رقمیں وصول کی جائیں تاکہ آئندہ یہ لوگ مقررہ ضوابط کی خلاف ورزی اور اپنے مقررہ حدود سے تجاوز کی ہمت نہ کر سکیں۔

فان كل ما عمل به والى الخراج من الظلم والعسف. فانما يحمل على انه قد امر به. وقد امر

بغيره. وان احللت بواحد منهم العقوبة الموجعة انتهى غيره واتقى وخاف وان لم يفعل هذا بهم تعدوا على اهل الخراج واجترءوا على ظلمهم وتعسفهم واخذهم بما لا يجب عليهم.

والی خراج جوظلم وزیادتی کرتا ہے۔ اس کے بارے میں رعایا یہ سمجھتی ہے کہ اسے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آپ اگر ان میں سے ایک کو بھی سخت سزا دے دیں تو دوسرے ڈر کر ان حرکتوں سے باز آ جائیں گے، لیکن اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو یہ لوگ اہل خراج پر دست درازیاں جاری رکھیں گے اور ان پر ظلم ڈھا کر ان سے بے جا وصولیابی کرنے پر اور زیادہ جری ہو جائیں گے۔

واذا صح عندك من العامل والوالى تعد بظلم وعسف وخيانة لك فى رعيتك واحتاج شىء من الفىء او خبث طعمته او سوء سيرته فحرام عليك استعماله والاستعانة به. وان تقلده شيئا من امور رعيتك وتشركه فى شىء من امرك. بل عاقبه على ذلك عقوبة تردع غيره من ان يتعرض لمثل ما تعرض له. واياك ودعوة المظلوم فانها دعوة مجابة.

آپ کو جب کسی والی یا عامل کے بارے میں قطعیت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے ظلم وزیادتی کی ہے، حدود سے تجاوز کیا ہے، رعایا کے ساتھ اپنے برتاؤ میں آپ کے ساتھ خیانت کی ہے، یا فئے کا کچھ مال ہضم کر بیٹھا ہے یا اس کی سیرت بری اور کردار گندہ ہے تو آپ پر آئندہ اس افسر سے کام لینا، یا اسے کسی طرح کی ذمہ داری سپرد کرنا یا اسے اپنے معاملات میں ذرا بھی دخیل بنانا حرام ہے، اس کے برعکس، آپ کو چاہئے کہ ایسے افسر کو اتنی سخت سزا دیں کہ دوسروں کو عبرت ہو اور وہ ان حرکتوں سے باز آ جائیں جس کا ارتکاب اس افسر سے ہوا ہے۔ مظلوم کی بددعا سے بچئے کیونکہ اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

رعایا پر ظلم گناہ ہے:

(٢٣٣). حدثنى مسعر عن عمرو بن مرة عن عبدالله بن سلمة قال: قال لى معاذ: صل ونم. واطعم واكتسب حلالا. لا تأثم ولا تموتن الا وانت مسلم. اياك ودعوات او دعوة المظلوم.

عبداللہ بن سلمہ کا بیان ہے کہ:

''(سیدنا) معاذ (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے کہا ہے کہ: نماز ادا کر، نیند لے، کھا اور حلال کمائی کر، اور گناہ نہ کر اور

---

(٢٣٣) مصنف ابن ابی شیبہ:٣٤٦٩٧، حلیۃ الاولیاء: ج١ ص ٢٣٣۔

(٢٣٤) مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٤٥٩١، الزہد لابی داود: ٢١٤۔

اسی حال پر مرکہ تو مسلم ہو، اور مظلوم کی بددعاؤں یا بددعا سے بچ کر رہ۔

(۲۳۴) قال: وحدثني منصور عن ابي وائل عن ابي الدرداء قال: ى لآمركم بالامر ولا افعله ولكني ارجو فيه الخير. وان ابغض الناس الى ان اظلمه الذى لا يستعين على الا بالله.

(سیدنا) ابودرداء (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

''میں تمہیں بعض امور بجالانے کی ہدایت کرتا ہوں دریں حالانکہ میں انہیں خود نہیں کرتا، البتہ مجھے ان امور سے خیر وابستہ نظر آتا ہے، لوگوں میں سے جس شخص پر ظلم کرنا مجھے سب سے زیادہ ناگوار ہے وہ وہ شخص ہے جو میرے خلاف اللہ کے سوا کسی اور کی مدد طلب نہیں کرتا۔

عدل وانصاف کی برکتیں:

ان العدل وانصاف المظلوم وتجنب الظلم مع ما فى ذلك من الاجر يزيد به الخراج وتكثر به عمارة البلاد والبركة مع العدل تكون وهى تفقد مع الجوار. الخراج مالمأخوذ مع الجور تنقص البلاد به وتخرب. هذا عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه كان يجبى السواد مع عدله فى اهل الخراج وانصافه لهم ورفعه الظلم عنهم مائة ألف ألف والدرهم اذذاك وزنه وزن المثقال.

عدل وانصاف کرنے اور ظلم وجور سے پرہیز کرنے میں جو اخروی اجر ہے اس کے ماسوا اس سے علاقوں کی خوش حالی میں اضافہ ہوتا ہے اور خراج کی آمدنی بڑھتی ہے، برکت عدل سے وابستہ ہے، ظلم وجور سے برکت ختم ہوجاتی ہے، جو خراج ظلم وجور کے ذریعہ وصول کیا جاتا ہے، اس سے ملک میں بدحالی اور تباہی مچتی ہے، (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عہد مبارک ملاحظہ ہو کہ باوجود اس کے کہ آپ اہل خراج کے ساتھ کامل عدل وانصاف کا معاملہ کرتے اور ان پر سے ہر طرح کے ظلم کا ازالہ کرتے رہتے تھے، آپ کے زمانہ میں سواد سے دس کروڑ درہم کی آمدنی ہوتی تھی، جب کہ اس زمانہ میں درہم کا وزن ایک مثقال ہوتا تھا۔

امیر المؤمنین کیلئے ایک تجویز:

فلو تقربت الى الله عزوجل يا امير المؤمنين بالجلوس لمظالم رعيتك فى الشهر او الشهرين مجلسا واحدا تسمع فيه من المظلوم وتنكر على الظالم رجوت ان لا تكون ممن احتجب عن حوائج رعيته. ولعلك لا تجلس الا مجلسا او مجلسين حتى يسير ذلك فى الامصار والمدن فيخاف الظالم وقوفك على ظلمه. فلا يجترء على الظلم.

امیر المؤمنین! اگر آپ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر ہر مہینہ یا مہینہ میں دو بار، ایک اجلاس خاص اس لئے کریں کہ اپنی رعایا سے مظالم کی فریادیں سنیں اور ظالموں کو متنبہ کریں تو مجھے امید ہے کہ آپ کا شماران حکمرانوں میں نہ ہوگا جو اپنی رعایا کی ضروریات سے بے نیاز و بےخبر رہتے ہیں، مجھے توقع ہے کہ اس طرح کے دو ایک اجلاس کا انعقاد ہوتے ہی یہ خبر اطراف و جوانب میں عام ہو جائے گی، ہر ظالم کو اس بات کا ڈر لگنے لگے گا کہ اسکی خبر آپ تک پہنچ جائے گی، اور وہ ظلم سے باز آ جائے گا۔

ویأمل الضعیف المقہور جلوسك ونظرك فی امرہ فیقوی قلبه ویکثر دعاؤہ . فان لم یمکنك الاستماع فی المجلس الذی تجلسه من کل من حضر من المتظلمین نظرت فی امر طائفة منهم فی اول مجلس وفی امر طائفة اخری فی المجلس الثانی . و کذلك فی المجلس الثالث، ولا تقدم فی ذلك انسانا علی انسان، من خرجت قصته اولا و کذلك من بعده.

کمزور و پامال لوگوں کو یہ آس بندھ جائے گی کہ آپ اجلاس کر کے ان کے معاملہ پر غور فرمائیں گے، اس سے ان کی ڈھارس بندھے گی اور وہ آپ کو بہت دعائیں دیں گے، اگر آپ ایک ہی مجلس میں ان تمام دادخواہوں کی بات نہ سن سکیں جو اس دن حاضر ہوں تو آپ پہلے اجلاس میں ان میں سے ایک گروہ کے مقدمات دیکھ لیں اور دوسرے گروہ کے مقدمات کو دوسرے اجلاس اور پھر تیسرے اجلاس ۔۔۔۔۔ میں زیر غور لاتے رہیں، اس سلسلہ میں کسی آدمی کو دوسرے پر ترجیح نہ دیں، جس کی روئداد پہلے سامنے آجائے اسے پہلے بلا لیا جائے، وعلی ہذا الترتیب۔

مع انه متی علم العمال والولاة انك تجلس للنظر فی امور الناس یوما فی السنة لیس یوما فی الشهر تناهوا باذن الله عن الظلم وانصفوا من انفسهم . وانی لارجولك بذلك اعظم الثواب ،انه من نفس عن مؤمن کربة من کرب الدنیا نفس الله عنه کربة من کرب الآخرة.

ایسا کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جب عمال اور والیوں کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ مہینہ میں ایک دن، بلکہ سال میں ایک دن، عام لوگوں کے معاملات مقدمات پر غور کرنے کیلئے اجلاس کرتے ہیں تو، انشاء اللہ، وہ ظلم سے باز آئیں گے، اور خود بخود انصاف کرنے لگیں گے، مجھے توقع ہے کہ ایسا کرنے سے آپ کو بہت بڑا ثواب ملے گا، کیونکہ جو کوئی کسی مسلمان پر مصائب دنیا میں سے کسی مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ اس پر سے مصائب آخرت میں سے ایک مصیبت دور فرما دے گا۔

رعایا کی خدمت کا ثواب:

(۲۳۵). حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة (رضی الله تعالیٰ عنه) قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم): من نفس عن مؤمن کربة نفس الله عنه کربة من کرب یوم القیمة.
ومن ستر مسلما ستر الله عزوجل یوم القیمة.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جس نے کسی مسلمان کے سر سے کوئی مصیبت دور کی، اللہ اس کے سر سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا، اور جو دنیا میں کسی مسلمان (کے عیوب) کی پردہ پوشی کرے گا، قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش پر پردہ ڈال دے گا۔''

(۲۳۶) قال: وحدثني ليث عن ابن عجلان عن عون قال: كان يقال من احسن الله صورته وجعله في منصب صالح ثم تواضع لله كان من خالص الله.
عون نے کہا کہ:
''کہا جاتا تھا کہ جسے اللہ اچھی صورت عطا فرمائے اور کسی اچھے عہدہ پر سرفراز کرے اور پھر وہ اللہ کی خاطر خاکساری سے پیش آئے وہ اللہ کے مخلص بندوں میں سے ہے۔''

خیانت کا عذاب:

(۲۳۷) قال ابو يوسف: وحدثنا اسماعيل بن ابي خالد عن قيس بن ابي حازم قال: سمعت عدى بن عدى يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من بعثناه على عمل فليبح بقليله وبكثيره فمن خان خيطا فما سواه فانما هو غلول يأتي به يوم القيمة
(سیدنا) عدی بن عدی (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:
''جسے ہم (تحصیل مال کے) کام پر مامور کر کے بھیجیں اسے چاہئے کہ چھوٹی بڑی ہر چیز کا یکساں لحاظ رکھے کیوں کہ جو آدمی ایک دھاگہ یا اس کے علاوہ کوئی چیز بھی خیانۃً لے لے گا وہ غلول کا مرتکب ہوگا اور قیامت میں اس چیز کو اپنے ساتھ لئے ہوئے سامنے آئے گا۔''

(۲۳۸) قال: وحدثنا هشام عن القاسم عن ابي عبدالواحد عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر بن عبدالله عن عبدالله بن انيس قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: يحشر العباد يوم القيمة حفاة غرلا بهما. قال: فيناديهم بصوت يسمعه من بعد كما يسمعه من قرب: انا الملك الديان. لا ينبغي لاحد من اهل النار ان يدخل النار ولاحد من اهل الجنة عنده مظلمة. ولا ينبغي لاحد من اهل الجنة ان يدخل الجنة ولاحد من اهل النار عنده مظلمة حتى

(۲۳۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۵۳۷، مسند احمد بن حنبل: ۷۴۲۷، صحیح مسلم: ۲۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۔
(۲۳۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۹۶۴۔
(۲۳۷) مسند الحمیدی: ۹۱۸، الاموال للقاسم بن سلام: ج ۱ ص ۳۳۹۔

اقصه منه۔

(سیدنا) عبداللہ بن انیس (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

قیامت کے دن بندے ننگے، پاؤں، غیر مختون، ہر مرض وعیب سے پاک بے داغ اٹھائے جائیں گے، کہا: پھر اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسی آواز سے پکارے گا جسے دور ونزدیک ہر جگہ سے لوگ یکساں طور پر سنیں گے، (فرمائے گا)، میں ہوں بادشاہ، میں ہوں بدلہ دینے والا، کوئی جہنمی جس نے کسی جنتی پر ظلم کیا ہو، یا کوئی جنتی جس نے کسی جہنمی پر ظلم کیا ہو، اس وقت تک جہنم یا جنت میں نہ جا سکے گا، جب تک میں اس سے اس ظلم کا بدلہ نہ چکالوں۔''

ذمہ داریوں کیلئے بہترین افراد کا انتخاب:

(۲۳۹) قال ابو یوسف: حدثنا المجالد بن سعید عن عامر الشعبی قال: کتب عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه الی اهل الکوفة یبعثون الیه رجلا من اخیرهم واصلحهم. والی اهل البصرة کذلك. والی اهل الشام کذلك. قال: فبعث الیه اهل الکوفة عثمان بن فرقد، وبعث الیه اهل الشام معن بن یزید، وبعث الیه اهل البصرة الحجاج بن علاط کلهم سمیون. قال: فاستعمل کل واحد منهم علی خراج ارضه.

(امام) عامر شعبی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ:

''(سیدنا) عمر بن حطاب رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنے بہترین اور موزوں ترین افراد میں سے کسی کو آپ کے پاس بھیج دیں، یہی بات آپ نے بصرہ اور شام کے لوگوں کو بھی لکھ بھیجی، (راوی) کہتا ہے: اہل کوفہ نے آپ کے پاس عثمان بن فرقد کو، اہل شام نے معن بن یزید کو اور اہل کوفہ نے حجاج بن علاط کو بھیجا، ان تینوں کا تعلق قبیلہ مسلم سے تھا، (راوی) نے کہا: ان میں سے ہر ایک کو آپ نے اس علاقہ کے خراج کی تحصیل پر مامور کر دیا۔''

(۲۴۰) قال: وحدثنی محمد بن ابی حمید قال: حدثنا اشیاخنا ان ابا عبیدة بن الجراح قال لعمر بن الخطاب رضی الله عنه: دنست اصحاب رسول الله ﷺ. فقال له عمر: یا ابا عبیدة اذا لم استعن بأهل الدین علی سلامة دینی فبمن استعین؟ قال: اما ان فعلت فاغنهم بالعمالة عن الخیانة. یقول: اذا استعملتهم علی شیء فاجزل لهم فی العطاء والرزق لا یحتاجون.

(سیدنا) ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) نے (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ:

''آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو آلودہ کر دیا، اس پر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا:

(۲۳۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱/۸، شرح مشکل الآثار: ۳۵۲۷۔

ابوعبیدہ! اگر میں اپنے دین کی سلامتی کیلئے دین داروں سے نہ مدد لوں تو کس سے مدد لوں؟ انہوں نے کہا: اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ان کو اتنا معاوضہ دیجئے کہ وہ خیانت کرنے سے بے نیاز ہو جائیں۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ جب آپ ان لوگوں میں سے کسی کو کسی کام پر مامور کریں تو ان کو عطایا میں سے اور وظیفہ کے طور پر اتنا دیں کہ پھر انہیں کوئی احتیاج نہ رہے۔"

(۲۴۱) قال: وحدثنی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی عمن حدثه قال قال عبدالله بن العباس :بعث الی عمر بن الخطاب رضی الله عنه فأتیته فقال: یاابن عباس ان عامل حمص هلك. وکان من اهل الخیر. والخیر قلیل. وقد رجوت ان تکون منهم ودعوتك لاستعملك علیها. وفی نفس منك شیء اخافه ولم اره منك وانا اخشاه علیك. فما رأیت فی العمل؟

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا کہ:

"(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے مجھے بلا بھیجا کہ، چنانچہ میں ان کے پاس گیا، آپ نے فرمایا: ابن عباس! حمص کا عامل انتقال کر گیا ہے، وہ بھلے آدمیوں میں سے تھا، اور اب بھلائی بہت کم یاب ہے، مجھے امید ہے کہ تم بھی بھلے آدمی ثابت ہو گے، لہٰذا میں نے تمہیں حمص کا عامل بنانے کے ارادہ سے بلایا ہے، لیکن میرے دل میں تمہاری طرف سے ایک کھٹک ہے جس کا اندیشہ ہے، یہ بات اب تک ہوتی نظر نہیں آئی ہے، صرف اندیشہ ہے کہ تم سے ایسا ہوگا، تو بتاؤ عامل بننے کے سلسلہ میں تمہارا کیا خیال ہے؟

قال قلت: فانی لا اری ان عمل لك عملا حتی تخبرنی بما فی نفسك. قال: وما ترید الی ذلك؟ قال: ارید ان کنت بریئا من مثله عرفت انی لست من اهله. وان کنت ممن اخشی علی نفسی خشیت علیها مثل الذی خشیت علی فقلما رأیتك سنت شیئا الا جاء علیه الوحی. فقال: یاابن عباس. انی اطمع حالك انك لاتجدنی الا قریب الجد. وانی خشیت علیك ان تأتی علی الفیء الذی هو هو آت وانت فی عملك. فیقال لك هلم الینا ولا هلم الیکم دون غیرکم. انی رأیت رسول الله ﷺ استعمل الناس وترککم۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں آپ کا کوئی کام اسی وقت اپنے ذمہ لوں گا جب آپ مجھے یہ بتا دیں کہ آپ کے دل میں کیا بات ہے؟ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا): یہ معلوم کر کے تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اگر میں اس بات سے بری ہوں جو آپ کے دل میں ہے تو آپ کو اطمینان ہو جائے کہ مجھ میں وہ بات نہیں ہے، اور اگر میں واقعۃً ایسا آدمی ہوں جس کے بارے میں اندیشہ کیا جانا چاہئے تو پھر میں بھی اپنے نفس کی جانب سے ایسا ہی اندیشہ ناک رہوں جیسے کہ آپ ہیں، کیوں اکثر ایسا ہوا ہے کہ جس بات کو آپ کا گمان ہوا ہے اسی کے مطابق وحی بھی

نازل ہوئی، آپ نے فرمایا: ابن عباس! میرے خیال میں تمہارا حال یہ ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ نصیبہ جاگ اٹھا ہے، مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ ہے کہ تمہارے عامل رہنے ہی کے دوران فئے کی وہ کثیر رقمیں نہ آنے لگیں جو آئندہ بہرحال آنے والی ہیں اور پھر تم سے یہ کہا جانے لگے کہ ادھر آؤ (ادھر لاؤ)، اور بجز تمہارے خاندان سے باہر کے لوگوں کے کسی اور سے یہ نہ کہا جائے کہ دور رہو، میرا مشاہدہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو عامل مقرر کیا مگر تم لوگوں کو (دانستہ) چھوڑ دیا۔

قال قلت: والله لقد رأيت الذي رأيت. ولم تراه فعل ذلك؟ فقال: والله ما ادري اصرفكم عن العمل وارفعكم عنه وانتم اهل ذلك. ام خشي ان تعاونوا لمكانكم منه فيقع العتاب عليكم. ولا بد من عتاب. وقد فرغت لي وفرغت لك فما رأيك؟

ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں کہ اس پر میں نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! میرا مشاہدہ بھی وہی ہے جو آپ کا ہے، یہ بتائیے کہ آپ کے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تھا، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں قطعی رائے نہیں کر سکا ہوں کہ آیا لوگوں کو اہل سمجھنے کے باوجود حضور نے تمہیں ان کاموں سے علیحدہ اور بلند رکھا، یا آپ کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ تم لوگ آپ کی قرابتداری کے سہارے ایک دوسرے کی مدد کرنے لگو گے جس کے نتیجہ میں تمہیں عتاب کا ہدف بننا پڑے گا۔ اچھا اب تم میری بات سن چکے، اب یہ بتاؤ کہ تم کس نتیجہ پر پہنچے؟

قلت: لا ارى ان اعمل لك. قال: لم؟ قلت: لاني ان عملت لك وفي نفسك ما في نفسك لم ابرح قذاة في عينك. قال: فأشر علي. قال قلت: اشير عليك ان تستعمل صحيحا منك صحيحا عليك.

میں نے کہا کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں آپ کے کام کی ذمہ داری نہ لوں (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا وہ کیوں؟ میں نے کہا: اس لئے کہ اگر آپ کے دل میں وہ بات موجود رہی جو اس وقت ہے اور میں نے آپ کا کام اپنے ذمہ لے لیا تو میں برابر آپ کی نظروں میں کھٹکتا رہوں گا، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) بولے: اچھا تو مجھے مشورہ دو کس کو عامل بناؤں؟ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ایسے آدمی کو عامل مقرر کیجئے جو آپ کے نزدیک بھی ہر خرابی سے پاک ہو اور جسے آپ کے خلاف کوئی شکایت بھی نہ ہو۔''

(۲۴۲) قال: وحدثني المجالد بن سعيد عن عامر عن المحرر بن ابي هريرة عن ابيه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه تعالى عنه دعا اصحاب رسول الله ﷺ فقال: اذا لم تعينوني فمن يعينني؟ فقالوا: نحن نعينك. فقال: يا ابا هريرة ائت البحرين وهجر انت العام.

محرر بن ابی ہریرہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ:

(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو بلا کر ان سے یہ کہا کہ: جب تم لوگ ہی میری مدد نہ کرو گے تو کون میری مدد کرے گا؟ ان حضرات نے جواب دیا ہم آپ کی مدد کریں گے، اس پر آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! تم اس سال بحرین اور ہجر (کے عامل بن کر) چلے جاؤ۔

قال: فذهبت فجئته فی آخر السنة بغرارتين فيهما خمسمائة الف. فقال له عمر رضی الله عنه: ما رأيت مالا مجتمعا قط اكثر من هذا اهل فيه دعوة مظلوم او مال يتيم او ارملة؟

(سیدنا) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں وہاں گیا اور سال کے آخر میں آپ کے پاس دو تھیلیاں لے کر آیا جن میں پانچ لاکھ (درہم) تھے، انہیں دیکھ کر (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا: میں نے آج تک اس سے زیادہ مال یک جا نہیں دیکھا، اس میں کسی مظلوم کا مارا ہوا حق یا کسی یتیم اور بیوہ کا (غصب کیا ہوا) مال تو نہیں شامل؟

قال: قلت لا والله. بئس والله الرجل انا اذن ان ذهبت انت بالهنء وانا ذهب بالمؤنة.

(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! پھر تو میں سب سے برا آدمی میں ہی قرار پاؤں گا کہ سارا فائدہ تو آپ کے حصہ میں آئے اور سارا وبال میرے سر پڑے۔

(۲۴۳) قال: وحدثنی بعض اشياخنا قال كتب عمر بن عبدالعزيز الى رجل من بقايا اهل الشام قد انقطع الى الشام يذكر له ما وقع فيه مما ابتلی به من امر المسلمين وقلة الاعوان على الخير. ويسأله المعاونة له على ما هو فيه. قال فكتب اليه الرجل. بلغنی: كتاب امير المؤمنين. يذكر فيه ما ابتلی به من امور المسلمين وقلة الاعوان على الخير ويطلب منی المعاونة.

"(سیدنا) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے اہل شام کے باقی ماندہ صالحین میں سے کسی کو جو شام میں ہی رہتے تھے خط لکھا جس میں آپ نے ان گراں بار ذمہ داریوں کا ذکر کیا جو مسلمانوں کے معاملات کی سربراہی جیسی آزمائش کے سبب آپ پر آن پڑی تھیں، آپ نے بھلے کاموں میں ہاتھ بٹانے والوں کی کم یابی کا شکوہ بھی کیا اور ان صاحب سے ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تعاون کی درخواست کی۔ (راوی) کہتا ہے کہ: ان صاحب نے اس خط کے جواب میں آپ کو یہ لکھا کہا امیر المؤمنین کا خط جس میں آپ نے امور مسلمین کی نگرانی کی ذمہ داریاں اپنے سر عائد ہو جانے اور نیک کاموں میں ہاتھ بٹانے والوں کی کم یابی کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے معاونت طلب کی ہے:

واعلم انك انما اصبحت فی خلق بال ورسم دارس. خاف العالم فلم ينطق. وجهل الجاهل فلم يسأل. وتسألنی المعاونة فيما انعم الله علی. فلن اكون ظهيرا للمجرمين.

ہمارے بعض شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ:

''آپ کو بخوبی معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کو ایک ایسا زمانہ ملا ہے جو از حد خستہ حال ہے، نشانات راہ محو ہو چکے ہیں، جو جانتے ہیں وہ خوف کے مارے زبان نہیں کھولتے، جو نہیں جانتے وہ جہالت میں اتنا غرق ہیں کہ کچھ جاننا نہیں چاہتے، اللہ نے از راہ کرم مجھے جو عطا کیا ہے اس میں آپ مجھ سے معاونت چاہتے ہیں تو واضح رہے کہ میں مجرموں کا مددگار کبھی نہیں بنوں گا۔''

تحصیل مال میں ظلم سے اجتناب:

(۲۴۴)۔قال ابو یوسف: وحدثنی بعض اشیاخنا قال: سمعت میمون بن مهران یحدث ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه کان یجبی العراق کل سنة مائة الف الف اوقیة . ثم یخرج الیه عشرة من اهل الکوفة وعشرة من اهل البصرة یشهدون اربع شهادات بالله انه من طیب ما فیه ظلم مسلم ولا معاهد

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عراق سے ہر سال دس کروڑ اوقیہ (چاندی) وصول کرتے تھے، پھر آپ کے پاس دس آدمی کوفہ سے اور دس آدمی بصرہ سے آتے اور ہر آدمی اللہ کی قسم کھا کر چار بار یہ گواہی دیتا کہ یہ رقم پاکیزہ طریقہ سے وصول کی گئی ہے، اس میں سے کچھ کسی مسلم یا معاہد پر ظلم کر کے نہیں وصول کی گئی ہے۔''

(۲۴۵)۔قال: وحدثنی عن میمون بن مهران انه کتب الی عمر بن عبدالعزیز یشکو شدة الحکم والجبلة . وکان قاضی الجزیرة وعلی خراجها۔ قال فکتب الیه عمر: انی لم اکلفك ما یعنیك . اجتن الطیب، واقض بما استبان لك من الحق . فاذا التبس علیك امر فارفعه الی. فلو ان الناس اذا ثقل علیهم امر ترکوه ما قام دین ولا دنیا۔

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ:

''انہوں نے (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز کو منصب قضاء اور تحصیل مالیہ کی گراں باری کا شکوہ لکھ بھیجا، اس زمانہ میں یہ الجزیرہ کے قاضی اور اس کے خراج کے محصل تھے، (راوی نے) کہا کہ عمر نے انہیں یہ لکھا کہ: میں نے تم سے یہ نہیں کہا ہے کہ اپنی قوت برداشت سے زیادہ کام کا بوجھ اپنے سر لے لو، حلال مال وصول کرو اور جہاں تک تم پر حق واضح ہو سکے خود فیصلے کر دیا کرو جب کوئی معاملہ تم سے نہ سمجھ سکے تو اسے میرے پاس بھیج دو، اگر لوگوں کا دستور یہ ہو کہ جب انہیں کوئی کام گراں بار معلوم ہو تو اسے چھوڑ بیٹھیں تو نہ دین قائم ہو سکے گا نہ دنیا کا کام چل سکے گا۔''

---

(۲۴۵) الطبقات الکبری لابن سعد: ج ۶ ص ۲۹۶۔

بے جا سزا سے اجتناب:

(۲۴۶)۔قال ابو یوسف:وحدثني ابو حصين قال:قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه :ظهر المؤمن حمى۔

ابوحصین نے کہا ہے کہ (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کی پشت محفوظ ہے۔''

(۲۴۷)۔قال:وحدثني طارق بن عبدالرحمن عن حكيم بن جابر قال :ضرب عمر رجلا فقال له الرجل :انما كنت احذر رجلين:رجل جهل فعلم. او اخطأ فعفي عنه. قال يفقال له عمر :صدقت.دونك فامتثل.قال:فعفا عنه۔

حکیم بن جابر کا بیان ہے کہ:

''عمر نے ایک آدمی کو مارا تو اس آدمی نے ان سے کہا کہ: ''میں تو ان دو آدمیوں سے بھی زیادہ محتاط ہوں، ایک وہ آدمی جو پہلے نادان تھا پھر اسے علم حاصل ہو گیا (تو وہ محتاط ہو گیا اور پھر نادانی کے سبب غلطی کا مرتکب نہ ہوا) اور دوسرا وہ آدمی جس نے کوئی غلطی کی تو اسے معاف کر دیا گیا (اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر آئندہ کیلئے محتاط ہو گیا لہٰذا آپ نے ایسے محتاط آدمی کو کو بلا وجہ کیوں مارا؟ اس سے کس غلطی کا اندیشہ تھا؟) (راوی کہتا ہے) کہ عمر نے اس شخص سے کہا کہ تو نے سچ کہا۔ (میں نے تجھے ناحق مارا) تو مجھ سے اس مار کا بدلہ لے لے۔ (راوی) کا بیان ہے کہ اس آدمی نے آپ کو معاف کر دیا (اور بدلہ نہیں لیا۔)''

(۲۴۸)۔قال:وحدثني اسرائيل عن سماك بن حرب عن ابي سلامة قال:ضرب عمر بن الخطاب رضي الله عنه رجلا ونساءا ازدحموا على حوض. قال فلقيه علي فسأله. فقال:اني اخاف ان اكون قد هلكت. فقال علي رضي الله عنه:ان كنت ضربتهم على غش وعداوة فقد هلكت. وان كنت ضربتهم على نصح واصلاح فلا بأس.انما انت راع.انما انت مؤدب۔

ابوسلامہ نے کہا کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے کچھ مردوں اور عورتوں کو، جو ایک حوض پر بھیڑ لگائے ہوئے تھے، مارا۔ (راوی) کہتا ہے کہ اس کے بعد آپ کی ملاقات (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوگئی تو انہوں نے آپ سے پوچھا (کہ کیا بات ہے) آپ نے فرمایا: (میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جس کے سبب) مجھے ڈر ہے کہ میں ہلاکت کا لقمہ بن گیا۔ اس پر (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر آپ نے ان لوگوں کو کسی دشمنی یا کینہ وبدخواہی کے سبب مارا ہے تو بلاشبہ آپ نے اپنی ہلاکت مول لے لی، لیکن اگر آپ نے خیرخواہی اور اصلاح کے جذبے کے تحت مارا ہے تو کوئی مضائقہ

نہیں۔ آپ کی حیثیت ہی نگران کی ہے آپ کا تو کام ہی ادب اور سلیقہ سکھانا ہے۔''

عمال حکومت کی حیثیت اور ان کی ذمہ داریاں:

(۲۴۹) قال وحدثنا مسعر بن كدام عن القاسم قال: كان عمر اذا بعث عماله قال: انی لم ابعثكم جبابرة ولكن بعثتكم ائمة . فلا تضربوا المسلمين فتذلوهم . ولا تحمدوهم فتفتنوهم . ولا تمنعوهم فتظلموهم . وادروا لقحة المسلمين.

قاسم کا بیان ہے کہ:

''عمر جب اپنے عاملوں کو رخصت کرتے تو ان سے یہ فرماتے تھے کہ: میں تمہیں جابر وقاہر بنا کر نہیں بلکہ امام ورہنما بنا کر بھیجتا ہوں، مسلمانوں کو مار پیٹ کر انہیں ذلیل نہ کرنا، نہ ان کی تعریف کر کے انہیں آزمائش میں مبتلا کرنا، ان کے حقوق چھین کر ان پر ظلم نہ کرنا اور مسلمانوں کی سہولت اور خوشحالی کیلئے ہر طرح کا اہتمام کرتے رہنا۔''

(۲۵۰) قال: وحدثني بعض المشيخة عن عمرو بن ميمون قال: خطب عمر بن الخطاب الناس فقال: انی والله ما ابعث اليكم عمالی ليضربوا ابشاركم ولا ليأخذوا من اموالكم. ولكنی ابعثهم اليكم ليعلموكم دينكم وسنة نبيكم . فمن فعل به سوى ذلك فليرفعه الى. فو الذی نفسی بيده لاقصنه منه. فوثب عمرو بن العاص فقال: يا امير المؤمنين ارأيت ان كان رجل من المسلمين واليا على رعية فأدب بعضهم انك لتقصه منه؟ فقال: ای والذی نفسی بيده لاقصنه منه. وقد رأيت رسول اللهﷺ يقص من نفسه.

الا لا تضربوا المسلمين فتذلوهم . ولا تمنعوهم حقوقهم فتكفروهم . ولا تنزلوا بهم الغياض فتضيعوهم .

عمرو بن میمون نے کہا کہ

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اپنے افسروں کو تمہارے یہاں اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے منہ پر چپت ماریں، یا تمہارے مال چھین لیں، میں انہیں تمہارے پاس اس لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہارا دین اور تمہارے نبی کی سنت سکھائیں، جس کسی کے ساتھ دین اور سنت سے ہٹا ہوا سلوک کیا جائے اسے چاہئے کہ اپنا معاملہ میرے سامنے پیش کرے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں

(۲۴۹) السنہ لابی بکر بن الخلال: ۶۔

(۲۵۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲ ۹۲ ۳۰، مسند احمد بن حنبل: ۲۸۶، شرح مشکل الآثار: ۳۵۲۸۔

متعلق افسر سے اس (مظلوم) کا بدلہ لے کر رہوں گا۔ یہ سن کر عمرو بن العاص اچھل کر کھڑے ہو گئے اور بولے: امیر المؤمنین! کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رعایا پر والی مقرر کیا گیا ہوا، وہ ان میں سے کسی کی تادیب کرے تو آپ اس سے اس آدمی کی جانب سے قصاص لیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں اس سے ضرور قصاص لوں گا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے آپ سے قصاص دلواتے دیکھا ہے!

''خبردار! تم لوگ مسلمانوں کو مار کر انہیں ذلیل وخوار نہ کرو، ان کی حق تلفیاں کر کے ان کو کفر کی طرف مت دھکیلو، اور انہیں لے کر جنگلوں اور دلدلوں میں نہ گھسو کہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں۔''

(۲۵۱) قال: وحدثني عبدالملك بن ابي سليمان عن عطاء قال: كتب عمر رضي الله عنه الى عماله ان يوافوه بالموسم. فوافوه. فقام فقال: يا ايها الناس اني بعثت عمالي هؤلاء ولاة بالحق عليكم ولم استعملهم ليصيبوا من ابشاركم ولا من دمائكم ولا من اموالكم. فمن كانت له مظلمة عند احدمنهم فليقم. قال: فما قام من الناس يومئذ الا رجل واحد فقال:

يا امير المؤمنين. عاملك ضربني مائة سوط.

فقال عمر:

اتضربه مائة سوط؟ قم فاستقد منه.

فقام اليه عمرو بن العاص فقال له:

يا امير المؤمنين انك ان تفتح هذا على عمالك اكبر عليهم. وكانت سنة يأخذ بها من بعدك.

فقال عمر:

الا اقيده منه. وقد رأيت رسول الله ﷺ يقيد من نفسه؟ قم فاستقد

فقال عمرو:

دعنا اذا فلنرضه.

قال فقال: دونكم. قال: فأرضوه بأن اشتريت منه بمائتي دينار كل سوط بدينارين

(۲۵۱) الطبقات الكبرى لابن سعد: ج۳ ص ۲۲۳۔

عطاء نے کہا کہ:

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے عاملوں کو لکھ بھیجا کہ حج کے موقع پر آپ سے ملیں، چنانچہ یہ سب لوگ اس موقع پر حاضر ہوئے اور آپ نے کھڑے ہو کر ان سے یہ فرمایا: لوگو! میں نے اپنے ان عمال کو تم پر راست بازی کے ساتھ نگرانی کرنے کیلئے بھیجا ہے، میں نے انہیں اس لئے عامل نہیں مقرر کیا ہے کہ یہ تمہارے جان و مال اور عزت و آبرو پر دست درازیاں کریں، لہٰذا جس کسی پر ان میں سے کسی نے کوئی ظلم کیا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ (راوی) کہتا ہے کہ اس اعلان پر اس دن سارے عوام میں سے بجز ایک آدمی کے اور کوئی نہیں اٹھا، اس آدمی نے کہا:

''امیر المؤمنین! آپ کے عامل نے (بے جا) مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔''

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا:

''کیا تم بھی اسے سو کوڑے مارنا چاہتے ہو؟ ایسا ہو تو اٹھو اور اس سے قصاص لے لو۔''

یہ سن کر عمرو بن العاص اٹھے اور آپ سے یہ کہا:

''امیر المؤمنین! اگر آپ اپنے عمال کے سلسلہ میں یہ پالیسی اختیار کریں گے تو یہ ان کو بہت شاق گزرے گی، اور یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا جسے آپ کے بعد آنے والے (خلفاء) بھی اختیار کریں گے۔''

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا:

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس عامل سے اس شخص کا قصاص نہ لوں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے سے قصاص لیتے دیکھا ہے؟ اے آدمی اٹھ اور قصاص لے لے۔''

پھر عمرو نے کہا:

''اچھا تو ہمیں اس کی اجازت دیجئے کہ ہم اس شخص کو کسی طرح راضی کر لیں۔''

(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) (رضی اللہ عنہ) نے اس کی اجازت دے دی اور لوگوں نے اس شخص کو فی کوڑا دو دینار کے حساب سے دو سو دینار دے کر اپنا حق قصاص فروخت کر دینے پر راضی کر لیا۔

عمال حکومت پر خصوصی پابندیاں

(۲۵۲) قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: وحدثنی عبداللہ بن الولید عن عاصم بن ابی النجود عن عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت قال: کان عمر رضی اللہ عنہ اذا استعمل رجلا اشہد علیہ رھطا من الانصار وغیرھم واشترط علیہ اربعا:

ان لا یرکب برذونا

٠ولا یلبس ثوبا رقیقا۔
٠ولا یأکل نقیا۔
٠ولا یغلق بابا دون حوائج الناس، ولا یتخذ حاجبا۔

قال: فبینما هو یمشی فی بعض طرق المدینة اذا هتف به رجل یا عمر اتری هذه الشروط تنجیك من الله تعالی وعاملك عیاض بن غنم علی مصر وقد لبس الرقیق، واتخذ الحاجب فدعا محمد بن مسلمة، وکان رسوله الی العمال فبعثه وقال: ائتنی به علی الحال التی تجده علیها۔

قال فأتاه فوجد علی بابه حاجبا، فدخل فاذا علیه قمیص رقیق، قال: اجب امیر المؤمنین۔ فقال: دعنی اصرح علی قبائی۔ فقال: لا، الا علی حالك هذه۔ قال: فقدم به علیه، فلما رآه عمر قال: انزع قمیصك۔ ودعا بمدرعة صوف وبریضة من غنم وعصا فقال:
البس هذه المدرعة وخذ هذا العصا وارع هذه الغنم واشرب واسقم من مربك واحفظ الفضل علینا اسمعت؟

قال: نعم، والموت خیر من هذا، فجعل یرددها علیه ویردد الموت خیر من هذا، فقال عمر: ولم تکره هذا، وانما سمی ابوك غنما لانه کان یرعی الغنم اتری یکون عندك خیر؟ قال: نعم یا امیر المؤمنین قال: انزع ورده الی عمله۔ قال: فلم یکن له عامل یشبهه۔

عمارہ بن خزیمہ نے کہا کہ:
عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا عہد لیتے تھے۔

☆ یہ کہ وہ عمدہ خچر پر نہ سوار ہوگا۔
☆ باریک کپڑے نہ پہنے گا۔
☆ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔
☆ اپنے دروازے بند کر کے لوگوں کی ضروریات سے بے نیازی نہ برتے گا، اور دربان نہ رکھے گا۔

(راوی) کہتا ہے کہ ایک بار جب کہ آپ مدینہ کی کسی سڑک پر جا رہے تھے کسی شخص نے پکار کر آپ سے یہ کہا کہ: عمر کیا خیال ہے، تمہارے عامل عیاض بن غنم کے مصر کا عامل رہتے ہوئے بھی کیا یہ تمہاری یہ شرطیں اللہ کے حضور تمہیں بچالیں گی؟ دریں حالانکہ وہ باریک کپڑے بھی پہنتا ہے اور اپنے دروازے پر دربان بھی رکھتا ہے۔ اب (سیدنا) عمر (رضی اللہ

عنہ) نے محمد بن مسلمہ کو بلایا، جو افسران تک آپ کے پیغامات پہنچایا کرتے تھے اور انہیں مصر روانہ کیا، آپ نے ان سے یہ کہا کہ: تم انہیں جس حال میں پاؤ اسی حال میں میرے پاس لاؤ۔

(راوی) کہتا ہے کہ یہ وہاں پہنچے ان کے دروازہ پر ایک دربان کو موجود پایا، پھر اندر داخل ہوئے تو ان کے بدن پر باریک قمیص نظر آئی، انہوں نے ان سے کہا کہ: امیر المؤمنین کا بلاوا ہے، چلو۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی قبا پہن لینے دو، یہ بولے کہ نہیں، اسی حال میں چلو۔ (راوی) کہتا ہے کہ چنانچہ وہ انہیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے انہیں دیکھ تو فرمایا کہ اپنی قمیص اتار دو، پھر آپ نے موٹے اون کا ایک کرتا منگوایا، اور بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ اور ایک لاٹھی بھی منگوائی اور ان سے یہ فرمایا کہ:

''یہ کرتا پہنو، یہ لاٹھی لو اور بکریاں چراؤ، ان کا دودھ خوب پیو اور راہ گیروں کو پلاؤ اور جو بچ رہے وہ ہمارے لئے محفوظ رکھو، سن لیا تم نے؟''

انہوں نے کہا: جی ہاں (سن لیا مگر موت آ جانا اس سے اچھا ہے (کہ میں ایسا کروں) آپ نے بار بار ان سے یہی بات کہی مگر ہر بار انہوں نے یہی جواب دیا کہ اس بہتر یہی ہوگا کہ موت ہو جائے۔ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے پوچھا کہ: تمہیں یہ بات اتنی ناگوار کیوں معلوم ہوتی ہے جب تمہارے باپ کا نام غنم اسی لئے پڑ گیا تھا کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ کیا تم آئندہ بھلی روش اختیار کر سکو گے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، یا امیر المؤمنین! آپ نے فرمایا: اچھا تم جاؤ، اور آپ نے ان کو ان کے منصب پر بحال کر دیا۔ (راوی) کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد یہ اتنے اچھے بن گئے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کا کوئی دوسرا عامل اتنا اچھا نہ تھا۔

(۲۵۳). قال ابو یوسف: حدثنا الاعمش عن ابراهیم قال: کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه اذا بلغه ان عامله لا یعود المریض ولا یدخل علیه الضعیف نزعه

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو جب کسی عامل کے بارے میں یہ بات پہنچتی کہ وہ مریضوں کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور لوگوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تو اسے معزول کر دیتے۔''

(۲۵۴). قال: وحدثنی عبید الله بن ابی حمید عن ابی الملیح قال: کتب عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه الی ابی موسی الاشعری ان سو بین الناس فی مجلسك وجاهك حتی لا ییأس ضعیف من عدلك ولا یطمع شریف فی حیفك.

ابو ملیح نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کو لکھا تھا کہ سارے انسانوں کو اپنی

نظر میں یکساں رکھو اور اپنی مجلس میں ان کے ساتھ یکساں سلوک کرو تا کہ کمزور لوگ تم سے انصاف کی امید باقی رہے اور معززین میں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ تم ان کی خاطر دوسروں پر زیادتی کر سکتے ہو۔"

والی کی ذمہ داریاں:

(۲۵۵) قال: وحدثنی شیخ من علماء اهل الشام قد ادرك الناس عن عروة بن رويم قال: كتب عمر بن الخطاب رضی الله عنه الى ابی عبيدة بن الجراح وهو بالشام: اما بعد، فانی كتبت اليك بكتاب لم آلك ونفسی خيرا، الزم خمس خلال يسلم لك دينك وتحظ بأفضل حظيك:

· اذا حضرك الخصمان، فعليك بالبينات العدول والايمان القاطعة۔

· ثم اذن الضعيف حتی تبسط لسانه ويجترء قلبه۔

· وتعهد الغريب فانه اذا طال حبسه ترك حاجته وانصرف الی اهله۔

· وان الذی من لم يرفع به رأسا۔

· واحرض علی الصلح مالم يستبن لك القضاء، والسلام۔

عروہ بن رویم کا بیان ہے کہ:

"(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے (سیدنا) ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ) کو جو شام میں تھے، لکھا کہ: امابعد! میں تمہیں ایک ایسا خط لکھ رہا ہوں جس میں میں نے امکانی حد تک اپنی اور تمہاری خیر خواہی کی ہے، پانچ باتوں پر عمل کرو تو تمہارا دین سلامت رہے گا اور تمہیں بہتر سے بہتر اجر ملے گا۔

☆ جب کسی مقدمہ کے دونوں فریق تمہارے پاس آئیں تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ عادل گواہیوں اور قطعی قسموں کا مطالبہ کرو۔

☆ کمزور کو اپنے قریب آنے دو تا کہ اس کے دل کو مضبوطی حاصل ہو اور اس کی زبان کھل سکے۔

☆ غریب الوطن پردیسیوں کی طرف جلد توجہ کیا کرو کیوں کہ اگر اسے زیادہ عرصہ رو کے رہا جائے گا تو وہ اپنا کام چھوڑ کر واپس چلا جائے گا۔

☆ اس کا کام خراب کرنے کی ذمہ داری اس کے سر ہے جس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

☆ اور جب تک تم کسی مقدمہ میں مناسب فیصلہ تک نہ پہنچ سکو، تب تک صلح کرانے کی کوشش کرو، والسلام۔

---

(۲۵۳) الکنی والاسماء للدولابی: ۱۱۴۷۔

(۲۵۴) تاریخ دمشق: ج ۳۲ ص ۷۰۔

امیر المؤمنین اور ماتحت افسروں کی ذمہ داریاں:

(۲۵۶) قال: وحدثنی محمد بن اسحاق قال حدثنی من سمع طلحة بن معدان العمری قال: خطبنا عمر بن الخطاب رضی الله عنه فحمد الله واثنی علیه. ثم صلی علی النبی ﷺ. وذکر ابابکر فاستغفر له. ثم قال: ایها الناس انه لم یبلغ ذوحق فی حقه ان یطاع فی معصیة الله. وانی لا اجد هذا المال یصلحه الا خلال ثلاث: ان یؤخذ بالحق. ویعطی فی الحق. ویمنع الباطل. وانما انا ومالکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت. وان افتقرت اکلت بالمعروف. ولست ادع احدا یظلم احدا ولا یعتدی علیه حتی اضع خده علی الارض. واضع قدمی علی الخد الآخر حتی یذعن للحق. ولکم علی ایها الناس خصال اذکرها لکم فخذونی بها: لکم علی ان لا اجتبی شیئا من خراجکم ولا مما افاء الله علیکم الا من وجهه. ولکم علی اذا وقع فی ایدی ان لا یخرج منی الا فی حقه. ولکم علی ان ازید اعطیاتکم وارزاقکم ان شاء الله واسد ثغورکم. ولکم علی ان لا القیکم فی المهالك ولا اجمرکم فی ثغورکم. وقد اقترب منکم زمان قلیل الامناء کثیر القراء. قلیل الفقهاء. کثیر الاکل. یعمل فیه اقوام للآخرة یطلبون به دنیا عریضة تاکل دین صاحبها کما تاکل دین صاحبها کما تاکل النار الحطب. الا کل من ادرك ذلك منکم فلیتق الله ربه ولیصبر. یا ایها الناس: ان الله عظم حقه فوق حق خلقه فقال فیما عظم من حقه:

لَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

(آل عمران: ۸۰)

الا وانی لم ابعثکم امراء ولا جبارین. ولکن بعثتکم ائمة الهدی یهتدی بکم. فأدروا علی المسلمین حقوقهم. ولا تضربوهم فتذلوهم. ولا تحمدوهم فتفتنوهم ولا تغلقوا الابواب دونهم فیأکل قویهم ضعیفهم. ولا تستأثروا علیهم فتضلموهم. ولا تجهلوا علیهم. وقاتلوا بهم الکفار طاقتهم. فاذا رأیته بهم کلالة فکفوا عن ذلك فان ذلك ابلغ فی جهاد عدوکم. ایها الناس انی اشهدکم علی امراء الامصار انی لم ابعثهم الا لیفقهوا الناس فی دینهم ویقسموا علیهم فیأهم ویحکموا بینهم. فان اشکل علیهم شیء رفعوه الی. قال: وکان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یقول: لا یصلح هذا الامر الا بشدة فی غیر تجبر.

ولین فی غیر وھن۔
طلحہ بن معدان عمری نے کہا ہے کہ:
(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب کیا اللہ کی حمد وثناء کی۔ بعد آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا اور (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ذکر کر کے ان کیلئے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا: لوگو! کسی (اطاعت کے) مستحق کا حق اتنا اہم نہیں کہ اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو تو بھی اس کی اطاعت کی جائے، مجھے اس مال کے سلسلہ میں تین ہی باتیں مناسب نظر آتی ہیں:
☆ اسے حق کے ساتھ وصول کیا جائے۔
☆ حق کی راہ میں دیا جائے۔
☆ اور باطل پر صرف ہونے سے روکا جائے۔
☆ تمہارے مال کے بارے میں میری حیثیت وہی ہے جو کسی یتیم کے سرپرست کی ہوتی ہے، اگر میں غنی ہوں گا تو (بطور تنخواہ) اس سے کچھ نہ لوں گا اور ضرورت مندی کی حالت میں معروف کے مطابق (تنخواہ) لوں گا۔
☆ میں کسی کو کسی پر ظلم وزیادتی کرنے کا موقع نہ دوں گا، ایسا کرنے والے کا ایک گال زمین پر ہوگا اور دوسرا میرے قدموں کے نیچے، تا آنکہ وہ حق کے آگے سپر ڈال دے۔
☆ لوگو! مجھ پر تمہارے سلسلہ میں کچھ ذمہ داریاں ہیں جن کو میں تمہارے سامنے گنا تا ہوں تمہیں چاہئے کہ ان کے بارے میں میرا احتساب کرتے رہو۔
☆ میری ذمہ داری ہے کہ تمہارے خراج اور فئے کی رقمیں ان کے مقررہ طریقوں سے ہی وصول کروں۔
☆ اور یہ کہ جب یہ اموال میرے ہاتھ آجائیں تو اپنے مناسب مصارف میں خرچ ہوں۔
☆ تمہارے سلسلہ میں میری ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ''انشاء اللہ'' میں تمہارے عطایا اور وظاھف میں اضافہ کروں۔
☆ اور تمہاری سرحدوں کی حفاظت کا انتظام کروں۔
☆ میری ذمہ داری ہے کہ تمہیں ہلاکت کے منہ میں نہ دھکیلوں۔
☆ اور (گھر سے دور) سرحدوں پر زیادہ طویل عرصہ نہ مامور کئے رہوں۔
☆ وہ زمانہ قریب آ گیا ہے جس میں قرآن پڑھنے والے بہت ہوں کے مگر صاحب امانت لوگ کم ہوں گے۔
☆ امیدیں کرنے والوں کی کثرت ہوگی مگر سمجھ دار لوگ بہت کم ہوں گے۔
☆ جس میں لوگ آخرت کا کام کر کے (اس کے عوض) دنیا کی عارضی پونجی کے طلب گار ہوں گے جو اپنے مالک

کے دین کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

☆ خبردار! تم میں سے جن کو اس زمانہ سے سابقہ پڑ جائے انہیں چاہئے کہ اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور (ان حالات کے مقابل میں) صبر کرے۔

☆ لوگو! اللہ نے اپنے حق کو اپنی مخلوق کے حق سے اہم تر قرار دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتا ہے:

''اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا قرار دے دے۔ جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو کیا اس کے بعد وہ تمہیں کفر اختیار کرنے کا حکم دیگا؟'' (آل عمران: ۸۰)

☆ خبردار! میں نے تمہیں (یعنی ماتحت افسروں کو) آمر وجابر بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ ہادی ورہنما بنا کر بھیجا ہے تا کہ لوگ تم سے ہدایت حاصل کریں۔

☆ تمہیں چاہئے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق فراخ دلی کے ساتھ دو۔

☆ انہیں مار کر ذلیل وخوار نہ کرو

☆ نہ ان کی تعریفیں کر کے انہیں آزمائش میں ڈالو۔

☆ ان کی طرف سے غافل ہو کر دروازے بند کر کے نہ بیٹھ رہو کہ ان کے قوت والے حضرات کمزوروں کو ہضم کر جائیں۔

☆ ان پر کسی دوسرے کو ترجیح دے کر ان کے ساتھ ظلم نہ کرنا۔

☆ ان کے ساتھ بے دردانہ سلوک نہ کرنا۔

☆ اور ان کو لے کر کفار سے جنگ کرنے میں ان کی قوت واستعداد کا پورا لحاظ رکھنا، جب تمہیں نظر آئے کہ اب جنگ ان کی طبیعتوں پر بار بن گئی ہے تو اس سے دست کش ہو جانا کیونکہ دشمن سے جہاد کیلئے بھی ایسا کرنا بالآخر زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔

☆ لوگو! میں تمہیں امرائے امصار پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں صرف اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو ان کا دین سمجھائیں۔

☆ ان کے درمیان فئے کا مال تقسیم کریں۔

☆ اور ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کریں۔

☆ اگر کسی معاملہ میں اشکال پیش آ جائے (اور یہ خود فیصلہ نہ کر سکیں) تو اسے میرے سامنے پیش کریں۔

☆ (راوی نے) کہا کہ (سیدنا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: (امور مسلمین کی تدبیر کا) یہ کام اسی وقت خوش اسلوبی سے انجام پا سکتا ہے جب کہ جبر وظلم سے کام لئے بغیر سختی برتی جائے اور کمزوری دکھائے بغیر نرمی کا

سلوک کیا جائے۔

(۲۵۷). قال(ابو یوسف): وحدثنی بعض علماء اهل الکوفة ان علی بن ابی طالب رضی الله عنه کتب الی کعب بن مالك، وهو عامله: اما بعد فاستخلف علی عملك واخرج فی طائفة من اصحابك حتی تمر بأرض السواد کورة کورة فتسألهم عن عمالهم، وتنظر فی سیرتهم حتی تمر بمن کان منهم فیما بین دجلة والفرات، ثم ارجع الی البهقباذات فتول معونتها، واعمل بطاعة الله فیما ولاك منها، واعلم ان الدنیا فانیة وان الآخرة آتیة وان عمل ابن آدم محفوظ علیه، وانك مجزی بما اسلفت وقادم علی ما قدمت من خیر فاصنع خیرا تجد خیرا۔

کوفہ کے ایک عالم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے عامل کعب بن مالک کو لکھ بھیجا کہ:

''امابعد! اپنے کام کسی نائب کے سپرد کرو اور اپنے رفقاء کی ایک جماعت ساتھ لے کر سواد کی ایک ایک بستی کا دورہ کرو، وہاں کے باشندوں سے ان کے افسران کے احوال دریافت کرو اور ان کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرو، اس طرح دورہ کرتے ہوئے دجلہ و فرات کے درمیانی علاقہ تک جاؤ، پھر بہقباذات واپس چلے آؤ اور وہاں کی ذمہ داریاں سنبھال لو، اللہ نے وہاں کے جو امور تمہاری نگرانی میں دیئے ہیں انہیں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہوئے انجام دو۔ بخوبی جان لو کہ یہ دنیا فانی ہے، اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی آنے والی ہے، اور ابن آدم کے خلاف اس کے اعمال کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے، تم جو کچھ کر چکے اس کا بدلہ پاؤ گے اور جو نیکیاں آگے روانہ کر چکو وہ سب تمہارے سامنے آئیں گی، لہٰذا بھلے کام کرو تاکہ بھلا انجام نصیب ہو۔''

(۲۵۸). قال: وحدثنی من سمع عطاء بن ابی رباح قال: کان علی بن ابی طالب کرم الله تعالی وجهه اذا بعث سریة ولی امرها رجلا واوصاه فقال له: اوصیك بتقوی الله الذی لا بد لك من لقاءه، وعلیك بالذی یقربك الی الله فان ما عند الله خلف من الدنیا۔

عطاء بن ابی رباح (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جب کسی فوجی دستہ کو کسی مہم پر روانہ کرتے تو کسی آدمی کو اس کا امیر بناتے اور اسے یہ ہدایات دیتے کہ: میں تمہیں اس اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں جس سے ملاقات بہر حال ہونی ہی ہے، ایسے اعمال بجالاؤ جو تمہیں اللہ سے قریب کریں کیونکہ جو کچھ اللہ کیلئے یہاں پہنچ جائے وہی دنیا کا حاصل ہے۔''

---

(۲۵۸) السنہ لابی بکر بن الخلال: ۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۴۹۹۔

(۲۵۹) قال ابو یوسف: وحدثنی داود بن ابی هند عن رياح بن عبيدة قال: كنت مع عمر بن عبدالعزيز. فقلت له: ان لى بالعراق ضيعة وولدا فائذن لى يا امير المؤمنين اتعاهدهم قال: ليس على ولدك بأس ولا على ضيعتك ضيعة. فلم ازل به حتى اذن لى. فلما كان يوم ودعته قلت: يا امير المؤمنين حكجتك اوصنى بها. قال حاجتى ان تسأل عن اهل العراق و كيف سيرة الولاة فيهم ورضاهم عنهم؟

میں عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کے یہاں تھا، ایک بار میں نے ان سے کہا: امیر المؤمنین میرے لڑکے عراق میں ہیں اور وہاں میری کچھ جائداد بھی ہے، مجھے اجازت دیجئے کہ وہاں جا کر ان کی خبر گیری کروں۔ آپ نے جواب دیا: نہ تو تمہارے لڑکے پریشان ہیں نہ تمہاری جائداد تباہ ہوئے جارہی ہے۔ لیکن میں برابر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے اجازت دے دی، جب آپ سے رخصت ہونے کا دن آیا تو میں نے کہا: امیر المؤمنین! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔ آپ نے فرمایا: میرا ایک کام یہ ہے کہ اہل عراق کے احوال دریافت کرنا اور یہ معلوم کرنا کہ والیوں کا برتاؤ ان کے ساتھ کیسا ہے؟ اور وہ لوگ ان والیوں سے کس حد تک خوش ہیں؟

فلما قدمت العراق سألت الرعية عنهم فأخبرت بكل خير عنهم. فلما قدمت عليه سلمت عليه واخبرته بحسن سيرتهم فى العراق وثناء الناس عليهم. فقال: الحمد لله على ذلك لو اخبرتنى عنهم بغير هذا عزلتهم ولم استعن بهم بعدها ابدا. ان الراعى مسؤل عن رعيته فلا بدله من ان يتعهد رعيته بكل ما ينفعهم الله به ويقربه اليه: فأن من ابتلى بالرعية فقد ابتلى بأمر عظيم۔

رياح بن عبیدہ نے کہا ہے کہ:

چنانچہ جب میں عراق آیا تو وہاں کی رعایا سے ان کے بارے میں دریافت کیا، مجھے ان کے بارے میں بہت اچھی رپورٹیں ملیں، جب میں آپ کے پاس واپس آیا تو سلام کے بعد آپ کو والیانِ عراق کی سلامت روی کی خبر دی اور بتایا کہ ساری عوام ان لوگوں کی تعریف کرتی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے، تمہاری رپورٹ اس کے برعکس ہوتی تو میں ان لوگوں کو معزول کر دیتا اور آئندہ ان سے کبھی کوئی کام نہ لیتا، حکمران اپنی رعایا کے بارے میں جواب دِہ ہے، لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ان سارے امور کا اہتمام کرتا رہے جن کے ذریعہ اللہ رعایا کو فائدہ پہنچائے اور (ان خدمات کے طفیل) حکمران کو اپنا قرب عطا کرے، حقیقت یہ ہے کہ جسے رعایا کی سربراہ کاری جیسی آزمائش میں ڈالا گیا اسے بہت ہی بڑی آزمائش میں ڈالا گیا۔''

رعایا کو سخت سزائیں دینے کی ممانعت:

(۲۶۰) ۔قال: وحدثني عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابيه قال: كتب عدي بن ارطاة عامل كان لعمر بن عبدالعزيز اليه: اما بعد فان اناسا قبلنا لا يؤدون ما عليهم من الخراج حتى يمسهم شيء من العذاب. فكتب اليه عمر:

عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان کے والد نے کہا ہے کہ:

''عدی بن ارطاۃ نے جو عمر بن عبدالعزیز کے ایک عامل تھے آپ کو لکھا کہ: ہمارے یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے ذمہ واجب الادا خراج اس وقت تک نہیں ادا کرتے جب تک انہیں تھوڑا عذاب نہ چکھا دیا جائے۔ عمر (رحمہ اللہ) نے جواب میں انہیں لکھا کہ:

امابعد! فالعجب كل العجب من استئذانك اياي في عذاب البشر كأني جنة لك من عذاب الله. وكان رضاي ينجيك من سخط الله. اذا اتاك كتابي هذا فمن اعطاك ما قبله عفوا والا فأحلفه. فوالله لا يلقوا الله بجناياتهم احب الي من ان القاهم بعذابهم. والسلام.

قال واتى عمر رجل فقال: يا امير المؤمنين زرعت زرعا. فمر به جيش من اهل الشام فأفسدوه. قال: فعوضه عشرة آلاف.

''امابعد! مجھے حیرت ہے کہ تم نے مجھ سے انسانوں کو عذاب دینے کی اجازت طلب کی ہے اگر میں تمہیں عذاب الٰہی سے بچالوں گا یا میری رضامندی تمہیں غضب خداوندی سے بچالے گی (تو ایسا کرو، اگر نہ) میرا خط پانے کے بعد یہ طریقہ اختیار کرو کہ جو شخص اپنے ذمہ واجب رقم آسانی سے ادا کردے اس سے لے لو اور جو نہ دے اس سے حلف لے کر اسے چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! یہ بات کہ لوگ اپنے جرائم کا بوجھ اٹھائے اللہ کے سامنے پیش ہوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کو عذاب دینے کا جرم لئے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہوں، والسلام۔''

(راوی نے) کہا کہ ایک آدمی نے عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کے پاس آ کر یہ کہا کہ: میں نے ایک کھیت بویا تھا، پھر شام کا ایک لشکر ادھر سے گزرا اور اس نے اسے تباہ کر کے رکھ دیا، (راوی نے) کہا کہ اس پر عمر (رحمہ اللہ) نے اس آدمی کو دس ہزار (درہم) بطور معاوضہ دیئے۔

فصل :فی شأن نصاری بنی تغلب وسائر اهل الذمة وما یعاملون به

فصل: نصاری بنی تغلب اور دوسرے اہل ذمہ کے بارے میں اور اس بارے میں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت یا امیر المؤمنین عن نصاری بنی تغلب، ولم ضوعفت علیهم الصدقة فی اموالهم واسقطت الجزیة عن رء وسهم؟ وعما ینبغی ان یعامل به اهل الذمة جمیعا فی جزیة الرء وس والخراج واللباس والصدقات والعشور؟

امیر المؤمنین! آپ نے نصاریٰ بنی تغلب کے بارے میں معلومات چاہی ہیں اور یہ پوچھا ہے کہ ان کے اموال پر جو محصول لاگو کیا گیا ہے اس کی شرح زکوٰۃ کی شرح سے دوگنی کی گئی ہے؟ ان کو جزیہ سے کیوں معاف رکھا گیا ہے؟ اور یہ کہ جزیہ وخراج، صدقات وعشور اور پوشاک کے ضمن میں سارے اہل ضمہ کے سلسلہ میں ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے؟

بنی تغلب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معاہدہ:

(۲۶۱)۔قال ابو یوسف(رحمه الله تعالیٰ):حدثنی بعض المشائخ عن السفاح عن داود بن کردوس عن عبادة بن نعمان التغلبی (رحمه الله) انه قال لعمر بن الخطاب رضی الله عنه :یا امیر المؤمنین ان بنی تغلب من قد علمت شوکتهم، وانهم بازاء العدو فان ظاهروا علیك العدو واشتدت مؤنتهم فان رأیت ان تعطیهم شیئا فافعل۔

عبادہ بن نعمان تغلبی سے روایت ہے کہ:

''انہوں نے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کو بنی تغلب کی قوت کا بخوبی اندازہ ہے، اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ دشمن کے علاقہ کے بالکل سامنے رہتے ہیں، اگر یہ لوگ آپ کے خلاف دشمن کی مدد کرنے لگے تو ان کے سبب بڑی مشکلیں آن پڑیں گی، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کے ساتھ کچھ رعایت کر دیں۔''

قال:فصالحهم عمر علی ان لا یغمسوا احدا من اولادهم فی النصرانیة ویضاعف علیهم

الصدقة. قال: و کان عبادة یقول: قد فعلوا فلا عهد لهم۔
(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) عمر نے ان لوگوں سے اس شرط پر صلح کر لی کی وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو بپتسمہ نہ دیں گے اور ان سے زکوٰۃ کی شرح کا دوگنا (محصول) وصول کیا جائے گا، عبادہ (رضی اللہ عنہ) کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ایسا کرنے لگے لہٰذا اب ان سے کیا ہوا معاہدہ کالعدم ہو گیا۔

وعلی ان یسقط الجزیة عن رءوسهم. فکل نصرانی من بنی تغلب له غنم سائمة. فلیس فیها شیء حتی تبلغ اربعین شاة. فاذا بلغت اربعین سائمة ففیها شاتان الی عشرین ومائة فاذا زادت شاة ففیها اربع من الغنم. وعلی هذا الحساب تؤخذ صدقاتهم
ایک شرط یہ بھی طے پائی کہ ان کے سروں سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا، چنانچہ بنی تغلب کے جس عیسائی کے پاس چرنے والی بھیڑ بکریاں ہوں ان میں چالیس کی تعداد تک کچھ نہیں واجب ہے ان کی تعداد چالیس ہو تو ان میں سے دو بکریاں لی جائیں گی اور ایک سو راسوں تک اتنا ہی لیا جائے گا، جب بھیڑ بکریوں کی تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو جاتی ہے تو ان میں سے چار بھیڑیں یا بکریاں واجب ہوں گی، ان کے صدقات اسی حساب سے وصول کئے جائیں گے۔

و کذلك البقر والابل اذا وجب علی المسلم شیء من ذلك فعلی النصرانی التغلبی مثله مرتین ونساءهم کرجالهم فی الصدقة فاما الصبیان فلیس علیهم شیء۔
یہی حال گائے بیل اور اونٹوں کا ہے کہ ان کی کس تعداد پر مسلمانوں پر جو کچھ واجب ہوتا ہے اس کا دوگنا تغلبی عیسائی پر واجب ہوگا، صدقہ کی تحصیل میں ان کی عورتوں کی حیثیت وہی ہوگی جو ان کے مردوں کی ہے، البتہ بچوں پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

و کذلك ارضوهم التی کانت بایدیهم یوم یصولحوا فیؤخذ منهم ضعف ما یؤخذ من للسلم. واما الصبی والمعتوه فأهل العراق یرون ان یؤخذ ضعف الصدقة من ارضه ولا یؤخذ من ماشیته. واهل الحجاز یقولون یؤخذ ذلك من ماشیته۔
اسی طرح ان کی زمینیں جو بوقت صلح ان کے قبضہ میں تھیں ان پر بھی مسلمانوں پر واجب ہونے والے محاصل سے دوگنے محاصل وصول کئے جائیں گے، بچوں اور بے عقلوں (کی املاک) کے بارے میں (فقہاء) اہل عراق کی رائے یہ ہے کہ ان کی زمینوں سے صدقہ کا دوگنا وصول کیا جائے گا مگر ان کے مویشیوں پر کوئی محصول نہ لیا جائے گا، اور (فقہاء) اہل حجاز کہتے ہیں کہ ان کے مویشیوں میں سے بھی صدقہ کا دوگنا وصول کیا جائے گا۔

وسبیل ذلك سبیل الخراج. لانه بدل من الجزیة ولا شیء علیهم فی بقیة اموالهم ورقیقهم
ان محاصل کی نوعیت خراج کی ہے کیونکہ یہ جزیہ کے بدلہ وصول کئے جاتے ہیں ان کے باقی اموال اور غلاموں پر ان

سے کوئی محصول نہیں لیا جائے گا۔

(۲۶۲) قال ابو یوسف: حدثنا ابو حنیفة عمن حدثه عن عمر بن الخطاب انه اضعف الصدقة علی نصاری بنی تغلب عوضا من الخراج۔

ہم سے (امام اہلسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے اس راوی کے واسطہ سے جس نے ان سے بیان کیا تھا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے عیسائیوں پر خراج کے بدلہ دوگنا صدقہ لاگو کردیا تھا۔''

(۲۶۳) قال: وحدثنا اسماعیل بن ابراهیم بن المهاجر قال سمعت ابی یذکر قال: سمعت زیاد بن حدیر قال: ان اول من بعث عمر بن الخطاب علی العشور الی ههنا انا۔ قال فأمرنی ان لا افتش احدا وما مر علی من شیء اخذت من حساب اربعین درهما درهما من المسلمین واخذت من اهل الذمة من عشرین واحدا وممن لا ذمة له العشر۔

زیاد بن حدیر نے کہا ہے کہ:

وہ پہلا آدمی جسے (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عشور کی تحصیل پر مامور کر کے یہاں بھیجا تھا میں ہوں، انہوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ کسی کی تلاشی نہ لوں اور جو کچھ میرے سامنے سے گزرے اس میں سے میں مسلمانوں سے چالیس درہم میں سے ایک درہم، ذمیوں سے بیس درہم میں سے ایک درہم، اور غیر ذمی افراد سے دس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے وصول کیا کروں۔

قال: وامرنی ان اغلظ علی نصاری بنی تغلب۔ قال انهم قوم من العرب ولیسوا من اهل الکتاب فلعلهم یسلمون۔ قال: وکان عمر قد اشترط علی نصاری بنی تغلب ان لا ینصروا اولادهم۔

یہ کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں بنی تغلب کے عیسائیوں پر سختی کروں اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ عرب ہی کی ایک قوم ہیں، (قومی طور پر) اہل کتاب میں سے نہیں، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ (اس سخت رویہ کے سبب) یہ مسلمان ہوجائیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے یہ شرط طے کر لی تھی وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

قال ابو یوسف: وکل ارض من ارض العشر اشتراها نصرانی تغلبی۔ فان العشر یضاعف

---

(۲۶۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۵۷۰۱۔

علیه کما یضاعف علیهم فی اموالهم التی یختلفون بها فی التجارات وکل شیء یجب علی المسلم فیه واحد فعلی النصرانی التغلبی اثنان۔

(ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ) جس طرح ان لوگوں کے اموال تجارت پر دوگنا محصول لاگو کیا گیا ہے اسی طرح جو عشری زمینیں کوئی تغلبی عیسائی خرید لے تو پر بھی دوگنا عشر لاگو کیا جائے گا (غرض یہ کہ) جس چیز میں کسی مسلمان پر ایک واجب ہے اس میں تغلبی عیسائی پر دو واجب ہوگا۔

ذمیوں کی خریدی ہوئی عشری زمین کا محصول:

قال: وان اشتری رجل من اهل الذمة سوی نصاری بنی تغلب ارضا من ارض العشر. فان ابا حنیفة قال اضع علیها الخراج لم لا احولها عن ذلك. وان باعها من مسلم من قبل انه لا زکوٰة علی الذمی والعشر زکوٰة فاحولها الی الخراج۔

اگر بنی تغلب کے عیسائیوں کے علاوہ کوئی اور ذمی عشری زمین خرید لے تو (امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ میں اس پر خراج لاگو کر دوں گا اور آئندہ ہمیشہ کیلئے اسے خراجی زمین قرار دے دوں گا خواہ وہ اسے پھر کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دے، کیونکہ عشر زکوٰۃ ہے اور کسی ذمی پر زکوٰۃ لاگو نہیں کی جا سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں اسے خراجی قرار دیتا ہوں۔

وانا اقول ان یوضع علیها العشر مضاعفا فهو خراجها فاذا رجعت الی مسلم بشراء او اسلم النصرانی اعدتها الی العشر الذی کان علیها فی الاصل۔

لیکن میری رائے یہ ہے کہ ایسی زمین پر دوگنا عشر لاگو کر دیا جائے اور اسی کو اس زمین کا خراج سمجھا جائے، پھر اگر اس زمین کو کوئی مسلمان خرید لے یا اس کا عیسائی مالک مسلمان ہو جائے تو میں اسے حسب سابق پھر عشری زمین قرار دے دوں گا۔

(۲۶۴) قال ابو یوسف (رحمه الله تعالیٰ): حدثنی بعض اشیاخنا ان الحسن وعطاء قالا فی ذلك العشر مضاعفا۔

ہمارے ایک شیخ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ:

''حسن اور عطاء (رحمہما اللہ) نے اس سلسلہ میں یہ کہا ہے کہ دوگنا عشر لاگو کیا جائے۔''

قال ابو یوسف: فکان قول الحسن وعطاء احسن عندی من قول ابی حنیفة. الا تری ان المال یکون للمسلم للتجارة فیمر به علی العاشر فیجعل علیه ربع العشر. فاذا اشتراه ذمی فمر به علی العاشر لتجارة جعل علیه نصف العشر ضعف ما علی المسلم. فان عاد الی مسلم جعلت فیه ربع العشر۔

(امام اہلسنت ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میرے نزدیک حسن اور عطاء (رحمہا اللہ) کا قول (امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا آپ خود نہیں غور کرتے کہ جب مسلمان اپنا تجارتی مال لے کر محصلِ چنگی کے یہاں آتا ہے تو وہ اس سے چالیسواں حصہ وصول کرتا ہے، پھر جب کوئی ذمی اس مال کو خرید لے اور تجارت کیلئے محصلِ چنگی کے یہاں سے گزرے تو وہ اس پر بیسواں حصہ یعنی مسلمان پر لاگو ہونے والے محصول کا دوگنا لگاتا ہے اب اگر یہ مال پھر کسی مسلمان کے پاس لوٹ آئے تو میں اس پر چالیسواں حصہ لاگو کردوں گا۔

فهذا مال واحد يختلف الحكم فيه على من يملكه فكذلك الارض من ارض العشر. الا ترى لو ان ذميا اشترى ارضا من ارض العرب، حيث لم يقع خراج قط بمكة او المدينة او ما اشبهها لم اضع عليها خراجا؟ وهل يكون خراج في الحرم؟ ولكنه تضاعف عليه الصدقة. كما تضاعف في اموالهم التي يختلفون بها في التجارات. ومن اسلم منهم فارضه ارض العشر لانه لم يوضع عليه الخراج.

اس مثال سے معلوم ہوا کہ ایک ہی مال پر مالک کے مختلف ہونے کے سبب محصول کی مختلف شرحیں لاگو ہوں گی، بالکل یہی پوزیشن عشری زمینوں میں کسی زمین کی بھی ہے، آپ خود نہیں دیکھتے کہ اگر ایک ذمی عرب کے کسی ایسے علاقہ میں زمین خرید لے جہاں خراج نہیں لاگو ہوتا مثلاً مکہ یا مدینہ یا ان جیسی دوسری جگہوں پر تو میں اس پر خراج نہیں لاگو کروں گا! کیا حرم کے علاقہ میں بھی خراج لاگو کیا جاسکتا ہے؟ (نہیں) بلکہ ان پر (زمین کے سلسلہ میں) اسی طرح دوگنا لاگو کیا جائے گا جس طرح ان کے اموال تجارت پر لاگو کیا گیا ہے، ان میں سے جو مسلمان ہو جائے اس کی زمین عشری زمین قرار پائے گی کیونکہ اس پر خراج نہیں لاگو کیا گیا ہے۔

فصل: فیمن تجب علیه الجزیة

فصل: جزیہ کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے

جزیہ کن لوگوں پر واجب ہے:

قال ابو یوسف (رحمه الله تعالی): والجزیة واجبة علی جمیع اهل الذمة ممن فی السواد وغیرهم من اهل الحیرة وسائر البلدان من الیهود والنصاری والمجوس والصابئین والسامرة ماخلا نصاری بنی تغلب واهل نجران خاصة۔

جزیہ سواد، حیرہ، اور سارے علاقوں کے اہل ذمہ یہودی، عیسائی، مجوسی، صابی اور سامری لوگوں پر واجب ہے اس سے صرف اہل نجران اور بنی تغلب کے نصاری مستثنی ہیں۔

جزیہ کی شرطیں:

وانما تجب الجزیة علی الرجال منهم دون النساء والصبیان: علی الموسر ثمانیة واربعون درهما. وعلی الوسط اربعة وعشرون. وعلی المحتاج الحراث العامل بیده اثنا عشر درهما یؤخذ ذلك منهم فی کل سنة۔

جزیہ صرف مردوں پر واجب ہے، عورتوں اور بچوں پر نہیں، (اس کی شرحیں یہ ہیں) خوش حال لوگوں پر اڑتالیس درہم، متوسط حال کے افراد پر چوبیس درہم، اور غریب کاشتکاروں اور محنت کاروں پر بارہ درہم، یہ رقمیں ان سے سال بہ سال لی جایا کریں گی۔

جزیہ میں جانیوالی چیزیں:

وان جاء وا بعرض قبل منهم مثل الدواب والمتاع وغیر ذلك ویؤخذ منهم بالقیمة. ولا یؤخذ منهم فی الجزیة میتة ولا خنزیر ولا خمر. فقد کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه ینهی عن اخذ ذلك منهم فی جزیتهم. وقال: ولوها اربابها. فلیبیعوها و خذوا منهم اثمانها هذا اذا کان هذا ارفق باهل الجزیة۔

جزیہ کی ادائیگی میں اگر یہ لوگ کوئی سامان یا جانور وغیرہ لے آئیں تو تو ان چیزوں کو بھی ان کی قیمت کے حساب سے لے لیا جائے گا، جزیہ کی ادائیگی میں ان لوگوں سے مردار، یا سور یا شراب نہیں لی جائے گی، کیونکہ (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ان کے جزیہ میں ان سے یہ چیزیں لینے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان اشیاء کو ان کے مالکوں ہی کے سپرد کرو کہ وہ انہیں فروخت کر ڈالیں، تم ان سے ان کی قیمتیں لے لیا کرو، ایسا اسی وقت کیا جائے گا جب کہ جزیہ ادا کرنے والوں کو اس میں سہولت ہو۔

وقد كان علي بن ابي طالب كرم الله وجه فيما بلغنا يأخذ منهم في جزيتهم الابر والمسال ويحسب لهم من خراج رؤسهم.

اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ (سیدنا) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے جزیہ میں سوئی، سوجا وغیرہ بھی قبول کرلیا کرتے تھے اور ان چیزوں (کی قیمت) کو ان کے جزیہ میں محسوب کرلیا کرتے تھے۔

جزیہ سے مستثنیٰ افراد:

ولا تؤخذ الجزّية من المساكين الذي يتصدق عليه. ولا من اعمى لا حرفة له ولا عمل. ولا من ذمي يتصدق عليه ولا من مقعد. والمقعد والزمن اذا كان لهما يسار اخذ منهما و كذلك الاعمى. و كذلك المترهبون الذين في الديارات اذا كان لهم يسار اخذ منهم وان كان انما هم مساكين يتصدق عليهم اهل اليسار منهم لم يؤخذ منهم.

ایسے مسکین سے جس کو خیرات دی جاتی ہو، ایسے اندھے سے جس کا نہ کوئی پیشہ ہو نہ وہ کوئی کام کرتا ہو، ایسے ذمی سے جس کو خیرات دی جاتی ہو، یا کسی معذور آدمی سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، البتہ ایسے معذور، مفلوج، یا اندھے افراد سے جو خوشحال ہوں جزیہ لیا جائے گا، یہی حال ان راہبوں کا ہے جو خانقاہوں میں رہتے ہیں، اگر یہ خوش حال ہوں تو ان سے جزیہ لیا جائے گا اور اگر مسکین ہوں اور ان کے خوش حال ہم مذہب ان کو خیرات دیتے ہوں تو نہیں لیا جائے گا۔

و كذلك اهل الصوامع ان كان لهم غنى ويسار. وان كانوا قد صيروا ما كان لهم لمن ينفقه على الديارات ومن فيها من المترهبين والقوام اخذت الجزية منهم يؤخذ بها صاحب الدير. فان انكر صاحب الدير الذي ذلك الشيء في يده وحلف على ذلك بالله وبما يحلف به مثله من اهل دينه كما في يده شيء من ذالك ترك ولم يؤخذ منه شيء.

صومعے والے اگر مال دار ہوں تو ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوگا، اگر انہوں نے اپنا سارا مال خانقاہوں اور ان میں رہنے والے راہبوں اور کارکنوں کے مصارف کیلئے وقف کر دیا ہو تو بھی ان سے جزیہ لیا جائے گا اور مطلوبہ رقم مہتمم خانقاہ

سے وصول کی جائے گی، اگر خانقاہ کا مہتمم جس کے ہاتھ میں یہ چیزیں ہوں یہ کہے کہ یہ مال نہیں ملا ہے اور اس پر اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھائے اور اس کے ہم مذہب جس طرح حلف اٹھاتے ہوں اس طرح حلف اٹھائے تو اسے چھوڑ دیا جائے اور اس سے کچھ نہ لیا جائے۔

مسلمان سے جزیہ وصول کرنے کی صورت:

ولا یؤخذ من مسلم جزیة رأسه. الا ان یکون اسلم بعد خروج السنة فانه اذا اسلم بعد خروجها. فقد کانت الجزیة وجبت علیه. وصارت خراجا لجمیع المسلمین فتؤخذ منه. وان اسلم قبل تمام السنة بیوم او یومین او شهر او شهرین او اکثر او اقل لم یؤخذ بشیء من الجزیة اذا کان اسلم قبل انقضاء السنة.

کسی مسلمان سے جزیہ صرف اسی صورت میں ہی وصول کیا جا سکتا ہے کہ وہ سال گزر جانے کے بعد اسلام لایا ہو۔ کیونکہ وہ سال گزر جانے کے بعد مسلمان ہوا ہے تو اس سال کا جزیہ اس پر واجب ہو کر سارے مسلمانوں کیلئے خراج قرار پاچکا، لیکن اگر وہ سال پورا ہونے سے، مہینہ، دو مہینہ ایک دن، دو دن یا اس سے کچھ کم یا زیادہ عرصہ پہلے بھی مسلمان ہو چکا ہو تو اس سے جزیہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ سارا سال پورا ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔

وان وجبت علیه الجزیة فمات قبل ان تؤخذ منه او اخذ بعضها. وبقی البعض لم یؤخذ بذالك ورثته ولم تؤخذ من ترکته. لان ذلك لیس بدین علیه. وکذلك ان اسلم وقد بقی علیه شیء من جزیة رأسه لم یؤخذ بذالك.

اگر اس پر جزیہ واجب ہو گیا مگر وہ اسے ادا کرنے سے پہلے ہی وفات پا گیا یا جزیہ کی کچھ رقم وصول کی جا چکی اور کچھ باقی رہ گئی اور وہ وفات پا گیا تو اس کے وارثوں سے اس رقم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا نہ اس کے ترکہ میں سے یہ رقم وصول کی جا سکے گی، کیونکہ اس کی نوعیت اس فرد کے ذمہ قرض کی نہیں، اسی طرح اگر کوئی فرد مسلمان ہو جائے اور اس کے ذمہ اس کے ذاتی جزیہ کی کچھ رقم باقی ہو تو اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

جزیہ سے مستثنیٰ افراد:

ولا تؤخذ الجزیة من الشیخ الکبیر الذی لا یستطیع العمل ولا شیء له وکذلك المغلوب علی عقله لا یؤخذ منه شیء. ولیس فی مواشی اهل الذمة من الابل والبقر والغنم زکاة. والرجال والنساء فی ذلك سواء.

ایسے بوڑھے آدمی سے جو کام کرنے سے معذور اور مفلس ہو، جزیہ نہیں لیا جائے گا، اسی طرح فاتر العقل آدمی سے

بھی جزیہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اہل ذمہ کے مویشیوں اونٹ، گائے، بیل اور بھیڑ بکری پر زکوۃ نہیں خواہ مویشی کسی مرد کے ہوں یا عورت کے۔

(۲۶۵)۔ قال ابو یوسف: حدثنا سفیان بن عبدالله بن طاؤس عن ابیه عن عبدالله بن عباس قال: لیس فی اموال اهل الذمة الا العفو۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا ہے کہ:

''اہل ذمہ کے اموال میں سے اتنا ہی وصول کیا جاسکتا ہے جو ان کی ضروریات سے فاضل ہو۔''

قال ابو یوسف: ولیس شیء من اموالهم والرجال منهم والنساء زکاة، والا ما اختلفوا به فی تجارتهم فان علیهم نصف العشر، ولا یؤخذ من مال حتی یبلغ مائتی درهم او عشرین مثقالا من الذهب او قیمة ذلك من العروض للتجارة۔

امام اہلسنت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذمی مردوں اور عورتوں کے کسی مال پر زکوۃ نہیں، بجز اس مال تجارت کے جسے لے کر یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں اس میں سے ان سے بیسواں حصہ (بطور چنگی) وصول کیا جائے گا، یہ زکوۃ اسی مال میں سے لی جائے گی جو کم از کم دوسو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے یا اس کے مساوی قیمت کی اشیاء تجارت پر مشتمل ہو۔

جزیہ وصول کرنے میں ظلم سے پرہیز:

ولا یضرب احد من اهل الذمة فی استیدائهم الجزیة، ولا یقاموا فی الشمس ولا غیرها، ولا یجعل علیهم فی ابدانهم شیء من المکاره، ولکن یرفق بهم، ویحبسون حتی یؤدوا ما علیهم ولا یخرجون من الحبس حتی تستوفی منهم الجزیة۔

جزیہ وصول کرنے کی خاطر کسی ذمی کو مارا نہیں جائے گا، نہ اسے دھوپ میں یا کسی اور جگہ کھڑا کیا جائے گا، ان کو کسی طرح کی جسمانی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی، بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے گا، البتہ جب تک وہ جزیہ نہ ادا کریں ان کو قید رکھا جائے گا اور اس وقت رہا کیا جائے گا جب ان سے جزیہ کی پوری رقم وصول ہو جائے۔

کسی والی کو بھی جزیہ میں تخفیف کی اجازت نہیں:

ولا یحل للوالی ان یدع احدا من النصاری والیهود والمجوس والصابئین والسامرة الا اخذ منهم الجزیة، ولا یرخص لاحد منهم فی ترك شیء من ذلك ولا یحل ان یدع واحدا ویأخذ من

(۲۶۵) مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۲۰۔

واحد ولا یسع ذالك. لان دماء هم واموالهم. انما احرزت بأداء الجز یة بمنزلة مال الخراج۔
والی کیلئے یہ جائز نہیں کہ عیسائی، یہودی، مجوسی، صابی یا سامری کو جزیہ وصول کئے بغیر چھوڑ دے، کسی والی کو جزیہ میں ذرا بھی تخفیف کی اجازت نہیں، اس کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ کسی سے وصول کرے اور کسی کو چھوڑ دے، ایسا کرنے کی مطلق گنجائش نہیں، کیونکہ ان کے جان و مال کو جزیہ ادا کرنے کے عوض میں ہی محفوظ قرار دیا گیا ہے، جزیہ کی حیثیت خراج کے مال کی ہے۔

تحصیل جزیہ کا طریقہ:

فاما امر الامصار مثل مدینة السلام والکوفة والبصرة وما اشبهها فانی اری ان یصیرہ الامام الی رجل من اهل الصلاح فی که مصر ومن اهل الخیر والثقة ممن یوثق بدینه وامانته ویصیر معه اعوانا یجمعون الیه اهل الادیان من الیهود والنصاری والمجوس والصابئین والسامرة. فیأخذ منهم علی الطبقات علی ما وصفت:

مرکزی شہروں مثلاً مدینۃ السلام، کوفہ اور بصرہ وغیرہ کے سلسلہ میں میری تجویز یہ ہے کہ ان میں سے ہر شہر کو جزیہ کی تحصیل امام وہاں کے کسی نیک، دین دار، امانت دار اور معتمد علیہ فرد کے سپرد کردے، اور اس کیلئے چند معاون متعین مقرر کردے، یہ لوگ یہودی، عیسائی، مجوسی اور سامری ہر مذہب کے ذمیوں کو اس ذمہ دار فرد کے یہاں جمع کریں اور وہ ان میں سے مختلف طبقات کے لوگوں سے ان شرحوں کے مطابق جزیہ وصول کرے جن کی تفصیل اوپر بیان کر چکا ہوں۔

ثمانیة واربعین درهما علی الموسر مثل الصیرفی والبزال وصاحب الشیعة والتاجر والمعالج الطبیب. وکل من کان منهم بیده صناعة وتجارة یحترف بها اخذ من اهل کل صناعة وتجارة علی قدر صناعتهم وتجارتهم: ثمینیة واربعون درهما علی الموسر واربعة وعشرون درهما علی الوسط. من احتملت صناعته ثمانیة اربعین درهما اخذ من ذلك. ومن احتملت اربعة وعشرین درهما اخذ ذلك منه. واثنا عشر درهما علی العامل بیده مثل الخیاط والصباغ والاسكاف والخزاز ومن اشبههم فاذا اجتمعت الی الولاة علیها حملوها الی بیت المال۔

یعنی کپڑے کے تاجروں، صرافہ والوں، اصحاب جائداد، تاجروں معالجین اطبا، اور ہر ایسے خوش حال فرد سے جو تجارت وصنعت کے ذریعہ روزی کماتا ہو، اس کی صنعت یا تجارت کی مالی حیثیت کے مطابق ۴۸ درہم یا ۲۴ درہم وصول کرے، مال دار افراد سے جن کی صنعت یا تجارت ۴۸ درہم کا بار برداشت کر سکتی ہو، ۴۸ درہم لئے جائیں اور متوسط الحال افراد سے جن کا پیشہ صرف ۲۴ درہم کا متحمل ہو سکتا ہو ۲۴ درہم لئے جائیں، عام محنت پیشہ افراد مثلاً درزی،

رنگریز، موچی وغیرہ سے ۱۲ درہم لئے جائیں، جزیہ کی رقوم جب والیوں کے یہاں جمع ہو جائیں تو وہ انہیں بیت المال میں بھیج دیا کریں۔

واما السواد فتقدم الى ولاتك على الخراج ان يبعثوا رجالا من قبلهم يثقون بدينهم وامانتهم يأتون القرية فيأمرون صاحبها بجمع من كان فيها من اليهود و النصارى والمجوس والصابئين والسامرة. فاذا جمعوهم اليهم اخذوا منهم على ما وصفت لك من الطبقات. وتقدم اليهم في امتثال ما رسمته ووصفته حتى لا يتعدوه الى ما سواه. ولا يأخذ من لم تر الجزية واجبة عليه بشيء. ولا يقصدوا ابظلم ولا تعصف

اور علاقہ سواد کے بارے میں یہ صورت اختیار کیجئے کہ جن افراد کو آپ نے تحصیل خراج پر مامور کیا ہے ان کو حکم دیجئے کہ دین داری اور امانت داری کے لحاظ سے قابل اعتماد لوگوں کو مختلف گاؤں میں بھیجیں۔ یہ لوگ جہاں پہنچیں وہاں کے سردار سے کہیں کہ اس بستی کے سارے یہودی، عیسائی، مجوسی، صابی اور سامری افراد کو جمع کریں، جب یہ لوگ جمع ہو جائیں تو ان سے طبقہ وار اسی طرح جزیہ وصول کیا جائے جس طرح کہ میں اوپر بتا چکا ہوں، آپ ان محصلین کو تنبیہ کر دیجئے کہ میں نے جو طریقے بیان کیے ہیں ان کی پوری پوری پابندی کریں اور خود سے نئے طریقے نہ تراش لیں، کسی ایسے آدمی سے جس پر آپ کے نزدیک جزیہ نہ واجب ہوتا ہو کوئی مطالبہ نہ کریں، ان لوگوں کو ذرا برابر بھی ظلم و زیادتی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

تحصیل جزیہ کا ٹھیکہ:

فان قال صاحب القرية انا اصالحكم عنهم واعطيكم ذلك لم يجيبوه الى ما سأل. لان ذهاب الجزية من هذا اكثر. لعل صاحب القرية يصالحهم على خمسمائة درهم وفيها من اهل الذمة من اذا اخذت منهم الجزية بلغت الف درهم او اكثر. وهذا مما لا يحل ولا يسع مع ماينال الخراج منه من النقصان.

اگر کسی بستی کا سردار یہ کہے کہ ان لوگوں کی طرف سے معاہدہ کرنے اور ان کا جزیہ ادا کرنے کیلئے تیار ہوں تو اس کی یہ بات نہیں منظور کرنی چاہئے کیونکہ اس طرح زیادہ تر جزیہ کی آمدنی کم ہو جاتی ہے، ہو سکتا ہے کہ بستی کا سردار ان گماشتوں سے پانچ سو درہم پر معاملہ کرے اور اس بستی میں اہل ذمہ کی تعداد اتنی ہو کہ اگر ان سب سے جزیہ وصول کیا جائے تو اس کی میزان ہزار درہم یا اس سے زیادہ ہے۔ اسی طرح آمدنی میں جو کمی ہوتی ہے اس سے قطع نظر ایسا کرنا ناجائز بھی ہے۔

لعله ان يجبى من بضيعته اهل الذمة فيصيب الواحد منهم اقل من اثنى عشر درهما ولا يحل ان ينقص من ذلك. بل لعل فيهم من المياسير من تلزمه ثمانية واربعون درهما ويحملها

ولاة الخراج مع الخراج الی بیت المال لانه فیء للمسلمین۔
یہ بھی ممکن ہے کہ ٹھیکہ لینے والا اپنی زمینداری میں کام کرنے والے ذمی افراد سے فی کس ۱۲ درہم سے کم وصول کرے حالانکہ اس سے کم جزیہ لینا کسی طرح جائز نہیں، بلکہ عین ممکن ہے کہ ان ذمیوں میں ایسے خوش حال افراد بھی ہوں جن سے ۴۸ درہم وصول کیا جانا چاہئے تھا، تحصیل خراج کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ جزیہ کی آمدنی کو خراج کی آمدنی کے ساتھ بیت المال میں داخل کر دیا کریں کیونکہ یہ سارے مسلمانوں کیلئے فئے ہے۔

جزیہ کے مصارف:

وکل ما اخذ من اهل الذمة من اموالهم التی یختلفون بها فی التجارة وممن دخل الینا بامان وما اخذ من اهل الذمة من ارض العشر التی صارت فی ایدهم وکل شیء یؤخذ من مواشی نصاری بنی تغلب. ویؤخذ منها ما یجب علیها فی دارها فان سبیل ذلك اجمع کسبیل الخراج. یقسم فیما یقسم یه الخراج.
ذمیوں اور امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہونے والوں سے مال تجارت کی زکوٰۃ کے طور پر جو آمدنی ہو یا ان کی خرید کردہ عشری زمینوں سے جو کچھ وصول کیا جائے، اور نصاری بنی تغلب کے مویشیوں سے جو کچھ لیا جائے جو انہی کے علاقوں میں جا کر وصول کیا جائے گا خراج کی نوعیت رکھتا ہے ان کے مصارف بھی وہی ہیں جو خراج کی آمدنی کے ہیں۔

ولیس هذا کواضع الصدقة ولا کمواضع الخمس قد حکم الله عزوجل فی الصدقة حکما قسمها علیه. فهی علی ذلك. وقسم الخمس قسما بقی علیه. فلیس للناس ان یتعدوا ذلك ولا یخالفوه.
ان کی نوعیت خمس یا زکوٰۃ کے مصارف کی نہیں، زکوٰۃ کی تقسیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ مقرر فرما دیا ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا رہے گا، اسی طرح خمس کی تقسیم بھی اس نے کر دی ہے جو ہمیشہ نافذ رہے گی، انسانوں کو ان ضابطوں کی خلاف ورزی کا حق حاصل نہیں ہے۔

اہل جزیہ کے ساتھ نرمی کا سلوک:

قال ابو یوسف: وقد ینبغی یا امیر المؤمنین ایدك الله ان تتقدم فی الرفق باهل ذمة نبیك وابن عمك محمد ﷺ والتفقد لهم حتی لا یظلموا ولا یؤذوا ولا یکلفوا فوق طاقتهم ولا یؤخذ شیء من اموالهم الا بحق یجب علیهم.
امیر المؤمنین! جن لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے چچازاد بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ حاصل ہے ان

کے ساتھ نرمی برتنے اور ان کے احوال کا ۔ ئزہ لیتے رہنے میں ذرا بھی کوتاہی نہ برتئے، تا کہ ان لوگوں پر ظلم وزیادتی کا سد باب ہو، ان پر ان کی برداشت سے ۔یاد۔ وجھ نہ ڈالا جائے، اور ان کے مال میں سے اتنا ہی لیا جائے جو حق کی رو سے ان پر واجب ہو۔

فقد روی عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: من ظلم معاهدا او كلفه فوق طاقته فانا حجيجه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جو کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس ۔ اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا اس سے میں (اس معاہد کی جانب سے قیامت کے دن) بحث کروں گا۔''

وكان فيما تكلم به عمر بن الخطاب رضي الله عنه عند وفاته اوصى الخليفة من بعدى بذمة رسول الله ﷺ ان يوفى لهم بعهدهم وان يقاتل من ورائهم ولا يكلفوا فوق طاقتهم۔

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت جو کچھ فرمایا تھا ان میں یہ بات بھی تھی کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کروں ۔وں ۔ جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ حاصل ہے ان سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرے، ان کا دفاع کرے او ۔ان ۔ ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

(۲٦٦)۔ قال: وحدثنا هشام بن عروة عن ابيه عن سعيد بن زيد انه مر على قوم قد اقيموا فى الشمس فى بعض ارض الشام۔ فقال: ما شأن هؤلاء؟ فقيل له: اقيموا فى الشمس فى الجزية۔ قال: فكره ذلك ودخل على اميرهم وقال: انى سمعت رسول الله ﷺ يقول: "من عذب الناس عذبه الله۔"

سعید بن زید سے روایت ہے کہ:

''ان کا گزر شام کے کسی علاقہ میں ۔چھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کر رکھا گیا تھا، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو انہیں ۔یا گیا کہ یہ لوگ جزیہ نہ ادا کرنے کی بناء پر دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں ۔(راوی) کہتا ہے کہ یہ بات ان کو بری معلوم ہوئی اور انہوں نے ان کے امیر کے پاس جا کر اس سے یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ:

''جو انسانوں کو عذاب دے گا ۔۔ اللہ عذاب دے گا۔''

(۲٦٧)۔ قال: وحدثنا بعض اشياخنا عن عروة بن هشام بن حكيم بن حزام انه وجد عياض بن غنم قد اقام اهل الذمة فى الشمس فى الجزية۔ فقال: يا عياض ما هذا؟ فان رسول الله ﷺ قال: ان الذين يعذبون الناس فى الدنيا يعذبون فى الآخرة۔

عروہ بن ہشام سے روایت ہے کہ:

انہوں نے دیکھا کہ عیاض بن غنم نے کچھ ذمیوں کو جزیہ نہ دینے کی بناء پر دھوپ میں کھڑا کر رکھا تھا انہوں نے دریافت کیا: عیاض کیا کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ:

''جولوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو اللہ آخرت میں عذاب دے گا۔''

(۲۶۸)۔ قال: وحدثنا هشام بن عروة عن ابيه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه مر بطريق الشام وهو راجع في مسيره من الشام على قوم قد اقيموا في الشمس يصب على رؤوسهم الزيت فقال: ما بال هؤلاء؟ فقالوا عليهم الجزية لم يؤدوها. فهم يعذبون حتى يؤدوها.

ہشام بن عروہ کے والد سے روایت ہے کہ:

جب (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ان کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو دھوپ میں کھڑے کر دیئے گئے تھے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا تھا، آپ نے پوچھا: ان لوگوں نے کیا کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کے ذمہ جزیہ ہے جسے انہوں نے ادا نہیں کیا ہے، لہٰذا انہیں عذاب دیا جا رہا ہے تا کہ اسے ادا کریں۔

فقال عمر: فما يقولون هم وما يعتذرون به في الجزية؟ قالوا: يقولون لا نجد. قال: فدعوهم. لا تكلفوهم ما لا يطيقون. فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول:

"لا تعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس في الدنيا يعذبهم الله يوم القيمة"

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور جزیہ نہ دینے کے سلسلہ میں کیا عذر پیش کرتے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں، ہم جزیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، آپ نے فرمایا پھر تو ان لوگوں کو چھوڑ دو اور ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

''لوگوں کو عذاب نہ دو، کیونکہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن اللہ عذاب دے گا۔''

وامر بهم فخلى سبيلهم.

چنانچہ آپ کے حکم سے یہ لوگ چھوڑ دیئے گئے۔

(۲۶۹)۔ قال: وحدثني بعض المشايخ المتقدمين يرفع الحديث الى النبي ﷺ انه ولى عبد الله بن ارقم على جزية اهل الذمة. فلما ولى من عنده ناداه فقال: الا من ظلم معاهدا او كلفه فوق

طاقته او انتقصه او اخذ منه شيئا بغير طيب نفسه. فانا حجيجه يوم القيمة

متقدمین شیوخ میں سے کسی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رفع کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے عبداللہ بن ارقم کو جزیہ وصول کرنے پر مامور کیا، جب وہ آپ کے حضور سے واپس آنے لگے تو آپ نے ان کو پکارا، اور یہ فرمایا کہ:

''آگاہ رہو کہ جو کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا یا اس سے اس کی رضامندی کے بغیر کچھ وصول کرے گا، تو قیامت کے دن میں اس (مظلوم معاہد) کی طرف سے بحث کروں گا۔''

(٢٤٠) قال (ابو يوسف رحمه الله تعالى): وحدثني حصين بن عمرو بن ميمون عن عمر رضى الله عنه انه قال: اوصى الخليفة من بعدى باهل الذمة خيرا ان يوفى لهم بعهدهم. وان يقاتل من ورائهم وان لا يكلفوا فوق طاقتهم.

(سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو ذمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں، ان سے کئے عہد کی پابندی کی جائے، ان کا دفاع کیا جائے اور ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

(٢٤١) قال: وحدثنا ورقاء الاسدى، عن ابى ظبيان قال: كنا مع سليمان الفارسى فى غزاة. فمر رجل وقد جنى فاكهة فجعل يقسمها بين اصحابه. فمر بسلمان فسبه فرد على سلمان وهو لا يعرفه. قال فقيل له: هذا سلمان. قال: فرجع فجعل يعتذر اليه.

ابوظبیان نے کہا ہے کہ:

''ایک غزوہ میں ہم لوگ (سیدنا) سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھے، ایک آدمی آیا جس نے کچھ پھل توڑے تھے، وہ ان پھلوں کو اپنے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کرنے لگا جب وہ سلمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے گزرا تو آپ نے اسے برا بھلا کہا۔ اس نے بھی ایسا ہی جواب دیا، وہ آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ (راوی) کہتا ہے کہ پھر اس آدمی کو بتایا گیا کہ یہ سلمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ تو وہ لوٹ کر آیا اور ان سے معذرت کرنے لگا۔

ثم قال له الرجل: ما يحل لنا من اهل الذمة يا ابا عبدالله؟ قال: ثلاث من عماك الى هداك. ومن فقرك الى غناك. واذا صحبت الصاحب تأكل من طعامه ويأكل من طعامك ويركب دابتك وتركب دابته فى ان لا تصرفه عن وجهه يريده.

---

(٢٤٠) مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٠٥٩، الاموال لابن زنجویہ: ٥١٩۔

(٢٤١) مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٢٨٢، الاموال للقاسم بن سلام: ٤٠٩۔

پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ: ابوعبداللہ! ذمیوں سے ہم جائز طور پر کچھ لے سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ تین چیزیں! تمہیں راستہ نہ معلوم ہوتو وہ تمہارے راہبری کرے یا تم محتاج ہوتو تمہارے خود مکتفی ہونے تک تمہاری مدد کرے، اور جب ان میں سے کسی آدمی کا (سفر میں) ساتھ ہوتو تم اس کے کھانے میں سے کھاؤ اور وہ تمہارے کھانے میں سے کھائے، وہ تمہاری سواری استعمال کرے اور تم اس کی سواری استعمال کرو، مگر اسے اپنی راہ چھوڑ کر کسی دوسری سمت میں چلنے پر مجبور نہ کرو۔''

معذور اہل ذمہ کی کفالت:

(۲۷۲) قال: وحدثني عمر بن نافع عن ابي بكرة قال: مر عمر بن الخطاب رضي الله عنه بباب قوم وعليه سائل يسأل: شيخ كبير ضرير البصر. فضرب عضده من خلفه. وقال: من اي اهل الكتاب انت؟ فقال: يهودي. قال: فما الجاك الى ما ارى؟ قال: سأل الجزية والحاجة والسن.

ابوبکرہ نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر کسی کے دروازے کے سامنے سے ہوا جہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا، یا ایک بوڑھا آدمی تھا جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی، آپ نے پیچھے سے اس کے بدن کو ٹھونکا اور پوچھا: تم کس مذہب کے اہل کتاب ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا: کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا: میں بڑھاپے، حاجت مندی اور جزیہ کے باعث بھیک مانگ رہا ہوں۔

قال: فأخذ عمر بيده. وذهب به الى منزله فرضخ له بشيء من المنزل. ثم ارسل الى خازن بيت المال فقال: انظر هذا وضرباءه. فوالله ما انصفناه ان اكلنا شبيبته ثم نخذله عند الهرم "انما الصدقات للفقراء والمساكين". والفقراء هم المسلمون وهذا من المساكين من اهل الكتاب. ووضع عنه الجزية وعن ضرباءه.

(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، اور گھر میں سے لا کر اسے کچھ دیا، پھر آپ نے بیت المال کے خازن کو بلوایا اور ان سے کہا: اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو، کیونکہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ان کی جوانی میں ہم ان سے (جزیہ وصول کر کے) کھائیں اور بڑھاپا آئے تو انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔ "انما الصدقات للفقراء والمساكين" (اس آیت میں مذکور) فقراء سے مراد مسلمان فقراء ہیں، اور یہ آدمی اہل کتاب کے مسکینوں میں سے ہے، آپ نے اس آدمی اور اس جیسے دوسرے افراد کے سر سے جزیہ بھی ساقط کر دیا۔''

قال: قال ابو بکرة: انا شهدت ذلك من عمر ورأيت ذلك الشيخ۔

(راوی) کہتا ہے کہ ابوبکرہ نے کہا ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کا یہ واقعہ خود دیکھا ہے اور اس بوڑھے کو بھی دیکھا ہے۔

جزیہ میں حرام اشیاء لینے کی ممانعت

(۲۷۳) قال: وحدثنا اسرائيل بن يونس عن ابراهيم بن عبد الاعلى قال سمعت سويد بن غفلة يقول: حضرت عمر بن الخطاب رضى الله عنه. وقد اجتمع اليه عماله فقال: ياهؤلاء. انه بلغني انكم تأخذون في الجزية الميتة والخنزير والخمر. فقال بلال اجل انهم يفعلون ذلك. فقال عمر: فلا تفعلوا ولكن ولوا اربابها بيعها. ثم خذوا الثمن منهم۔

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ:

''میں (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ کے عمال آپ کے پاس جمع تھے، اور آپ نے فرمایا: لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ جزیہ میں مردار، سور، اور شراب بھی لیتے ہو۔ اس پر بلال نے کہا: ہاں یہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آئندہ ایسا نہ کرنا بلکہ ان چیزوں کے مالکوں سے کہو کہ انہیں خود ہی فروخت کریں اور تم ان سے نقد لیا کرو۔''

فصل: فی لباس اهل الذمة و زيهم

فصـــل: اہل ذمہ کے لباس اوران کی پوشاک کے بارے میں

مہر بندی:

قال ابو يوسف: وينبغي مع هذا ان تختم رقابهم في وقت جباية جزية رئوسهم حتى يفرغ من عرضهم ثم تكسر الخواتيم كما فعل بهم عثمان بن حنيف ان سألوا كسرها.

مناسب یہ ہوگا کہ جزیہ کی وصولی کے زمانہ میں ان لوگوں کی گردنوں پر مہر لگا دی جایا کرے، جب سب کی پیشی ختم ہو جائے تو اگر یہ لوگ خواہش کریں تو یہ مہریں توڑ دی جائیں، جیسا کہ (سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) نے کیا تھا۔

پوشاک:

وان يتقدم في ان لا يترك احد منهم يتشبه بالمسلمين في لباسه ولا في مركبه ولا في هيئته ويؤخذوا بأن يجعلوا في اوساطهم الزنارات مثل الخيط الغليظ يعقده في وسط كل واحد منهم. وبأن يجعلوا اشراك نعالهم مثنية. ولا يحذوا على حذو المسلمين. وتمنع نساؤهم من ركوب الرحائل.

اور یہ حکم جاری کر دیا جائے کہ کوئی ذمی اپنے لباس، وضع قطع، اور سواری میں مسلمانوں سے مشابہت نہ اختیار کرے، ان سے مطالبہ کیا جائے کہ یہ اپنی کمر پر زنار باندھیں ایک موٹا ڈورا جسے یہ لوگ اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیتے ہیں اور ان کی ٹوپیاں مخروطی شکل کی ہوں، ان سے کہا جائے گا کہ گدائے زین کی جگہ لکڑی کی کاٹھیاں استعمال کریں، اپنی چپلوں میں دوہرے تسمے لگایا کریں اور مسلمانوں جیسے جوتے نہ پہنیں، ان کی عورتوں کو چمڑے کی زینوں پر بیٹھنے سے روک دیا جائے گا۔

عبادت گاہیں:

ويمنعوا من ان يحدثوا بناء بيعة او كنيسة في المدينة الا ما كانوا صولحوا عليه وصاروا ذمة وهي بيعة لهم او كنيسة. فما كان كذلك تركت لهم ولم تهدم وكذلك بيوت النيران.

ان لوگوں کو شہر میں کسی نئے صومعہ یا گرجا گھر کی تعمیر کی اجازت نہ دی جائے، صرف وہی کلیسا باقی رہنے دیئے جائیں کے جو معاہدہ صلح کرنے اور ذمی کی حیثیت اختیار کرنے کے وقت موجود تھے، ان کو مسمار نہیں کیا جائے گا، آتش کدوں پر بھی یہی اصول منطبق ہوگا۔

رہن سہن:

ویترکون یسکنون فی امصار المسلمین واسواقهم یبیعون ویشترون ولا یبیعون خمرا ولا خنزیرا، ولا یظهرون الصلبان فی الامصار ولتکن قلانسهم طوالا مضربة.

فمر عمالك ان یأخذوا اهل الذمة بهذا الزی. یکذا کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه امر عماله ان یاخذوا اهل الذمة بهذا الزی، وقال: وحتی یعرف زیهم من زی المسلمین.

ان لوگوں کو مسلمانوں کے مرکزی شہروں اور بازاروں میں رہنے بسنے کی اجازت ہوگی، اور یہ وہاں خرید وفروخت کر سکیں گے، البتہ یہ ان مرکزی شہروں میں یہ علانیہ صلیب لے کر نہیں چلیں گے، نہ شراب یا سور کی تجارت کریں گے، نیز ان کی ٹوپیاں لمبی اور مخروطی ہونی چاہئیں۔

آپ اپنے افسروں کو حکم دیجئے کہ ذمیوں سے یہی پوشاک اختیار کرنے کا مطالبہ کریں، (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عمال کو حکم دیا تھا کہ ذمیوں سے یہ پوشاک اختیار کرنے کا مطالبہ کریں آپ نے فرمایا تھا: تا کہ ان کی پوشاک مسلمانوں کی پوشاک سے ممتاز رہے۔

(۲۰۴). قال ابو یوسف: وحدثنی عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیه ان عمر بن عبدالعزیز کتب الی عامل له: اما بعد فلا تدعن صلیبا ظاهرا الا کسر ومحق. ولا یرکبن یهودی ولا نصرانی علی سرج. ولیرکب علی اکاف. ولا ترکبن امرأة من نسائهم علی رحالة. ولیکن رکوبها علی اکاف. وتقدم فی ذالك تقدما بلیغا. وامنع من قبلك فلا یلبس نصرانی قباء ولا ثوب خز ولا عصب

ثابت بن ثوبان سے روایت ہے کہ:

''عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے اپنے ایک عامل کو لکھا تھا کہ: امابعد! جو صلیبیں علانیہ نصب ہوں ان کو توڑ کر ختم کر دیا جائے، کوئی یہودی یا عیسائی زین پر نہ بیٹھے بلکہ پالان رکھ کر سواری کرے، ان کی عورتیں بھی زین کس کر نہ سوار ہوں بلکہ پالان پر بیٹھیں، اس سلسلہ میں تم پوری چستی سے کام لو۔ اور اپنی عمل داری کے لوگوں کو تاکید کرو کہ کوئی عیسائی قباء یا منقش یمنی کپڑے نہ پہنے۔

وقد ذكر لي ان كثيرا ممن قبلك من النصارى قد راجعوا لبس العمائم وتركوا المناطق على اوساطهم واتخذوا الجمم والوفر وتركوا التقصيص. ولعمري لئن كان يصنع ذلك فيما قبلك ان ذلك بك لضعف وعجز وصانعة. وانهم حين يراجعون ذلك ليعلموا ما انت. فانظر كل شيء نهيت فاحسم عنه من فعله والسلام۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے یہاں کے بہت سے عیسائیوں نے پھر عمامے باندھنے شروع کر دیئے ہیں اور اپنی کمر پر پٹکے باندھنا چھوڑ دیا ہے، انہوں نے بال ترشوانا ترک کر کے پٹے رکھنا شروع کر دیئے ہے۔ اپنی عمر کی قسم اگر تمہاری نظروں کے سامنے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے تو یہ تمہاری کمزوری اور مداہنت کی علامت ہے، یہ لوگ ان باتوں کو دوبارہ اختیار کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اب تم کیا ہو۔ میں نے جن چیزوں کی ممانعت کی ہے ان کا خیال رکھو اور لوگوں کو ایسا کرنے سے بالکل روک دو، والسلام۔''

(۲۰۵) قال ابو یوسف: حدثني عبيدالله بن نافع عن اسلم مولى عمر بن عمر رضي الله تعالى عنه انه كتب الى عماله ان يختموا رقاب اهل الذمة۔

(سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ ذمیوں کی گردنوں پر مہر لگا دیا کریں۔''

(۲۰۶) قال: حدثني كامل بن العلاء عن حبيب بن ابي ثابت ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: بعث عثمان بن حنيف على مساحة ارض السواد. ففرض على كل جريب ارض عامر او غامر درهما وقفيزا. وختم على علوج السواد فختم خمسمائة الف علج على الطبقات: ثمانية واربعين واربعة وعشرين. واثني عشر. فلما فرغ من عرضهم دفعهم الى الدهاقين وكسر الخواتيم

حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (سیدنا) عثمان بن حنیف (رضی اللہ عنہ) کو سواد کی زمینوں کی پیمائش پر مامور کیا تھا تو انہوں نے کارآمد اور ناکارہ ہر طرح کی زمین پر فی جریب ایک درہم اور ایک قفیز محصول لاگو کیا اور سواد کے غیر مسلم کاشتکاروں پر مہریں لگائیں، انہوں نے پانچ لاکھ کاشتکاروں پر مہریں لگا کر انہیں ۴۸ درہم، ۲۴ درہم، اور ۱۲ درہم سالانہ ادا کرنے والے تین مختلف طبقوں میں تقسیم کر دیا، جب ان سب کی پیشی ہو چکی تو انہوں نے ان کاشتکاروں کو ان کے

(۲۷۵) السنن الكبرى للبيهقي: ۱۸۷:۱۸، معرفة السنن والآثار للبيهقي: ۵۷۲۱، الاموال للقاسم بن سلام: ۱۳۶۔

زمینداروں کے حوالہ کردیا اور مہریں توڑ دیں۔"

(۲۷۷)۔قال: وحدثنا عبیداللہ عن نافع عن اسلم مولی عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال کتب عمر بن الخطاب فی الکفار ان یقتلوا من جرت علیه المواسی. ولا تأخذوا من امرأة ولا صبی. ولا تأخذوا الجزیة الا اربعة دنانیر او اربعین درهما. وجعل علی کل واحد مدی حنطة. امر ان یختم فی اعناقهم.

اسلم مولی عمر نے کہا ہے کہ:

"(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کفار کے بارے میں یہ لکھا تھا کہ صرف بالغ افراد کو قتل کرو، عورتوں اور بچوں سے (جزیہ) نہ لو، اور جزیہ میں چار دینار یا چالیس درہم سے کم رقم نہ لو، نیز آپ نے ہر فرد سے ایک مدی گیہوں لینے کی ہدایت کی تھی، اور یہ حکم دیا تھا کہ ان کی گردنوں پر مہریں لگادی جائیں۔"

(۲۷۸)۔قال: وحدثنا الاعمش عن عمارة بن عمیر او مسلم بن صبیح ابی الضحی عن مسروق عن معاذ بن جبل قال: امرنی النبی ﷺ حین بعثنی علی الیمن ان آخذ من کل حالم دینارا

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ:

"جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن پر مامور کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار وصول کروں۔"

---

(۲۷۷) سنن سعید بن منصور ۲۱۳۲۔

(۲۷۸) سنن الترمذی: ۶۲۳، سنن نسائی: ۲۴۵۰، مسند احمد بن حنبل: ۲۲۰۳۷، مصنف عبدالرزاق: ۶۸۴۱۔

فصل: فی المجوس وعبدة الاوثان واهل الردة

فصل: مجوسیوں، بت پرستوں اور مرتدین کے بارے میں

جزیہ:

قال ابو یوسف (یعقوب بن ابراهیم رحمه الله تعالیٰ): وجمیع اهل الشرك من المجوس وعبدة الاوثان وعبدة النیران والحجارة والصابئین والسامرة تؤخذ منهم الجزیة ما خلا اهل الردة من اهل الاسلام واهل الاوثان من العرب. فان الحکم فیهم ان یعرض علیهم الاسلام. فان اسلموا والا قتل الرجال منهم وسبی النساء والصبیان.

مجوسیوں، بت پرستوں، آتش پرستوں، صابیوں اور سامریوں، ہر طرح کے مشرکوں سے جزیہ لیا جائیگا، البتہ مسلمانوں میں سے مرتد ہو جانے والے لوگوں اور عرب کے بت پرستوں سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر یہ اسلام لے آئیں تو بہت اچھا ورنہ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔

مناکحت اور ذبیحہ:

قال: ولیس اهل الشرك من عبدة الاوثان وعبدة النیران والمجوس فی الذبائح والمناکحة علی مثل ما علیه اهل الکتاب. لما جاء عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی ذالك. وهو الذی علیه الجماعة والعمل. لا اختلاف فیه.

ذبیحہ اور مناکحت کے سلسلہ میں بت پرست یا آتش پرست مشرکین اور مجوسیوں کی حیثیت وہ نہیں جو اہل کتاب کی ہے، اس تفریق کی بنیاد وہ بات ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، یہی مسلک امت نے اختیار کیا ہے اور یہی زیر عمل رہا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۲۰۹) قال: حدثنا قیس بن الربیع الاسدی عن قیس بن مسلم الجدلی عن الحسن بن محمد قال: صالح رسول الله ﷺ مجوس اهل هجر علی ان یأخذ منهم الجزیة. غیر مستحل مناکحة

نسائهم ولا اكل ذبائحهم۔

حسن بن محمد نے کہا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے اس شرط پر صلح کا معاہدہ کیا تھا کہ ان سے جزیہ وصول کریں گے لیکن آپ نے ان کی عورتوں سے نکاح کرنے یا ان کا ذبیحہ کھانے کو حلال نہیں قرار دیا تھا۔''

(۲۸۰)۔ قال: حدثنا محمد بن السائب الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ اخذ الجزية من مجوس اهل هجر

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔''

(۲۸۱)۔ قال: وحدثني بعض اشياخنا عن جابر الجعفي عن عامر الشعبي قال: اول من فرض الخراج رسول الله ﷺ فرض اهل هجر على كل محتلم ذكر او انثى. فلما كان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه فرض على اهل السواد۔

عامر شعبی نے کہا ہے کہ:

''سب سے پہلے خراج عائد کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، آپ نے ہجر کے ہر بالغ مرد اور عورت پر (خراج) عائد کیا تھا، پھر جب (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے اہل سواد پر بھی (خراج) عائد کیا۔''

(۲۸۲)۔ قال: وحدثنا الحجاج بن ارطاة عن عمرو بن دينار عن بجالة بن عبدة العنبري (رحمه الله) انه كان كاتبا لجزء بن معاوية، وكان واليا على مناذر ودست ميسان قال: وكتب اليه عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه ان خذ ممن قبلك من المجوس الجزية. فان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذ الجزية من مجوس هجر۔

عمرو بن دینار نے بجالہ بن عبدہ عنبری سے روایت کیا ہے کہ:

''یہ جزء بن معاویہ کے کاتب تھے جو کہ مناذر اور دست میسان کے والی تھے، کہتے ہیں کہ (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھ بھیجا کہ یہاں کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کر، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔''

(۲۸۳)۔ قال: وحدثنا سفيان بن عيينة عن نصر بن عاصم الليثي عن علي بن ابي طالب رضي

---

(۲۸۲) سنن الدار قطنی: ۲۱۴۲۔

الله عنه ان رسول الله ﷺ وابابکر وعمر اخذوا الجزیة من المجوس قال علی رضی الله عنه: وانا اعلم الناس بهم. کانوا اهل کتاب یقرأونه، وعلم یدرسونه، فنزع من صدورهم.

(سیدنا) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ، (سیدنا) ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا ہے، علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ان (یعنی مجوسیوں کے) کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا شخص میں ہوں، ان لوگوں کے پاس بھی ایک آسمانی کتاب تھی جسے یہ پڑھا کرتے تھے، پھر وا انہیں بھلا دی گئی۔''

(۲۸۴) قال: وحدثنا بعض المشیخة عن جعفر بن محمد عن ابیه قال: ذکر لعمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه قوم یعبدون النار لیسوا یهودا ولا نصاری ولا اهل کتاب فقال عمر (رضی الله عنه): ما ادری ما اصنع بهؤلاء؟ فقام عبدالرحمن بن عوف رضی الله تعالی عنه فقال: اشهد علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه قال:

"سنوا بهم سنة اهل الکتاب."

جعفر بن محمد کے والد نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی قوم کا معاملہ پیش کیا گیا جو آتش پرست تھی، یہ لوگ نہ یہودی تھے، نہ عیسائی نہ کسی اور کتاب الٰہی کے حامل، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کروں؟ پھر (سیدنا) عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ: میں گواہ ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''ان کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو۔''

(۲۸۵) قال: وحدثنا قطر بن خلیفة ان فروة بن نوفل الاشجعی قال: ان هذا الامر عظیم. یؤخذ من المجوس الجزیة ولیسوا باهل کتاب؟ قال: فقام الیه المستورد بن الاحنف فقال: طعنت علی رسول الله ﷺ فتب والا قتلتك والله. وقال: قد اخذ رسول الله ﷺ من مجوس اهل هجر الجزیة قال: فارتفعا الی علی بن ابی طالب رضی الله عنه. فقال: ساحدثکما بحدیث ترضیانه جمیعا عن المجوس.

قطر بن خلیفہ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ فروہ بن نوفل اشجعی نے کہا کہ:

(۲۸۴) مؤطا مالک: ۹۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۰۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۶۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۸۶۲۔

''یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ مجوس سے جزیہ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ اہل کتاب نہیں، (راوی) کہتا ہے کہ مستورد بن احنف نے اٹھ کر ان سے یہ کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کر دیا، توبہ کرو ورنہ خدا کی قسم میں تمہیں قتل کر دوں گا، پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے۔ (راوی) کہتا ہے کہ پھر ان دونوں نے یہ بات (سیدنا) علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کی، آپ نے فرمایا: میں تمہیں مجوس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جس کو سن کر تم دونوں کو مجوس کے بارے، میں اطمینان ہو جائے گا۔

ان المجوس كانوا امة لهم كتاب يقرؤونه. وان ملكا لهم شرب حتى سكر. فأخذ بيد اخته فاخرجها من القرية واتبعه اربعة رهط فوقع عليها وهم ينظرون اليه. فلما افاق من سكره قالت له اخته انك صنعت كذا وكذا وفلان وفلان وفلان ينظرون اليك. فقال: ماعلمت بذلك. فقالت: فانك مقتول ولانجاة لك الا ان تطيعني.

مجوسیوں کے پاس ایک کتاب تھی، جس کو یہ پڑھا کرتے تھے، ایک دن ان کا بادشاہ شراب پی کر مست ہو گیا تو اس نے اپنی بہن کا ہاتھ پکڑا اور اسے آبادی سے باہر لے گیا، اور وہاں جا کر اس سے مباشرت کی، چار آدمی اس کے پیچھے ہو لئے تھے، وہ یہ سب دیکھ رہے تھے جب نشہ اترا اور اس کو ہوش آیا تو اس کی بہن نے اس سے کہا کہ تو نے ایسا ایسا کیا ہے اور فلاں، فلاں، فلاں اور فلاں تجھ کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا: مجھے یہ بالکل نہیں معلوم، (کہ میں نے کیا کر ڈالا) وہ بولی اب تم بچ نہ سکو گے اور قتل کر دیئے جاؤ گے الا یہ کہ میری بات مان لو۔

قال: فاني اطيعك. قالت: فاجعل هذا دينا وقل هذا دين آدم. وقل حواء من آدم. وادع الناس اليه واعرضهم على السيف فمن تابعك فدعه ومن ابى فاقتله. ففعل. فلم يتابعه احد فقلتهم يومئذ حتى الدبل فقالت له: اني ارى الناس قد اجترء وا على السيف وهم على النار لكع فأوقد لهم نارا. ثم اعرضهم عليها. ففعل فهاب الناس النار فتابعوه.

اس نے کہا: میں تمہاری بات مانوں گا۔ بہن نے کہا تم اس طریقہ کو دینی طریقہ قرار دے دو، اور لوگوں سے کہو کہ آدم کا دین یہی تھا اور حوا، آدم کی اصل سے تھیں، تمام لوگوں سے بزور شمشیر یہ بات منواؤ، جو تمہاری مان لے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے قتل کر دو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ مگر کسی آدمی نے بھی اس کی بات نہ مانی اور وہ اس دن تک لوگوں کو قتل کرتا رہا، پھر اس کی بہن نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ لوگ تلوار کے مقابلہ پر ڈھیٹ ہو گئے ہیں مگر آگ سے ڈریں گے، اب تم آگ جلوا کر لوگوں کو اس کے پاس لاؤ، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگ آگ سے ڈر گئے اور اس کے پیرو ہو گئے۔

قال علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه: فأخذ رسول الله ﷺ الخراج لاجل كتابهم وحرم مناكحتهم وذبائحهم لشركهم.

(سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے اہل کتاب ہونے کے پیش نظر ان سے خراج لیا اور ان کے شرک کے سبب ان سے مناکحت کرنے اور ان کا ذبیحہ کھانے کو حرام قرار دیا۔''

مجوس سے مناکحت:

(۲۸۶) قال وحدثنی شیخ من علماء البصرة عن عوف بن ابی جمیلة قال: کتب عمر بن عبدالعزیز (رحمه الله تعالیٰ) الی عدی بن ارطاة کتابا یقرؤه علی منبر البصرة. امابعد! فاسأل الحسن بن ابی الحسن (رحمه الله): ما منع من قبلنا من الائمة ان یحولوا بین المجوس وبین ما یجمعون من النساء اللاتی لم یجمعهن احد من اهل الملل غیرهم. فسأل عدی الحسن. فاخبره ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد قبل من مجوس اهل البحرین الجزیة واقرهم علی مجوسیتهم. وعامل رسول الله صلی الله علیه وسلم العلاء بن الحضرمی. ثم اقرهم ابوبکر (رضی الله عنه) ثم اقرهم عمر (رضی الله عنه) بعد ابی بکر (رضی الله عنه). واقرهم عثمان (رضی الله عنه) بعد عمر (رضی الله عنه).

عوف بن ابی جمیلہ نے کہا ہے کہ:

''عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے عدی بن ارطاۃ کو ایک تحریر بھیجی کہ وہ اسے بصرہ میں منبر پر کھڑے ہو کر پڑھیں امابعد! تم حسن بن ابی الحسن سے پوچھو کہ ہم سے پہلے کے حکمرانوں کو اس بارے میں کیا رکاوٹ پیش آئی کہ وہ مجوسیوں کو اپنے نکاح میں ایسی عورتوں کو جمع کرنے سے روک دیں جن کو جمع کرنا دوسرے تمام مذاہب کے لوگ غلط سمجھتے رہے ہیں۔ چنانچہ عدی نے حسن سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے جزیہ قبول کر کے ان کو اپنی مجوسیت پر قائم رہنے دیا تھا۔ اس وقت (بحرین میں) رسول اللہ ﷺ کے عامل العلاء بن الحضرمی تھے۔ پھر (سیدنا) ابوبکر نے، ان کے بعد (سیدنا) عمر نے، اور عمر کے بعد (سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہم) نے بھی ان لوگوں کو اپنے دین پر قائم رہنے دیا تھا۔''

اہل قبلہ کا حکم:

(۲۸۷) قال: وحدثنا عبدالرحمن بن عبدالله عن قتادة عن ابی مجلز عن ابی عبیدة (رضی الله عنه) قال: کتب رسول الله صلی الله علیه وسلم الی المنذر بن ساوی: ان من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا. فذلك المسلم له ذمة الله وذمة رسوله فمن احب ذلك من

(۲۸۶) معرفة السنن والآثار للبیهقی: ۱۸۷۵۹۔

المجوس فھو آمن. ومن ابی فعلیہ الجزیۃ.
ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منذر بن ساوی کو لکھا:
''جو شخص بھی ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے، اسے اللہ اس کے رسول کا ذمہ حاصل ہے مجوس میں سے جو بھی ایسا کرنا پسند کرے اسے امان دی جاتی ہے، اور جو ایسا کرنے سے انکار کردے اس پر جزیہ عائد ہوگا۔''

(۲۸۸) قال: وحدثنی شیخ من اھل المدینۃ عن عمرو بن دینار قال: کتب رسول اللہ ﷺ الی المنذر بن ساوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی المنذر بن ساوی. سلام اللہ علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ غلا هو. اما بعد! فمن استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا. فذلک المسلم الذی له مالنا وعلیه ما علینا. ومن لم یفعل فعلیه دینار من قیمة المعافری. والسلام علیکم ورحمة الله. یغفر الله لك.
عمرو بن دینار نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منذر بن ساوی کو لکھا:
شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔
اللہ کے رسول محمد کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام سلام اللہ علیک، میں تیرے سامنے اس اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اور الہ نہیں، اما بعد! جو شخص بھی ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے، اسے بھی وہی حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں، اور اس پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں۔ جو ایسا نہ کرے اس پر یمنی چادروں کی قیمت سے ہر ایک دینار عائد ہوگا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ، یغفر اللہ لک۔

(۲۸۹) قال وحدثنا ابان بن ابی عیاش عن الحسن البصری عن ابی ھریرۃ (رضی اللہ عنہ) عن النبی ﷺ قال: من صلی صلاتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله له ما للمسلمین وعلیه ما علیهم.
(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:
''آپ ﷺ نے فرمایا: جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ حاصل ہے، اسے وہ سارے حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں، اور مسلمانوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہیں وہی اس پر بھی عائد ہوں گی۔''

مسلمان ہونے والے اہل ذمہ پر جزیہ نہیں:

(۲۹۰) قال: وحدثنی شیخ من علماء اهل الکوفة قال: جاء کتاب من عمر بن عبدالعزیز رضی الله تعالیٰ عنه الی عبدالحمید بن عبدالرحمن کتبت الی تسألنی عن اناس من اهل الحیرة یسلمون من الیهود والنصاری والمجوس وعلیهم جزیة عظیمة وتستأذننی فی اخذ الجزیة منهم.

علماء اہل کوفہ میں سے ایک شیخ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ:

''عبدالحمید بن عبدالرحمن کے پاس عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کا ایک خط آیا تھا (جس کا مضمون یہ تھا): تم نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ حیرہ کے کچھ یہودی، عیسائی اور مجوسی اسلام لا رہے ہیں جن پر کافی جزیہ لاگو ہوتا رہا ہے، اب ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، تم نے ان سے (حسب سابق) جزیہ وصول کرنے کی اجازت چاہی ہے۔

وان الله جل ثناؤه بعث محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم داعیا الی الاسلام ولم یبعثه جابیا. فمن اسلم من اهل تلک الملل فعلیه من ماله الصدقة ولا جزیة علیه. ومیراثه لذوی رحمه اذا کان منهم یتوارثون کما یتوارث اهل الاسلام. وان لم یکن له وارث فمیراثه فی بیت مال المسلمین الذی یقسم بین المسلمین. وما احدث من حدث ففی مال الله الذی یقسم بین المسلمین یعقل عنه منه. والسلام.

اللہ جل ثناؤہ نے محمد ﷺ کو داعی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل بنا کر۔ ان مذاہب کے پیروکاروں میں سے جو لوگ اسلام لے آئیں ان کے ذمہ اپنے مال کی زکوٰۃ ہوگی، ان پر جزیہ نہیں لاگو ہوگا، ان کی میراث ان کے (غیر مسلم) رشتہ داروں کو ملے گی۔ ان کے درمیان وراثت کی تقسیم اسی طرح ہوگی جس طرح مسلمانوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا جس کا مال سارے مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے، اس شخص سے اگر کوئی جنایت سرزد ہو جاتی ہے تو اس کی دیت بھی اللہ کے اس مال میں سے ادا کی جائے گی جو سارے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے، والسلام۔''

مسلمان مالک کے آزاد کردہ غیر مسلم غلام سے جزیہ:

(۲۹۱) قال: وحدثنا اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی انه سئل عن مسلم اعتق عبدا نصرانیا. فقال الشعبی: لیس علیه خراج. ذمته ذمة مولاه.

(امام) شعبی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ:

''ان سے اس عیسائی غلام کی بابت دریافت کیا گیا جس کو اس کے مسلمان مالک نے آزاد کر دیا ہو۔ تو (امام) شعبی نے جواب دیا کہ اس پر خراج نہیں لاگو ہوگا۔ اس کے آزاد کرنے والے کو جو ذمہ حاصل ہے وہی اس آزاد کردہ غلام کو بھی حاصل ہوگا۔''

(۲۹۲) قال ابو یوسف: وسألت ابا حنیفة عن ذلك فقال: علیه خراج. ولا یترك ذمی فی دار الاسلام بغیر خراج رأسه

(امام) ابو یوسف (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ میں نے یہی مسئلہ (امام اہلسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''دارالاسلام میں کسی ذمی کو خراجات لاگو کئے بغیر نہ چھوڑا جائے گا۔''

قال ابو یوسف (رحمہ اللہ): وقول ابی حنیفة احسن ما رأینا فی ذلك. واللہ اعلم۔

(قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) ہماری رائے میں اس مسئلہ میں (امام اہسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کا قول سب سے زیادہ بہتر ہے۔

اہل ذمہ کے ساتھ انصاف:

(۲۹۳) قال ابو یوسف: حدثنی عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیه قال: قلت لعمر بن عبدالعزیز: یا امیر المؤمنین، ما بال الاسعار غالیة فی زمانك. وكانت فی زمان من كان قبلك رخیصة؟ قال: ان الذین كانوا قبلی كانوا یكلفون اهل الذمة فوق طاقتهم. فلم یكونوا یجدون بدا من ان یبیعوا ویكسد ما فی ایدیهم. وانا لا اكلف احدا الا طاقته. فباع الرجل كیف شاء قال: لو انك سعرت لنا قال: لیس الینا من ذلك شیء. انما السعر الی اللہ۔

ثابت بن ثوبان نے کہا ہے کہ:

''میں نے عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) سے پوچھا امیر المؤمنین! کیا بات ہے کہ آپ کے زمانہ میں نرخ گراں ہیں اور آپ سے پہلے کے حکمرانوں کے زمانہ میں ارزاں تھے؟ آپ نے فرمایا: کہ مجھ سے پہلے جو لوگ حکمران تھے وہ ذمیوں پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈال دیتے تھے، یہاں تک کہ ان کیلئے اس کے سوا کوئی چارا نہ رہتا کہ اپنا اثاثہ فروخت کریں، نتیجۃً ان کے مال کی قیمتیں گر جاتی تھیں (اس کے برعکس) مین ہر ایک پر صرف اس کی برداشت کے بقدر بوجھ ڈالتا ہوں، اور جس شخص کو اپنا مال فروخت کرنا ہوتا ہے وہ حسب مرضی فروخت کر سکتا ہے، کہتے ہین کہ اس پر میں نے یہ کہا: آپ ہمارے لئے نرخ متعین کر دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا: اس سلسلہ میں ہمارا کوئی اختیار نہیں، نرخ اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔''

فصل فی العشور

فصل: عشور کے بارے میں

محصلین کا تقرر:

قال ابو یوسف: اما العشور فرأیت ان تولیها قوما من اهل الصلاح والدین وتأمرهم ان لا یتعدوا علی الناس فیما یعاملونهم به فلا یظلموهم ولا یأخذوا منهم اکثر مما یجب علیهم. وان یمتثلوا ما رسمناه لهم. ثم تتفقد بعد امرهم وما یعاملون به من یمر بهم. وهل یجاوزون ما قد امروا به؟

عشور کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ آپ کچھ دین دار اور صالح افراد ان کی تحصیل پر مامور کر دیجئے اور ان کو ہدایت کر دیجئے کہ لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کریں، ان سے واجب مقدار سے زیادہ وصول نہ لیں، اور ہم نے جو ضابطے ان کیلئے مقرر کر دیئے ہیں ان کی پوری پوری پابندی کریں۔ اس کے بعد آپ ان کے طرز عمل اور (چنگی سے) گزرنے والوں کے ساتھ ان کے برتاؤ کے بارے میں تفتیش کیجئے، اور یہ معلوم کیجئے کہ ان کو جو احکام دیئے گئے ہیں ان سے وہ تجاوز تو نہیں کر رہے ہیں؟

فان کانوا قد فعلوا ذلک عزلت وعاقبت ، واخذتهم بما یصح عندک علیهم لمظلوم او ماخوذ منه اکثر مما یجب علیه. وان کانوا قد انتهوا الی ما امروا به وتجنبوا ظلم المسلم والمعاهد اثبتهم علی ذلک الامر واحسنت الیهم . فانک متی اثبت علی حسن السیرة والامانة وعاقبت علی الظلم والتعدی لما تأمر فی الرعیة یزید المحسن فی احسانه ونصحه. وارتدع الظالم عن معاودة الظلم والتعدی.

اگر انہوں نے ایسا کیا ہو تو آپ ان کو معزول کر دیجئے اور سزا دیجئے، اور جن لوگوں نے ان سے جتنا زیادہ وصول کیا ہو، یا جن پر ظلم کیا ہو، ان سب کا تاوان آپ ضروری ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد ان محصلین سے وصول کیجئے، اگر یہ افراد اپنی حدود کے اندر رہے ہوں اور مسلمانوں اور معاہدوں لوگوں کے ساتھ ظلم سے پرہیز کرتے رہے ہوں تو آپ انہیں ان کی خدمات کا صلہ دیجئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے اگر آپ امانت دار اور اچھے طرز عمل پر انعام و اکرام کرنے

اور رعایا سے جس برتاؤ کا آپ نے حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی اور ظلم کرنے پر سزا دینے کی پالیسی اختیار کرلیں تو اچھے لوگوں کی خیرخواہی اور اچھائی میں اضافہ ہوگا اور ظالم افراد ظلم و زیادتی کی عادت چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

عشور کیلئے نصاب:

وامرتهم ان يضيفوا الاموال بعضها الى بعض بالقيمة. ثم يؤخذ من المسلمين ربع العشر. ومن اهل الذمة نصف العشر ومن اهل الحرب العشر من كل ما مر به على العاشر. وكان للتجارة وبلغ قيمة ذلك مائتي درهم فصاعدا اخذ منه العشر. وان كانت قيمة ذلك اقل من مائتي درهم لم يؤخذ منه شيء. وكذلك اذا بلغت القيمة عشرين مثقالا اخذ منها العشر. فان كانت قيمة ذلك اقل لم يؤخذ منه شيء. واذا اختلفت عليه بذلك مرات كل مرة لا يساوي مائتي درهم لم يؤخذ منه شيء.

ان کو حکم دیجئے کہ مختلف قسم کے اموال تجارت کی قیمت کے اعتبار سے ایک جگہ میزان بنالیا کریں، ہر اس مال تجارت پر جسے لے کر لوگ محصل چنگی کے پاس سے گزریں اور جس کی مجموعی قیمت ۲۰۰ درہم یا اس سے زیادہ ہو، چنگی لی جانی چاہئے، مسلمانوں سے چالیسواں، ذمیوں سے بیسواں اور حربی افراد سے دسواں حصہ وصول کیا جائے، اگر مال تجارت کی قیمت ۲۰۰ درہم سے کم ہو تو چنگی نہ لی جائے، اسی طرح اگر مال کی قیمت ۲۰ مثقال سونے کے مساوی ہو تو اس میں سے چنگی لی جائے اور اس سے کم ہو تو نہ لی جائے۔ اور تاجر اگر بار بار محصلِ چنگی کے سامنے سے گزرے مگر ہر بار اس کے پاس ۲۰۰ درہم سے کم کا مال ہو تو اس سے کچھ نہیں وصول کیا جائے گا۔

وان اضاف بعض المرات الى بعض وكانت قيمة ذلك تبلغ ألفا فلا شيء فيه. ولا يضاف بعض ذلك الى بعض. واذا مر عليه بمائتي درهم مضروبة او عشرين مثقالا تبرا او مائتي درهم فضة او عشرين مثقالا مضروبة اخذ من ذلك ربع العشر من المسلم ونصف العشر من الذمي والعشر من الحربي. ثم لا يؤخذ منها شيء الى مثل ذلك الوقت من الحول. وان مر بها غير مرة. وكذا اذا مر بمتاع قد اشتراه للتجارة فان كان المتاع يساوي مائتي درهم او عشرين مثقالا اخذ منه. وان كان لا يساوي وكانت قيمته تنقص عن مائتي درهم او عشرين مثقالا لم يؤخذ منه شيء

مختلف دفعات کا مال باہم جمع کر دینے سے اگر مجموعی قیمت ایک ہزار درہم ہو جاتی ہو تو بھی اس پر کوئی محصول لاگو نہ ہوگا چنگی کا حساب لگانے میں مختلف دفعات کے مال کو باہم جمع نہیں کیا جائے گا۔ جب کوئی شخص سکوں کی شکل میں

۲۰۰ درہم چاندی، یا ۲۰ مثقال سونا، یا توڑوں کی شکل میں ۲۰۰ درہم کے مساوی چاندی یا ۲۰ مثقال کے مساوی سونا لے کر گزرے تو مسلمانوں سے چالیسواں حصہ، ذمی سے بیسواں حصہ، اور حربی سے دسواں حصہ لیا جائے گا، پھر دوسرے سال کی اسی تاریخ تک اس کے اس مال میں سے کوئی محصول نہ لیا جائے گا، خواہ وہ اس دوران میں اسے لے کر کئی بار گزرے۔ جو تاجر تجارتی اشیاء لے کر گزریں ان کا سامان تجارت اگر ۲۰۰ درہم یا ۲۰ مثقال کے مساوی قیمت کا ہو تو ان سے محصول لیا جائے گا، اگر اس سے کم قیمت کا ہو تو نہیں لیا جائے گا۔

حربی کا حکم:

فاما الحربی خاصة فاذا اخذ منه العشر وعاد ودخل فی دار الحرب ثم خرج بعد شهر منذ اخذ منه العشر فمر علی العاشر. فانه يأخذ منه اذا كان ما معه يساوی مائتی درهم او عشرين مثقالا من قبل انه. حيث عاد الی دار الحرب فقد سقطت عنه احكام الاسلام وان كان معه اقل من مائتی درهم او عشرين مثقالا من قبل انه. حيث عاد الی دار الحرب فقد سقطت عنه احكام الاسلام وان كان معه اقل من مائتی درهم او عشرين مثقالا لم يؤخذ منه شیء۔

حربی کے بارے میں یہ خصوصی حکم ہے کہ اگر ایک بار چنگی وصول کئے جانے کے بعد وہ دوبارہ دارالحرب میں واپس چلا جائے اور ایک مہینہ بعد پھر اس کا گزر محصلِ چنگی کے پاس سے ہو تو اگر اس کے پاس ۲۰۰ درہم یا ۲۰ مثقال کے بقدر مال ہے تو اس سے پھر چنگی لی جائے گی، کیونکہ دارالحرب میں داخل ہوتے ہی دارالاسلام کے قوانین اس پر سے ساقط ہو جاتے ہیں، البتہ اگر اس مال ۲۰۰ درہم یا ۲۰ مثقال سے کم قیمت کا ہو تو اس سے کچھ نہ لیا جائے۔

چنگی کی شرحیں:

انما السنة فی المائة درهم او عشرين مثقالا. فعلی المسلم فی المائتين خمسة دراهم. وعلی الذمی فی المائتين عشرة دراهم. وعلی الحربی فی المائتين عشرون درهما. وعلی هذا الحساب الذی وصفت لك يؤخذ فی الذهب اذا وجب: علی المسلم نصف مثقال وعلی الذمی مثقال. وعلی الحربی مثقالان۔

مستند اور معمول بہ طریقہ یہی ہے کہ چنگی کم از کم ۲۰۰ درہم یا ۲۰ مثقال پر لی جائے، مسلمانوں پر ۲۰۰ درہم میں پانچ درہم، ذمی پر دس درہم، اور حربی پر بیس درہم واجب ہوتے ہیں، جب سونے پر چنگی واجب ہو تو اس میں سے بھی اسی حساب سے لیا جائے گا، مسلمانوں سے (۲۰ مثقال سونے میں سے) نصف مثقال، ذمی سے ایک مثقال اور حربی

سے دو مثقال۔

مال تجارت ہونے کی شرط:

وما لم یکن من مال التجارة ومروا به علی العاشر. فلیس یؤخذ منه شیء. واذا مر اهل الذمة علی العاشر بخمر او خنازیر قوم ذلك علی اهل الذمة. ثم یؤخذ منهم نصف العشر. و كذلك اهل الحرب اذا مروا بالخنازیر والخمور فان ذلك یقوم علیهم ثم یؤخذ منهم العشر.

محصلِ چنگی کے یہاں سے گزرنے والے کا مال اگر تجارت کیلئے نہ ہو تو اس پر کوئی محصول نہیں لاگو ہوگا۔ جب ذمی لوگ محصل چنگی کے یہاں شراب یا سور لے کر آئیں تو ان کی قیمت لگائی جائے گی، قیمت کا حساب ذمی لوگ خود لگائیں گے، اسی قیمت کے حساب سے ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا، اسی طرح اگر حربی لوگ شراب یا سور لے کر گزریں تو ان کی قیمت کا حساب لگا کر اسی حساب سے دسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔

چنگی سے استثناء:

واذا مر المسلم علی العاشر بغنم او بقر او ابل. فقال: ان هذه لیست سائمة احلف علی ذلك. فاذا حلف كف عنه وكذلك كل طعام یمر به علیه فقال هو من زرعی. و كذلك التمر یمر به. فیقول هو من تمر نخلی فلیس علیه فی ذلك عشر. انما العشر فی الذی اشتری للتجارة. و كذلك الذمی فاما الحربی فلا یقبل منه ذلك.

اور اگر کوئی مسلمان بھیڑ بکری، گائے بیل، یا اونٹ لے کر گزرے اور محصل چنگی سے یہ کہے کہ یہ چرنے والے (سائمہ) مویشی نہیں ہیں، تو اس سے حلف اٹھوائی جائے گی اور حلف اٹھا لینے پر اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی غلہ لے کر گزرے اور کہے کہ یہ میرے ذاتی کھیت کا ہے، یا کھجور لے کر گزرے اور کہے کہ یہ میرے اپنے درختوں کی کھجور ہے تو اس سے چنگی نہیں لی جائے گی۔ چنگی صرف اس مال پر لی جائے گی جس کو تجارت کیلئے خریدا گیا ہو۔ یہی معاملہ ذمی کے ساتھ بھی روا رکھا جائے گا، البتہ حربی اگر اس قسم کے دعوے کرے تو اس کی بات نہیں تسلیم کی جائے گی۔

قال: ویعشر الذمی التغلبی. والذمی من اهل نجران كسائر اهل الذمة من اهل الكتاب فی اخذ نصف العشر منهم. والمجوس والمشركون فی ذلك سواء.

بنو تغلب یا نجران کے ذمیوں سے بھی اسی طرح بیسواں حصہ بطور چنگی وصول کیا جائے گا جس طرح سارے اہل کتاب ذمیوں سے، اس معاملہ میں مجوسی اور مشرک (ہر طرح کے ذمی) برابر ہیں۔

قال: واذا مر التاجر علی العاشر بمال او بمتاع وقال: قد ادیت زكاته. وحلف علی ذلك فان

ذلك يقبل منه ويكف عنه ولا يقبل فى هذا من الذمى ولا من الحربى لانه لا زكاة عليهما يقولان قد اديناها. ومن مر بمال فادعى انه مضاربة او بضاعة لم يعشر بعد ان يحلف على ذلك.

اگر تاجر محصل چنگی سے حلف اٹھا کر یہ کہے کہ میں نے اس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے گی اور اسے محصول سے بری رکھا جائے گا، لیکن کوئی ذمی یا حربی یہ بات کہے تو اسے نہیں تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ ان پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہوتی کہ وہ اسے ادا کرنے کا دعویٰ کر سکیں۔ مال لے کر گزرنے والا اگر یہ کہے کہ یہ مال مضاربت کا ہے یا اس کے پاس بطور امانت ہے تو اس سے حلف لی جائے گی اور محصول سے بری کر دیا جائے گا۔

وكذلك العبد يمر بمال سيده وبمال نفسه فهو سواء وليس عليه عشر حتى يحضر مولاه. وكذلك المكاتب ليس على ماله عشر. واذا مر عليه التاجر بالعنب او بالرطب او بالفاكهة الرطبة قد اشتراها للتجارة وهى تساوى مائتى درهم فصاعدا اخذ منه

یہی حال اس غلام کا ہے جو اپنے آقا کا مال یا اپنا ذاتی مال لے کر گزرے دونوں طرح کے مال کی حیثیت یکساں ہے اس سے اس وقت تک چنگی نہیں لی جائے گی جب تک اس کا آقا بھی نہ موجود ہو۔ یہی حیثیت مکاتب کی بھی ہے اس کے مال پر چنگی نہیں عائد ہوگی، جو تاجر تجارت کیلئے خریدے ہوئے انگور، تازہ کھجور یا تازہ پھل لے کر گزریں اور ان کی قیمت ۲۰۰ درہم یا اس سے زیادہ ہو تو ان سے چنگی لی جائے گی۔

ربع العشر ان كان مسلما. وان كان ذميا فنصف العشر. وان كان حربيا فالعشر. وان كان قيمة ذلك اقل من مائتى درهم لم يؤخذ منه شىء. وان اختلف عليه بذلك مرارا. وكل ذلك لا يساوى مائتى درهم ولو اضاف بعض المرات الى بعض فكانت قيمة ذلك اذا جمع تبلغ ألفا. فلا زكاة فيه ايضا. ولا ينبغى ان يضاف بعض المرار الى بعض

مسلمانوں سے چالیسواں حصہ، ذمی سے بیسواں حصہ، اور حربی سے دسواں حصہ۔ البتہ اگر ان اشیاء کی قیمت ۲۰۰ درہم سے کم ہو تو چنگی نہ لی جائے گی، خواہ وہ تاجر کئی بار مال لے کر گزرے اور ہر بار کا مال ۲۰۰ درہم سے کم ہونے کے باوجود مختلف دفعات کا مال ملا کر ہزار درہم سے بھی زیادہ قیمت کا ہو جاتا ہو۔ مختلف دفعات کے مال کو ایک ساتھ ملا کر حساب کرنا درست نہیں۔

چنگی لینے کا جواز:

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): فان عمر بن الخطاب وضع العشور. فلا بأس باخذها اذا لم

یتعد فیها علی الناس، و یؤخذ باکثر مما یجب علیهم.

چنگی وصول کرنے کا طریقہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے شروع کیا ہے؛ لہٰذا اگر اس کی تحصیل میں لوگوں پر زیادتی نہ کی جائے تو اس کے وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عشور کی آمدنی کی نوعیت:

وکل ما اخذ من المسلمین من العشور فسبیله سبیل الصدقة وما یؤخذ من اهل الذمة جمیعا واهل الحرب سبیل الخراج. وکذلك ما یؤخذ من اهل الذمة جمیعا من جزیة رئووسهم وما یؤخذ من مواشی بنی تغلب. فان سبیل ذلك کله سبیل الخراج. یقسم فیما یقسم فیه الخراج. ولیس هو کالصدقة.

مسلمانوں سے چنگی کے طور پر جو کچھ لیا جائے گا اس کی حیثیت زکوٰۃ کی ہوگی، مختلف طرح کے ذمیوں اور حربی افراد سے جو چنگی وصول کی جائے گی اس کی نوعیت خراج کی ہوگی، یہی نوعیت ان محاصل کی بھی ہے جو ذمیوں سے جزیہ کے طور پر، یا بنو تغلب کے مویشیوں میں سے وصول کئے جاتے ہیں، ان سب کی نوعیت خراج کی ہے اور ان کو ان مصارف پر لگایا جائے گا جن پر خراج کا مال لگایا جاتا ہے، ان کی نوعیت زکوٰۃ کی نہیں۔

قد حکم الله فی الصدقة حکما قد قسمها علیه فهی علی ذلك. وحکم فی الخمس حکما فهو علی ذلك. فتلك الوجوه التی عدها الصدقات فی المواشی والاموال. وعلی هذا العمل عندنا والله اعلم.

زکوٰۃ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے ذریعہ متعین کر دیئے ہیں، اور انہی پر عمل ہوتا ہے، اسی طرح خمس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دے دیا ہے اور وہی زیر عمل ہے، مویشیوں اور دوسرے اموال کی زکوٰۃ کے مصارف یہی ہیں اور ہمارے ہاں انہی پر عمل ہوتا رہا ہے، واللہ اعلم۔

عشور کی ابتداء:

(۲۹۴) . قال ابو یوسف (رحمه الله تعالی): حدثنی اسماعیل بن ابراهیم بن مهاجر قال: سمعت ابی یذکر قال: سمعت زیاد بن حدیر قال: اول من بعث عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه علی العشور انا. قال فامرنی ان لا افتش احدا. وما مر علی من شیء اخذت من حساب اربعین درهما واحدا من المسلمین. ومن اهل الذمة من کل عشرین واحدا وممن لا ذمة له العشر. قال وامرنی ان اغلظ علی نصاری بنی تغلب. وقال

"انهم قوم من العرب وليسوا باهل الكتاب. فلعلهم يسلمون
قال وكان عمر قد اشترط على نصارى بنى تغلب ان لا ينصروا ابناءهم.
زیاد بن حدیر نے کہا ہے کہ:
"میں وہ پہلا شخص ہوں جسے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عشور کی تحصیل پر مامور کیا، آپ نے حکم دیا تھا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں، اور یہ کہ جو اموال میرے پاس سے گزریں ان پر میں حساب سے عشر لوں کہ مسلمان سے چالیس درہم میں سے ایک درہم، ذمی سے بیس میں سے ایک، اور جو غیر مسلم ذمی نہ ہوں ان سے دسواں حصہ۔ انہوں نے کہا: آپ نے مجھے نصاری بنی تغلب پر سختی کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا:
"ان لوگوں کا قومی تعلق اہل عرب سے ہے، اہل کتاب سے نہیں، شاید یہ مسلمان ہو جائیں۔"
(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے نصاری بنو تغلب سے یہ شرط طے کر لی تھی کہ وہ اپنے لڑکوں کو عیسائی نہ بنائیں گے۔"

(۲۹۵) قال: وحدثنا ابو حنيفة عن القاسم عن انس بن سيرين عن انس بن مالك قال بعثنى عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه على العشور وكتب لى عهدا ان اخذ من المسلمين مما اختلفوا فيه لتجاراتهم ربع العشر. ومن اهل الذمة نصف العشر ومن اهل الحرب العشر
(سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ:
"مجھے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عشور کی تحصیل پر مامور کیا اور میرے لئے یہ ہدایت نامہ لکھ دیا کہ مسلمان جو اموال تجارت لے کر گزریں ان پر میں ان سے چالیسواں حصہ وصول کروں، ذمی (تاجروں) سے بیسواں حصہ اور حربی (تاجروں) سے دسواں حصہ۔"

(۲۹۶) قال: وحدثنا عاصم بن سليمان عن الحسن قال: كتب ابو موسى الاشعرى الى عمر بن الخطاب ان تجارا من قبلنا من المسلمين يأتون ارض الحرب فيأخذون منهم العشر. قال فكتب اليه عمر: خذ انت منهم كما يأخذون من تجار المسلمين وخذ من اهل الذمة نصف العشر. ومن المسلمين من كل اربعين درهما. وليس فيما دون المائتين شىء. فاذا كانت مائتين ففيها خمسة دراهم. وما زاد فبحسابه.
حسن نے کہا ہے کہ:

---

(۲۹۵) کتاب الآثار لابی یوسف: ۴۴۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۷۶۳۔

''ابو موسی اشعری (رضی اللہ عنہ) نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ان سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔ (راوی) کہتا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ: تم بھی ان سے اسی طرح (عشر) وصول کرو جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں، ذمیوں سے بیسواں حصہ لیا کرو اور مسلمانوں میں سے ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم وصول کرو۔ ۲۰۰ درہم سے کم پر کچھ نہ لو، مال دوسو کا ہو تو اس میں سے پانچ درہم لو، اس سے زیادہ ہو اسی حساب سے وصول کرو۔''

(۲۹۰). قال: وحدثنا عبد الملك بن جريج عن عمرو بن شعيب (رحمه الله تعالىٰ) ان منبج قوم من اهل الحرب وراء البحر كتبوا الى عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: دعنا ندخل ارضك تجارا وتعشرنا. قال: فشاور عمر اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ذلك. فأشاروا عليه به. فكانو اول من عشر من اهل الحرب.

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ:

''باشندگان منبج نے جو سمندر پار ایک حربی قوم تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہمیں اپنے ملک میں تجارت کیلئے آنے کی اجازت دیجئے، آپ ہم سے عشر وصول کرلیا کیجئے، عمر (رضی اللہ عنہ) نے اصحاب رسول ﷺ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ان حضرات نے اس کے حق میں مشورہ دیا، چنانچہ یہ پہلی حربی قوم تھی جس سے عشر وصول کیا گیا۔''

(۲۹۱). قال: وحدثنا السري بن اسماعيل عن عامر الشعبي عن زياد بن حدير الاسدي ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه بعثه على عشور العراق والشام وامره ان يأخذه من المسلمين ربع العشر. ومن اهل الذمة نصف العشر. ومن اهل الحرب العشر.

زیاد بن حدیر اسدی سے روایت ہے کہ:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں عراق وشام کے عشور کی تحصیل پر مامور کیا اور حکم دیا کہ مسلمانوں سے چالیسواں حصہ، ذمیوں سے بیسواں اور حربی لوگوں سے دسواں حصہ وصول کریں۔

فمر عليه رجل من بني تغلب من نصارى العرب ومعه فرس فقوموها بعشرين ألفا. فقال: اعطني الفرس وخذ مني تسعة عشر ألفا. او امسك الفرس واعطني ألفا. قال: فأعطاه ألفا وامسك الفرس

ایک بار بنو تغلب کا ایک عیسائی عرب کے ان کے پاس سے گزرا جس کے پاس ایک گھوڑا تھا، لوگوں نے اس گھوڑے کی قیمت بیس ہزار (درہم) لگائی، انہوں نے اس شخص سے کہا: کہ یا تو تم مجھے گھوڑا دے اور انیس ہزار مجھ سے لے لو، یا گھوڑا اپنے پاس رکھو اور مجھے ایک ہزار دے دو۔ (راوی) کہتا ہے کہ اس شخص نے گھوڑا خود رکھا اور انہیں ایک ہزار

دے دیا۔

قال:ثم مر عليه راجعا في سنته فقال له:اعطني ألفا اخرى. فقال له التغلبي: كلما مررت بك تأخذ مني لألفا؟ قال:نعم. قال:فرجع التغلبي الى عمر بن الخطاب فوافاه بمكة وهو في بيت. فاستأذن عليه. فقال:من انت؟ فقال:رجل من نصارى العرب وقص عليه قصته. فقال له عمر: كفيت. ولم يزد على ذلك.

(راوی) کہتا ہے کہ پھر وہ آدمی اسی سال واپسی میں دوبارہ ان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس سے کہا کہ ایک ہزار ادا کرو۔ اس پر اس تغلبی نے ان سے کہا کہ جتنی بار میں تمہارے یہاں سے گزروں گا، تم مجھ سے ایک ہزار وصول کرو گے؟ انہوں نے کہا، ہاں! (راوی) کہتا ہے یہ سن کر وہ تغلبی واپس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور مکہ جا کر ان سے ملاقات کی، وہ ایک گھر کے اندر تھے، اس نے حاضر ہونے کی اجازت حاصل کی، آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کتایا کہ میں ایک عرب عیسائی ہوں، اور ان سے اپنا قصہ کہہ سنایا۔ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے صرف اتنا کہا کہ بہت اچھا، بات صاف ہوگئی۔

قال فرجع التغلبي الى زياد بن حدير وقد وطن نفسه على ان يعطيه ألفا اخرى. فوجد كتاب عمر قد سبق اليه: من مر عليك فأخذت منه صدقة فلا تأخذ منه شيئا الى مثل ذلك اليوم من قابل. الا ان تجد فضلا. قال فقال الرجل: قد والله كانت نفسي طيبة ان اعطيك ألفا. واني اشهد الله اني بريء من النصرانية واني على دين الرجل الذي كتب هذا الكتاب.

(راوی) کہتا ہے کہ وہ تغلبی لوٹ کر پھر زیاد بن حدیر کے پاس آیا، اس کا خیال تھا کہ اب انہیں ایک ہزار اور دینا ہی پڑے گا، لیکن وہاں اس نے دیکھا کہ (حضرت سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کا خط اس سے پہلے پہنچ چکا تھا جس میں لکھا تھا کہ: جس گزرنے والے سے تم ایک بار صدقہ لے چکے ہو اس سے آئندہ سال کی اسی تاریخ تک دوبارہ نہ وصول کرو، الا یہ کہ وہ مزید مال لے کر آئے۔ (راوی) کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر وہ آدمی بول اٹھا: اللہ کی قسم میں تو یہ سوچ چکا تھا کہ تم کو ایک ہزار اور دے دوں، میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ اب میرا عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں اور میں اس شخص کے دین پر ہوں جس نے تم کو یہ خط لکھا ہے۔

(۲۹۹). قال: وحدثنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودي عن جامع بن شداد عن زياد بن حدير انه مد حبلا على الفرات فمر عليه رجل نصراني فأخذ منه. ثم انطلق فباع سلعته. فلما رجع مر عليه فاراد ان يأخذ منه فقال: كلما مررت عليك تأخذ مني؟ فقال: نعم. فرحل الرجل الى عمر بن الخطاب فوجده بمكة يخطب الناس وهو يقول:

"الا ان الله جعل البيت مثابة يعني لا يأخذن من حرم الله جل وعلا شيئا يظلم به احدا او يحمل شيئا من الرحم يرده الى بيته في الحل فلا اعرفن من انتقص احدا من مثابة الله الى بيته شيئا."

زیاد بن حدیر سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرات کے ایک کنارے سے دوسرے کنارہ تک ایک رسی تان دی۔ ایک عیسائی وہاں سے گزرا تو انہوں نے اس سے چنگی وصول کی، پھر یہ آدمی چلا گیا اور اپنا مال فروخت کر کے واپسی میں دوبارہ وہاں سے گزرا تو انہوں نے دوبارہ اس سے چنگی لینی چاہی، اس نے پوچھا: کیا جتنی بار میں یہاں سے گزروں گا اتنی بار تم مجھ سے چنگی وصول کرو گے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر اس آدمی نے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا قصد کیا، اس نے آپ کو مکہ میں لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ آپ فرما رہے تھے:

"خبردار! اللہ نے اپنے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا ہے یعنی حرم الٰہی میں سے کوئی شخص کسی پر ظلم کر کے کوئی چیز نہیں لے سکتا، یا وہاں سے کوئی ایسی چیز نہیں لے جا سکتا ہے (جائز کرنے کیلئے) حرم کے باہر اپنے گھر لے جانا چاہتا ہو۔ لہٰذا مجھے اس طرح کی کوئی اطلاع نہیں ملنی چاہئے کہ کسی نے اللہ کی بنائی ہوئی پناہ گاہ میں کسی فرد کو کچھ نقصان پہنچا کر اپنا گھر بھرا ہو۔"

قال: فقلت له يا امير المؤمنين اني رجل نصراني مررت على زياد بن حدير فأخذ مني. ثم انطلقت فبعت سلعتي ثم اراد ان يأخذ مني قال ليس له ذلك. ليس له عليك في مالك في السنة الا مرة واحدة. ثم نزل فكتب اليه في. ومكثت اياما. ثم اتيته فقلت له: انا الشيخ النصراني الذي كلمتك في زياد. فقال: وانا الشيخ الحنيفي قد قضيت حاجتك.

یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آپ سے کہا امیر المؤمنین! میں ایک عیسائی ہوں، میں زیاد بن حدیر کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے (چنگی) وصول کی، پھر میں آگے آیا اور اپنا مال فروخت کیا (دوبارہ وہاں سے گزرا) تو انہوں نے کہا مجھ سے پھر وصول کرنا چاہا، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اسے ایسے کرنے کا حق نہیں۔ اسے تمہارے مال میں سے سال میں صرف ایک بار (چنگی) لینے کا حق ہے، پھر آپ منبر سے اترے اور ان کو میرے بارے میں خط لکھا کہ، میں چند دن رکا رہا اس کے بعد پھر آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں ہی وہ عیسائی شیخ ہوں جس نے آپ سے زیاد بن حدیر کے بارے میں گفتگو کی تھی، آپ نے جواب دیا کہ میں وہ حنیفی شیخ ہوں جس نے تمہارا کام کر دیا ہے۔

(۳۰۰) قال: وحدثني يحيى بن سعيد عن رزيق بن حيان وكان على مكس مصر فذكر ان عمر بن عبدالعزيز رضي الله تعالى عنه كتب اليه ان انظر من مر عليك من المسلمين فخذ مما ظهر من اموالهم العين ومما ظهر من التجارات من كل اربعين دينارا دينارا. وما نقص

فبحساب ذلك حتى يبلغ عشرين دينارا فان نقصت تلك الدنانير فدعها ولا تأخذ منها شيئا. واذا مر عليك اهل الذمة فخذ مما يديرون من تجاراتهم من كل عشرين دينارا دينارا فما نقص فبحساب ذلك حتى تبلغ عشرة دنانير. ثم دعها فلا تأخذ منها شيئا واكتب لهم كتابا بما تأخذ منهم الى مثلها من الحول.

رزیق بن حیان سے روایت ہے جو کہ مصر کی چنگی پر مامور تھے انہوں نے بتایا ہے کہ:

''عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے ان کو لکھا کہ تمہارے پاس سے جو مسلمان گزریں ان کے نقد اموال اور ظاہر سامان تجارت میں سے ہر چالیس دینار پر ایک دینار وصول کرو۔ اس سے کم پر، بیس دینار تک، اسی حساب سے لو۔ اگر مال بیس دینار سے کم ہو تو اس میں سے کچھ نہ لو۔ ذمیوں سے ان کے مال تجارت پر بیس دینار میں سے ایک دینار وصول کرو، مالیت بیس دینار سے کم ہو تو، دس دینار تک، اس حساب سے وصول کرو لیکن مال دس دینار سے کم کا ہو تو کچھ نہ لو۔ جس سے جو کچھ وصول کرو اسے اس کی رسید لکھ کر دے دیا کرو تا کہ وہ مال اگلے سال کی اسی تاریخ تک وصول سے بری رہے۔''

مکاتب تاجر پر چنگی نہیں:

(۳۰۱) قال: وحدثنا عمرو بن ميمون بن مهران عن ابيه عن جدته قالت: مررت على مسروق بالسلسلة وهى مكاتبة بتجارة عظيمة. فقال لها ما انت؟ فقالت: مكاتبة وكانت اعجمية وكلمها التجرمان فقالت له بالفارسية: مكاتبة فأخبره. فقال: ليس على مال مملوك زكاة. فخلى سبيلها

میمون بن مہران نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کی دادی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا:

''کہ میں سلسلہ میں مسروق کے پاس سے بہت سا تجارتی مال لے کر گزری، یہ ایک مکاتب لونڈی تھیں، انہوں نے ان سے کہا تو کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مکاتب۔ یہ خود عجمی تھیں ان سے ترجمان نے گفتگو کی، اس سے انہوں نے فارسی میں کہا کہ میں مکاتب ہوں۔ ترجمان نے مسروق کو یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا کہ مملوک کے مال پر کوئی زکوٰۃ نہیں لاگو ہوتی۔ چنانچہ انہوں نے انہیں محصول سے بری رکھا۔''

حرام مال پر چنگی:

(۳۰۲) قال: وحدثنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال: اذا مر اهل الذمة بالخمر للتجارة اخذ من قيمتها نصف العشر ولا يقبل قول الذمى فى قيمتها. حتى يؤتى برجلين من اهل الذمة يقومانها عليه فيأخذ نصف العشر من الثمن.

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''جب ذمی لوگ تجارت کیلئے شراب لے کر گزریں تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا، قیمت کے تخمینہ میں خود اس ذمی کا اعتبار نہ کیا جائے گا بلکہ اسے دو ذمی افراد لانے ہوں گے جو اس کی قیمت لگائیں گے اور اسی قیمت کے حساب سے محصل بیسواں حصہ وصول کرے گا۔

چنگی لینے کا جواز:

(۳۰۳) قال: وحدثنا قيس بن الربيع عن فزارة عن يزيد بن الاصم عن ابي الزبير انه قال: ان هذه المآصر والقناطر سحت لايحل اخذها. وبعث عمالا الى اليمن ونهاهم ان يأخذوا من مأصرة او قنطرة او طريق شيئا. فقدموا فاستقل المال. فقالوا: نهيتنا. فقال: خذوا كما كنتم تأخذون.

ابوزبیر نے کہا ہے کہ:

''ان کٹ گھروں اور پلوں پر جو محاصل وصول کئے جاتے ہیں وہ مال حرام ہیں جن کی تحصیل جائز نہیں۔ آپ نے چند عامل یمن روانہ کئے اور ان کو کسی راستہ، پل، گھیرے پر کوئی محصول لینے سے منع کر دیا، جب یہ عمال واپس آئے تو وصول شدہ رقم آپ کو کم معلوم ہوئی۔ ان لوگوں نے یہ عذر پیش کیا کہ آپ نے ہمیں (چنگی وصول کرنے سے) منع کر دیا تھا، تو آپ نے کہا کہ اچھا۔ جیسے پہلے وصول کرتے تھے اسی طرح وصول کرتے رہو۔''

(۳۰۴) قال: وحدثنا محمد بن عبدالله عن انس بن سيرين قال: ارادوا ان يستعملونى على عشور الابلة فأبيت. فلقيني انس بن مالك فقال: ما يمنعك؟ فقلت: العشور اخبث ما عمل عليه الناس. قال فقال لي لا تفعل. عمر صنعه. فجعل على اهل الاسلام ربع العشر و على اهل الذمة نصف العشر و على المشركين ممن ليس له ذمة العشر.

انس بن سیرین نے کہا ہے کہ:

''لوگوں نے مجھے ابلہ کی چنگی وصول کرنے پر مامور کرنا چاہا تو میں نے انکار کر دیا، پھر میری ملاقات انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تم کیوں انکار کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ سب سے برا منصب چنگی کی تحصیل کا منصب ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اس پر آپ نے مجھ سے کہا: کہ ایسی بات نہ کرو، یہ کام عمر (رضی اللہ عنہ) نے کیا ہے، انہوں نے مسلمانوں پر چالیسواں حصہ، ذمیوں پر بیسواں حصہ اور غیر ذمی مشرکوں پر دسواں حصہ لاگو کیا تھا۔''

فصل: فی الكنائس والبيع والصلبان

فصـــل: گرجا گھـــروں، بیعوں اور صلیبوں کے بارے میں

اہل ذمہ کی عبادت گاہیں:

واما ما سألت عنه يا امير المؤمنين من امر اهل الذمة . وكيف تركت لهم البيع والكنائس في المدن والامصار حين افتتح المسلمون البلدان . ولم تهدم . وكيف تركوا يخرجون بالصلبان في ايام عيدهم ؟

امیر المؤمنین! آپ نے پوچھا ہے کہ جب مسلمانوں نے مختلف ممالک فتح کئے تو شہروں اور مرکزی مقامات پر ذمیوں کے گرجا گھروں اور بیعوں کو کیوں باقی رہنے دیا گیا؟ انہیں منہدم کیوں نہیں کردیا گیا؟ اور یہ کہ ان کو اپنے تیوہار کے مواقع پر صلیب لے کر چلنے کی اجازت کیوں کر حاصل رہی؟

فانما كان الصلح جرى بين المسلمين واهل الذمة في اداء الجزية وفتحت المدن على ان لا تهدم بيعهم ولا كنائسهم داخل المدينة ولا خارجها. وعلى ان يحقنوا لهم دماء هم . وعلى ان يقاتلوا امن ناوأ هم من عدوهم ويذبوا عنهم فأدوا الجزية اليه على هذه الشرط . وجرى الصلح بينهم عليه وكتبوا بينهم الكتاب على هذا الشرط على ان لا يحدثوا بناء بيعة ولا كنيسة. فافتتحت الشام كلها والحيرة الا اقلها على هذا . فلذلك تركت البيع والكنائس ولم تهدم

(واقعہ یوں ہے کہ) مسلمانوں اور ذمیوں کے درمیان جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح ہوئی تھی، یہ ممالک اس شرط پر مسلمانوں کے حوالہ کئے گئے تھے کہ ان لوگوں کے گرجا اور بیعے باقی رہیں گے، خواہ وہ شہر کے اندر واقع ہوں یا باہر، نیز یہ بھی طے ہوا تھا کہ ان کی جان محفوظ رہے گی اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے تو اس سے جنگ کرکے ان کا دفاع کیا جائے گا، دونوں فریق کے درمیان انہی شرائط پر صلح ہوئی اور ان لوگوں نے مسلمانوں کو جزیہ ادا کیا، مسلمانوں نے ان کیلئے ان شرائط پر مشتمل ایک دستاویز لکھ کردی تھی جس میں یہ بھی تھا کہ یہ لوگ کوئی نیا گرجا گھر یا بیعہ نہیں تعمیر کریں گے، سارا شام اور تھوڑے علاقہ کو چھوڑ کر پورا حیرہ اسی شرط پر فتح ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے گرجے اور بیعے منہدم نہیں کئے گئے اور باقی

رکھے گئے۔

(۳۰۵) قال ابو یوسف: حدثني بعض اهل العلم عن مکحول الشامي ان ابا عبيدة بن الجراح صالحهم بالشام واشترط عليهم حين دخلها على ان تترك كنائسهم وبيعهم الى ان لا يحدثوا بناء بيعة ولا كنيسة وعلى ان عليهم ارشاد الضال وبناء القناطير على الانهار من اموالهم. وان يضيفوا من مر بهم من المسلمين ثلاثة ايام. وعلى ان لا يشتموا مسلما ولا يضربوه. ولا يرفعوا في نادي اهل الاسلام صليبا ولا يخرجوا خنزيرا من منازلهم الى افنية المسلمين. وان يوقدوا النيران للغزاة في سبيل الله۔

مکحول شامی سے روایت ہے کہ

ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) نے باشندگان شام سے صلح کر لی اور وہاں فاتحانہ داخل ہوتے وقت یہ شرط طے کر لی کہ موجودہ گرجے اور بیعے باقی رہنے دیئے جائیں گے اور یہ لوگ کوئی نیا گرجا یا بیعہ نہ تعمیر کریں گے، جو لوگ راستہ بھول جائیں ان کی رہنمائی کرنا اور اپنے دریاؤں اور نہروں پر اپنے صرفہ سے پل تعمیر کرنا ان لوگوں کی ذمہ داری قرار پائی، یہ بھی طے ہوا کہ جو مسلمان ان کے یہاں آئیں ان کی یہ تین دن میزبانی کریں گے، کسی مسلمان کو نہ گالی دیں گے نہ ماریں گے، مسلمانوں کی بستیوں میں صلیب بلند نہیں کریں گے، سوروں کو اپنے گھروں سے ہنکا کر مسلمانوں کے صحن یا میدان میں نہیں چھوڑیں گے، راہ خدا میں جنگ کرنے والوں کیلئے آگ روشن کریں گے۔

ولا يدلوا للمسلمين على عورة. ولا يضربوا نواقيسهم قبل اذان المسلمين ولا في اوقات اذانهم ولا يخرجوا الرايات في ايام عيدهم. ولا يلبسوا السلاح يوم عيدهم ولا يتخذوه في بيوتهم. فان فعلوا من ذلك شيئا عوقبوا واخذ منهم. فكان الصلح على هذا الشرط فقالوا لابي عبيدة: اجعل لنا يوما في السنة نخرج فيه صلباننا بلا رايات. وهو يوم عيدنا الاكبر. ففعل ذلك لهم واجابهم اليه فلم يجدوا بدا من ان يفوا لهم بما شرطوا ففتحت المدن على هذا۔

مسلمانوں کی کسی کمزوری کی خبر دشمنوں کو نہیں پہنچائیں گے، مسلمانوں کی اذان سے پہلے یا ان کی اذان کے وقت اپنے ناقوس نہیں بجائیں گے اور اپنے تیوہاروں میں اپنے جھنڈے نہیں بلند کرینگے، اور تیوہاروں میں ہتھیار بند ہو کر نہیں نکلیں گے، نہ گھروں میں ہتھیار رکھیں گے، طے پایا کہ اگر وہ ان میں سے کسی شرط کی بھی خلاف ورزی کریں گے تو ان کو سزا دی جائے گی، انہیں شرائط پر صلح ہوئی پھر ان لوگوں نے ابوعبیدہ سے یہ درخواست کی کہ سال میں صرف ایک دن یعنی ہماری بڑی عید کے دن ہمیں صلیبوں کو بغیر جھنڈوں کے علانیہ لے کر چلنے کی اجازت دیجئے، انہوں نے ان کی یہ درخواست منظور

کر لی اور اس کی اجازت دے دی، اب مسلمانوں کیلئے اس سے کوئی مفر نہ تھا کہ جو شرائط طے پائی تھیں ان کی تکمیل کریں، کیونکہ یہ ممالک انہی شرائط پر فتح ہوئے تھے۔

فلما رأى اهل الذمة وفاء المسلمين لهم وحسن السيرة فيهم صاروا اشداء على عدو المسلمين وعونا للمسلمين على اعدائهم . فبعث اهل كل مدينة ممن جرى الصلح بينهم وبين المسلمين رجالا من قبلهم يتجسسون الاخبار عن الروم وعن ملكهم وما يريدون ان يصنعوا . فاتى اهل كل مدينة رسلهم يخبرونهم بان الروم قد جمعوا جمعا لم ير مثله

جب ذمیوں نے یہ دیکھا کہ مسلمان ان کے ساتھ کی ہوئی شرائط کے پوری طرح پابند ہیں اور ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے ہیں تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے بڑے مددگار اور دشمنوں کے خلاف بہت سخت ہو گئے، جن شہروں سے مسلمانوں کی صلح ہوئی تھی وہاں کے باشندوں نے اپنی جانب سے کچھ افرادکو رومیوں اور مملکت روم کے حالات کا پتہ لگانے کیلئے جاسوس بنا کر بھیجا تاکہ وہ یہ معلوم کریں کہ وہ لوگ کیا اقدام کرنے والے ہیں، چنانچہ ہر شہر کے بھیجے ہوئے افراد یہی خبر لے کر واپس آئے کہ رومیوں نے اتنا زبردست لشکر جمع کر لیا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

فاتى رؤساء اهل كل مدينة الى الامير الذى خلفه ابو عبيدة عليهم فأخبروه بذالك . فكتب والى كل مدينة ممن خلفه ابو عبيدة الى ابى عبيدة يخبره بذلك وتتابعت الاخبار على ابى عبيدة . فاشتد ذلك عليه وعلى المسلمين . فكتب ابو عبيدة الى كل وال ممن خلفه فى المدن التى صالح اهلها يأمرهم ان يردوا عليهم ما جبى منهم من الجزية والخراج .

یہ معلوم کر کے ہر شہر کے رؤسا، ان امراء سے ملے جن کو ابو عبیدہ نے ان پر مقرر کیا تھا اور یہ خبر ان تک پہنچائی، ابو عبیدہ کے مقرر کردہ ان والیوں نے ان کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی، ابو عبیدہ کے پاس مختلف مقامات سے پے در پے یہی اطلاع آنے لگی، یہ بات ابو عبیدہ اور عام مسلمانوں پر بڑا بار بن گئی، ابو عبیدہ نے ان تمام والیوں کو جنہیں آپ نے صلح کے ذریعے فتح کئے ہوئے شہروں پر مامور کیا تھا یہ لکھا کہ وہاں کے باشندوں سے جزیہ اور خراج کی جو رقمیں وصول کی گئی ہوں وہ انہیں واپس دے دی جائیں۔

وكتب اليهم ان يقولوا لهم : انما رددنا اليكم اموالكم . لانه قد بلغنا ما جمع لنا من الجموع . وانكم اشترطتم علينا ان نمنعكم . وانا لا نقدر على ذلك . وقد رددنا عليكم ما اخذنا منكم ونحن لكم على الشرط وما كتبنا بيننا وبينكم ان نصرنا الله عليهم . فلما قالوا ذلك لهم . وردوا عليهم الاموال التى جبوها منهم قالوا : ردكم الله علينا ونصركم عليهم

اور یہ بات واضح کردی جائے۔ ہم نے یہ رقوم اس لئے واپس کی ہیں کہ تم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم تمہارا دفاع کریں گے، لیکن ہمارے خلاف جتنے زبردست لشکر جمع کر لئے گئے ہیں ان کی خبر ہمیں مل گئی ہے، اور (بظاہر عالم اسباب کے پیش نظر) ہم اتنے طاقت ور نہیں کہ ان کا مقابلہ کر کے تمہارا دفاع کرسکیں، اس لئے ہم نے (از راہ احتیاط) تم سے وصول کردہ رقوم تمہیں واپس کردی ہیں، اگر اللہ نے (اپنے فضل سے) ہمیں ان پر فتح عطا کی تو ہم ان شرائط کی پوری پابندی کریں گے جو ہمارے تمہارے درمیان طے پا چکی ہیں، جب ان والیوں نے ان لوگوں سے یہ بات کہی اور ان سے وصول کیا ہوا مال انہیں واپس کردیا تو وہ لوگ کہنے لگے: خدا تمہیں فتح عطا کرے اور دوبارہ ہم پر (حکمران بنا کر) واپس لائے۔

فلو کانوا هم لم يردوا عليه شيئا واخذوا كل شيء بقي لنا حتى لا يدعوا لنا شيئا. وانما كان ابو عبيدة يجيبهم الى الصلح هذه الشروط ويعطيهم ما سألوا يريد بذلك تألفهم. وليسمع بهم غيرهم من اهل المدن التي يطلب اهلها الصلح فيسارعوا الى طلب الصلح. وما كان ابو عبيدة اخذه من القرى التي حول المدن من الاموال والسبي والمتاع. فلم يرده عليهم وقسمه بين المسلمين بعد ان اخرج الخمس منا وقسم الاربعة الاخماس بين المسلمين.

آج اگر تمہاری جگہ یہ رومی ہوتے تو ہمیں کچھ بھی نہ واپس دیتے بلکہ الٹا ہر وہ چیز چھین لیتے جو ہمارے پاس باقی رہ گئی ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی نہ باقی رہنے دیتے۔ ابوعبیدہ نے ان لوگوں سے ان شرائط پر صلح کرنا اس لئے منظور کیا اور جو درخواستیں وہ لوگ کرتے تھے انہیں اس لئے مان لیتے تھے کہ تا کہ ان کی تالیف قلب ہو اور دوسرے شہروں کے لوگ بھی جنہوں نے ابھی صلح کی پیش کش نہیں کی تھی یہ سن کر صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ شہروں کے اردگرد جو دیہی علاقے تھے ان سے ابوعبیدہ نے جو اموال، لونڈی، غلام یا سامان حاصل کیا تھا انہیں آپ نے نہیں واپس کیا بلکہ خمس نکالنے کے بعد ۵/۴ حصہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا تھا۔

والتقى المسلمون والمشركون فاقتتلوا قتالا شديدا وقتل من الفريقين خلق كثير. ثم نصر الله المسلمين على المشركين ومنح اكتافهم وهزمهم وقتلهم المسلمون قتلا لم ير المشركون مثله.

مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان مڈبھیڑ ہوئی اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، دونوں جانب کے بکثرت لوگ مارے گئے، پھر اللہ نے مشرکوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کی اور ان کو مشرکین پر قابو یافتہ بنایا اور انہیں شکست دی، مسلمانوں نے دشمنوں میں سے اتنے زیادہ لوگوں کو قتل کیا کہ مشرکین نے اس سے پہلے بھی اتنا نقصان نہ اٹھایا تھا۔

فلما راى اهل المدن التي لم يصالح عليها ابو عبيدة مالقي اصحابهم من المشركين من

القتل بعثوا الی ابی عبیدة یطلبون الصلح فاعطاهم الصلح علی مثل ما اعطی الاولین الا انهم اشترطوا علیه ان کان عندهم من الروم الذین جاء وا لقتال المسلمین وصاروا عندهم. عفا نهم آمنوا یخرجون بمتاعهم واموالهم واهلهم الی الروم ولا یتعرض لهم فی شیء من ذلك. فاعطاهم ذلك ابو عبیدة فادوا الیه الجزیة وفتحوا له ابواب المدن.

جن شہروں کے باشندوں نے ابھی ابوعبیدہ سے صلح نہیں کی تھی انہوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے یہ مشرک ساتھی کس بری طرح قتل ہوئے تو انہوں نے ابوعبیدہ کو صلح کے پیغام بھیجے، آپ نے ان سے بھی انہی شرائط پر صلح منظور کر لی جن پر پہلے دوسرے شہروں سے صلح کی جا چکی تھی، البتہ ان لوگوں نے یہ شرط بھی پیش کی کہ جو رومی مسلمانوں سے جنگ کیلئے آئے تھے اور اب ان لوگوں سے آملے تھے ان کو امان دی جائے اور یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے ساز و سامان، مال اور اہل وعیال سمیت بلا روک ٹوک روم چلے جائیں، ابوعبیدہ نے یہ شرط بھی منظور کر لی پھر ان لوگوں نے شہروں کے دروازے آپ کیلئے کھول دیئے اور جزیہ ادا کیا۔

واقبل ابو عبیدة راجعا. فکلما مر بمدینة مما لم یکن صالحه اهلها بعث رؤساؤها یطلبون الصلح. فاجابهم الیه واعطاهم مثل ما اعطی الاولین. وکتب بینه وبینهم کتاب الصلح وکلما مر علی مدینة مما کان صالح اهلها. وکان والیه فیها قد رد علیهم ما کان اخذ منهم تلقوه بالاموال التی کان ردها علیهم مما کانوا صولحوا علیه من الجزیة والخراج. وتلقوه بالاسواق والبیاعات فترکهم علی الشرط الذی کان قد شرط لهم لم یغیره ولم ینقصه.

اس کے بعد ابوعبیدہ واپس روانہ ہوئے جب بھی ان کا گزر کسی ایسے شہر سے ہوتا جہاں کے باشندوں نے ابھی صلح نہیں کی تھی تو وہاں کے رؤسا آپ کے پاس صلح کی درخواست بھیجتے، آپ ان کی درخواست منظور کر لیتے اور ان کیلئے بھی وہی شرائط مقرر کرتے جو دوسرے شہروں کیلئے پہلے طے پا چکی تھیں آپ کے اور ان کے درمیان ایک صلح نامہ تحریر میں آ جاتا تھا، جب بھی آپ کسی ایسے شہر گزرتے جس کے باشندوں سے پہلے صلح ہو چکی تھی اور اس کے والی نے جزیہ اور خراج کی) وصول کردہ رقمیں ان لوگوں کو واپس کر دی تھیں تو وہ لوگ یہ رقمیں یعنی وہ جزیہ اور خراج جس کی ادائیگی کی شرط پر ان سے صلح کی گئی تھی اور جسے والی نے ان کو واپس دے دیا تھا لے کر آپ سے ملاقات کرتے، یہ لوگ آپ سے دکانوں اور بازاروں میں ملاقات کرتے تھے آپ نے ان لوگوں کو انہی شرائط پر بحال رکھا جو ان سے پہلے طے پا چکی تھیں ان میں کوئی کمی یا ترمیم نہیں کی۔

وکتب ابو عبیدة الی عمر رضی الله عنه بهزیمة المشرکین. وبما افاء الله علی المسلمین. وما اعطی اهل الذمة من الصلح وما سأله المسلمون من ان یقسم بینهم المدن واهلها

والارض وما فیها من شجر او زرع. وانه ابى ذلك علیهم حتى كتب الیه فیه لیكتب الیه برأیه فیه.

ابوعبیدہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی شکست، مسلمانوں کو مال فئے نصیب ہونے اور ذمیوں سے صلح کا حال لکھ بھیجا، آپ نے ان کو لکھ بھیجا کہ مسلمانوں نے مطالبہ کیا ہے کہ سارے شہر، ان کے باشندے، زمینیں، درخت اور کھیت وغیرہ ان کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں، لیکن میں نے آپ کو مطلع کر کے آپ کی رائے حاصل کر لینے سے پہلے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

فئے کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

فكتب الیه عمر: انی نظرت فیما ذكرت مما افاء الله علیك. والصلح الذی صالحت علیه اهل المدن والامصار وشاورت فیه اصحاب رسول اللهﷺ. فكل قد قال فی ذلك برأیه. وان رأیی تبع لكتاب الله تعالى قال الله تعالى:

وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الحشر:٦)

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر:٧)

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحشر:٨)

هم المهاجرون الاولون

وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر:٩)

فانهم الانصار

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ (الحشر:١٠)

اس کے جواب میں عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ لکھا کہ: اللہ نے جو کچھ تم کو (بطور فئے) عطا کیا ہے اور چھوٹے بڑے

شہروں کے باشندوں سے تم نے جو تقسیمیں کی ہیں، ان کے بارے میں تم نے جو لکھا اس پر میں نے غور کیا، اور رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں سے ان امور کی بابت مشورہ کیا، ہر ایک نے اس سلسلہ میں اپنی رائے دی ہے خود میری رائے اللہ کی کتاب کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اللہ نے اپنے رسول کو ان کا جو مال بھی فئے کے طور پر دلوایا، اس کے لئے تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے، تسلط عطا فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الحشر: ٦)

''اللہ اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں سے جو مال بھی فئے کے طور پر دلوادے تو وہ اللہ کا حق ہے اور اس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں۔ اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔'' (الحشر: ٧)

''(نیز یہ مال فئے) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔'' (الحشر: ٨)

یہ مہاجرین اولین کا ذکر ہے۔

''(اور یہ مال فئے) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں، جو کوئی ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے، یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے، اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔'' (الحشر: ٩)

یہ انصار کا ذکر ہے۔

''اور (یہ مال فئے) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔'' (الحشر: ١٠)

ولد آدم الاحمر والاسود. فقد اشرك الله الذين من بعدهم فى هذا الفئ الى يوم القيمة. فأقر ما افاء الله عليك فى ايدى اهله واجعل الجزية عليهم بقدر طاقتهم تقسمها بين المسلمين ويكونون عمار الارض فهم اعلم بها واقوى عليها. ولا سبيل لك عليهم ولا للمسلمين معك ان تجعلهم فيئا وتقسمهم للصلح الذى جرى بينك وبينهم ولاخذك الجزية منهم

بقدر طاقتهم. وقد بين الله لنا ولكم. فقال في كتابه:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۞ (التوبة:۲۹)

یہ ساری اولاد آدم، سرخ و سیاہ تمام نسلوں کا ذکر ہے، اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان (مہاجرین وانصار) کے بعد قیامت تک کے آنے والوں کو اس فئے میں شریک قرار دے دیا ہے، لہٰذا جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور فئے عطا کی ہیں انہیں ان کے مالکوں ہی کے قبضہ میں رہنے دو، ان پر ان کی برداشت کے مطابق جزیہ لاگو کر دو، اس کی آمدنی کو تم مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دینا وہاں کے باشندے بدستور وہاں کی زمین کاشت میں لاتے رہیں گے کیونکہ وہ اس کام سے زیادہ واقف اور اس کی زیادہ علامت رکھتے ہیں، تمہیں اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کو یہ حق کسی طرح نہیں پہنچتا کہ تم ان لوگوں کو فئے قرار دے کر باہم تقسیم کرو کیونکہ تمہارے درمیان صلح ہو چکی ہے اور تم ان سے ان کی برداشت کے مطابق جزیہ وصول کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو ہمارے اور تمہارے لئے صاف کر دیا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

''وہ اہل کتاب جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ یوم آخرت پر، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے، اور نہ دین حق کو اپنا دین مانتے ہیں، ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔'' (التوبہ:۲۹)

فاذا اخذت منهم الجزية فلا شيء لك عليهم ولا سبيل. ارأيت لو اخذنا اهلها فاقتسمناهم ما كان لمن يأتي من بعدنا من المسلمين والله ما كانوا يجدون انسانا يكلمونه ولا ينتفعون بشيء من ذات يده.

پس ان سے جزیہ وصول کر لینے کے بعد ان پر تمہارا کوئی اور حق نہیں رہ جاتا، اور کسی تعرض کی گنجائش نہیں باقی رہتی، تم غور نہیں کرتے کہ اگر ہم وہاں کے باشندوں کو قبضہ میں لے کر باہم تقسیم کر لیں تو ہمارے بعد آنے والے مسلمانوں کیلئے کیا باقی بچے گا، اللہ کی قسم! پھر تو ان کو ایک آدمی بھی نہ ملے گا جس سے بات کر سکیں یا جس کی محنت سے انہیں کچھ فائدہ پہنچ سکے۔

وان هؤلاء يأكلهم المسلمون ماداموا احياء. فاذا هلكنا وهلكوا اكل ابناؤنا ابناءهم ابدا ما بقوا فهم عبيد لاهل دين الاسلام مادام دين الاسلام ظاهرا. فاضرب عليهم الجزية. وكف عنهم السبي وامنع المسلمين من ظلمهم والاضرار بهم واكل اموالهم الا بحلها ووف لهم بشرطهم الذي شرطت لهم في جميع ما اعطيتهم.

(جو صورت ہم اختیار کر رہے ہیں اس کے تحت) جب تک موجودہ نسل کے لوگ ہیں، اہل اسلام ان سے فائدہ

اٹھائیں گے اور جب ہم لوگ ان کی موجودہ نسل دونوں گزر جائیں گے تو ہماری آئندہ نسلیں ان کی آئندہ نسلوں سے فائدہ اٹھائیں گی، یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک یہ قوم باقی رہے گی، جب تک دین اسلام غالب رہے گا، یہ لوگ اہل اسلام کے غلام رہیں گے، تم ان پر جزیہ لاگو کرو اور انہیں غلام نہ بناؤ، مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے، ان کو کسی طرح کا نقصان پہنچانے اور حلال طریقہ کے علاوہ کسی طریقہ سے ان کا مال کھانے سے روکو۔ دوا رتم نے جن شرائط پر ان سے صلح کی ہے ان کو پورا کرو۔

واما اخراج الصلبان فی ایام عیدهم. فلا تمنعهم من ذلك خارج المدینة بلا رایات ولا بنود علی ما طلبوا منك یوما من السنة. فاما داخل البلد بین المسلمین ومساجدهم فلا تظر الصلبان. فاذن لهم ابو عبیدة فی یوم من السنة وهو یوم عیدهم الذی فی صومهم. فاما فی غیر ذلك الیوم فلم یكونوا یخرجون صلبانهم.

فما كان من الصلح الذی صالحوا علیه اهله فان بیعهم و كنائسهم تركت علی حالها ولم تهدم ولم یتعرض لهم فیها فهذا ما كان بالشام بین المسلمین و اهل الذمة

رہا تیوہاروں میں صلیب لے کر نکلنے کا مسئلہ کا تو جیسا کہ انہوں نے تم سے درخواست کی ہے سال میں ایک دن بغیر جھنڈوں اور پھریروں کے شہر سے باہر ایسا کرنے کی اجازت دے دو۔ لیکن شہر کے اندر مسلمانوں کی آبادی اور مسجدوں کے درمیان صلیب نہیں بلند کی جائیگی۔ چنانچہ ابوعبیدہ نے سال میں ایک دن جو ان کی اس عید کا دن ہے جو ان کے روزے میں پڑتی ہے، انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی، اس کے علاوہ کسی اور دن یہ لوگ اپنی صلیبیں نہیں نکالتے تھے۔

جو صلح مسلمانوں نے ان جگہوں کے باشندوں سے کی تھی، اس کی رو سے ان کے گرجا اور بیعے بدستور باقی رہنے دیے گئے تھے، اور کے سلسلہ میں ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ شام میں مسلمانوں اور اہل ذمہ کے درمیان جو کچھ ہوا اس کی تفصیلات یہی ہیں۔

فتوحات اور صلحوں کی تفصیل:

(۳۰٦) قال ابو یوسف: وحدثنی محمد بن اسحاق وغیره من اهل العلم بالفتوح وسیر. بعضهم یزید فی الحدیث علی بعض. قالوا: لما قدم خالد بن الولید من الیمامة دخل علی ابی بكر الصدیق رضی الله تعالی عنه. وخرج فاقام ایاما ثم قال له ابو بكر. تهیأ حتی تخرج الی العراق. فوجهه ابوبكر الصدیق رضی الله تعالی عنه الی العراق فخرج فی ألفین. ومعه من الاتباع مثلهم. فمر بفائد فخرج معه خمسمائة من طیء ومعهم مثلهم.

محمد بن اسحاق اور فتوحات وغیرہ کا علم رکھنے دوسرے علماء نے جن میں سے بعض کا بیان بعض سے زیادہ تفصیلی ہے مجھ سے بیان کیا ہے کہ:

جب (سیدنا) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یمامہ سے واپس آئے تو (سیدنا) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے ملنے گئے، آپ سے ملاقات کے بعد چند دن مدینہ میں قیام کیا پھر (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا: ضروری تیاری کر کے عراق کی طرف کوچ کرو، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق وہ دو ہزار افراد پر مشتمل لشکر اور اسی قدر خدمت مددگاروں کے ساتھ روانہ ہوئے جب فائد (نامی پہاڑ) سے گزرے تو قبیلہ طے سے پانچ سو افراد آپ کے ساتھ ہو لیے ان کے ہمراہ اتنے ہی خدمت گار بھی تھے۔

فانتهى الى شراف. ومعه خمسة الاف او اقل او اكثر. فتعجب اهل شراف من خالد ومن معه ووغولهم فى ارض العجم فانتهوا الى المغيثة. فأذا طلائع خيل العجم فنظروا اليهم ورجعوا. فانتهوا الى حصنهم ودخلوه. فاقبل خالد ومن معه الى الحصن فحاصرهم وفتح الحصن وقتل من فيه من المقاتلة وسبى النساء والذرارى. واخذ جميع ما كان فيه من السلاح والمتاع والدواب وهدم الحصن۔

جب یہ شراف (نامی مقام پر) پہنچے تو ان کے ساتھ کم و بیش پانچ ہزار افراد تھے، شراف والوں کو خالد (رضی اللہ عنہ) کے اتنے زبردست لشکر کے ساتھ سرزمین عجم میں اتنی لمبی مہم پر روانگی پر تعجب ہوا، پھر یہ لوگ مغیثہ پہنچے، وہاں انہیں عجمی گھڑ سواروں کا ہراول دستہ نظر آیا، وہ لوگ انہیں دیکھتے ہی لوٹ گئے اور جا کر اپنے قلعہ میں بیٹھ رہے، (سیدنا) خالد (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں نے جا کر قلعہ کا محاصرہ کیا، اور اسے فتح کر لیا، قلعہ میں جو مرد لڑائی کے قابل تھے ان کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا وہاں جو کچھ ساز و سامان، اسلحے اور مویشی تھے انہیں اپنے قبضہ میں لے لیا اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔

ثم مضى انتهى الى العذيب وفيه حصن فيه مسلحة لكسرى فواقعهم خالد فقتلهم واخذ ما كان فى الحصن من متاع وسلاح ودواب وهدم الحصن وضرب اعناق الرجال وسبى النساء والذرارى وعزل الخمس مما افاء الله عليه وقسم اربعة الاخماس بين اصحابه الذين افتتحوه۔

پھر خالد (رضی اللہ عنہ) آگے بڑھے اور عذیب پہنچے وہاں ایک قلعہ تھا جس میں کسریٰ کا اسلحہ خانہ بھی تھا، خالد (رضی اللہ عنہ) نے اس پر حملہ کر کے وہاں کے لوگوں کو بھی قتل کیا، قلعہ میں جو ساز و سامان، اسلحے اور جانور تھے ان پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کو مسمار کر دیا، انہوں نے مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جو مال اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا تھا اس میں سے خمس علیحدہ کر دیا اور باقی ۵ / ۴ اپنے ان ساتھیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جنہوں نے قلعہ کو فتح کیا تھا۔

فلما رأى ذلك اهل القادسية طلبوا الصلح واعطوه الجزية. فمضى خالد من القادسية حتى نزل النجف وبه حصن حصين لكسرى فيه رجال من اهل فارس مقاتلة. فحاصرهم وافتتح الحصن واستنزلهم ورئيسهم رجل من اهل فارس يقال له هزهل مرد فضرب عنقه واتكأ على جيفته ودعا بطعامه والآخرون مقرنون فى السواجير فقال بعضهم لبعض امرادو فلما فرغ من طعامه ضرب اعناقهم وسبى نساؤهم وذراريهم واخذما فى الحصن من المتاع والسلاح والدواب.

قادسیہ والوں نے جب یہ حال دیکھا تو صلح کی درخواست کی اور آپ کو جزیہ دیا۔ خالد (رضی اللہ عنہ) قادسیہ سے آگے بڑھ کر نجف میں ٹھہرے، یہاں کسریٰ کا ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جس میں کچھ جنگ جو ایرانی قلعہ بند تھے، آپ نے ان کا محاصرہ کیا اور قلعہ فتح کرلیا اور ان کے باشندوں کو ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کردیا، ان کا سردار ایک ایرانی تھا جسے ہزہل مرد کہا جاتا تھا، خالد (رضی اللہ عنہ) نے اس کی گردن اڑادی اور اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اپنا کھانا منگوایا، دوسرے ایرانیوں کی مشکیں کسی ہوئی تھیں، یہ دیکھ کر وہ ایرانی ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ تو دیو ہے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد خالد (رضی اللہ عنہ) نے ان کی گردنیں بھی اڑادیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا، قلعہ میں جو ساز وسامان، اسلحے اور مویشی تھے ان پر انہوں نے قبضہ کرلیا۔

ولم يكن فى هذه الحصون التى افتتح احصن منه ولا اكثر مقاتلة ولا سلاحا ولا متاعا ولا رجالا اشد من رجال كانوا فى حصن النجف فاخرب الحصن واحرقه.

جتنے قلعے اب تک فتح ہوئے تھے ان میں نجف کے قلعہ سے زیادہ مضبوط کوئی قلعہ نہ تھا، یہاں دوسرے تمام قلعوں سے زیادہ سامان اور اسلحے تھے اور یہاں کے لوگ بھی دوسرے قلعہ والوں سے زیادہ طاقت ور اور جنگ جو تھے، آپ نے قلعہ کو تباہ کرکے اس میں آگ لگادی۔

ثم بعث طليعة له الى اهل أليس. وفيها حصن فيه رجال مسلحة لكسرى. فحاصرهم وفتح الحصن واخرج من فيه من الرجال وضرب اعناقهم وسبى نساءهم وذراريهم واخذ ما كان فيه من المتاع والسلاح وهدم الحصن واحرقه.

پھر آپ نے ایک فوجی دستہ باشندگان الیس کی طرف بھیجا جہاں ایک قلعہ تھا جس میں کسریٰ کے ایک اسلحہ خانہ کے آدمی تھے، اس دستہ نے اس کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا اس میں جو مرد تھے انہیں باہر لاکر ان کی گردنیں اڑادیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا، قلعہ میں جو سامان اور اسلحے تھے ان پر قبضہ کرکے قلعہ کو مسمار کردیا اور اس میں آگ لگادی۔

فلما رأى اهل أليس ذلك وما صنع خالد بأهل الحصن طلبوا منه الصلح على اداء الجزية.
فاعطاهم فأدوا اليه الجزية

جب باشندگان الیس نے یہ ماجرا اور قلعہ والوں کے ساتھ خالد (رضی اللہ عنہ) کا یہ سلوک دیکھا تو انہوں نے جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے اس کے عوض صلح کی درخواست کی، آپ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور ان لوگوں نے آپ کو جزیہ دیا۔

ثم مضى الى الحيرة فتحصن منها هلها في قصوره الثلاثة: قصر الابيض. وقصر العديس. وقصر ابن بقيلة. فأجال اصحاب خالد الخيل في ذلك الظهر وتعرضوا لهم لان يقاتلهم احد او يخرج اليهم فلم يكن واحدا يخرج اليهم ولا يريد قتالهم. فأشرف ولدان من فوق القصر. فأرسل خالد رجلا من كبار اصحابه الى القصر الابيض فوقف، ثم قال لمن كان قد اشرف: يخرج الى رجل منكم اكلمه. فاطلع اليه رجل منهم. فقال وهو امن حتى يرجع؟ فقال: نعم.

پھر آپ حیرہ تشریف لے گئے، وہاں کے باشندے وہاں کے تینوں قلعوں، قصر بیض، قصر عدیس، اور قصر ابن بقیلہ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے، اس دن دوپہر کے وقت خالد (رضی اللہ عنہ) کے ساتھیوں نے قلعہ کے چاروں طرف گھوڑے دوڑائے اور اس خیال سے ان کے سامنے رہے کہ وہ لوگ لڑائی پر آمادہ ہو جائیں یا قلعہ سے کوئی باہر نکلے لیکن کوئی باہر آتا نظر نہیں آیا، نہ وہ لوگ جنگ پر آمادہ ہوئے، پھر دولڑ کے قلعہ پر نمودار ہوئے۔ خالد (رضی اللہ عنہ) نے اپنے کبار ساتھیوں میں سے ایک کو قصر ابیض کی طرف بھیجا انہوں نے اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر آنے والوں سے کہا کہ تم میں سے ایک باہر نکل کر میرے پاس آئے تاکہ میں اس سے گفتگو کروں، ایک آدمی نے سامنے آکر ان سے دریافت کیا کہ جو آدمی باہر بھیجا جائے گا اسے واپس آنے تک امان حاصل رہے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

فنزل اليه عبد المسيح بن حيان بن بقيلة وهو شيخ كبير قد سقط حاجباه على عينيه. وخرج اليه اياس بن قبيصة الطائي وكان والي الحيرة من قبل كسرى ولاه بعد النعمان بن المنذر. فأتوا خالدا فقال لهم:

ادعوكم الى الله والى الاسلام. فان انتم فعلتم فلكم ما للمسلمين وعليكم ما عليهم. وان ابيتم فاطعوا الجزية. فان ابيتم فقد اتيتكم بقوم هم احرص على الموت منكم على الحياة.

چنانچہ عبد المسیح بن حیان بن بقیلہ جو اتنا ضعیف تھا کہ اس کی ابرو کے بال جھک کر اس کی آنکھوں پر آ رہے تھے قلعہ

سے اتر کران کے پاس آیا، ایاس بن قبیصہ طائی بھی باہر آیا جسے کسریٰ نے نعمان بن منذر کے بعد حیرہ کا والی مقرر کیا تھا، یہ دونوں خالد (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

''میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، اگر تم اسے قبول کر لو تو تمہیں بھی وہ سارے حقوق حاصل ہو جائیں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہی ذمہ داریاں لاگو ہوں گی جو تمام مسلمانوں پر لاگو ہیں، اگر تمہیں ایسا کرنا منظور نہیں تو جزیہ ادا کرو، اگر یہ بھی نہ منظور ہو تو اچھی طرح جان لو کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ تمہارے یہاں آیا ہوں جن کو موت اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے جتنی تمہیں زندگی محبوب ہے۔''

قال:وفی ید ابن بیلة السم . قال:فقال هل خالد :ماهذا قال :هذا السم فان انت اعطیتنیما ارید والا شربته فلا ارجع الی قومی بما لا یحبون قال فاخذه خالد من یده وقال:بسم الله لا یضر مع اسمه شیء فی الارض ولا فی السماء.

(راوی) کہتا ہے کہ ابن بقیلہ کے ہاتھ میں زہر تھا (راوی) کہتا ہے کہ خالد (رضی اللہ عنہ) نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ زہر ہے، اگر آپ میری شرط مان لیں گے تو خیر، ورنہ میں اسے پی لوں گا، کیونکہ میں اپنی قوم کے پاس ایسی بات لے کر نہیں واپس جاؤں گا، جو انہیں پسند نہ ہو۔ (راوی) کہتا ہے کہ خالد (رضی اللہ عنہ) نے زہر اس کے ہاتھ سے لے لیا اور یہ کہتے ہوئے اسے پی گئے کہ: اس اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین یا آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ثم ابتلعه قال:فرجع الی قومه وقال لهم :جئتکم من عند قوم لا عمل فیهم السم. قال فقال له ایاس بن قبیصة :مالنا من حاجة وما نرید ان ندخل معک فی دینك. نقیم علی دیننا ونعطیك الجزیة فصالحه علی ستین الفا ورحل علی ان لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة ولا قصرا من قصورهم التی کانوا یتحصنون فیها اذا نزل بهم عدو لهم. ولا یمنعون من ضرب النواقیس ولا من اخراج الصلبان فی یوم عیدهم. وعلی ان لا یشتملوا علی تغبة وعلی ان یضیفوا من مر بهم من المسلمین مما یحل لهم من طعامهم وشرابهم . وکتب بینهم هذا الکتاب:

ابن بقلیہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس سے تمہارے یہاں آ رہا ہوں جن پر زہر اثر نہیں کرتا، (راوی) کہتا ہے کہ ایاس بن قبیصہ نے خالد (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ ہم آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتے، نہ آپ کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں، ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو جزیہ ادا کریں گے، چنانچہ آپ نے اس سے ساٹھ ہزار پر صلح کر لی اور یہ شرائط طے کر کے آگے روانہ ہوئے کہ ان کے کسی گرجا یا بیعہ کو

منہدم نہیں کیا جائے گا، نہ ان کے ان قلعوں کو مسمار کیا جائے گا جس میں محصور ہو کر وہ دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرتے تھے ان کو ناقوس بجانے یا اپنے عید کے دن (سال میں صرف ایک مرتبہ) صلیب بلند کرنے سے نہیں روکا جائے گا، ان پر یہ ذمہ داری ہوگی کہ کسی سازش یا فتنہ وفساد میں نہ پڑیں، ادھر سے گزرنے والے مسلمانوں کی ضیافت کریں اور ان کے سامنے کھانے پینے کی ایسی چیزیں پیش کریں جو ان کے یہاں حلال ہوں، آپ نے ان کو یہ دستاویز لکھ دی۔

اہل حیرہ سے صلح:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب من خالد بن الوليد لاهل الحيرة. ان خليفة رسول الله ﷺ ابابكر الصديق رضى الله تعالى عنه امرنى اسير بعد منصرفى من اهل اليمامة الى اهل العراق من العرب والعجم بأن ادعوهم الى الله جل ثناءه. والى رسوله عليه الصلوٰة والسلام وابشرهم بالجنة وانذرهم من النار. فان اجابوا فلهم ما للمسلمين وعليهم ما على المسلمين.

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ باشندگان حیرہ کیلئے خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کی تحریر ہے، خلیفہ رسول اللہ، ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یمامہ سے واپسی پر عراق کے عربی اور عجمی باشندوں کے یہاں جاؤں اور ان کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے اور دوزخ سے ڈراتے ہوئے اللہ جل ثناؤہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف بلاؤں، اگر یہ میری دعوت قبول کرلیں تو ان کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان پر بھی وہی ذمہ داریاں لاگو ہوں گی جو سارے مسلمانوں پر لاگو ہیں۔

وانى انتهيت الى الحيرة فخرج الى اياس بن قبيصة الطائى فى اناس من اهل الحيرة من رؤسائهم. وانى دعوتهم الى الله والى رسوله فأبوا ان يجيبوا فعرضت عليهم الجزية او الحرب فقالوا: لا حاجة لنا بحربك. ولكن صالحنا على ما صالحت عليه غيرنا من اهل الكتاب فى اعطاء الجزية

جب میں حیرہ پہنچا تو ایاس بن قبیصہ طائی نے حیرہ کے رؤساء کی ایک جماعت کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی، میں نے ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا، میں نے ان کے سامنے جزیہ ادا کرنے وگرنہ جنگ کرنے کی صورت رکھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم جنگ نہیں کرنا چاہتے، بلکہ آپ ہم سے جزیہ کے عوض انہی شرائط پر صلح کرلیں جن پر آپ نے دوسرے اہل کتاب سے صلح کی ہے۔

وانى نظرت فى عدتهم فوجدت عدتهم سبعة آلاف رجل. ثم ميزتهم فوجدت من كانت به

زمانة ألف رجل فأخرجتهم من العدة. فصار من وقعت عليه الجزية ستة آلاف. فصالحوني على ستين الفا. وشرطت عليهم ان عليهم عهدالله وميثاقه الذي اخذ على اهل التوراة والانجيل: ان لا يخالفوا ولا يعينوا كافرا على مسلم من العرب ولا من العجم. ولا يدلوهم على عورات المسلمين

میں نے ان کی تعداد پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ان کے مردوں کی تعداد سات ہزار ہے، جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ معذور مفلوج افراد کی تعداد ایک ہزار ہے ان افراد کو شمار سے منہا کر دیا گیا اور اس طور پر جزیہ ادا کرنے کے لائق افراد کی تعداد چھ ہزار ہوئی، چنانچہ ان لوگوں نے مجھ سے ساٹھ ہزار پر صلح کر لی۔ میں نے ان پر واضح کر دیا کہ مندرجہ ذیل شرائط کے سلسلہ میں ان پر اللہ سے کئے ہوئے عہد کو وفا کرنے اور اس میثاق کی پابندی کرنے کی ذمہ داری ہے جو اس نے اہل تورات وانجیل سے لیا ہے: یہ کہ یہ لوگ مسلمانوں کی دشمنی نہ کریں، نہ عرب یا عجم کے کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد کریں، دشمنوں کو مسلمانوں کی کمزوریوں پر نہ مطلع کریں۔

عليهم بذلك عهدالله وميثاقه الذي اخذه اشد ما اخذه على نبي من عهد او ميثاق او ذمة فان هم خالفوا فلا ذمة لهم. فان فتح الله علينا فهم على ذمتهم. فلهم بذلك عهدالله اشد ما اخذ على نبي من عهد او ميثاق. وعليهم مثل ذلك لا يخالفوا. فان غلبوا فهم في سعة يسعهم ما وسع اهل الذمة. ولا يحل فيما امر به ان يخالفوا.

یہ بات اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اس پختہ میثاق کی رو سے ان کیلئے ضروری ہے جو ان تمام میثاقوں سے زیادہ پختہ ہے جو اللہ نے کسی نبی سے لیا ہو، اگر یہ لوگ ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے تو ان کا ذمہ ساقط ہو جائے گا اور ان کو دی ہوئی امان ختم ہو جائیگی، اگر یہ لوگ ان شرائط کی پوری پابندی کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو کسی معاہد کو حاصل ہوتے ہیں اور ان کا دفاع کرنا ہمارے ذمہ ہوگا، اگر اللہ ہم کو فتح عطا کرتا ہے تو ان کو حقوق ذمہ بدستور حاصل رہیں گے، اس کی ضمانت ہم اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اس پختہ ترین میثاق کے حوالہ سے دیتے ہیں جو اس نے اپنے کسی نبی سے لیا ہو۔ اس کا حوالہ دے کر ہم ان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان شرائط کی خلاف ورزی نہ کریں اگر ان پر کوئی اور طاقت غالب آ جائے تو انہیں اس بات کی آزادی ہوگی کہ اہل ذمہ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کریں، البتہ جن باتوں کا انہیں حکم دیا جائے ان کی خلاف ورزی درست نہ ہوگی۔

وجعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابته افة من الآفات او كان غنيا فافتقر وصار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال المسلمين وعياله ما اقام بدار الهجرة ودار الاسلام. فان خرجوا الى غير دار الهجرة ودار الاسلام فليس على

المسلمين النفقة على عيالهم۔

میں نے انہیں یہ حق دیا ہے کہ جو بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی مرض یا مصیبت آن پڑے، یا جو پہلے مال دار ہو اور پھر ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کے سر سے جزیہ ساقط کر دیا جائے، اور جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام میں رہے گا اس کے اور اس کے اہل عیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کئے جائیں گے، البتہ اگر ایسے لوگ دار الہجرت اور دار الاسلام کو چھوڑ کر باہر چلے جائیں تو ان کے اہل وعیال کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ نہ ہوگی۔

وایما عبد من عبیدهم اسلم اقیم فی اسواق المسلمین فبیع باعلی ما یقدر علیهم فی غیر الوکس ولا تعجیل ودفع ثمنه الی صاحبه. ولهم کل ما لبسوا من الزی الا زی الحرب من غیر ان یتشبهوا بالمسلمین فی لباسهم۔

ان کا جو غلام مسلمان ہو جائے اسے مسلمانوں کے بازار میں کھڑا کر کے اس زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت کر دیا جائے گا جو کسی طرح کی عجلت اور تخفیف کے بغیر لگ سکتی ہو، پھر یہ قیمت اس غلام کے مالک کو دے دی جائے گی، فوجی لباس کے علاوہ انہیں ہر طرح کا لباس پہننے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔

وایما رجل منهم وجد علیه شیء من زی الحرب سئل عن لبسه ذلک فان جاء منه بمخرج والا عوقب بقدر ما علیه من زی الحرب. وشرطت علیهم جبایة ما صالحتهم علیه حتی یؤدوه الی بیت مال المسلمین عمالهم منهم. فان طلبوا عونا من المسلمین اعینوا به ومؤنة العون من بیت مال المسلمین۔

اگر ان لوگوں میں سے کوئی فوجی لباس میں پایا گیا تو اس سے اس کی بابت پوچھ گچھ کی جائے گی، اگر اس نے کوئی معقول عذر پیش کیا تو خیر، ورنہ جتنا فوجی لباس اس نے پہن رکھا ہوگا اسی کی مناسبت سے اسے سزا دی جائے گی۔ میں نے ان سے طے کر لیا ہے کہ جس رقم پر ان سے صلح ہوئی ہے وصول کر کے مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کرنا ان کے اپنے عمال کی ذمہ داری ہوگی، البتہ ان لوگوں نے مسلمانوں سے اس کام کیلئے معاون طلب کئے تو معاون فراہم کئے جائیں گے اور ان معاونین کے اخراجات مسلمانوں کے بیت المال کے ذمہ ہوں گے۔

قالوا: وقال خالد بن الولید لایاس بن قبیصة وابد المسیح بن حیان من بقیلة: لم هذه الحصون بنیتهم ولستم بدار منعه؛ فقالا: نردبها السفیه حتی یأتی الحلیم۔

(راویت کرنے والے کہتے ہیں کہ خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے ایاس بن قبیصہ اور عبدالمسیح بن حیان بن بقیلہ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ قلعے کیوں تعمیر کئے ہیں جب کسی ایسے ملک میں نہیں ہو جہاں اپنے دفاع میں کامیاب ہو

سکو۔انہوں نے جواد دیا کہ احمقوں کو ہم اس کے (رعب کے) ذریعہ واپس کرد یتے ہیں، تا آنکہ کوئی دانش مند آ جائے تو صورت حال مختلف ہو جاتی ہے۔

قال:لو کنتم اهل قتال وانتم قوم عرب؛قالوا:آثرنا الخمر الخنزیر ورضی منا جیراننا بذلك يعنون اهل فارس فصالحهم على ستين الفا ورحل فكان اول جزية حملت من ارض المشرق واول مال قدم به من المشرق على ابي بكر الصديق رضی الله عنه۔

آپ نے کہا:تم لوگ عرب ہو، جنگ کرنا کیوں نہیں سیکھتے۔وہ بولے کہ ہم نے سور اور شراب کو (جنگ پر) ترجیح دے دی ہے اور ہمارے پڑوسی یعنی ایرانی بھی ہم سے اس پر راضی ہیں، چنانچہ آپ نے ان سے ساٹھ ہزار سے صلح کر لی اور آگے روانہ ہوئے۔یہ پہلا جزیہ تھا جو مشرق کی سرزمین سے وصول ہوا، اور وہ پہلا مال تھا جو مشرق سے (سیدنا) ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں لایا گیا۔

قال:وكتب الى مرازبة اهل فارس كتابا ودفعه الى بني بقيلة:

(راوی) کہتا ہے کہ خالد (رضی اللہ عنہ) نے ایرانی سرداروں کے نام ایک خط لکھ کر بنی بقیلہ کے حوالہ کیا تھا (جس کا مضمون یہ ہے):

بسم الله الرحمن الرحيم

من خالد بن الوليد الى رستم ومهران ومرازبة فارس سلام على من اتبع الهدى.فانى احمد اليكم الله الذى لا اله الا هو وان محمدا عبده ورسوله . اما بعد:فالحمد لله الذى فض خدمتكم وفرق جمعكم وخالف بين كلمتكم واوهن بأسكم وسلب ملككم .فان جاء كم كتابي هذا فابعثوا الى بالرهن.واعتقدوا مني الذمة .واجروا الى الجزية .فان لم تفعلوا فوالله الذى لا اله الا هو لأسيرين اليكم بقوم يحبون الموت حبكم الحياة.والسلام على من اتبع الهدى

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

خالد بن ولید کی جانب سے رستم، مہران، اور فارس کے دوسرے بڑے سرداروں کے نام! ہدایت کی پیری کرنے والوں پر سلامتی ہو، میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی الہ نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔امابعد:اس اللہ کا شکر ہے جس نے (انسانوں کے سرسے) تمہاری چاکری ختم کی، تمہاری جمعیت پراگندہ کر دی، تمہارے اندر اختلاف وافتراق پیدا کر دیا، تمہاری فوجی قوت کمزور کر دی، اور تمہاری حکومت سلب کر لی، جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو میرے پاس رہن (یعنی خراج) روانہ کرو، میرے ذمہ میں آنے کا عہد کرو، اور

جزیہ وصول کر کے میرے پاس لاؤ، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو، اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں، میں ایک ایسی قوم کو لے کر تم پر حملہ آور ہوں گا جس کو موت اسی طرح محبوب ہے جس طرح تمہیں زندگی محبوب ہے، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

ثم ان خالدا مضى الى قرية باسفل الفرات يقال لها بانقيا. وفيها مسلحة لكسرى في حصن لهم فحاصرهم فافتتح الحصن وقتل من فيه من الرجال وسبى نساءهم وذراريهم. واخذ ما كان فيه من المتاع والسلاح واحرق الحصن وهدمه.

پھر خالد (رضی اللہ عنہ) دریائے فرات کے زیریں حصہ میں واقع ایک گاؤں بانقیا کی طرف گئے، وہاں ان لوگوں کے ایک قلعہ میں کسریٰ کا ایک اسلحہ خانہ تھا، آپ نے ان لوگوں کو محاصرہ میں لے لیا اور قلعہ فتح ہو گیا اس میں جو مرد تھے انہیں آپ نے قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا، اس قلعہ میں جو ساز و سامان اور اسلحے تھے ان پر قبضہ کر کے آپ نے قلعہ میں آگ لگا دی اور اسے مسمار کر دیا۔

فلما رأى ذلك اهل القرية طلبوا الصلح منه على اداء الجزية. فكان ولي الصلح عنهم هاني بن جابر الطائي. فصالحه عنهم على ثمانين الف درهم. ثم سار حتى نزل بانقيا على شط الفرات. فقاتلوه ليلة الى الصبح، فحاصرهم واشتد قتالهم فافتتحها بقوة الله تعالى وعونه. وفيه اساورة كان كسرى صيرهم فيها فقتلهم. وسبى ذراريهم ونساءهم واحرق الحصن وهدمه. فلما رأى اهل بانقيا ذلك طلبوا الصلح منه فأعطاهم.

جب دیہات والوں نے یہ دیکھا تو جزیہ ادا کرنے کے عوض صلح کی درخواست کی، ان لوگوں کی طرف سے صلح کرنے کیلئے ہانی بن جابر طائی ذمہ دار بن کر آئے تھا اور آپ نے اسی ہزار درہم پر اس سے، ان لوگوں کے نمائندہ کی حیثیت سے صلح کر لی، پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور ساحل فرات پر واقع بانقیا میں جا کر پڑاؤ کیا وہاں والوں نے ساری رات صبح ہونے تک آپ سے جنگ کی، آپ نے محاصرہ ڈال دیا اور ان لوگوں سے گھمسان کی لڑائی ہوئی، اللہ کی مدد سے، اور اس کی قوت کے سہارے آپ نے اس قلعہ کو فتح کر لیا، اس قلعہ میں چند سردار تھے جنہیں کسریٰ نے یہاں ٹھہرا رکھا تھا، آپ نے ان سب کو قتل کر دیا، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر قلعہ کو آگ لگا دی اور اسے مسمار کر دیا، جب باشندگان بانقیا نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا۔

ثم بعث جرير بن عبد الله الى قرية بالسواد. فلما اقحم جرير الفرات ليعبر الى اهل القرية. ناداها دهقانها صلوبا: لا تعبر. انا اعبر اليك. فعبر اليه فصالحه على مثل ما صالحه عليه اهل بانقيا واعطاه الجزية وصالحه اهل ماروسما وما حولها من القرى على ما صالحه عليه اهل

الحیرۃ۔

پھر آپ نے جریر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کو سواد کے ایک گاؤں کی طرف انہ یا جب جریر (رضی اللہ عنہ) نے دریا پار کر کے اس گاؤں تک پہنچنے کے ارادے سے فرات میں گھوڑے اتارے تو ا پار سے اس کے سردار صلوبا نے پکار کر کہا کہ تم ادھر نہ آؤ، میں دریا پار کر کے تمہارے پاس آ رہا ہوں، چنانچہ وہ اس پار یا اور آپ سے انہی شرائط پر صلح کر لی جن پر اہل بانقیا نے آپ سے صلح کی تھی اور آپ کو جزیہ ادا کیا، ماروسیما اور اس کے فان کی بستیوں (والوں) نے آپ سے ان شرائط پر صلح کر لی جن پر اہل حیرہ نے آپ سے صلح کی تھی۔

ثم ان خالد(رضی الله عنه) ارجع الی النجف فاستبطن بطن النجف و اخذ الادلاء من اهل الحیرة. حتی انتهی الی عین التمر فنزل بعین التمر وبها رابطة لکسری فی حصن. فحاصرهم حتی استنزلهم فقتلهم وسبی نساءهم وذراریهم. واخذ ما کان فی الحصن من المتاع والسلاح والدواب. واحرق الحصن و خربه. وقتل دهقان عین التمر. وکان رجلا من العرب وسبی نساءه وذراریه واهل بیته. واعطاه اهل عین التمر الجزیة کما اعطاه اهل الحیرة وغیرهم من اهل القری. و کتب لهم ما کتب لاهل الحیرة. و کذلك لاهل ألیس فهو عندهم.

اس کے بعد خالد (رضی اللہ عنہ) نجف کی طرف واپس ہوئے اور نجف کی وادی قطع کرتے ہوئے اہل حیرہ کے کچھ راستہ دکھلانے والوں کی مدد سے عین التمر پہنچے اور وہاں قیام کیا، یہاں ایک قلعہ میں کسریٰ کا ایک فوجی رسالہ رہتا تھا، آپ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور ان لوگوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا آپ نے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا۔ قلعہ میں جو ساز و سامان، اسلحے اور جانور تھے ان کو قبضہ میں لے کر اسے آگ لگا کر تباہ کر دیا، عین التمر کے سردار کو جو عربی النسل تھا قتل کر کے اس کے اہل و عیال کو بھی آپ نے غلام بنا لیا، حیرہ اور دوسری بستیوں کے باشندوں کی طرح باشندگان عین التمر نے بھی آپ کو جزیہ ادا کیا اور آپ نے ان کیلئے بھی اسی مضمون کی ایک تحریر لکھ دی جو اہل حیرہ کیلئے طے پایا تھا، اس مضمون کی ایک تحریر آپ نے باشندگان الیس کیلئے بھی لکھی جو ان کے پاس موجود ہے۔

ثم بعث سعد بن عمرو الانصاری(رضی الله عنه) فی جمع من المسلمین حتی انتهی الی صندودیا. وفیها قوم من کندة ومن ایاد نصاری. فحاصرهم اشد الحصار ثم صالحهم علی جزیة یؤدونها الیه. واسلم من اسلم منهم. واقام سعد بن عمرو بموضعه فی خلافة ابی بکر وعمر وعثمان رضی الله تعالی عنهم حتی مات. فولده هنالك الی الیوم.

پھر آپ نے مسلمانوں کی ایک فوج کے ساتھ سعد بن عمرو انصاری کو آگے روانہ کیا، یہ صندودیا پہنچے جہاں قبیلہ کندہ و ایاد سے تعلق رکھنے والے عیسائی رہتے تھے، انہوں نے بہت سخت محاصرہ ڈالا اور بالآخر ان لوگوں سے ادائیگی جزیہ کے

عوض صلح ہوگئی، ان میں کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے۔ سعد بن عمرو انصاری (سیدنا) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں ایسی وفات تک یہیں مقیم رہے اور ان کی اولاد اب بھی وہاں رہتی ہے۔

وکان خالد اراد ان یتخذ الحیرة دارا یقیم بها فأتاه کتاب ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه یأمره بالمسیر الی الشام مددا لابی عبیدة والمسلمین. فأخرج خالد بن الولید الخمس مما افاء الله علیه وبعث به الی ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه مع ما اخذ من الجزیة والسبی وقسم الاربعة الاخماس بین اصحابه الذین معه.

خالد (رضی اللہ عنہ) کا ارادہ تھا کہ حیرہ کو اپنا مستقل مستقر لیں مگر ان کے پاس (سیدنا) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا خط آیا کہ (سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) اور مسلمانوں کو کمک پہنچانے کی خاطر شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔ (سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے اللہ کے عطا کئے ہوئے اموال (فئے) کا خمس نکال کر غلاموں اور جزیہ کی ان رقوم کے ساتھ (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھیج دیا جو آپ نے وصول کی تھیں، باقی ۴/۵ حصہ آپ نے اپنے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

فکتب الیه ابوبکر رضی الله عنه ان الحق بابی عبیدة حین اتاه کتاب ابی عبیدة یستمده فتوجه من الحیرة مع الادلاء منها ومن عین التمر حتی قطع المفاوز. فلما قطعها وقع فی بلاد بنی تغلب فقتل منهم قوما کثیرا وسبی. ثم من بلاد بنی تغلب. ومضی معه ادلاء من اهلها

(سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو لکھا کہ ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) سے جا ملیں کیونکہ ابوعبیدہ نے خط لکھ کر ان سے مدد طلب کی تھی، چنانچہ خالد (رضی اللہ عنہ) نے عین التمر اور حیرہ سے کچھ راستہ دکھانے والے ساتھ لئے اور حیرہ سے کوچ کر گئے، میدانی علاقوں کو قطع کرنے کے بعد آپ کے راستہ میں بنوتغلب کا ملک پڑا، وہاں بھی آپ نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کو غلام بنا لیا، پھر آپ بنی تغلب کے ملک سے آگے بڑھے، اور وہاں سے بھی کچھ راستہ دکھلانے والے آپ کے ساتھ ہو لیے۔

حتی اتی النقیب وا کواثل. فلقی جمعا کثیرا لم یر مثله الا فی اهل الیمامة. فاقتتلوا قتالا شدیدا حتی قتل خالد عدة بیده واغار علی ما حولها من القری فأخذ اموالهم وما کان لهم وحاصرهم. فلما اشتد الحصار علیهم طلبوا الصلح علی مثل ما صالح علیه اهل عانات

جب آپ نقیب اور کواثل پہنچے تو ایک ایسے لشکر جرار سے مقابلہ ہوا کہ بجز اہل یمامہ کے لشکر کے آپ نے اب تک اتنا بڑا لشکر نہ دیکھا تھا، بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی اور متعدد افراد کو خود خالد (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا، پھر آپ نے مضافات کی بستیوں پر بھی حملے کئے ان کے مال و املاک چھین لئے اور ان کو محاصرہ میں لے لیا، جب ان لوگوں کو محاصرہ

شاق گزرنے لگا تو انہوں نے بھی انہی شرائط پر صلح کی درخواست کی جن پر باشندگان عانات نے صلح کی تھی۔

وقد كان مر ببلاد عانات فخرج اليه بطريقها فطلب الصلح فصالحه واعطاه ما اراد على ان لا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة وعلى ان يضربوا نواقيسهم في اى ساعة شاء وا من ليل او نهار الا في اوقات الصلوات. وعلى ان يخرجوا الصلبات في ايام عيدهم.

اس سے قبل خالد (رضی اللہ عنہ) عانات کے علاقوں سے گزر چکے تھے، وہاں کے بڑے پادری نے آپ سے ملاقات کر کے صلح کی درخواست کی تھی اور آپ نے اسے منظور کرتے ہوئے اس کے ساتھ ان کی پیش کردہ شرائط پر صلح کر لی تھی یہ طے پایا تھا کہ ان کے (موجودہ) گرجا گھروں اور بیعوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا، اوقات نماز کے علاوہ رات اور دن کے سارے اوقات میں ان کو ناقوس بجانے کی اجازت ہوگی، اور وہ صرف (سال میں ایک ہی مرتبہ) اپنی عید کے دن صلیب لے کر نکال کر سکیں گے۔

واشترط عليهم ان يضيفوا المسلمين ثلاثة ايام ويبذرقوهم. وكتب بينهم وبينه كتاب الصلح. وخرج منهم عدة ادلاء فأخذوا على النقيب والكواثل. فصالحوه على مثل ما صالحه عليه اهل عانات وجرى الصلح بينهم وكتب بيه وبينهم الكتاب على ذلك.

آپ نے ان سے یہ شرائط بھی طے کرلیں کہ مسلمانوں کی تین دن ضیافت کریں گے، اور ان کی حفاظت کا پورا اہتمام کریں گے، آپ نے اپنے اور ان کے درمیان ایک صلح نامہ تحریر کر دیا تھا، ان کے یہاں سے بھی کئی راستے دکھانے والے ساتھ ہو لیے، اور وہاں کے بعد آپ نے نقیب اور کواثل کا رخ کیا تھا ان لوگوں نے بھی آپ سے انہی شرائط پر صلح کر لی جن پر عانات والوں نے کی تھی، آپ نے اپنے اور ان کے درمیان اسی مضمون کا ایک صلح نامہ تحریر کر دیا۔

ثم مضى حتى اتى الى بلاد قرقيسياء. فأغار على ما حولها فأخذ الاموال وسبى النساء والصبيان وقتل الرجال وحاصر اهلها اياما. ثم انهم بعثوا يطلبون الصلح. فاجابهم الى ذلك واعطاهم مثل ما اعطى اهل عانات على ان لا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة. وعلى ان يضربوا نواقيسهم الا في اوقات الصلوات ويخرجوا صلبانهم في يوم عيدهم. فاعطاهم ذلك وكتب بينه وبينهم الكتاب.

یہاں کے بعد آپ قرقیسیا گئے اور اس کے مضافات کی بستیوں پر حملہ کیا، مردوں کو قتل کر دیا عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا اور بہت سا مال حاصل کیا، کئی دنوں تک آپ قرقیسیا والوں کا محاصرہ کیے رہے۔ پھر ان لوگوں نے صلح کا پیغام بھیجا جسے آپ نے منظور کر لیا اور ان کے ساتھ بھی وہی شرائط طے کیں جو باشندگان عانات کے ساتھ طے کر چکے تھے، طے پایا کہ ان کے (موجودہ) کسی گرجا گھر یا بیعہ کو مسمار نہیں کیا جائے گا، اوقات نماز کے علاوہ ان کو ہر وقت ناقوس بجانے کی اجازت

ہوگی، اور وہ لوگ (سال میں صرف ایک ہی) اپنی عید کے دن صلیب لے کر باہر نکل سکیں گے، آپ نے ان کی یہ شرائط منظور کرلیں اور اپنے اور ان کے درمیان صلح نامہ تحریر کردیا۔

وشرط عليهم ان يضيفوا المسلمين ويبذرقوهم . فادوا اليه الجزية وتركت البيع والكنائس لم تهدم لما جرى من الصلح بين المسلمين واهل الذمة. ولم يرد ذلك الصلح على خالد ابوبكر ولا رده بعد ابي بكر عمر ولا عثمان ولا على رضى الله تعالى عنهم اجمعين.

آپ نے ان سے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں کی ضیافت کریں گے اور ان کی حفاظت کا اہتمام کریں گے، چنانچہ ان لوگوں نے ان کا جزیہ ادا کیا اور مسلمانوں اور ان کے درمیان جو صلح ہوئی تھی اس کے بموجب ان کے گرجا گھر اور بیع باقی رہنے دیے گئے، منہدم نہیں کئے گئے (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے خالد (رضی اللہ عنہ) کی کی ہوئی صلح کو مسترد نہیں کیا، نہ آپ کے بعد (سیدنا) عمر، عثمان علی رضی اللہ عنہم نے اسے مسترد کیا۔

اہل ذمہ کی موجودہ عبادت گاہوں کا حکم:

قال ابو يوسف: ولست ارى ان يهدم شيء مما جرى عليه الصلح ولا يحول وان يمضي الامر فيها على ما امضاه ابوبكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله تعالى عنهم اجمعين . فانهم لم يهدموا شيئا منها مما كان الصلح جرى عليه. واما ما احدث من بناء بيعة او كنيسة فان ذلك يهدم.

(امام اہلسنت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میری رائے میں ذمیوں کی جو عمارتیں ان صلحوں کے تحت آتی ہیں ان کو منہدم نہیں کرنا چاہیے ان کے سلسلہ میں اسی پالیسی پر عمل درآمد ہونا چاہئے جس پر (سیدنا) ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) نے عمل کیا ہے، ان حضرات نے کسی ایسی عمارت کو منہدم نہیں کرایا جو صلح کے تحت آتی تھیں، رہے وہ گرجا گھر اور بیعے جن کی تعمیر صلح کے بعد عمل میں آئی ہے تو ان کو منہدم کردیا جائے۔

وقد كان نظر في ذلك غير واحد من الخلفاء الماضين وهموا بهدم البيع والكنائس التي في المدن والامصار . فاخرج اهل المدن الكتب التي جرى الصلح بها بين المسلمين وبينهم. ورد عليهم الفقهاء والتابعون ذلك وعابوه عليهم . فكفوا عما ارادوا من ذلك. فالصلح نافذ على ما انفذه عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه الى يوم القيمة . ورأيك بعد في ذلك. وانما تركت لهم البيع والكنائس على ما اعلمتك.

ماضی میں متعدد خلفاء نے ان بیعوں اور گرجا گھروں کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا جو مرکزی شہروں اور دوسرے قصبات

میں پائے جاتے ہیں لیکن ان شہروں کے باشندوں نے وہ دستاویزیں نکال کر پیش کیں جو ان کے اور مسلمانوں کے مابین صلح کی شرائط پر مشتمل ہیں، تابعین اور فقہاء نے بھی اس ارادہ کی مخالفت کی، چنانچہ یہ خلفاء ایسے کرنے سے باز رہے۔ واضح رہے کہ جو صلحیں (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نافذ کی ہیں وہ ان شرائط کے ساتھ قیامت تک نافذ رہیں گے اور اس میں آپ اپنی رائے کو دخل نہیں دے سکتے، میں نے آپ پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ان لوگوں کے گرجا گھر اور بیعے کیوں باقی رہنے دیئے گئے۔

وسبى خالد فى مخرجه من الحيرة الى ان انتهى الى دمشق ألف راس . وقال بعض من روى لنا :سبى من مخرجه من الحيرة الى ان انتهى الى دمشق خمسة آلاف راس . وكان ما بعث من الحيرة مما افاء الله عليه من السبى والجزية مع عمير بن سعد .فكان اول سبى ومال جزية ورد الى ابى بكر رضى الله تعالى عنه الذى بعثه خالد بن الوليد الا ما اتاه من مال البحرين .

حیرہ سے روانگی اور دمشق پہنچنے کے درمیان (سیدنا) خالد (رضی اللہ عنہ) نے ایک ہزار افراد کو غلام بنالیا تھا، ہم سے روایت کرنے والے ایک راوی کا کہنا ہے کہ حیرہ سے روانگی اور دمشق پہنچنے کے درمیان خالد (رضی اللہ عنہ) نے پانچ ہزار افراد کو غلام بنایا تھا، حیرہ سے عمیر بن سعد کے ذریعہ جو کچھ آپ نے بھیجا تھا وہ غلام اور جزیہ کی وہ رقوم تھیں جو اللہ نے آپ کو (بطور فئے) عطا کیا تھا، بحرین کے مال کو مستثنیٰ کرتے ہوئے خالد (رضی اللہ عنہ) کے ارسال کردہ غلام اور جزیہ وہ پہلے اموال تھے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی:

ثم ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه عزل خالدا عن الشام واستعمل عليه ابا عبيدة بن الجراح فقام خالد فخاطب الناس . فحمدالله واثنى عليه ثم قال :ان امير المؤمنين استعملنى على الشام حتى اذا كانت بثنية وعسلا عزلنى وآثر بها غيرى .فقام اليه رجل فقال :اصبر ايها الامير فانها الفتنة .فقال خالد:أما وابن الخطاب حى فلا .

پھر (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خالد (رضی اللہ عنہ) کو معزول کر کے ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کو وہاں کا گورنر مقرر کیا، خالد (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور انہوں نے عوام کو خطاب کیا، پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر کہا: امیر المؤمنین نے مجھے شام کا گورنر بنایا، پھر جب شام کے معاملات انتہائی سہل ہو گئے اور اس کے محاصل بلا کسی زحمت کے وصول ہونے لگے تو مجھے معزول کر دیا اور دوسرے کو اس سلسلہ میں مجھ پر ترجیح دے دی۔ (یہ بات سن کر) ایک آدمی نے اٹھ کر یہ کہا کہ جناب امیر صبر کیجئے، اب فتنہ کا (موعودہ) دور آ گیا ہے خالد (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ: جب تک ابن

خطاب زندہ ہیں، فتنہ کا دور نہیں آسکتا۔

قال:فلما بلغ عمر ما قال خالد قال:اما لانزعن خالدا حتى يعلم ان الله ينصر دينه ليس هو. قال:وقد كان اهل الشام حصروا ابا عبيدة واصحابه فأصابهم جهد فكتب اليه عمر:سلام عليك. اما بعد:فانه لم تكن شدة الا جعل الله بعدها فرجا. ولن يغلب عسر يسرين

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران:۲۰۰)

(راوی) کہتا ہے کہ جب خالد (رضی اللہ عنہ) کا قول عمر (رضی اللہ عنہ) کو پہنچا تو آپ نے فرمایا: میں خالد کو ضرور معزول کروں گا تا کہ (سب پر) واضح ہو جائے کہ اپنے دین کی مدد اللہ خود کرتا ہے نہ کہ خالد۔ (راوی) کہتا ہے کہ شام والوں نے ابوعبیدہ اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کرلیا تھا جس کے نتیجہ میں ان حضرات کو خاصی تکلیف اٹھانی پڑی، (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں انہیں لکھا: سلام علیک، امابعد! اللہ ہر مشکل کے بعد آسانی کی راہ نکالتا ہے، اور کوئی تنگی دوہری آسانی پر غالب نہیں آسکتی۔

"اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ، اور سرحدوں کی حفاظت کیلئے جمے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔" (آل عمران:۲۰۰)

فكتب اليه ابو عبيدة:سلام عليك. اما بعد!فان الله تبارك وتعالى قال:

اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الحدید:۲۰،۲۱)

ابوعبیدہ نے جواب میں ان کو یہ لکھا کہ: سلام علیک، امابعد! اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

"(خوب سمجھ لو کہ) اس دنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمہارے ایک دوسرے پر فخر جتانے کا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش جس سے اگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں، پھر وہ اپنا زور دکھاتی ہے، پھر تم اس کو دیکھتے ہو کہ زرد پڑ گئی ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (ایک تو) سخت عذاب ہے، اور (دوسرے) اللہ کی طرف سے بخشش ہے، اور خوشنودی۔ اور دنیا والی زندگی

دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے، یہ ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے۔اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' (الحدید: ۲۰،۲۱)

قال:فخرج عمر بن الخطاب بكتاب ابى عبيدة. فقرأه على الناس . قال:يا أهل المدينة هذا كتاب ابى عبيدة يعرض بكم ويحثكم على الجهاد . قال:فلم يلبث الناس ان ورد البشير على عمر بفتح الله على ابى عبيدة . وهم المشركين . وقتله لهم. فقال عمر:الله اكبر. الله اكبر. رب قائل لو كان خالد(وما النصر الا من عند الله).

(راوی) کہتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) کا خط لے کر نکلے اور عوام کے سامنے اسے پڑھ کر سنایا، آپ نے فرمایا: اے اہل مدینہ! یہ ابوعبیدہ کا خط ہے جو تمہیں جہاد پر ابھار رہے ہیں اور تم سے اپیل کر رہے ہیں۔(راوی) کہتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں عمر (رضی اللہ عنہ) کو یہ بشارت ملی کہ اللہ نے ابوعبیدہ کو فتح عطا کی اور مشرکین کو شکست دی اور آپ نے مشرکین کو قتل کیا، عمر پکار اٹھے، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔کہنے والے کہتے ہی رہ گئے کہ کاش خالد (اس موقع پر کمانڈر) ہوتے (حالانکہ مدد صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے۔)

نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کا حق:

(۳۰۰) قال ابو يوسف:حدثنا سليمان. قال :حدثنا حنش عن عكرمة عن ابن عباس :انه سئل عن العجم ألهم ان يحدثوا بيعة او كنيسة فى امصار المسلمين .فقال:اما مصر مصرته العرب فليس لهم ان يحدثوا فيه بناء بيعة ولا كنيسة ولا يضربوا فيه بناقوس ولا يظهروا فيه خمرا ولا يتخذوا فيه خنزيرا. وكل مصر كانت العجم مصرت. ففتحه الله على العرب فنزلوا على حكمهم فللعجم ما فى عهدهم وعلى العرب ان يوفوا لهم بذلك.

''ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

ان سے پوچھا گیا کہ کیا اہل عجم کو مسلمانوں کے مرکزی شہروں میں کسی نئے گرجا گھر یا بیعہ کی تعمیر کا حق حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو بڑے شہر اہل عرب نے خود بسائے ہیں اس میں ان کو کسی گرجا بیعہ کی تعمیر عمل میں لانے، ناقوس بجانے، علانیہ شراب پینے یا سور کھنے کا حق نہیں، البتہ جو شہر عجمیوں نے آباد کئے تھے اور بعد میں اہل عرب نے انہیں فتح کرلیا اور عجمیوں نے انہیں حاکم مان کر ہتھیار ڈال دیئے ان میں انہیں وہ حقوق حاصل ہیں جو ان کے صلح نامہ میں درج ہیں اور اہل عرب کی یہ ذمہ داری ہے کہ صلح نامہ میں مذکورہ شرائط کی پوری پابندی کریں۔

فصل :فی اهل الدعارة والتلصص والجنایات وما یجب فیه من الحدود

فصل: بدمعاشوں، چوروں اور مجرموں کے بارے میں اور ان جرائم کے بارے میں جن پر حد واجب ہے

امیر المؤمنین کا سوال:

قال ابو یوسف رحمه الله تعالی :واما ماسألت عنه یا امیر المؤمنین من امر اهل الدعارة والفسق والتلصص اذا اخذوا فی شیء من الجنایات وحبسوا اهل یجری علیهم ما یقوتهم فی الحبس الذی یجری علیهم من الصدقة؟ وما ینبغی ان یعلم به فیهم۔

امیر المؤمنین !اب میں آپ کے اس سوال کو لیتا ہوں جو آپ نے شر پسندوں، فاسقوں اور چوروں کے بارے میں کیا ہے، یعنی یہ کہ اگر یہ کسی جرم میں ماخوذ ہوں اور بند کئے جائیں تو کیا انہیں قید کی حالت میں روزینہ صدقہ کی مد سے دیا جائے گا یا دوسری مدات سے؟ اور یہ کہ ایسے لوگوں کے بارے میں ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے؟

محتاج قیدیوں کا حکم:

قال:لا بد لمن کان فی مثل حالهم اذا لم یکن له شیء یأکل منه لا مال ولا وجه شیء یقیم به بدنه ان یجری علیه من الصدقة او من بیت المال. من ای الوجهین فعلت. فذلک موسع علیك. واحب الی ان تجری من بیت المال علی کل واحد منهم ما یقوته. فانه لا یحل ولا یسع الا ذلك۔

جو افراد اس حال میں ہوں اور ان کے پاس کھانے کیلئے اور اپنی زندگی کی دوسری ناگزیر ضروریات کی تکمیل کیلئے نہ کچھ مال ہو نہ کوئی اور ذریعہ میسر ہو، ان کیلئے صدقہ یا بیت المال کی دوسری مدات سے کچھ انتظام کرنا بہرحال ضروری ہے، آپ یہ انتظام صدقہ کی مد سے کریں یا بیت المال کی دوسری مدات سے، دونوں کی گنجائش ہے، میرے نزدیک زیادہ محبوب یہ ہے کہ آپ ہر ایسے فرد کیلئے بیت المال سے بقدر ضرورت روزینہ مقرر کریں، اس کے علاوہ کوئی سلوک نہ جائز ہوگا نہ اس کی گنجائش ہوگی۔

قال:والاسير من اسرى المشركين لا بد ان يطعم ويحسن اليه حتى يحكم فيه . فكيف برجل مسلم قد اخطأ او اذنب :يترك يموت جوعا؟وانما حمله على ما صار اليه القضاء او الجهل . ولم تزل الخلفاء يا امير المؤمنين تجرى على اهل السجون ما يقوتهم فى طعامهم وادمهم و كسوتهم الشتاء والصيف . واول من فعل ذلك على بن ابى طالب رضى الله عنه بالعراق. ثم فعله معاوية بالشام . ثم فعل ذلك الخلفاء من بعد .

(غور فرمایئے) جو مشرک ہمارے یہاں قید میں ہوں ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے وقت تک ناگزیر ہوتا ہے کہ ان کو خوراک بہم پہنچائی جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، پھر اگر کوئی مسلمان کوئی غلطی یا گناہ کر بیٹھے تو اس کے ساتھ کوئی دوسرا سلوک کیسے مناسب ہو سکتا ہے؟ کیا اسے بھوکا مرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے؟ حالانکہ اسے اس حال میں مبتلا کرنے کی ذمہ داری یا تو نادانی پر ہے یا تقدیر پر۔ امیر المؤمنین سارے خلفاء قیدیوں کیلئے اتنا روزینہ جاری کرتے رہے ہیں جس سے روٹی، سالن، اور جاڑے گرمی کی پوشاک فراہم کرنے کے کام چل سکیں، اس طرح کا انتظام سب سے پہلے (سیدنا) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عراق میں کیا تھا، پھر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے شام میں ایسا ہی کیا، پھر ان کے بعد سارے خلفاء ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔

(۳۰۸) . قال:حدثنى اسماعيل بن ابراهيم بن المهاجر عن عبد الملك بن عمير قال:كان على بن ابى طالب اذا كان فى القبيلة او القوم الرجل الداعر حبسه فان كان له مال انفق عليه من ماله . وان لم يكن له مال انفق عليه من بيت مال المسلمين وقال:يحبس عنهم شره وينفق عليه من بيت مالهم .

عبد الملک بن عمیر نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کسی قبیلہ یا آبادی میں اگر کوئی بدمعاش آدمی ہوتا اسے قید کر دیتے، اگر وہ آدمی صاحب مال ہوتا تو اس پر اسی کے مال میں سے خرچ کیا جاتا، بصورت دیگر آپ اس کے اخراجات کا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈال دیتے، انہوں نے کہا: ان لوگوں کو اس آدمی کے شر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کے مصارف ان کے بیت المال سے ادا کئے جائیں گے۔''

(۳۰۹) . قال:وحدثنا بعض اشياخنا عن جعفر بن برقان قال: كتب الينا عمر بن عبد العزيز :لا تدعن فى سجونكم احدا من المسلمين فى وثاق لا يستطيع ان يصلى قائما . ولا تبيتن فى قيد الا رجلا مطلوبا بدم. واجروا عليهم من الصدقة مايصلحهم فى طعامهم وادمهم . والسلام

جعفر بن برقان نے کہا ہے کہ

''عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں لکھا کہ: تمہارے قید خانوں میں جو مسلمان قیدی ہوں انہیں اس طرح نہ باندھ کر رکھو کہ وہ کھڑے ہو کر نماز نہ ادا کر سکیں قتل کے مجرموں کے علاوہ کسی قیدی کو رات بھر بیڑیوں میں نہ رکھا جائے، صدقہ کی مد سے ان کیلئے اتنا روزینہ مقرر کردو کہ روٹی، سالن کیلئے کافی ہو، والسلام۔

قیدیوں کا روزینہ:

فمر بالتقدير لهم ما يقوتهم من طعامهم وادمهم . وصير ذلك دراهم . تجری عليهم فی كل شهر يدفع ذلك اليهم . فانك ان اجريت عليهم الخبز ذهب به ولاة السجن والقوام والجلاوزة . وولی ذلك رجلا من اهل الخير والصلاح يثبت اسماء من فی السجن ممن تجری عليهم الصدقة . وتكون الاسماء عنده ويدفع ذلك اليهم شهرا بشهر . يقعد ويدعو باسم رجل رجل ويدفع ذلك اليه فی يده۔

آپ ان کے روٹی اور سالن پر آنے والے اخراجات کا تخمینہ طلب کیجئے اور اس حساب سے ان کو ہر ماہ ایک مقررہ نقد رقم دینے کا حکم جاری کر دیجئے، اگر آپ ان کیلئے روٹیاں بھجوانے کا اہتمام کریں گے تو قید خانہ کے نگراں ملازم اور سپاہی اسے اڑا لیں گے، کسی معقول اور نیک آدمی کے ذمہ یہ کام کیجئے کہ وہ قید خانہ کے ان قیدیوں کی فہرست مرتب کرے جن کو صدقہ جاری کرنا ہوگا، یہ فہرست اس آدمی کے پاس رہے گی اور وہ ماہ بہ ماہ ان لوگوں کی رقمیں ان تک پہنچا دے گا، وہ فہرست لے کر بیٹھے گا اور ایک ایک آدمی کا نام پکارے گا اور اس کی رقم اس کے حوالہ کرتا جائے گا۔

فمن كان منهم قد اطلق وخلی سبيله رد ما يجری عليه . ويكون للاجراء عشرة دراهم فی الشهر لكل واحد . وليس كل من فی السجن يحتاج الی ان يجری عليه . وكسوتهم فی الشتاء قميص وكساء . فی الصيف قميص وازار . ويجری علی النساء مثل ذلك وكسوتهن فی الشتاء قميص ومقنعة وكساء . وفی الصيف قميص وازار . ويجری علی النساء مثل ذالك وكسوتهن فی الشتاء قميص ومقنعة وكساء . وفی الصيف قميص وازار . ومقنعة .

ان میں سے جو لوگ رہا کیے جا چکے ہوں ان کی رقم واپس آ جائیگی۔ میرے رائے میں فی کس دس درہم ماہانہ کا وظیفہ کافی ہوگا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر قیدی روزینہ کا محتاج نہیں ہوتا، پوشاک کیلئے ان لوگوں کو جاڑے میں ایک قمیص اور ایک لبادہ، اور گرمی میں ایک قمیص اور ایک تہہ بند دیا جائے، عورتوں کا وظیفہ بھی اتنا ہی رکھا جاہے البتہ ان کی پوشاک جاڑے میں ایک قمیص، ایک اوڑھنی اور ایک لبادہ اور گرمی میں ایک قمیص، ایک تہہ بند اور ایک اوڑھنی ہوگی۔

قیدیوں کو گداگری سے بے نیاز کر دیا جائے:

واغنهم عن الخروج فی السلاسل يتصدق عليهم الناس. فان هذا عظيم ان يكون قوم من المسلمين قد اذنبوا و خطأوا. وقضى الله عليهم ماهم فيه حبسوا يخرجون فی السلاسل يتصدقون. وما اظن اهل الشرك يفعلون هذا بأساری المسلمین الذین فی ایدیهم. فكيف ينبغی ان يفعل هذا بأهل الاسلام؟

آپ ان قیدیوں کو اس سے بالکل بے نیاز کر دیجئے کہ وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے باہر نکلیں تاکہ لوگ انہیں خیرات دیں، یہ بڑی معیوب بات ہے کہ قضاء الٰہی کے سبب جن مسلمانوں سے غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے اور وہ قید میں ڈال دیئے جائیں وہ پا بہ زنجیر خیرات مانگنے کیلئے نکلیں، میرا خیال ہے کہ ایسا سلوک تو مشرکین ان مسلمان قیدیوں کے ساتھ بھی نہ کرتے ہوں گے جن ان کے یہاں ہیں، پھر ہمارے لئے اہل اسلام کے ساتھ ایسا کرنا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے؟

وانما صاروا الى الخروج فی السلاسل يتصدقون لما هم فيه من جهد الجوع. فربما اصابوا ما يأكلون وربما لم يصيبوا. ان ابن آدم لم يعر من الذنوب. فتفقد امرهم ومر بالاجراء عليهم مثل ما فسرت لك.

ظاہر ہے کہ یہ لوگ بھوک سے پریشان ہو کر ہی پا بہ زنجیر بھیک مانگنے کیلئے نکلتے ہیں کبھی انہیں کھانے کیلئے کچھ مل جاتا ہے کبھی نہیں ملتا، ابن آدم گناہوں سے پاک نہیں، لہٰذا آپ کو ان کے مسئلہ میں خصوصی توجہ کرنی چاہیے اور میں نے آپ کے سامنے جو تجاویز رکھی ہیں ان کے مطابق ان کیلئے روزینہ جاری کرنے کے احکام صادر کر دینے چاہئیں۔

قیدیوں کی میت کی تجہیز و تکفین:

ومن مات منهم ولم يكن له ولى ولا قرابة غسل و كفن من بيت المال وصلى عليه ودفن. فانه بلغنی واخبرنی به الثقات انه ربما مات منهم الميت الغريب فيمكث فی السجن اليوم واليومين حتى يستأمر الوالی فی دفنه. وحتى يجمع اهل السجن من عندهم ما يتصدقون ويكثرون من يحمله الى المقابر فيدفن بلا غسل ولا كفن ولا صلاة عليه فما اعظم هذا فی الاسلام واهله

اگر کوئی قیدی مر جائے اور اس کا کوئی سر پرست نہ ہو تو اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام بیت المال سے کیا جائے اور اس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفن کر دیا جائے، مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کبھی کبھی کوئی پردیسی قیدی مر جاتا ہے تو اس کی لاش ایک دو دن قید خانہ میں پڑی رہتی ہے، اس بات کا انتظار رہتا ہے کہ مہتمم قید خانہ سے اس کے دفن کرنے کی اجازت

حاصل کر لی جائے اور قید خانہ کے لوگ اپنے پاس سے خیرات جمع کر کے اس کا انتظام کریں کہ کچھ مزدور میت کو قبرستان لے جا کر غسل، کفن، اور نماز جنازہ کے بغیر ہی دفن کر آئیں، اسلام اور اہل اسلام کے اندر ایسا ہوتا ہے!

قیدیوں کی کثرت کی وجہ:

ولو امرت باقامة الحدود لقل اهل الحبس ولخاف الفساق واهل الدعارة ولتناهوا عما هم عليه.

اگر آپ یہ فرمان جاری کر دیں کہ حدود شرعیہ پوری طرح نافذ کی جائیں تو قیدیوں کی تعداد کم ہو جائے اور بدمعاش اور شرارت پسند عناصر ان سزاؤں کے ڈر سے جرائم سے باز رہیں گے۔

وانما يكثر اهل الحبس لقلة النظر في امرهم انما هو حبس وليس فيه نظر فمر ولاتك جميعا بالنظر في امر اهل الحبوس في كل ايام فمن كان عليه ادب ادب واطلق ومن لم يكن له قضية خلى عنه.

قیدیوں کی تعداد میں اضافہ کا سبب یہ ہے کہ ان کے معاملہ پر پوری طرح غور نہیں کیا جاتا، صرف قید کر لیا جاتا ہے پھر ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی، آپ اپنے والیوں کو حکم دیجئے کہ قیدیوں کے معاملات برابر زیر غور لاتے رہیں جس کیلئے معمولی تادیب کافی ہو اس کے خلاف تادیبی کاروائی کر کے اسے رہا کر دیا جائے، اور جس کے خلاف کوئی مقدمہ نہ ہو اسے بھی چھوڑ دیا جائے۔

تعزیرات میں اعتدال:

وتقدم اليهم ان لا يسرفوا في الادب ولا يتجاوزوا بذلك الى ما لا يحل ولا يسع فانه بلغني انهم يضربون الرجل في التهمة وفي الجناية الثلاثمائة والمئتين واكثر واقل. وهذا مما لا يحل ولا يسع. ظهر المؤمن حمى الا من حق يجب بفجور او قذف او سكر او تعزير لامر اتاه لا يجب فيه حد. وليس يضرب في شيء من ذلك.

كما بلغني ان ولاتك يضربون. وان رسول الله ﷺ قد نهى عن ضرب المصلين

اور آپ انہیں ہدایت کر دیجئے کہ تادیبی سزاؤں میں زیادہ سختی سے کام نہ لیں اور اس سلسلہ میں جائز اور معقول حدود سے تجاوز نہ کریں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فوجداری جرائم میں اور صرف تہمت کی بناء پر بھی یہ لوگ دو سو، تین سو یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کوڑے مارتے ہیں، ایسا کرنا نہ تو جائز ہے نہ اس کی کسی طرح گنجائش نکل سکتی ہے، مسلمان کی ذات محفوظ و محترم ہے الا یہ کہ کسی فحش کام، قذف، شراب نوشی یا کسی ایسے قابل تعزیر جرم کی بناء پر سزا دی جائے جس کی حد شرعی طور پر مقرر

نہ ہو، ان میں سے کسی جرم پر بھی اتنے کوڑے نہیں مارے جاسکتے جتنے میری اطلاع کے مطابق آپ کے والی مارتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے نمازیوں کو مارنے سے منع کیا ہے۔

(۳۱۰) حدثنا بعض اشیاخنا عن هوذة بن عطاء عن انس قال: قال ابوبکر رضی الله عنه: نهی رسول الله ﷺ عن ضرب المصلین۔

(سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازیوں کو مارنے سے منع کیا ہے۔''

ومعنی هذا الحدیث عندنا والله اعلم انه نهی عن ضربهم من غیر ان یجب علیهم حد یستحقون به الضرب۔

ہمارے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان میں سے کسی پر کوئی حد نہ واجب ہو جس کی رو سے انہیں مارنا ضروری ہو، آپ نے انہیں مارنے سے منع فرمایا ہے، واللہ اعلم۔

وهذا الذی بلغنی ان ولاتك لیس من الحکم والحدود فی شیء لیس یجب مثل هذا علی جانبی الجنایة صغیرة ولا کبیرة من کان منهم اتی ما یجب علیه فیه قود وحد او تعزیر اقیم علیه ذلك۔

میری اطلاعات کے مطابق آپ کے والیوں کا موجودہ طرز عمل شریعت کے احکام اور حدود سے بالکل بے نیاز ہے، جرم چھوٹا ہو یا بڑا کسی مجرم کو بھی اتنی زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی، جس مجرم نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کے باعث اس پر کوئی حد نافذ کی جاسکتی ہو یا تعزیر کی جاسکتی ہو یا اس سے قصاص لیا جاسکتا ہو اس کو متعلقہ سزا دینی چاہیے۔

و کذلك من جرح منهم جراحة فی مثلها قصاص وقامت علیه بینة بذلك قیس جرحه واقتص منه الا ان یعفو المجنی علیه. فان لم یکن یستطاع فی مثله قصاص حکم علیه بالارش عوقب واطیل حبسه حتی یحدث توبة ثم یخلی عنه. وکذلك من کان منهم سرق ما یجب فیه القطع قطع. ان الاجری اقامة الحدود عظیم والصلاح فیه لاهل الارض کثیر۔

اس طرح جس نے کسی کو ایسا زخم لگایا ہو جس پر قصاص واجب ہو جاتا ہے اور اس کے جرم پر گواہ فراہم ہو جائیں اس کے زخم کا اندازہ لگا کر اسی کے مطابق مجرم سے قصاص لیا جانا چاہیے الا یہ کہ مجروح اسے معاف کر دے، اگر زخم ایسا ہو جس کا قصاص نہ لیا جاسکتا ہو تو مجرم پر تاوان لاگو کیا جائے، اسے سزا دی جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک وہ توبہ نہ کرلے اسی طرح جس نے ایسی چوری کی ہو جس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہو جاتا ہے اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے، حقیقت یہ

---

(۳۱۰) مسند ابی یعلی الموصلی: ۸۸، ۸۹، التدوین فی اخبار قزوین: ج ۳ ص ۱۳۔

ہے کہ حدود شرعی کے نفاذ کا اخروی اجر بہت بڑا ہے اور دنیا والوں کیلئے بھی بہت مفید ہے۔

شرعی حدود کے نفاذ کی برکت:

(۳۱۱) قال ابو یوسف حدثنی الحسن بن عمارة عن جریر بن یزید قال: سمعت ابازرعة بن عمرو بن جریر یحدث انه سمع ابا هریرة یقول: قال رسول الله ﷺ حد یعمل به فی الارض خیر لاهل الارض من ان یمطروا ثلاثین صباحا۔

(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''دنیا میں کسی شرعی حد کا نفاذ دنیا والوں کیلئے تیس دن بارش ہونے سے زیادہ مفید ہے۔''

حدود میں سفارش:

ولا یحل للامام ان یحابی فی الحد احدا ولا تزیله عنه شفاعة. ولا ینبغی له ان یخاف فی ذلك لومة لائم. الا ان یکون حد فیه شبهة. فاذا کان فی الحد شبهة درأه لما جاء فی ذلك من الآثار عن اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والتابعین وقولهم ادرء واالحدود بالشبهات مااستطعتم والخطاء فی العفو خیر من الخطایا فی العقوبة۔

امام کیلئے حلال نہیں کہ حد شرعی کے نفاذ میں کسی کے ساتھ مروت برتے یا اسے کسی سفارش کی بناء پر ٹال دے، اس سلسلہ میں اسے کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، البتہ اگر خود اس بات میں شبہ ہو کہ مجرم حد کا سزاوار ہے یا نہیں تو حد نافذ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور تابعین سے متعدد آثار منقول ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ جہاں تک تم سے ہو سکے شبہ کی بناء پر حدود کو ٹال دو، کیونکہ غلطی سے کسی معاف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ غلطی سے کسی کو سزا دی جائے۔

ولا یحمل اقامة حد علی من لم یستوجبه. کما لا یحل ابطاله عمن استوجبه بغیر شبهة فیه. ولا یحل لمسلم ان یشفع الی امام فی حد قد وجب وتبین۔

جس طرح کسی پر حد واجب ہو جائے تو اسے بغیر شبہ کے ساقط کر دینا جائز نہیں اسی طرح کسی ایسے آدمی پر حد جاری کرنا بھی جائز نہیں جس پر حد واجب نہ ہوتی ہو، جب کسی پر حد واجب ہو جائے اور ضروری ثبوت فراہم ہو جائے تو کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ امام سے اس مجرم کے حق میں سفارش کرے۔

فاما قبل ان یرفع ذلك الی الامام فقد رخص فیه اکثر الفقهاء ولم یختلفوا فی التوقی

---

(۳۱۱) مسند احمد بن حنبل: ۲: ۲۲۱، سنن النسائی: ۴۹۰۴، المنتقی لابن الجارود: ۸۰۱۔

للشفاعة فيه بعد رفعه الی الامام فيما علمنا ۔ والله اعلم ۔

البتہ معاملہ کے امام کے سامنے پیش کئے جانے سے قبل اکثر فقہاء کے نزدیک سفارش کی گنجائش ہے، لیکن معاملہ کے امام کے سامنے پیش کر دیئے جانے کے بعد حد شرعی کے سلسلہ میں سفارش ہمارے علم کی حد تک ہر فقیہ کے نزدیک قابل اجتناب ہے، واللہ اعلم۔

(۳۱۲)۔ قال ابو یوسف (رحمه الله تعالیٰ): حدثنا هشام بن عروة عن الفرافصة الحنفی قال: مروا علی الزبير بسارق فشفع فيه فقالوا له: اتشفع فی حد؟ قال: نعم. مالم يؤت به الامام فان اتی به الامام فلا عفا الله عنه ان عفا عنه

فرافصہ حنفی نے کہا ہے کہ:

''لوگ ایک چور کو لئے جارہے تھے راستہ میں زبیر (رضی اللہ عنہ) مل گئے۔ انہوں نے مجرم کے حق میں سفارش کی۔ لوگوں نے آپ سے کہا: کیا آپ حد شرعی کے سلسلہ میں سفارش کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، جب تک کہ مجرم کو امام کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے، البتہ جب اسے امام کے سامنے پیش کر دیا جائے تو اس کے بعد اگر وہ اسے معاف کرتا ہے تو اللہ اسے (امام کو) نہ معاف کرے۔''

(۳۱۳)۔ قال: وحدثنی هشام بن سعد عن ابی حازم ان عليا رضی الله عنه شفع فی سارق فقيل له: اتشفع فی سارق، قال: نعم. مالم يبلغ به الامام فاذا بلغ به الامام فلا اعفاه الله ان عفا۔

ابو حازم سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ) نے ایک چور کے حق میں سفارش کی تو آپ سے کہا گیا: کیا آپ ایک چور کے معاملہ میں سفارش کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، اس وقت تک جب تک کہ اسے امام کے سامنے نہ پیش کر دیا جائے، جب اسے امام کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے تو اگر امام اسے معاف کر دے تو اللہ اس کو معاف نہ کرے۔''

(۳۱۴)۔ وحدثنا الاعمش عن ابراهيم قال: كانوا يقولون ادرءوا الحدود عن عباد الله ما استطعتم۔

ابراہیم (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ:

''لوگ کہا کرتے تھے کہ جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ کے بندوں پر سے حدود کو ٹال دو۔''

قال ابو يوسف: وقد رأيت غير واحد من فقهائنا يكره الشفاعة فی الحد البتة ويتوقاه۔

(۳۱۴) مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۹۶۔

میں نے اپنے فقہاء میں سے متعدد حضرات کو حد کے سلسلہ میں سفارش سے کلیۃً اجتناب کرتے دیکھا ہے، یہ حضرات اسے ہر حال میں ناجائز قرار دیتے تھے۔

(۳۱۵) ویحتج فی ذلك بما قال ابن عمر (رضی الله تعالیٰ عنه): من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فقد حاد الله فی خلقه

اور وہ اس سلسلہ میں ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کے اس قول سے استدلال کرتے تھے کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: جس آدمی کی سفارش اللہ کی کسی حد کے قیام میں رکاوٹ بنی اس نے مخلوق کے سلسلہ میں اللہ کی مخالفت کی۔"

(۳۱۶) قال ابو یوسف: وحدثنی محمد بن اسحاق عن محمد بن طلحة عن ابیه عن عائشة ابنة مسعود عن ابیها قالت سرقت امرأة من قریش قطیفة من بیت رسول الله ﷺ فتحدث الناس ان رسول الله ﷺ عزم علی قطع یدها. فأعظم الناس ذلك فجئنا النبی ﷺ نكلمه وقلنا: نحن نفدیها باربعین اوقیة. فقال تطهر خیر لها فلما سمعنا لین قول النبی ﷺ أتینا اسامة قلنا: كلم رسول الله ﷺ فكلمه فقام رسول الله ﷺ خطیبا فقال:

ما اكثاركم علی فی حد من حدود الله (تعالیٰ) وقع علی امة من اماء الله. والذی نفسی بیده لو كانت فاطمة بنت محمد نزلت بمثل الذی نزلت به لقطع محمد یدها قال: وقال النبی صلی الله علیه وسلم: یا اسامة لا تشفع فی حد.

عائشہ بنت مسعود اپنے والد سے روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ:

قریش کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے گھر سے ایک شال چرالی، لوگوں میں سرگوشی ہونے لگی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کرلیا ہے ان کو یہ بہت بہت گراں گزری، چنانچہ ہم لوگوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ عرض کیا کہ ہم چالیس اوقیہ (چاندی) فدیہ میں دے کر اس عورت کو چھڑوانا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: اس کیلئے یہی بہتر ہے کہ وہ (سزا پاکر) پاک ہوجائے۔ جب ہم نے نبی ﷺ کے انداز کلام میں نرمی دیکھی تو ہم نے اسامہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ تم اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرو، چنانچہ انہوں نے گفتگو کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے سب کو مخاطب کرکے یہ فرمایا کہ:

"یہ کیا ہو رہا ہے کہ تم لوگ حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں جو اللہ کی بندیوں میں سے ایک بندی پر واجب

---

(۳۱۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹/ ۷۹، ۲۸

(۳۱۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۸، المعجم الكبير للطبرانی: ۷۹۳، مستدرک حاکم: ۸۱۴۷۔

ہوئی ہے، میرے سر ہو گئے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوتی جو اس عورت نے کی ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ بھی یقیناً کاٹ دیتا۔ (راوی) کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:

اے اسامہ! کسی حد کے معاملہ میں سفارش نہ کیا کرو۔''

شبہ کی بناء پر حد ساقط کرنا:

(۳۱۰) قال وحدثنا منصور عن ابراھیم قال: قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه: لان اعطل الحدود فی الشبهات خیر من اقیمها فی الشبهات؟

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: شبہات کی بنا پر حدود کو معطل کر دینا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں شبہات کے باوجود انہیں قائم کر دوں۔''

(۳۱۱) قال: وحدثنی یزید بن ابی زیاد عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها قالت: ادرء وا الحدود عن المسلمین بالشبهات ما استطعتم. فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبیله. فان الامام لان یخطئ فی العفو خیر له من ان یخطئ فی العقوبة.

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

''جہاں تک تم سے ہو سکے شبہات کی بناء پر مسلمانوں کے سر سے حدود کو ٹالنے کی کوشش کرو، جب بھی کسی مسلمان کی رہائی کی کوئی گنجائش نظر آئے اسے رہا کرو، کیونکہ غلطی سے کسی کو معاف کر دینا امام کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے کسی کو سزا دے دے۔''

سزائے موت میں خصوصی احتیاط:

(۳۱۹) قال: وحدثنا الحسن بن عبد الملك بن میسرة عن النزال بن سبرة قال: بینما نحن بمنی مع عمر رضی الله عنه. اذا مرأة ضخمة علی حمار تبکی. قد کان الناس ان یقتلوها من الزحمة علیها. وهم یقولون لها: زنیت زنیت. فلما انتهت الی عمر رضی الله عنه. قال: ماشأنك. ان

(۳۱۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۹۳۔

(۳۱۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۰۲۔

(۳۱۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۰۱۔

المرأة ربما استكرهت؟

نزال بن سبرہ نے کہا ہے کہ:

''ایک بار ہم (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ اسی دوران ایک بھاری جسم والی عورت ایک گدھے پر بیٹھی روتی ہوئی آئی، اس کے ارد گرد لوگوں از دحام کا یہ عالم تھا کہ قریب تھا کہ وہ بھیڑ میں کچل کر مر جائے، لوگ اس سے یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، تو نے زنا کیا ہے، جب وہ عمر رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچی تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ عورت کبھی (زنا پر) مجبور بھی کر دی جاتی ہے؟

فقالت: كنت امرأة ثقيلة الرأس وكان الله يرزقني من صلاة الليل. فصليت ليلة ثم نمت فوالله ما ايقظني الا رجل قد ركبني. ثم نظرت اليه مقعيا ما ادري من هو من خلق الله. فقال عمر :لو قتلت هذه خشيت على الاخشبين النار . ثم كتب الى امراء الامصار ان لا تقل نفس دونه.

اس نے جواب دیا: مجھے بہت گہری نیند آتی ہے، اور اللہ نے مجھے رات کی نماز ادا کرنے کی بھی توفیق دی ہے، ایک رات ایسا ہوا کہ میں نماز ادا کر کے سوگئی پھر اللہ کی قسم! اس وقت آنکھ کھلی جب ایک آدمی مجھ پر سوار ہو چکا تھا، پھر میں نے اسے آگے کو جھکا ہوا بیٹھا دیکھا لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کون آدمی تھا، یہ سن کر عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ: اگر یہ عورت (زنا کی سزا میں) قتل کر دی جاتی تو مجھے اس بات کا اندیشہ لاحق ہوجاتا کہ جہنم کی آگ ان دونوں پہاڑوں پر نہ اتر آئے، پھر آپ نے تمام مرکزی شہروں کے امراء کو یہ لکھ بھیجا کہ معاملہ کو آپ کے سامنے پیش کئے بغیر کسی فرد کو قتل کی سزا نہ دی جائے۔''

سزا نافذ کرنا حاکم کا کام ہے:

(۳۲۰) قال :وحدثنا مغيرة عن عطاء قال:حدثنا محمد بن عمر بن عبد العزيز قال:السلطان ولي من حارب الدين وان قتل اخا امرء او اباه.

عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے فرمایا:

''جو کوئی بھی دین کے خلاف جنگ کرے گا اس سے سلطان خود عہدہ برا ہوگا خواہ اس نے کسی شخص کے بھائی یا باپ کو کیوں نہ قتل کیا ہو (وہ شخص خود مجرم کو سزا دینے کا مجاز نہیں)۔''

(۳۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰/ ۱۴۴۔

قصاص: قتل عمد:

قال ابو یوسف: والذی یرفع الی الامام، وقد قتل رجلا او امرأة عمدا وکان ذلك مشهورا ظاهرا وقامت علیه به بینة. فانه یسأل عن البینة فان زکوا او زکی منهم رجل الی ولی المقتول فان شاء قتل وان شاء عفا. وکذلك لو کان القاتل اقر بالقتل طائعا من غیر بینة تقوم علیه۔

اگر قتل عمد کا کوئی مجرم امام کے سامنے پیش کیا جائے جس کے سر کسی مرد یا عورت کو قتل کرنے کا الزام ہو، یہ قتل کھلے عام کیا گیا ہو، اور اس پر گواہ موجود ہوں تو بھی امام گواہوں کی جانچ کرے گا، اگر گواہ ٹھیک ثابت ہوں یا ان میں سے ایک آدمی بھی ٹھیک ثابت ہو تو ملزم کو مقتول کے ولی کے حوالہ کر دیا جاے گا اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے، گواہی کی نوبت آئے بغیر اگر قاتل بغیر کسی دباؤ کے خود قتل کا اعتراف کرلے تو بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

قصاص: جنایات:

قال ابو یوسف: ومن رفع وقد قطع ید رجل من المفصل بحدید عمدا او اصبعا من اصابع یده الیمنی او الیسری او کان انما قطع رجله من المفصل او اصابع رجلیه او مفصلا من مفاصل بعض الاصابع او مفصلین کان فی ذلك القصاص. وکذلك لو کان قطع الاذن کلها او بعضها ففی ذلك القصاص۔

اگر کسی ایسے ملزم کا معاملہ پیش ہو جس نے کسی آدمی کے ہاتھ کو عمداً کسی دھاردار ہتھیار کے ذریعہ، کلائی کے پاس سے کاٹ دیا ہو، یا اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ کی کوئی انگلی کاٹ لی ہو، یا اس کے پاؤں کو ٹخنے کے پاس سے کاٹ لیا ہو، یا پاؤں کی کوئی انگلی کاٹ دی ہو، یا کسی انگلی کی ایک پور یا دو پوریں کاٹ لی ہوں تو ان تمام صورتوں میں قصاص کا حق دیا جائے گا۔ اگر مجرم نے پورا کان یا کان کا کوئی حصہ کاٹ لیا ہو تو اس میں قصاص ہوگا۔

وکذلك الانف اذا قطع ففیه القصاص. وکذلك الاسنان اذا کسرت او بعضها او قلعت او بعضها ففیها القصاص. فاما الکسر فاذا کسر سنا کسرا مستویا ففیها القصاص واذا لم یکن الکسر مستویا، وکان فیما بقی من السن شعب ففیها الارش. ولو کان قطع الید بالذراع من مفصل المرفق او الرجل مع الساق من مفصل الرکبة کان فی ذلك القصاص۔

اسی طرح اگر ناک کاٹ لی ہو تو اس میں بھی قصاص ہوگا یہی حال دانتوں کا ہے، پورے دانت یا ان کے کچھ حصے

توڑے یا اکھیڑ لئے گئے ہوں تو قصاص دلوایا جائے گا، دانت توڑنے کی صورت میں اگر پورا دانت صاف طور پر توڑ کر الگ کر دیا گیا ہو تو قصاص کا حکم دیا جائے گا، لیکن اگر پوری طرح نہ توڑا گیا ہو اور دانت کا کچھ حصہ قائم ہو تو تاوان لاگو ہوگا۔ ہاتھ اگر ہاتھ سمیت کہنی کے جوڑ سے کاٹ لیا گیا ہو، یا پاؤں کو پنڈلی سمیت گھٹنے سے کاٹ دیا گیا ہو تو قصاص ہوگا۔

وكذلك العين اذا ضرب بها عمدا فذهبت ففيها القصاص. وكذلك الجروح كلها تكون ففيها القصاص. اذا كان يستطاع فيها القصاص. فان لم يستطع ففيها الارش

اس طرح اگر آنکھ پر عمداً ضرب لگائی گئی ہو جس کے نتیجہ میں آنکھ جاتی رہی ہو تو قصاص دلوایا جائے گا، اسی طرح بدن کے کسی اور حصہ میں لگائے جانے والے زخموں میں اگر قصاص لینا ممکن ہو تو قصاص کا حکم لگایا جائے گا اور اگر اس کا امکان نہ ہو تو تاوان دلوایا جائے گا۔

لوضرب بعض اعظمه، مثل الساق او الذراع او الفخذ فهشم الموضع او كسر ضلعا من اضلاعه. فليس في هذا قصاص وفيه الارش. ليس لهذا احد يوقف عليه فيقتص له منه

اگر کسی ہڈی مثلاً پنڈلی، بازو، یا ران کی ہڈی پر ایسی ضرب لگائی گئی ہو کہ ہڈی چور ہوگئی ہو یا پسلی کی کوئی ہڈی توڑ دی گئی ہو تو ان صورتوں میں قصاص نہیں بلکہ تاوان کا حکم دیا جائے گا، کیونکہ اس زخموں کی ٹھیک ٹھیک حد مقرر نہیں کی جا سکتی کہ برابر کا بدلہ لینا ممکن ہو۔

والقصاص انما هو في المفصل. وليس في شيء من الجنايات التي تكون في الرأس القصاص الا في الموضحة. فانه اذا شجه شجة فاوضحه عمدا ففي ذلك القصاص فاما ما كان دون الموضحة او فوقها فليس فيه قصاص وان كان عمدا وفيه الارش.

قصاص کا حکم صرف (کسی عضو) جوڑ (سے کاٹ دینے) کی صورت میں لگایا جاتا ہے، موضحہ (یعنی ایسا زخم جو ہڈی کی سپیدی ظاہر کر دے) کے علاوہ سر پر لگائے جانے والے کسی اور زخم کیلئے قصاص نہیں رکھا گیا ہے مجرم نے اگر عمداً اتنا کاری زخم لگایا ہو کہ ہڈی کی سپیدی نظر آنے لگے تو اس سے قصاص لیا جا سکتا ہے، اس سے ہلکے یا زیادہ گہرے زخم خواہ عمداً ہی کیوں نہ لگائے گئے ہوں، قابل قصاص نہیں، ان پر تاوان لاگو کیا جائے گا۔

دیت اور تاوان:

وكل من جرح جرحا عمدا فمات من ذلك الجرح. ولم يزل فيه فهو صاحب فراش حتى مات اقتص من الجارح وقتل به. فاما الخطاء فاذا قتله خطأ وقامت بذلك بينة. وسئل عنهم فزكوا او اثنان منهم فالدية على عاقلته في ثلاث سنين يؤدون في كل سنة الثلث. ولا تعقل العاقلة الصلح ولا العمد ولا الاعتراف.

دانستہ زخمی کیا جانے والا شخص اگر اس زخم کے اثر سے فوراً یا ایک مدت تک مسلسل صاحب فراش رہنے کے بعد مر جائے تو زخم لگانے والے سے اس کا قصاص لیا جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر یہ بات نادانستہ طور پر پیش آ جائے تو اس کے خطاً قتل کئے جانے کے ثبوت میں گواہیاں طلب کی جائیں گی اور گواہ کی جانچ کی جائے گی، اگر یہ گواہ ٹھیک ثابت ہوئے تو (قتل خطاء کی) دیت مجرم کے عاقلہ (یعنی پدری رشتہ کے وہ اعزہ جو نادانستہ قتل ہو جانے کی دیت ادا کرتے ہیں) کے ذمہ ہوگی جسے ان لوگوں کو تین سالوں میں ایک تہائی دیت سالانہ ادا کرنا ہوگا۔ قتل عمد، اعتراف بالقتل، اور صلح کی صورت میں دیت عاقلہ کے ذمہ نہیں ہوگی۔

قال ابو یوسف :والدية مائة من الابل او الف دينار او عشرة آلاف درهم او الفا شاة او مائتا حلة او مائتا بقرة على ما روى عن رسول الله ﷺ ثم عن الائمة من اصحابه

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے فقہاء صحابہ سے مروی آثار کی روس دیت کی مقدار سو اونٹ، یا ہزار دینار، یا دس ہزار درہم یا دو ہزار بکریاں یا دو سو جوڑے (کپڑے) یا دو سو گائیں ہے۔

(۳۲۱) قال ابو یوسف :حدثنی محمد بن اسحاق عن عطاء :ان رسول الله ﷺ وضع الدية على الناس فی اموالهم :على اهل الابل مائة بعير. وعلى اهل الشاء الفی شاة. وعلى اهل البقر مائتی بقرة. وعلى اهل البرود مائتی حلة

عطاء سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر دیت انہی اموال کی صورت میں مقرر کی ہے جو ان کے پاس ہوتے تھے، اونٹ والوں پر سو اونٹ، بکری والوں پر دو ہزار بکریاں، گائے والوں پر دو سو گائیں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے۔

(۳۲۲) قال :وحدثنا ابن ابی لیلی عن الشعبی عن عبيدة السلمانی قال:وضع عمر بن الخطاب رضی الله عنه الديات على اهل الذهب الف دينار. وعلى اهل الورق عشرة آلاف درهم. وعلى اهل الابل مائة من الابل. وعلى اهل البقر مائتی بقرة. وعلى اهل الشاء الفی شاة. وعلى اهل الحلل مائتی حلة

عبیدہ سلمانی نے کہا ہے کہ:

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سونا رکھنے والوں کیلئے دیت کی مقدار ہزار دینار، چاندی والوں کیلئے دس ہزار درہم، اونٹ والوں کیلئے سو اونٹ، گائے والوں کیلئے دو سو گائیں، بکری والوں کیلئے دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں

---

(۳۲۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۲۸، سنن ابی داود: ۴۵۴۳، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۱۷۵۔

کے لیے دوسو جوڑے مقرر کی ہے۔"

(۳۲۳)۔ قال: وحدثنا اشعث عن الحسن ان عمر وعثمان رضی الله عنهما قوما الدية. وجعلا ذلك الى المعطى ان شاء فالابل وان شاء فالقيمة۔

حسن سے روایت ہے کہ:

"(سیدنا) عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہما) دیت کی نقد قیمت مقرر کر دی تھی اور ادا کنندہ کو اس کا مجاز قرار دے دیا تھا کہ چاہے اونٹ دے، چاہے مقررہ نقد بصورت ادا کرے۔"

قال ابو یوسف: وهذا قول من ادركت من علمائنا بالعراق . فاما اهل المدينة فانهم يجعلونها من الورق اثنی عشر الفا۔

(امام اہلسنت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میں نے عراق میں اپنے جن علماء کو پایا ہے ان کا بھی یہی قول ہے، البتہ مدینہ کے لوگ چاندی میں دیت کی مقدار بارہ ہزار (درہم) قرار دیتے ہیں۔

قتل خطاء:

قال ابو یوسف: واختلف اصحاب محمد ﷺ ورضی الله عنهم فی اسنان الابل فی الدية فی الخطاء .فعبدالله بن مسعود يروی عن رسول الله ﷺ انه قال: دية الخطأ اخماسا

اصحاب رسول ﷺ کے درمیان اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ قتل خطاء کی دیت دیئے جانے والے اونٹوں کی عمریں کیا ہونی چاہئیں، چنانچہ (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ: خطاء کی دیت پانچ (اقسام کے برابر) حصوں پر مشتمل ہوگی۔

(۳۲۴)۔ حدثنی بذلك الحجاج عن زيد بن جبير عن خشف بن مالك عن عبدالله عن النبی ﷺ قال: دية الخطأ اخماسا۔

یہ حدیث مجھ سے حجاج نے بروایت زید بن جبیر، بروایت خشف بن مالک، بروایت عبداللہ، بروایت نبی ﷺ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خطاء کی دیت پانچ (اقسام کے برابر) حصوں پر مشتمل ہوگی۔"

(۳۲۵)۔ قال: وحدثنی منصور عن ابراهيم وابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال: كان عبدالله يقول: الدية فی الخطأ اخماسا:

---

(۳۲۲) کتاب الآثار لابی یوسف: ۹/۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۲۷۔

عشرون حقة.

وعشرون جذعة.

وعشرون بنت لبون.

وعشرون ابن لبون.

وعشرون بنت مخاض.

وكذلك كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقول فى الخطأ.

ابراہیم نے کہا ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ: (قتل) خطاء کی دیت پانچ برابر قسموں پر مشتمل ہوگی۔

☆ ایک سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں بیس عدد۔

☆ دو سال سے زائد عمر کے اونٹ بیس عدد۔

☆ دو سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں بیس عدد۔

☆ تین سال سے زائد عمر کے اونٹ بیس عدد۔

☆ چار سال سے زائد عمر کے اونٹ بیس عدد۔

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی قتل خطاء کے سلسلہ میں یہی فرماتے تھے۔

(۳۲۶). حدثنى ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال: قال عبدالله: ـ ية الخطأ اخماسا. واما على بن ابى طالب رضى الله عنه فكان يقول الدية فى الخطأ ارباعا:

خمس وعشرون حقة.

وخمس وعشرون جذعة.

وخمس وعشرون ابنة لبون.

وخمس وعشرين ابنة مخاض.

ابراہیم نے کہا ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ (قتل) خطاء کی دیت پانچ برابر حصوں پر مشتمل ہوگی۔ تاہم (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ خطاء کی دیت چار برابر حصوں پر مشتمل ہوگی۔

---

(۳۲۵) كتاب الآثار: ۹۶۵، مصنف ابن ابى شيبه: ۲۶۷۵۰۔★مصنف ابن ابى شيبه: ۲۶۷۵۲۔

(۳۲۶) مصنف ابن ابى شيبه: ۲۶۷۵۱۔

☆ ایک سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں پچیس عدد۔
☆ دو سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں پچیس عدد۔
☆ تین سال سے زائد عمر کے اونٹ پچیس عدد۔
☆ چار سال سے زائد عمر کے اونٹ پچیس عدد۔

(۳۲۰)۔ واما عثمان وزید بن ثابت فکانا یقولان فی دیۃ الخطأ:
ثلاثون جذعۃ۔
وثلاثون بنات لبون
وعشرون بنی لبون۔
وعشرون بنات مخاض۔
حدثنی بذلک شعبۃ عن قتادۃ عن سعید بن المسیب۔

(سیدنا) عثمان اور زید بن ثابت (رضی اللہ عنہما) خطاء کی دیت کے سلسلے میں یہ کہتے تھے کہ:
☆ ایک سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں بیس عدد۔
☆ دو سال سے زائد عمر کے اونٹ بیس عدد۔
☆ دو سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں تیس عدد۔
☆ چار سال سے زائد عمر کے اونٹ تیس عدد۔
یہ روایت مجھ سے شعبہ نے بروایت قتادہ بروایت سعید بن مسیب بیان کی ہے۔

شبہ عمد:

واما الدیۃ فی شبہ العمد، فانہم اختلفوا فی اسنان الابل فیہا ایضا فکان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول
فی دیۃ شبہ العمد ثلاثون جذعۃ۔
وثلاثون حقۃ۔
واربعون ثنیۃ الی بازل عامہا کلہا خلفۃ۔

شبہ عمد کی دیت میں دیئے جانے والے اونٹوں کی عمروں کے بارے میں بھی ان حضرات کے درمیان اختلاف رہا

(۳۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۔۲۶۔

ہے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

☆ شبہ عمد کی دیت میں چار سال سے زائد عمر کے تیس اونٹ۔

☆ اور چالیس ایسی اونٹنیاں دی جائیں گی جو عمر کے چھٹے تا نو ویں سال میں ہوں اور ہر اونٹنی گابھن ہو۔

وقال علی بن ابی طالب رضی الله عنه:

فی شبه العمد ثلاث وثلاثون حقة۔

وثلاث وثلاثون جذعة

واربع وثلاثون ثنية الی بازل عامها كلها خلفة۔ ٭٭

اور (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ:

☆ شبہ عمد میں تینتیس تین سال سے زائد عمر کے اونٹ۔

☆ تینتیس چار سال سے زائد عمر کے اونٹ۔

☆ اور چونتیس ایسی اونٹنیاں دینی ہوں گی جو عمر کے چھٹے تا نو ویں سال میں ہوں اور ہر اونٹنی گابھن ہو۔

وقال عبد الله بن مسعود:

فی شبه العمد خمس وعشرون جذعة۔

وخمس وعشرون حقة

وخمس وعشرون بنات لبون۔

وخمس وعشرون بنات مخاض۔

يجعلها ارباعا۔

اور (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ:

☆ شبہ عمد میں پچیس چار سال سے زائد عمر کے اونٹ۔

☆ پچیس تین سال سے زیادہ عمر کے اونٹ۔

☆ پچیس دو سال سے زیادہ عمر کی اونٹنیاں۔

☆ اور پچیس ایک سال سے زیادہ عمر کی اونٹنیاں دی جائیں گی۔

آپ نے دیت کو چار اقسام پر مساوی تقسیم کر دیا ہے۔

٭ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۵۷۔

٭٭ کتاب الآثار لابی یوسف: ۹۱۴، مصنف ابی ابی شیبہ: ۲۶۷۵۸۔

وقال عثمان بن عفان وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما: ھی المغلظة.

وفیھا اربعون جذعة.

وثلاثون حقة.*

وثلاثون بنات لبون.

(سیدنا) عثمان بن عفان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ: یہ دیت مغلظہ ہوگی۔

☆ اس میں چالیس چار سال سے زائد عمر کے اونٹ۔

☆ تیس تین سال سے زائد عمر کے اونٹ۔

☆ اور تیس دو سال سے زائد عمر کی اونٹنیاں دینی ہوں گی۔

وقال ابو موسیٰ والمغیرة بن شعبة:

ثلاثون حقة.

وثلاثون جذعة.

واربعون ثنیة الی بازل عامھا کلھا خلفة.**

(سیدنا) ابو موسیٰ اور مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہما) نے کہا ہے کہ:

☆ تیس تین سال سے زائد عمر کے۔

☆ اور تیس چار سال سے زائد عمر کے اونٹ۔

☆ اور چالیس ایسی اونٹنیاں جو عمر کے چھٹے یا نویں سال میں ہوں اور ہر اونٹنی گابھن ہو۔

قال ابو یوسف: ھذه اصول أقاویلھم فی اسنان الابل فی الخطأ وشبه العمد. وارجو ان لایضیق علیك الامر فی اختیار قول من ھذه الاقاویل ان شاء اللہ تعالی.

شبہ عمد اور خطاء (کی دیت) میں دیئے جانے والے اونٹوں کی عمروں کے بارے میں ان حضرات کے بنیادی اقوال یہی ہیں، مجھے امید ہے کہ ان اقوال میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لینے میں آپ کو انشاء اللہ کوئی دشواری نہ پیش آئے گی۔

خطاء کی تعریف:

قال ابو یوسف: فاما الخطأ فھو ان یرید الانسان الشیء فیصیب غیره.

---

* کتاب الآثار لابی یوسف: ۹۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۵۵۔

** مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۷۵۹۔

خطاء کی تعریف یہ ہے کہ انسان ارادہ کسی چیز کا کرے اور ہو کچھ اور جائے۔

(۳۲۸) حدثنی المغیرة عن ابراهیم قال: الخطأ ان یصیب الانسان و لا یریده فذلك الخطأ وهو علی العاقلة۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''خطاء اسے کہتے ہیں کہ انسان سے کوئی چیز نشانہ بن جائے دریں حالیکہ اس نے اسے نشانہ بنانے کا ارادہ نہ کیا ہو، یہی خطاء ہے اور اس کی (دیت کی) ذمہ داری عاقلہ کے سر آتی ہے۔''

شبہ عمد کی تعریف:

(۳۲۹) قال ابو یوسف: فأما شبه العمد فان الحجاج بن ارطاة حدثنی عن قتادة عن الحسن ابن ابی الحسن قال: قال رسول الله ﷺ: قتیل السوط والعصا شبه العمد۔

شبہ عمد کے سلسلہ میں حجاج بن ارطاۃ نے بروایت قتادہ بروایت حسن بن ابی الحسن مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

''کوڑے اور لاٹھی کا مارا ہوا شبہ عمد (کی تعریف میں آتا) ہے۔''

(۳۳۰) قال: وحدثنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال: شبه العمد کل شیء یعمده بغیر حدیدة، و کل ما قتل بغیر سلاح فهو شبه العمد، وفیه الدیة علی العاقلة۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''دھار دار ہتھیاروں کے علاوہ کسی چیز سے دانستہ مارنا شبہ عمد ہے، بغیر ہتھیار کے کیا ہوا ہر قتل شبہ عمد ہے، اور ایسی صورت میں دیت عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔''

(۳۳۱) قال: وحدثنا الشیبانی عن الشعبی والحکم بن عتیبة و حماد قالوا: ما اصیب به من حجر او سوط او عصا فأتی علی النفس فهو شبه العمد وفیه الدیة مغلظة۔

شعبی، حکم بن عتیبہ اور حماد نے کہا ہے کہ:

★مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۶۰۔

(۳۲۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۷۴۔

(۳۲۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۶۷۔

(۳۳۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۷۰۔

(۳۳۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۶۸۔

''جسے پتھر، کوڑے یا لاٹھی سے مارا یا اور وہ مر گیا تو یہ (قتل) شبہ عمد قرار پائے گا اور اس میں دیت مغلظہ ہوگی۔''

تاوان:

قال ابو یوسف: وفی الدامیة من الشجاع وهی التی تدمی حکومة عدل. وفی الباضعة وهی التی تبضع اللحم. وهی فوق الدامیة حکومة اکثر من ذلك.

وفی المتلاحمة وهی فوق الباضعة حکومة اکثر من ذلك.

وفی السمحاق وهی فوق المتلاحمة حکومة اکثر من ذلك.

وفی الموضحة خمس من الابل او خمسمائة درهم. ولیس تعقل العاقلة اقل من ارش الموضحة وکل ما کان من ارض دون الموضحة فعلی الجانی فی ماله. وارض الموضحة وما فوقها علی العاقلة.

وفی الهاشمة وهی التی تهشم العظم عشرة من الابل او الف درهم. عشر الدیة

وفی المنقلة وهی التی تخرج منها العظام عشر یة الدیة ونصف عشرها

وفی الآمة وهی التی تصل الی الدماغ ثلث الدیة. فان ذهبت بالعقل ففیها الدیة تامة. وان ذهب الشعر منها ولم یذهب العقل ففیها الدیة ایضا تامة ویدخل ارشها فی ذلك. ولیس فی شیء من هذا قصاص.

وان کان الضارب تعمد ذلك خلا الموضحة فانها اذا کانت عمدا ففیها القصاص. لانه لا یستطاع القصاص فی شیء منه الا فی الموضحة.

☆ جن زخموں سے خون جاری ہو جائے ان میں تاوان کا منصفانہ فیصلہ کیا جائے گا، ان زخموں سے زیادہ کاری زخم، باضعہ میں جس میں گوشت کٹ جاتا ہے اس سے زیادہ تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ متلاحمہ یعنی ان زخموں میں جو باضعہ سے زیادہ کاری ہوں اس سے بھی زیادہ تاوان کا فیصلہ ہوگا۔

☆ زخم سمحاق ہو جو متلاحمہ سے زیادہ گہرا ہوتا ہے تو اس میں متلاحمہ سے زیادہ تاوان لاگو کیا جائے گا۔

☆ موضحہ زخم میں پانچ اونٹ یا پانچ سو درہم (بطور تاوان) لاگو ہوگا، موضحہ کے تاوان سے کم کسی تاوان کی ادائیگی عاقلہ کے ذمہ نہیں ہوتی بلکہ خود مجرم کے سر ہوتی ہے، اور تاوان اسکے مال میں سے لیا جاتا ہے، موضحہ کا تاوان، اور اس سے بڑے تاوان عاقلہ کے ذمے ہوتے ہیں۔

☆ ہاشمہ یعنی ایسے زخم میں جس نے ہڈی چور کر دی ہو دس اونٹ یا ہزار درہم، یعنی دیت کا دسواں حصہ لیا جائے گا۔

☆منقلہ، یعنی ایسے زخموں میں جن میں ہڈی باہر نکل آئی ہو، دیت کا پندرہ فیصد دیا جائے گا۔
☆آمہ، یعنی وہ زخم جس کا اثر دماغ تک جا پہنچا ہو، تہائی دیت لازم کر دیتا ہے، اگر اس زخم کے اثر سے مجروح کی عقل جاتی رہے تو پوری دیت وصول کی جائے گی، اگر عقل سلامت ہو لیکن بال نکلنے بند ہو جائیں تو بھی پوری دیت لی جائے گی، اور اس کا تاوان بھی اسی میں داخل سمجھا جائے گا، ان زخموں سے بجز موضحہ کے اور میں قصاص نہیں لیا جا سکتا خواہ مارنے والے نے یہ زخم عمداً لگائے ہوں، قصاص صرف دانستہ لگائے ہوئے موضحہ زخم کا لیا جا سکتا ہے کیونکہ دوسرے زخموں کی شکل میں برابر کا بدلہ لینا ممکن نہیں۔

(۳۳۲) قال (ابو یوسف): وحدثني الحجاج عن عطاء قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه انا لا نقيد من العظام.

عطاء نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہم ہڈیوں سے قصاص نہیں لیا کرتے۔''

(۳۳۳) قال: وحدثني المغيرة عن ابراهيم قال: ليس في الآمة والمنقلة والجائفة قود. انما عمدها الدية في مال الرجل.

وقد بلغنا نحو من ذلك على رضي الله عنه.

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''آمہ، منقلہ اور جائفہ زخموں میں قصاص نہیں، ایسے زخم اگر عمداً لگائے گئے ہوں تو زخم لگانے والے کے مال میں سے اس کی دیت لی جائے گی۔''

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

وفي اليد من الكف نصف الدية.

وفي الاصابع نصف الدية. وفي كل اصبع عشر الدية في كل مفصل ثلث دية الاصبع.

فان كان في الابهام مفصلان. ففي كل مفصل منها نصف ديتها.

وكذلك الرجل واصابعها

وفي العينين الدية

وفي كل عين نصف الدية.

---

(۳۳۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۳۰۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۰۹۷۔

(۳۳۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۳۰۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۰۹۷۔

وفى اشفار العينين الدية
وفى كل شفر ربع الدية.
وفى الحاجبين اذا لم ينبت الدية.
وفى كل واحدة نصف الدية.
وفى كل اذن نصف الدية وما نقص فبحسابه. وفى السمع الدية.
وفى الانف اذا قطع الدية
وفى المارن ما دون القصبة الدية.
وفى ذهاب الشم حتى لا يجد رائحة الدية.
وفى الشفتين الدية.
وفى كل شفة نصف الدية
وفى اللسان اذا منع الكلام الدية. وما نقص فبحسابه.
وفى الحشفة ان كان عمدا القصاص.
وان كان خطأ فالدية.
وفى الانثيين الدية
فاذا بدء بقطع الذكر ثم الانثيين ففى ذلك ديتان.
وان بدء بالانثيين ثم الذكر ففى الانثيين الدية.
وفى الذكر حكومة
وان قطعهما جميعا من جانب ففيهما ديتان.
وفى ثديي الرجل حكومة
وفى ثدى المرأة ديتها.
وفى حلمتيهما نصف الدية.
وفى احداهما نصف الدية.
وفى اليد اذا قطعت من المرفق نصف الدية.
وفى الفضل حكومة من قول ابى حنيفة. وفى قول ابى يوسف نصف الدية وهو قول ابن ابى ليلى.

وفی کل سن نصف عشر الدیۃ والاسنان کلھا سواء وما کسر من السن فبحسابہ۔

واذا ضرب سنہ فاسودت او احمرت او اخضرت ثم عقلھا واما اذا صفرت ففیھا حکومۃ۔

وفی الذراع اذا کسرت حکومۃ و کذلک العضد والساق والفخذ والترقوۃ وضلع من الاضلاع ففی کل شیء من ھذہ حکومۃ علی قدرہ۔

وفی الصلب اذا احدب الدیۃ۔

وفیہ اذا منع الجماع الدیۃ۔

وفی اللحیۃ اذا لم تنبت الدیۃ و کذلک الشارب وکل شعر الرأس اذا لم ینبت الدیۃ۔

وفی الجائفۃ ثلث الدیۃ

فان نفذت فثلثا الدیۃ

وفی الید الشلاء والرجل العرجاء والعین القائمۃ والسن السوداء ولسان الاخرس وذکر الخصی وذکر العنین ففی کل شیء من ھذہ حکومۃ علی قدرہ۔

وفی الالیتین الدیۃ۔

وفی سن الصبی الذی لم یثغر حکومۃ وکان ابو حنیفۃ یقول لا شیء فیھا اذا نبتت کما کانت

وفی الاصبع الزائدۃ وفی السن الزائدۃ حکومۃ۔

وفی افضاء المرأۃ اذا کان البول یستمسک والغائط ثلث الدیۃ وھی بمنزلۃ الجائفۃ واذا لم یستمسکا ولا واحد منھما ففیہ الدیۃ تامۃ۔

☆ ہاتھ اگر کلائی کے جوڑ سے کاٹ لیا گیا ہو تو نصف دیت واجب ہوگی۔

☆ ہاتھ کی ساری انگلیوں (کے کاٹ لینے) پر نصف دیت لازم ہوگی۔

☆ اور ایک انگلی (یا چند انگلیاں کاٹنے کی صورت میں ہر انگلی) پر (۱/۱۰) دیت واجب ہوگی۔

☆ (انگلی کی) ہر پور کی دیت انگلی کی دیت کی تہائی ہوگی۔

☆ اگر انگھوٹے میں دو ہی پور ہوں تو ہر پور کی دیت انگلی کی دیت کی آدھی ہوگی۔

☆ پاؤں اور اس کی انگلیوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

☆ دونوں آنکھوں ـــــــ پوری دیت۔

☆ ایک آنکھ ـــــــ آدھی دیت۔

☆ دونوں آنکھوں کی پلکیں۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ ایک آنکھ کی دونوں پلکیں۔۔۔۔۔ آدھی دیت۔

☆ ایک پلک۔۔۔۔۔۔۔۔ چوتھائی دیت۔

☆ دونوں ابرو جب کہ زخم ایسا ہو کہ پھر بال نہ نکلیں۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ ایک ابرو جب کہ زخم ایسا ہو کہ پھر بال نہ نکلیں۔۔۔۔۔ آدھی دیت۔

☆ ایک کان۔۔۔۔۔۔ آدھی دیت۔

☆ اگر کان کا ایک حصہ کاٹا گیا ہو تو دیت کا حساب اسی حصہ کے بقدر لگایا جائے گا۔

☆ اور سماعت زائل ہو جائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

☆ پوری ناک کاٹ لی گئی ہو تو۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ ناک کے کنارہ کا نرم حصہ، باقی ہڈی چھوڑتے ہوئے۔۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ سونگھنے کی قوت زائل ہو جانے کی صورت میں۔۔۔۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ دونوں ہونٹ۔۔۔۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ ایک ہونٹ۔۔۔۔۔ آدھی دیت۔

☆ زبان، جب کہ بات کرنے کی قدرت باقی نہ رہے۔۔۔۔۔۔۔ پوری دیت۔

☆ زبان کو اس سے کم نقصان پہنچا ہو تو دیت کا حساب اسی نقصان کی نسبت سے ہوگا۔

☆ حشفہ اگر عمداً کاٹ لیا گیا ہو تو قصاص دلوایا جائے گا۔ اور خطأً کاٹا گیا ہو تو پوری دیت واجب ہوگی۔

☆ دونوں خصیے کاٹے گئے ہوں تو پوری دیت لازم ہوگی۔

☆ اگر مجرم نے پہلے آلہ تناسل کاٹا ہو اور اس کے بعد دونوں خصیے کاٹ لئے ہوں تو دو دیتیں دلوائی جائیں گی۔

☆ اور اگر پہلے خصیتین کاٹے ہوں پھر آلہ تناسل کاٹا ہو تو خصیتین کے عوض پوری دیت لی جائے گی اور آلہ تناسل کے تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر ایک طرف سے ان دونوں کو کاٹ لیا ہو تو دو دیتیں لازم ہوں گی۔

☆ مرد کے دونوں پستانوں کا تاوان بذریعہ حکم طے پائے گا۔

☆ اور عورت کے دونوں پستانوں کے عوض اس کی پوری دیت لازم آئے گی، اس کے دونوں سر پستان کے عوض نصف دیت لازم ہو گیا ور ایک سر پستان کے عوض بھی نصف دیت ہوگی۔

☆ ہاتھ اگر کہنی سے کاٹ لیا گیا ہو تو نصف دیت لازم ہوگی، اس سے زیادہ کاٹ گیا ہو تو (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق اس زیادہ کے تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا، اور ابو یوسف کے (یعنی میرے) نزدیک نصف دیت لازم

ہوگی، ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

☆ ہر دانت کے عوض دیت کا بیسواں حصہ لیا جائے گا، خواہ کوئی سا دانت ہو، ان دانت کا صرف ایک حصہ توڑا گیا ہو تو اس کے تاوان کا حساب اسی حصہ کی مناسبت سے لگایا جائے گا۔

☆ اگر دانت پر ایسی ضرب لگائی گئی ہو کہ وہ کالا پڑ گیا ہو یا سبز ہو گیا ہو تو اس کی پوری دیت ادا کرنا ہوگی، اگر دانت پیلا پڑ گیا ہو تو اس کے تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ پہنچے، بازو، پنڈلی، ران، سینہ کی ہڈی اور پسلی کی کسی ایک ہڈی پر ضرب کی صورت میں تاوان کی تعیین اس (کو پہنچنے والے نقصان) کی مناسبت سے کی جائے گی۔

☆ پیٹھ پر اگر ایسی چوٹ لگائی گئی ہو کہ وہ خم ہو جائے تو پوری دیت ادا کرنا ہوگی۔

☆ اگر ضرب ایسی ہو کہ آدمی جماع کے قابل نہ رہ جائے تو تو بھی پوری دیت ادا کرنا ہوگی۔

☆ داڑھ پر ایسی ضرب جس کے نتیجہ میں داڑھی کے بال نہ نکل سکیں یا اسی طرح مونچھوں کی جگہ پر، یا سر پر ایسی ضرب جس کے نتیجہ میں بال نہ نکل سکیں پوری دیت لازم کر دیتی ہے۔

☆ پیٹ میں زخم لگایا گیا ہو تو تہائی دیت دینی ہوگی، اگر زخم سے گہرا شگاف ہو گیا ہو تو دو تہائی دیت ادا کرنی ہوگی۔

☆ مفلوج ہاتھ، لنگڑے پاؤں، بے نور آنکھ، خراب دانت، گونگی زبان، خصی کے آلہ تناسل، عنین کے آلہ تناسل، ان میں سے ہر چیز کے سلسلہ میں تاوان لازم نہیں آئے گا۔

☆ زائد انگلی (چھنگلی) یا زائد دانت کیلئے تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ عورت کی شرم گاہ میں لگائے جانے والے زخم کا معاملہ پیٹ کے زخم کا سا ہے، اگر پیشاب پاخانہ (حسب معمول) اندر ٹھہرا رہتا ہو تو تہائی دیت لازم ہوگی، اور اگر پیشاب پاخانہ یا ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ٹھہرتا ہو تو پوری دیت دینی ہوگی۔

غلام پر جنایت کا تاوان:

وكل شيء من الحر فيه دية فهو من العبد فيه قيمته. وكل شيء من الحر فيه نصف الدية فهو من العبد فيه نصف القيمة. وكذالك الجراحات على هذا الحساب

ہر ایسی جنایت جو اگر کسی آزاد مرد پر کی جائے تو پوری دیت لازم آتی ہے۔ اگر کسی غلام پر کی جائے تو اس غلام کو پوری قیمت دینی ہوگی، آزاد آدمی کے معاملات جن جنایات میں آدھی دیت واجب ہوتی ہے وہ غلام کے خلاف ہوں تو اس غلام کو آدھی قیمت ادا کرنی ہوگی، تمام زخموں کا تاوان اسی حساب سے لاگو کیا جائے گا۔

مردوں اور خواتین کے درمیان قصاص:

ولا قصاص بین الرجال والنساء فی العمد الا فی النفس فان رجلا لو قتل امرأة قتل بھا و کذلک لو قتلته امرأة قتلت به. واما دون النفس فلیس بینھما فیه قصاص وفیه الارش. حتی لو قطع رجل ید امرأة او رجلھا او اصبعا من اصابعھا او شجھا موضحة. وذلک کله عمد. او کانت ھی فعلت ذلک به لم یکن بینھما قصاص. وکان فی ذلک الارض الا فی النفس خاصة ففیھا القصاص۔

جان سے مار دینے کے علاوہ مردوں اور عورتوں کے مابین عمداً کی جانے والی جنایات میں قصاص جاری نہیں ہوتا، کوئی مرد کسی عورت کو قتل کردے۔ تو اسے اس عورت کے قصاص میں قتل کردیا جائے گا، اسی طرح اگر مرد کو کوئی عورت قتل کردے تو وہ اس کے بدلہ میں قتل کردی جائے گی، لیکن جان لینے سے کم، دوسری جنایات میں مردوں اور عورتوں کے مابین قصاص جاری نہیں ہوگا بلکہ تاوان لاگو کیا جائے گا، کوئی مرد کسی عورت کا، یا کوئی عورت کسی مرد کا، ہاتھ، پاؤں یا کوئی انگلی عمداً کاٹ لے، یا اس کو موضحہ زخم لگا دے، ان صورتوں میں بھی قصاص نہیں دلوایا جائے گا، بلکہ تاوان لاگو کیا جائے گا، عورتوں اور مردوں کے درمیان قصاص کا معاملہ صرف قتل نفس کیلئے ہے۔

عورتوں پر جنایات کا تاوان:

وارش جراحتھن علی النصف من ارش جراحات الرجال لان دیاتھم علی النصف من دیات الرجال. لو قطع رجل ید امرأة کان علیه نصف دیتھا ودیتھا خمسة آلاف. فیکون علیه ألفان وخمسمائة او خمسة وعشرون بعیرا۔

چونکہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہے لہٰذا عورت کو لگائے جانیوالے زخموں کا تاوان ان مرد کے زخم کا آدھا ہوگا، مثلاً اگر کوئی مرد کسی عورت کا ہاتھ کاٹ لے تو اسے اس عورت کی دیت کا نصف دینا ہوگا، عورت کی دیت پانچ ہزار (درہم) ہے، لہٰذا مرد کو ڈھائی ہزار نقد یا پچیس اونٹ دینے ہوں گے۔

(۳۳۴) حدثنا ابن ابی لیلی عن الشعبی قال: کان علی رضی الله عنه یقول: دیة المرأة فی الخطأ علی النصف من دیة الرجل فیما دق وجل۔

شعبی نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: چھوٹی بڑی ہر جنایت پر جو خطأً کی گئی ہو، عورت کی دیت مرد کی آدھی

(۳۳۴) السنن الکبری للبیہقی: ۸۰: ۱۶۲، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۱۶۱۷۷۔

ہوگی۔''

آزاد اور غلام کے مابین قصاص:

و کذلك الاحرار والعبيد ليس بينهم قصاص فيما دون النفس. و اذا جنى حر على عبد فقتله عمدا بحديدة او جنى عبد على حر فقتله عمدا كان بينهما القصاص. ولو لم يكن عمدا و كان خطأ او فقأ عينيه اواحداهما او قطع اذنيه او احداهما فهو سواء. وفى ذلك الارش. ينظر ما نقص العبد فيكون لسيده على الجانى. ولو كان الحر قتل العبد خطأ كانت عليه قيمته لسيده بالغة ما بلغت. وفى قول ابى حنيفة رضى الله عنه لا يبلغ بقيمته دية الحر.

یہی حکم آزاد اور غلام کا ہ کہ بجز جان سے مار دینے کے کسی اور صورت میں ان کے مابین قصاص جاری نہیں کیا جاے گا ،کوئی آزاد کسی غلام کو کسی دھاردار ہتھیار سے عمداً قتل کردے تو ان کے درمیان قصاص جاری کیا جائے گا۔

اگر جنایت دانستہ نہ رہی ہو بلکہ خطاً واقع ہوگئی ہو یا آزاد نے غلام کی ایک آنکھ یا دونوں آنکھیں پھوڑ دی ہوں، یا ایک کان یا دونوں کان کاٹ لئے ہوں تو ان تمام صورتوں میں مجرم پر تاوان لاگو کیا جائے گا۔ تاوان کی تعداد مقرر کرنے میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس جنایت کے نتیجہ میں غلام کی قیمت میں کتنی کمی آگئی ہے، یا تاوان مجرم سے وصول کیا جاے گا اور غلام کے مالک کا حق ہوگا۔ اگر آزاد آدمی نے کسی غلام کو خطاً قتل کردیا ہو تو اسے اس کے مالک کو اس کی پوری قیمت ادا کرنی ہوگی، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، البتہ ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کی رائے یہ تھی کہ اتنی قیمت نہیں لگائی جاسکتی جو آزاد مرد کی دیت کے مساوی ہوجائے۔

(۳۳۵) قال حدثنا سعيد عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن قالا فى الحر يقتل العبد خطأ: عليه قيمته يوم قتله بالغا ما بلغ.

آزاد مرد کے کسی غلام کو خطاً قتل کردینے کی صورت میں سعید بن مسیب اور حسن نے کہا ہے کہ:

''قاتل کو مقتول غلام کی وہ قیمت ادا کرنی ہوگی جو قتل کے دن رہی ہو، خواہ یہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔''

دو زخم لگانے کی صورت میں دیت، یا تاوان:

وايما رجل جرح رجلا جرحين خطأ فى مقام او مقامين فبرء منه. وان كان عمدا ففيه القصاص فى النفس. ولا ارش فى الذى برأ منه.

کوئی آدمی کسی کو ایک ہی مقام پر یا دو مختلف جگہوں پر غیر ارادی طور پر دو زخم لگادے، جن میں سے ایک اچھا ہوجائے اور دوسرے کے نتیجہ میں زخمی مرجائے، تو زخم لگانے والے کے عاقلہ کو جان کی دیت ادا کرنی ہوگی جس کی تفصیل

او پر گزر چکی ہے، جو زخم اچھا ہو گیا اس کا کوئی تاوان نہ لاگو ہوگا، اگر یہ زخم عمداً لگائے گئے ہوں تو جان لینے کا قصاص دلوایا جائے گا، اچھے ہو جانے والے زخم کا کوئی تاوان لاگو نہ ہوگا۔

وقد كان ابو حنيفة رحمه الله يقول: ان كان الذى برأ فى موضع يستطاع القصاص فيه. فان ذلك الى الامام ان شاء اقتص مما دون النفس ومن النفس وان شاء امر بالقصاص فى النفس وترك ما دون النفس.

اور (امام اہلسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) یہ فرماتے تھے کہ: اگر اچھا ہو جانے والا زخم ایسی جگہ رہا ہو اس کا قصاص لینا ممکن ہو تو معاملہ امام کی صوابدید پر موقوف ہوگا، وہ چاہے تو جان لینے اور اس سے کم تر جنایت، دونوں کا قصاص دلوا دے، یا صرف جان کے معاملہ میں قصاص جاری کرے اور اس سے کم تر کو نظر انداز کر دے۔

وان كان احد الجرحين خطأ والآخر عمدا فمات منهما جميعا فعلى عاقلته نصف الدية وعليه فى ماله النصف الآخر

وان مات من الخطأ وبرأ من العمد كانت الدية تامة على العاقلة فى الخطأ واقتص منه فى العمد.

وان كان انما مات من العمد وبرأ من الخطأ اقتص منه فى النفس وكان ارض الجرح الخطأ على العاقلة.

ان دونوں زخموں میں سے اگر ایک عمداً لگایا گیا ہو اور دوسرا خطأً لگ گیا ہو اور دونوں کے مجموعی اثر سے زخمی کی جان جاتی رہے تو آدھی دیت مجرم کے عاقلہ ادا کرنی ہوگی اور بقیہ نصف دیت مجرم پر اس کے مال میں واجب ہوگی۔

اگر قصداً لگایا گیا زخم اچھا ہو جائے لیکن خطائً لگانے جانے والے زخم سے زخمی کی جان جاتی رہے تو قتل خطاء کی پوری دیت عاقلہ کے ذمہ ہوگی اور مجرم سے دانستہ زخم کا قصاص لیا جائے گا، اگر زخمی کی موت قصداً لگائے جانے والے زخم سے واقع ہوئی ہو اور غیر ارادی طور پر لگایا جانے والا زخم اچھا ہو گیا ہو تو مجرم سے جان لینے کا قصاص لیا جائے گا اور نادانستہ زخم کا تاوان عاقلہ کے ذمہ ہوگا۔

ولو كان مات من الخطأ وبرأ من الجراحة العمد وليس فى مثلها قصاص فانما فيه دية واحدة على العاقلة ويبطل ارش العمد بمنزلة الخطأ والعمد يموت من احدهما وقد برأ من الآخر.

اگر خطاءً لگائے جانے والے زخم سے زخمی مر جائے اور قصداً لگائے جانیوالا زخم اچھا ہو چکا ہو، اور یہ زخم ایسا رہا ہو جس میں قصاص نہیں لیا جاتا (بلکہ تاوان لاگو کیا جاتا ہے) تو اس صورت میں صرف ایک پوری دیت لازم ہوگی جو مجرم کے عاقلہ کے ذمہ ہوگی، قصداً لگائے ہوئے زخم کا تاوان نہیں لیا جائے گا، جیسا کہ (مذکورہ بالا) اس صورت میں ہوتا ہے جب دانستہ اور نادانستہ دونوں طرح کے زخم لگائے گئے ہوں، ایک سے مجرم اچھا ہو جائے لیکن دوسرے سے مر جائے۔

قصاص کے نتیجہ میں موت:

قال: ولو ان رجلا قطع يد رجل بحديدة عمدا وبرأت فأمره الامام ان يقتص منه فاقتص منه فمات فان ابا حنيفة رضي الله عنه كان يقول: على العاقلة المقتص دية المقتص منه. وكان ابن ابي ليلى يقول نحوا من ذلك.

ایک آدمی دوسرے آدمی کا ہاتھ کسی دھاردار ہتھیار سے کاٹ لے، پھر یہ زخم اچھا ہوجائے اور امام زخمی کو مجرم سے قصاص لینے کی اجازت دے اور یہ شخص اس سے قصاص لے جس کے نتیجہ میں وہ (مجرم) مرجاے تو اس صورت میں (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) یہ فرماتے تھے کہ: قصاص لینے والے کے عاقلہ پر اس شخص کی دیت واجب ہوگی جس سے قصاص لیا گیا ہے، ابن ابی لیلیٰ بھی تقریبا یہی کہتے تھے۔

وقال ابو يوسف: لاشيء على المقتص للآثار التي جاءت في ذلك، انما هذا رجل اخذ له بحق واخذ من الميت بحق ولم يتعد عليه. انما قتله الكتاب والسنة

(لیکن) اس سلسلہ میں منقول آثار کی روشنی میں میری رائے یہ ہے کہ قصاص لینے والے پر کچھ بھی عائد نہیں ہوگا، اس شخص نے اپنا ایک حق وصول کیا ہے اور حق کی بناء پر مرنے والے سے بدلہ لیا ہے اور (بدلہ لینے میں) اس پر کوئی زیادتی نہیں کی ہے دراصل اسے کتاب وسنت نے قتل کیا ہے۔

بل ان كان اقتص منه بغير اذن الامام ولا رضاء المقتص منه مات المقتص منه من ذلك فالدية في مال الذي اقتص لنفسه. وكان ابو حنيفة رضي الله عنه يقول: هذا في الموضع الذي يمكن فيه القصاص

البتہ اگر اس شخص نے امام کی اجازت اور مجرم کی مرضی کے بغیر اس سے قصاص لیا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ مرگیا تو اس کی دیت اس شخص کے مال میں سے لی جائے گی جس نے بطور خود قصاص لے لیا۔ (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) (اپنی رائے کے بارے میں) فرماتے تھے کہ: یہ حکم اس صورت پر منطبق ہوگا جب زخم کی نوعیت ایسی ہو کہ اس کا قصاص لینا ممکن ہو۔

نابالغ وارث کی طرف سے قصاص:

قال ابو يوسف: واذا قتل الرجل وله وليان ابنان صغير وكبير ولا وارث له غيرهما فان الفقيه ابا حنيفة كان يقول: اقبل البينة من الكبير واقضي له بالقصاص ولا انتظر الى كبر الصغير، ويقول: ارأيت لو كبر هذا معتوها اكنت احبس هذا

اگر کوئی آدمی قتل کر دیا جائے اور اس کے صرف دو ولی ہوں، دو بیٹے، ایک چھوٹا اور ایک بڑا، اور ان کے علاوہ اس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو فقیہ ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) یہ فرماتے تھے کہ: میں بڑے کی گواہی قبول کر لوں گا اور چھوٹے کے بڑے ہونے تک ملتوی نہ رکھوں گا، وہ کہتے تھے غور کرو، اگر یہ بچہ بڑا ہو کر فاتر العقل ثابت ہوا کیا میں مجرم کو قید میں ڈالے رکھوں گا؟

وكان ابن ابي ليلى (رحمه الله) يقول: لا اقبل البينة حتى يكبر الصغير ويجعله مثل الغائب لا يقتل حتى يقدم الغائب۔

ابن ابی لیلیٰ یہ کہتے تھے کہ: جب تک چھوٹا لڑکا بڑا نہ ہو جائے میں گواہی نہیں قبول کروں گا، ابن ابی لیلیٰ چھوٹے لڑکے کو غیر حاضر (ولی) کی حیثیت میں رکھتے تھے، کہ اس صورت میں جب تک غیر حاضر (ولی) نہ آ جائے مجرم کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

وكان ابو حنيفة (رحمه الله) يقول: لا يشبه الغائب الصغير ولا يأخذ للكبير الغائب الا بو كالة۔ وكان ابن ابي ليلى يقبل الو كالة في الدم العمد ويقتص. وكان فقيهنا ابو حنيفة لا يقبل الو كالة في الدم العمد. وهذا احسن۔

اور (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) یہ کہتے تھے کہ: غیر حاضر اور چھوٹے (بچے) کا معاملہ یکساں نہیں کیونکہ ولی چھوٹے (بچے) کی طرف سے (قصاص) لے سکتا ہے لیکن غیر حاضر بڑے فرد کی طرف سے اسی وقت (قصاص) لے سکتا ہے جب کہ اس نے اپنا وکیل کر دیا ہو۔ اور ابن ابی لیلیٰ قتل عمد کے سلسلہ میں وکالت تسلیم کرنے اور قصاص دلوا دینے کے قائل تھے اور ہمارے فقیہ (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) قتل عمد کے سلسلہ میں وکالت نہیں تسلیم کرتے تھے اور یہی رائے سب سے زیادہ بہتر ہے۔

قال ابو يوسف: قد قتل الحسن بن علي رضي الله عنهما ابن ملجم ولعلي ولد صغير

(سیدنا) حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (سیدنا علی کے قصاص میں) ابن ملجم کو قتل کر دیا تھا حالانکہ (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے کئی چھوٹے بچے بھی چھوڑے تھے۔

گر کر مر جانے والے کی دیت:

قال ابو يوسف: وايما رجل من هؤلاء التجار الذين في الاسواق والارباض والمحال امر اجيرا عنده فرش في طريق فناء المسلمين فعطب به عاطب. فالضمان على الآمر وان كان امره فتوضأ في الطريق فالضمان على المتوضئ. من قبل ان منفعة الوضوء للمتوضئ ومنفعة

الرش للآمر

بازاروں، احاطوں اور سرائے خانوں کے تاجروں میں سے کوئی اپنے کسی مزدور کو حکم دے اور وہ مسلمانوں کے صحن کے راستہ میں پانی کا چھڑکاؤ کرے جس کے نتیجہ میں کوئی (آدمی یا جانور) پھسل کر گر پڑے اور مر جائے تو اس کی ضمان اس شخص پر ہوگی جس نے (چھڑکاؤ کا) حکم دیا تھا، البتہ اگر حکم دینے والے نے راستہ میں وضو کرنے کا حکم دیا اور اس شخص نے وضو کیا (جس کا پانی گرنے کے نتیجہ میں یہ سانحہ پیش آیا) تو اس کی ضمان وضو کرنے والے کے سر ہوگی (دونوں حالتوں میں حکم مختلف ہونے کی) وجہ یہ ہے کہ وضو کا فائدہ وضو کرنے والے کو ہوتا ہے اور چھڑکاؤ کا فائدہ حکم دینے والے کو حکم ہوتا ہے۔

وایما رجل استأجر اجیرا فحفر له بئرا فی طریق المسلمین بغیر امر السلطان فوقع فیها رجل فمات. فالقیاس ان یکون الضمان علی الاجیر. ولکننا ترکنا القیاس فی ذلك لان الاجراء لا یعرفون اذا تقادم ذلك فالضمان علی عاقلة المستأجر۔

کوئی شخص کسی مزدور کے ذریعہ مسلمانوں کی راہ گزر میں سلطان کے حکم کے بغیر کنواں کھدوائے اور کوئی آدمی اس میں گر کر مر جائے تو قیاس کی رو سے اس کی ضمان مزدور کے سر ہونی چاہئے لیکن ہم نے اس مسئلہ میں قیاس کو اختیار نہیں کیا ہے کیونکہ جب اس (کنوئیں کی تعمیر) پر زیادہ عرصہ گزر جاتا ہے تو مزدوروں کا پتہ نہیں ملتا، چنانچہ مرنے والے کی ضمان مستاجر کے عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔

فان عثر رجل بحجر فوقع فی هذه البئر فالضمان علی واضع الحجر فکانه دفعه بیده. فان لم یعرف للحجر واضع علی صاحب البئر وان دفعته دابة منفلتة فلا ضمان علی صاحب الدابة ولا صاحب البئر. وان کان للدابة سائق او قاهد او راکب فالضمان علیه۔

اگر کوئی آدمی کسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر اس کنوئیں میں گر پڑے اور مر جائے تو اس کی ضمان پتھر رکھنے والے کے سر ہوگی، گویا کہ اس نے اس آدمی کو اپنے ہاتھوں سے کنوئیں میں دھکیل دیا ہو، اگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ پتھر کس نے رکھا تو ضمان کنوئیں کے مالک کے ذمہ ہوگی، اگر مرنے والے کو کسی بھاگے ہوئے جانور نے دھکا دے کر (کنوئیں میں) گرا دیا ہو تو اس کی ضمان نہ تو جانور کے مالک کے ذمہ ہوگی نہ کنوئیں کے مالک کے ذمہ۔ اگر کوئی آدمی اس جانور کو ہانک رہا ہو یا اس کی رسی تھامے آگے آگے چل رہا ہو یا اس پر سوار ہو تو مرنے والے کی ضمان اس آدمی کے ذمہ ہوگی۔

فان سقط حائط فدفع رجلا فی البئر فعطب فان کان قد تقدم الی صاحب الحائط فی هدمه فلم یهدمه اخذ بذلك. وکل من عطب بالحائط فعلی صاحب الحائط. وان لم یتقدم الی صاحب الحائط فلا ضمان علیه فی شیء من ذلك. وعلی صاحب البئر ضمان الذی دفعه الحائط فی البئر۔

اگر کوئی دیوار اس طرح گر پڑے، کہ کسی آدمی کو کنوئیں میں گرا کر ہلاک کر دے تو اگر اس واقعہ سے قبل دیوار کے مالک کو اس (مخدوش) دیوار کو منہدم کر دینے کی ہدایت کی جا چکی تھی اور اس نے ایسا نہیں کیا تو اس سے اس کا مؤاخذہ کیا جائے گا، ایسی صورت میں دیوار گرنے کے نتیجہ میں گر کر مر جانے والے ہر شخص کی ضمان دیوار کے مالک کے سر ہوگی، لیکن اگر اس واقعہ سے پہلے اس طرح کی ہدایت نہیں کی گئی تھی تو ان صورتوں میں اس پر ضمان عائد نہیں ہوگی، اس صورت میں دیوار گرنے کے نتیجہ میں کنوئیں میں گر کر مر جانے والے کی ضمان کنوئیں کے مالک کے ذمہ ہوگی۔

وان زلق رجل بماء صبه رجل فی الطریق او بفضل وضوء توضأ به رجل او بماء رشه رجل فی الطریق فوقع فی البئر او سقط قبل ان یقع فی البئر بذلك الماء احد فعلی صاحب الماء الضمان. فان كان الماء ماء سماء فزلق به رجل فوقع فی البئر فعطب فعلی صاحب البئر الضمان.

اگر کسی آدمی نے راستہ میں پانی بہایا ہو، یا وضو کیا ہو اور اس کا فاضل پانی گرا ہو، یا راستہ میں پانی چھڑکا ہو اور اس پانی سے پھسل کر کوئی آدمی اس کنوئیں میں جا گرے اور مر جائے، یا کنوئیں میں گرنے سے پہلے ہی پھسل کر گرے اور مر جائے تو اس کی ضمان پانی گرانے والے کے ذمہ ہوگی۔

و كذلك رجل زلق من سطحه او عثر بثوبه فوقع من سطحه فی البئر فعطب. فعلی صاحب البئر.

یہی حکم اس آدمی کا ہے جو پھسل کر یا پاؤں میں کپڑے پھنس جانے کے سبب مکان کی چھت سے گر کر اس کنوئیں میں جا پڑے اور مر جائے، اس کی ضمان بھی کنوئیں کے مالک کے ذمہ ہوگی۔

و كذلك الماشی فی الطریق یعثر بثوبه فیقع فی البئر فعلی صاحب البئر. فان كان هذا الواقع علی رجل فقتله ضمن صاحب البئر الرجلین جمیعا.

یہی حکم اس راہ گیر کا ہے جو اپنے کپڑوں میں الجھ کر اس کنوئیں میں جا گرے اس کی ضمان بھی کنوئیں کے مالک کے ذمہ ہوگی، اگر یہ گرنے والا کسی دوسرے آدمی کے اوپر گرے اور وہ ادمی بھی مر جائے تو دونوں (مرنے والوں) کی ضمان کنوئیں کے مالک کے سر ہوگی۔

فان وقع فی البئر رجل فسلم فطلب الخروج منها فتعلق حتی اذا كان فی بعضها سقط فعطب. فلا ضمان علی صاحب البئر. لیس صاحب البئر فی هذا الموضوع بدافع له. ارأیت لو مشی فی اسفلها فعطب اكان صاحب البئر یضمن؟ لا ضمان علیه فی ذلك.

اگر کوئی آدمی کنوئیں میں گرے۔ لیکن اس کی جان سلامت رہے اور وہ اس میں سے نکلنے کی کوشش میں کسی چیز کے

سہارے لٹک کر اوپر آ رہا ہو، لیکن درمیان ہی سے گر کر مر جاتا ہے تو کنوئیں کے مالک پر کوئی ضمان لاگو نہیں ہوگی۔ اس صورت میں کنوئیں کے مالک کو اسے دھکیلنے والے کی حیثیت نہیں دی جا سکتی، غور کیجئے، اگر کوئی والا کنوئیں کی تہ میں چلے پھرے اور وہاں ٹھوکر کھا کر گر پڑے اور مر جائے تو کیا کنوئیں کے مالک کو اس کا ضامن قرار دیا جائے گا؟ (ظاہر ہے کہ) اس صورت مین اس پر کوئی ضمان عائد نہیں ہوگی۔

فان كان في البئر صخرة . فلما مشى في اسفلها عطب بالصخرة . فان كانت الصخرة في موضعها من الارض لم يضمن صاحب البئر . وان كان صاحب البئر اقتلعها من موضعها فوضعها في ناحية البئر ضمن . فان وقع فيها رجل فمات غما ضمن صاحب البئر

اگر کنوئیں کی تہہ میں کوئی بڑا سا پتھر تھا اور جب گرنے والا وہاں چلا پھرا تو اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر گرا اور مر گیا تو اگر یہ پتھر زمین میں اپنی قدرتی جگہ پر تھا تو کنوئیں کے مالک پر ضمان نہیں عائد ہوگی لیکن اگر کنوئیں کے مالک نے اس پتھر کو اس کی سابق جگہ سے اکھاڑ کر کنوئیں میں ایک کنارے رکھ دیا تھا تو اس پر ضمان عائد ہوگی۔ اگر کوئی آدمی کنوئیں میں گر جائے اور اسی قید میں اس کی جان چلی جائے تو اس کی ضمان کنوئیں کے مالک کے سر ہوگی۔

زنا کی گواہی:

قال: ومن رفع الى الامام وقد زنى فشهد عليه اربعة شهود احرار مسلمون بالزنا . وافصحوا بالفاحشة سئل عنهم فان زكوا وكان المشهود عليهما ليسا بمحصنين جلد كل واحد من الرجل والمرأة مائة جلدة

زنا کرنے والے کا معاملہ جب امام کے سامنے پیش کیا جائے اور چار آزاد مسلمان مرد واضح اور صریح الفاظ میں اس کے فعل زنا کے مرتکب ہونے پر گواہی دیں تو پہلے ان گواہوں کی جانچ کی جائے، اگر یہ ثقہ ثابت ہوں اور جن دو افراد کے خلاف گواہیاں دی گئی ہیں وہ دونوں بیاہے نہ ہوں تو مرد اور عورت دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔

مرد کو کوڑے مارنے کا طریقہ:

فاما الرجل فيضرب في ازار وهو قائم ويفرق الجلد على اعضائه كلها ما خلا الوجه والفرج . وقد قال بعضهم : والرأس . وقال : عامة الفقهاء يضرب الرأس . فكان احسن ما رأينا في ذلك ان يضرب الرأس لما بلغنا عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه .

مرد کو کوڑے مارتے وقت کھڑا رکھا جائے گا اور اس کے بدن پر صرف ایک تہبند ہوگا کوڑے چہرہ اور شرم گاہ کے علاوہ سارے اعضاء پر لگائے جائیں گے (نہ یہ کہ سارے کوڑے ایک ہی عضو یا چند اعضاء پر لگا دیئے جائیں) بعض

فقہاء سر کو بھی مستثنیٰ قرار دیتے ہیں لیکن زیادہ تر فقہاء نے یہی کہا ہے کہ سر پر بھی کوڑے مارے جائیں گے، (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے مروی ایک اثر کی بناء پر ہمارے نزدیک بہتر رائے یہی ہے کہ سر پر بھی کوڑے لگائے جا سکتے ہیں۔

(۳۳۶) حدثنا ابن ابی لیلی عن عدی بن ثابت عن المهاجر بن عميرة عن علی رضی الله عنه انه اتی برجل فی حد. فقال: اضرب واعط کل عضو حقه. واتق الوجه والفرج.

مہاجر بن عمیرہ نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس پر حد قائم کرنی تھی، آپ نے کوڑے مارنے والے فرمایا: (کوڑے) مارو اور ہر عضو کو ماریں سے اس کا حصہ دو اور چہرہ اور شرم گاہ پر نہ مارو۔''

عورت کو کوڑے مارنے کا طریقہ:

قال: واما المرأة فتضرب وهي قاعدة تلف عليها ثيابها حتى لا تبدو عورتها.

عورت کو بٹھا کر کوڑے مارے جائیں گے اور اس کے کپڑے اس پر اس طرح لپیٹ دیئے جائیں گے کہ (کوڑے مارنے کے دوران) اس کی ستر نہ ظاہر ہو سکے۔

اوسط درجہ کی چوٹ لگانے کا حکم:

ويجلدان جلدا بين الجلدين ليس بالتمطي ولا بالخفيف.

عورت اور مرد دونوں کو اوسط درجہ کی چوٹ لگائی جائے گی نہ تو بہت سخت، نہ بہت ہلکی۔

(۳۳۷) هكذا حدثني اشعث عن ابيه. قال: شهدت ابا برزة اقام الحد على امرأة وعنده نفر من الناس. فقال: اجلدها جلدا بين الجلدين. ليس بالتمطي ولا بالخفيف. واضربها وعليها ملحفة. ولكن السوط الذي تضرب به سوطا بين السوطين ليس بالشديد ولا باللين.

مجھ سے اشعث نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:

''میں نے ابو برزہ کو ایک عورت پر حد جاری کرتے دیکھا، آپ کے پاس بہت سے دوسرے لوگ بھی تھے، آپ نے فرمایا: اسے اوسط درجہ کی مار مارو، نہ زیادہ سخت، نہ زیادہ ہلکی، اور اسے کوئی لبادہ اوڑھا کر تب مارنا۔ جس کوڑے سے مارا جائے وہ بھی درمیانی قسم کا ہونا چاہئے، نہ بہت سخت ہو اور نہ بہت نرم۔''

---

(۳۳۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۔۸۶ ، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۵۱۷۔

(۳۳۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۔۸۶ ۔

(۳۳۸) هكذا حدثنا محمد بن عجلان عن زيد بن اسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم اتى رجل اصاب حدا . فاتى بسوط حديد شديد فقال: دون هذا. فاتى بسوط منتشر فقال: فوق هذا. فاتى بسوط قد يبس فقال: هذا .

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جو حد کا مستحق قرار پا چکا تھا، آپ کے پاس ایک بہت سخت کوڑا لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے ہلکا لاؤ، پھر ایک ڈھیلا ڈھالا لایا گیا تو آپ نے فرمایا: زیادہ سخت لاؤ، پھر ایک سوکھا ہوا کوڑا لایا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے۔''

(۳۳۹) (قال ابو يوسف) وحدثنا عاصم عن ابي عثمان قال: اتى عمر رضى الله عنه برجل في حد فدعا بسوط فاتى به وفيه لين. فقال: اشد من هذا. فاتى بسوط بين اسوطين فقال: اضرب. ولا يرى ابطك. واعط كل عضو حقه.

ابو عثمان نے کہا ہے کہ:

''عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی کو حد جاری کرنے کیلیے لایا گیا آپ نے کوڑا طلب کیا جو کوڑا لایا گیا وہ قدرے نرم تھا آپ نے فرمایا: اس سے سخت لاؤ پھر آپ کے پاس ایک درمیانی درجہ کا کوڑا لایا گیا تو آپ نے کہا کہ: مارو۔ (مارنے میں ہاتھ کو اتنا ہی اوپر اٹھاؤ کہ) تمہاری بغل نہ دکھائی دے اور ہر عضو بدن کو اس کا حق دو۔''

رجم:

وان شهدوا بالزنا على محصن او محصنة وافضحوا بالفاحشة امر الامام برجمهما .

اگر (چار آزاد مسلمان مرد) کسی شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت کے خلاف گواہی دیں اور واضح اور صریح الفاظ میں فعل زنا کو اس کی طرف منسوب کریں تو امام مجرم کے رجم کا حکم صادر کر دیگا۔

(۳۴۰) حدثنا مغيرة عن الشعبي ان اليهود قالوا للنبي ﷺ: ما حد الرجم؟ قال: اذا شهد اربعة وانهم رأوه يدخل الميل في المكحلة فقد وجب الرجم .

شعبی سے روایت ہے کہ:

''یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: رجم کب کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: جب چار افراد یہ گواہی دیں

(۳۳۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۶۷۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۵۱۶۔

(۳۴۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۲۶۔

کہ انہوں نے مجرم کو (اپنا آلہ تناسل عورت کی شرم گاہ میں) اس طرح داخل کرتے دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی داخل کی جاتی ہے تو رجم واجب ہو جاتا ہے۔"

قال: وينبغي ان يبدء بالرجم الشهود ثم الامام ثم الناس. فاما الرجل فلا يحفر له. واما المرأة فيحفر لها الى السرة.

سنگ ساری کی ابتداء گواہوں سے کرنی چاہئے ان کے بعد امام کو اور پھر عام لوگوں کو پتھر مارنے چاہئیں۔ عورت (کو سنگسار کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس) کیلئے ناف تک گہرا ایک گڑھا کھودا جائے گا جب کہ مرد کیلئے گڑھا نہیں کھودا جائے گا۔

(۳۴۱) وهكذا حدثنا يحيى بن سعيد عن مجالد عن عامر ان عليا رضى الله عنه رجم امرأة فحفر لها الى السرة. قال عامر: ناشهدت ذلك.

عامر سے روایت ہے کہ:

"(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو سنگسار کیا تھا تو اس کیلئے ناف تک گہرا ایک گڑھا کھودا گیا تھا، عامر نے کہا ہے کہ میں بذات خود اس واقعہ میں شریک تھا۔"

(۳۴۲) وقد بلغنا ان النبي ﷺ لما اتته الغامدية فأقرت عنده بالزنا امر بها فحفر لها الى الصدر وامر الناس فرجموا. ثم امر بها فصلى عليها ودفنت.

اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس قبیلہ غامد کی ایک عورت نے آکر زنا کا اقرار کیا تھا آپ نے اس کیلئے سینہ تک گہرہ ایک گڑھا کھدوایا تھا اور پھر لوگوں کو پتھر مارنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ انہوں نے اسے پتھر مار کر ہلاک کر دیا، پھر آپ کے حکم سے اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

زنا کا اقرار:

قال: ومن اتى الامام فاقر عنده بالزنا. فلا ينبغي له ان يقبل منه قوله حتى يردده فاذا اتاه فأقر عنده اربع مرات كل مرة يردده فيها ولا يقبل منه سأل عنه: هل به لمم؟ هل به جنون؟ هل في عقله شيء ينكر؟ فاذا لم يكن به شيء من ذلك. فقد وجب عليه الحد

اگر کوئی شخص امام کے پاس آکر یہ اقرار کرے کہ اس نے زنا کیا ہے تو امام کو چاہئے کہ اس کی بات اس وقت تک نہ

(۳۴۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۶

(۳۴۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۷

مانے جب تک وہ اسے بار بار نہ کہے، اگر وہ چار بار ارتکاب زنا کا اقرار کرلے جب یہ ہر بار امام اس بیان نہ تسلیم کرتے ہوئے اس کو اپنی بات دوبارہ کہنے کا موقع دے رہا ہو، تو امام کو اس بارے میں معلوم کرنا چاہئے کہ وہ خبط الحواس یا پاگل تو نہیں، اس کی عقل میں کچھ فتور تو نہیں آ گیا ہے؟ اگر معلوم ہو کہ وہ ان میں سے کسی چیز میں بھی مبتلا نہیں ہے تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔

فان كان محصناً فالرجم. والذى يبدئبالرجم فى الاقرار الامام ثم الناس. وان كان بكرا امر بجلده مائة جلدة. هكذا بلغنا ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فعل بماعز بن مالك حين اتاه فاعترف عنده بالزنا.

اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے گا، زنا کے اقرار کی بناء پر رجم کیا جارہا ہو تو سنگساری کی ابتداء امام کرے گا، پھر دوسرے لوگ پتھر مارنا شروع کریں گے، اگر اقرار کرنے والا کنوارا ہو تو امام حکم دے گا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب ماعز بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کا زنا کا اعتراف کیا تھا تو آپ نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔ جب ماعز بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کا زنا کا اعتراف کیا تھا تو آپ نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔

(۳۴۳) حدثنا محمد بن عمرو عن ابى سلمة عن ابى هريرة رضى الله عنه قال: جاء ماعز بن مالك الى النبى ﷺ فقال انى زنيت. فأعرض عنه حتى اتاه اربع مرات. فامر به فرجم. فلما اصابته الحجارة ادبر يشتد. فلقيه رجل بيده لحى جمل فضربه به فصرعه فذكر للنبى ﷺ فراره حين مسته الحجارة فقال: هلا تركتموه؟

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

''ماعز بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ کہا کہ میں نے زنا کیا ہے، آپ نے منہ پھیر لیا، تا آنکہ اس نے چار بار سامنے آ کر یہی بات کہی پھر آپ نے حکم صادر فرمایا اور اسے رجم کیا گیا، جب اسے پتھر کی چوٹ لگی تو وہ منہ پھیر کر بھاگا، راستہ میں اس کی مڈبھیڑ ایک ایسے شخص سے ہوئی جس کے ہاتھ میں اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی اس نے اس سے ماعز کو مار گرایا جب ماعز کے پتھر کی چوٹ کھا کر بھاگنے کا ماجرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا تو آپ نے فرمایا: تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟''

(۳۴۴) وقد بلغنا ان النبى ﷺ سأل عن عقل ماعز بن مالك فقال هل تعلمون بعقله

(۳۴۳) مسند احمد بن حنبل: ۹۸۴۵، صحیح البخاری: ۶۸۱۵، صحیح مسلم: ۱ ۱۶ سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۴۔

بأسا هل تنکرون منه شيئا؟ فقالوا: لا نعلمه الا وفی العقل من صلحائنا فیما نری۔

اور ہمیں یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ماعز کی عقل کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کی تھی، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کی عقل میں کچھ فتور آ گیا ہے؟ اس سے عجیب قسم کی حرکتیں تو نہیں سرزد ہوتیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ پختہ عقل کا ہے اور ہمارے سمجھدار لوگوں میں سے ہے۔

محصن کی تعریف:

وقد اختلف اصحابنا فی الاحصان. فقال بعضهم :لا یکون المسلم الحر محصن. الا بامرأة حرة مسلمة قد دخل بها ولا یکون علی الذمیة من اهل الکتاب وغیر هم احصان. وقال بعضهم :علی اهل الکتاب احصان. بعضهم یحصن بعضا. و کذا جمیع اهل الذمة. وقال بعضهم فی الحر المسلم یکون تحته الأمة: انها لا تحصنه. وانما علیه الجلد فی الزنا. وان کانت تحته امرأة من اهل الکتاب انها تحصنه. وقال بعضهم :لا تحصنه. وقال بعضهم :یحصنها ولا تحصنه. قال: و احسن ما سمعنا من ذلك والله اعلم ان الحر المسلم لا یکون محصنا الا بامرأة مسلمة حرة. واذا کانت تحته المرأة من اهل الکتاب فهو محصن لها ولیست بمحصنة له.

احصان کیا ہے، اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف ہے، بعض نے یہ کہا ہے کہ: آزاد مسلمان مرد اس وقت تک محصن نہیں قرار پائے گا جب تک وہ کسی آزاد مسلمان عورت (سے نکاح کر کے اس) کے ساتھ خلوت صحیحہ نہ کر چکا ہو، اہل کتاب یا دوسرے مذاہب کی کسی ذمی عورت سے ہم بستری اسے محصن قرار نہیں دے سکتی۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ: اہل کتاب کے ساتھ (نکاح اور خلوت صحیحہ) سے بھی احصان کی شرط پوری ہو جاتی ہے، مسلمان مرد اپنی کتابیہ بیوی کو، اور کتابیہ عورت اپنے مسلمان شوہر کو محصن بنا دینے کیلئے کافی ہے اور اسی اصول کا اطلاق تمام اہل ذمہ پر ہوگا۔ آزاد مسلمان مرد کے تحت اگر اس کی لونڈی ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ لونڈی اس مرد کو محصن نہیں بنا سکتی اور اگر وہ مرد زنا کا مرتکب ہو تو اسے کوڑے مارنے کی سزا دی جائے گی، البتہ اگر اس کے نکاح میں کوئی کتابیہ عورت ہو تو وہ محصن قرار پائے گا۔

لیکن بعض دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ (کتابیہ عورت) اس مرد کو محصن بنانے کیلئے کافی نہیں، بعض دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس (آزاد مسلمان) مرد کے سبب وہ (کتابیہ بیوی) محصن قرار پا جائے گی مگر اس (کتابیہ بیوی کے سبب اس مرد کو محصن قرار نہیں دیا جائے گا۔ ہم نے اس سلسلہ میں جو موزوں ترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی آزاد

مسلمان مرد کسی آزاد مسلمان عورت کے بغیر محصن قرار نہیں دیا جا سکتا، اگر اس کے نکاح میں کوئی کتابیہ عورت ہو تو وہ عورت اس کے سبب محصنہ قرار پا جائے گی مگر اس عورت کے سبب یہ محصن قرار نہیں پائے گا، واللہ اعلم۔

(۳۴۵) حدثنا مغیرة عن ابراهیم والشعبی فی الحر یتزوج الیهودیة و النصرانیة ثم یفجر.
قالا: یجلد ولا یرجم
اس مسلمان آزاد مرد جو کسی یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کرنے کے بعد کسی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرتا ہے کے بارے میں ابراہیم اور شعبی دونوں حضرات نے کہا ہے کہ:
''اسے کوڑے مارے جائیں گے سنگسار نہیں کیا جائے گا۔''

(۳۴۶) قال: وحدثنا عبدالله عن نافع عن ابن عمر انه کان لایری مشرکة محصنة.
''نافع نے (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی مشرکہ عورت کسی مرد کو محصن نہیں بناتی۔''

(۳۴۷) قال (ابو یوسف رحمه الله): وحدثنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال: لایحصن الرجل یهودیة ولا نصرانیة ولا بأمته.
ابراہیم نے کہا ہے کہ:
''کوئی یہودی یا نصرانی عورت کسی مرد کو محصن نہیں بناتی اور نہ اس شخص کی لونڈی اسے محصن قرار دینے کیلئے کافی ہے۔''

سزائے رجم کا التواء:

والمرأة اذا شهد علیها بالزنا وهی محصنة او اقرت بذالك اربع مرات وهی حامل فلا ینبغی ان ترجم حتی تضع ما فی بطنها. هکذا بلغنا ان النبی ﷺ فعل.
اگر چار گواہوں کے نتیجہ میں یا خود عورت کے چار بار اقرار کرنے کے سبب کسی شادی شدہ عورت کے خلاف ارتکاب زنا کا جرم ثابت ہو جائے لیکن وہ حاملہ ہو تو اسے اس وقت تک سنگسار نہیں کرنا چاہئے جب تک وضع حمل نہ ہو جائے، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

(۳۴۸) حدثنا ابان عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی قلابة عن ابی المهلب عن عمران بن حصین ان

---

(۳۴۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۵۰۔

(۳۴۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۵۳۔

امرأة من جهينة اتت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: انى اصبت حدا فأقمه علي. قال: وهى حامل. فأمر ان يحسن اليها حتى تضع. فلما وضعت جاءت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأقرت بمثل الذى كانت اقرت به. فأمر بها فأسبلت ثيابها عليها ثم رجمها وصلى عليها فقيل له: يا رسول الله. تصلى عليها وقد زنت. فقال: لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من اهل المدينة لوسعتهم. وهل وجدت افضل من ان جادت بنفسها

عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

''قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ کہا کہ میں حد کی مستحق ہوگئی ہوں لہٰذا مجھ پر حد جاری کیجئے (راوی) کہتا ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی آپ نے وضع حمل تک اس عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی جب وہ بچہ جن چکی تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پھر اسی جرم کا اقرار کیا جس کا اقرار پہلے کرچکی تھی، آپ کے حکم سے اس کو اس کے کپڑے اچھی طرح اوڑھا دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کیا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی، اس پر آپ سے کہا گیا: اللہ کے رسول! اس نے زنا کیا تھا پھر بھی آپ اس کی نماز جنازہ ادا کررہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اس نے ایسی توبہ کی ہے جو اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کردی جائے تو ان سب کیلئے کافی ہو۔ کیا تم نے اس سے بڑا کارنامہ دیکھا ہے کہ اس نے اپنی جان خود قربان کردی۔''

زنا کی گواہی:

فان شهد اربعة بالزنا على رجل او امرأة وهم عميان فينبغي للامام ان يحدهم ولا حد على المشهود عليه. وكذلك لو كان عبيدا. وكذلك لو كانوا محدودين فى قذف. وكذلك لو كانوا اهل ذمة. لا يجوز فى ذلك.

اگر کسی مرد یا عورت کے خلاف ارتکاب زنا کی گواہی دینے والے چاروں گواہ اندھے ہوں تو امام کو چاہئے کہ اس مرد یا عورت کو کوئی سزا نہ دے جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے بلکہ ان گواہوں پر (قذف کی) حد جاری کرے، یہی سلوک ان گواہوں کے ساتھ بھی کیا جائے گا جو غلام یا ذمی ہوں یا جن پر قذف کے جرم میں حد جاری کی جاچکی ہو۔

غلا شهادة اربعة احرار مسلمين عدول. فان كانوا اربعة فساقا او سئل عنهم فلم يزكوا فلا حد عليهم لانهم اربعة ولا حد على المشهود عليه.

---

(۳۴۸) مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۱۰، صحیح مسلم: ۱۶۹۶، سنن ابی داود: ۴۴۴۰۔

زنا کے سلسلے میں صرف وہی گواہیاں معتبر ہیں جو چار آزاد، مسلمان مرد دیں جو راستباز بھی ہوں، اگر چار فاسق افراد گواہی دیں یا گواہ راستبازی کی جانچ میں ٹھیک ثابت نہ ہوں تو جس کے خلاف گواہی دی گئی ہو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی ان گواہوں پر بھی کوئی حد جاری نہیں کی جائے گی کیوں کہ وہ تعداد میں چار ہیں۔

(۳۴۹) قال: حدثنا اشعث عن الشعبی فی اربعة شهدوا علی رجل بالزنا فکان احدهم لیس بعدل ولم یکونوا کلهم عدولا قال: لا اجلد احدا منهم۔

ہم سے اشعث نے شعبی کی یہ روایت بیان کی ہے کہ:

''اگر چار افراد ایک مرد کے خلاف زنا کی گواہی دیں لیکن ان گواہوں میں سے ایک یا چاروں راستباز ثابت نہ ہو سکیں تو (امام) شعبی کا کہنا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو بھی (قذف کی سزا کے طور پر) کوڑے نہیں ماروں گا۔''

عورتوں کی گواہی:

(۳۵۰) قال وحدثنا الحجاج عن الزهری قال: مضت السنة من لدن رسول الله ﷺ والخلیفتین من بعده ان لا تجوز شهادة النساء فی الحدود۔

زہری نے کہا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اور آپ کے بعد دونوں خلفاء کے زمانہ سے یہ طریقہ قائم رہا ہے کہ شرعی سزاؤں کے سلسلہ میں عورتوں کی گواہی تسلیم نہیں کی جاتی۔''

تعیین جرم:

قال: ومن رفع وقد شرب الخمر کثیرا او قلیلا فعلیه الحد۔ قلیل الخمر و کثیرها حرام یجب فیه الحد۔ والسکر من کل شراب حرام یجب فیه الحد۔

جس شخص نے انگور کی شراب پی ہو اور اسے امام کے سامنے پیش کیا جائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی خواہ اس نے تھوڑی شراب پی ہو یا زیادہ، انگوری شراب کم ہو یا زیادہ بہر حال حرام ہے اور اس (کے پینے) سے حد واجب ہو جاتی ہے، نشہ، خواہ کسی مشروب سے پیدا ہو حد واجب کر دیتا ہے۔

(۳۵۱) حدثنا الحجاج عن حصین عن الشعبی عن الحارث عن علی رضی الله عنه قال: فی قلیل

---

(۳۴۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۸۷۔

(۳۵۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۱۴۔

(۳۵۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۹۳۔

الخمر و كثيرها ثمانون جلدة)
(سيدنا) علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ:
''انگوری شراب کم پی جائے یا زیادہ اس کی سزا اسی (کوڑے) ہے۔''

(۳۵۲) قال وحدثنا الحجاج عن عطاء قال: ليس في شيء من الشراب حد يسكر الا الخمر۔
عطاء نے کہا ہے کہ:
''انگوری شراب کے علاوہ کسی اور مشروب (کی بناء) پر اسی وقت حد واجب ہوگی جب اس سے نشہ پیدا ہو جائے۔''

شراب خوری کی سزا:

(۳۵۳) قال: وحدثنا ابن ابي عروبة عن عبدالله الداناج عن حصين عن علي رضي الله عنه قال: جلد رسول الله ﷺ اربعين وابو بكر الصديق رضي الله عنه اربعين و كملها عمر بن الخطاب رضي الله عنه ثمانين وكل سنة. يعني في الخمر۔
(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شراب پینے پر) چالیس کوڑوں کی سزا دی، اور (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑوں کی سزا دی پھر (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی تعداد پوری کر کے اسی کر دی، دونوں ہی تعدادیں سنت ہیں آپ کی مراد انگوری شراب پینے کی سزا سے تھی۔''

والذي اجمع عليه اصحابنا انه يضرب من شرب الخمر قليلا او كثيرا ثمانين. ومن سكر من غير الخمر من الشراب حتى يذهب عقله وحتى لا يعرف شيئا ولا ينكره فعليه الحد ثمانين
وضرب عمر بن الخطاب رضي الله عنه في السكر من النبيذ ثمانين
اس بات پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ جس شخص نے انگوری شراب کم یا زیادہ پی ہوا سے اسی کوڑے مارے جائیں گی، جو شخص انگوری شراب کے علاوہ کوئی اور شراب پی کر نشہ میں مبتلا ہو جائے، اس کی عقل معطل ہو جائے، اور بھلے برے کی تمیز جاتی رہے اس پر بھی اسی کوڑوں کی حد جاری کی جائے گی، (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبیذ پی کر نشہ میں مبتلا ہو جانے والے کو اسی کوڑے لگائے ہیں۔

---

(۳۵۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۱۳۹۔۲۔

(۳۵۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/ ۳۵۰، مسند احمد بن حنبل: ۶۲۴۔

ہر نشہ آور چیز پر سزا:

(۳۵۴) حدثنا الشيباني عن حسان بن المخارق قال: ساير رجل عمر بن الخطاب في سفر وكان صائما. فلما أفطر الصائم اهوى الى قربة لعمر رضي الله عنه معلقة فيها نبيذ. فشرب منها فسكر. فضربه عمر رضي الله عنه الحد. فقال له الرجل: انما شربت من قربتك. فقال عمر رضي الله عنه انما جلدتك لسكرك لا على شربك.

حسان بن مخارق نے کہا ہے کہ:

''ایک شخص ایک سفر میں (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا یہ شخص روزہ سے تھا، جب اس نے روزہ افطار کرلیا تو (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک نبیذ کا کپا جو او پر لٹکایا ہوا تھا اس کو اتارا اور اس میں سے پیا اسے نشہ آ گیا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کی، اس آدمی نے آپ سے کہا: میں نے تو آپ ہی کے برتن سے پیا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کہ: میں میں نے تمہیں نشا آنے کی بناء پر کوڑے مارے ہیں (نبیذ) پینے کی بناء پر نہیں مارے ہیں۔''

(۳۵۵) قال وحدثني مسعر قال: حدثني ابو بكر بن عمرو بن عتبة ذكر عن عمر رضي الله عنه قال لا حد الا فيما حبس العقل.

(سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''حد صرف اس چیز (کے پینے) پر جاری کی جائے گی جو عقل معطل کردے۔

سزا دینے کا وقت:

ولا ينبغي ان يقام الحد على السكران حتى يفيق. هكذا بلغنا ان عليا رضي الله عنه فعل بالنجاشي.

نشہ میں مبتلا آدمی پر حد اس وقت جاری کرنی چاہئے جب اس کا نشہ اتر جائے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔''

(۳۵۶) وحدث مغيرة عن ابراهيم قال: اذا سكر الانسان ترك حتى يفيق ثم يجلد.

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

(۳۵۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۰۱۔

(۳۵۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۱۵، ۲۸۴۱۶۔

(۳۵۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۶۲۶۔

''جب کسی آدمی کو نشہ آ جائے تو اسے نشہ اترنے تک چھوڑ دیا جائے گا پھر کوڑے لگائے جائیں گے۔''

رمضان میں شراب پینے پر تعزیر:

ومن رفع وقد شرب خمرا في رمضان او شرب شرابا غير الخمر فكسر منه وذلك في رمضان فانه يضرب الحد ويعزر بعد الحد سواطا بلغنا ذلك او نحو منه عن علي و عمر رضي الله عنهما

رمضان میں انگوری شراب پینے یا انگور کے علاوہ کسی اور چیز کی شراب پی کر نشہ میں مبتلا ہو جانے والے کا معاملہ پیش کیا جائے تو اسے حد کے بقدر کوڑے مارنے کے بعد تعزیر کے طور پر چند کوڑے اور مارے جائیں گے۔ یہ بات یا اس سے ملتی جلتی بات ہمیں (سیدنا) علی اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں معلوم ہوئی ہے۔

(۳۵۷) حدثنا الحجاج عن ابي سنان قال: اتي عمر رضي الله عنه برجل قد شرب خمرا في رمضان فضربه ثمانين وعزره عشرين.

ابو سنان نے کہا ہے کہ:

''عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے رمضان میں انگور کی شراب پی تھی آپ نے اسے اسی کوڑے مارے پھر بطور تعزیر بیس کوڑے اور مارے۔''

(۳۵۸) قال: وحدثنا الحجاج عن عطاء بن ابي مروان عن ابيه عن علي رضي الله عنه مثل ذلك في رجل اتي به وقد شرب في رمضان الخمر.

''(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے رمضان میں انگور کی شراب پی تھی، تو آپ نے ایسا ہی کیا (جیسا کہ اوپر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہوا ہے)۔''

اتہام زنا:

قال ابو يوسف: ومن رفع وقد قذف رجلا حرا مسلما بالزنا فشهد عليه بذلك شاهدان فعدلا او كان اقر بقذفه له ضرب الحد. وكذلك لو كان قذف ام رجل او اباه وهما مسلمان فانه يضرب الحد. وان لم يكن هذا القاذف ضرب للاول حتى قذف آخر فانه يضرب لهما جميعا حدا واحدا.

جب کسی ایسے شخص کا معاملہ پیش کیا جائے جس نے کسی آزاد مسلمان مرد پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور دو گواہ اس بات کی

(۳۵۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۶۹۲۔

(۳۵۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۶۹۱۔

گواہی دیں اور یہ دونوں راست باز ثابت ہو جائیں تو اس پر حد جاری کی جائے گی، ئی طرح اگر ملزم نے کسی شخص کی ماں یا باپ پر جو مسلمان ہوں زنا کی تہمت لگائی ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی، اگر جرم قذف کا ارتکاب کرنے والا اپنے جرم کی سزا پانے سے پہلے کسی دوسرے آدمی پر بھی زنا کی تہمت لگا دے تو اس پر ان دونوں جرموں کی سزا میں صرف ایک ہی حد جاری کی جائے گی۔

فان كان القاذف عبدا ضرب حد العبد اربعين. فان لم يكن ضرب بعد ما قذف حتى اعتق ثم قدمه الى الحاكم فانه لا يزيده على الاربعين. لانها هي التي كانت وجبت عليه يوم قذف. فان لم يكن ضرب بعد العتق حتى قذف آخر ضرب للاول وللثاني ثمانين. وكذلك لو كان ضرب من الثمانين اسواطا ثم قذف آخر كملت له الثمانون ويحتسب بما مضى ولا يضرب ثمانين مستقبلة ما بقي من الحد سوط. وان قذف رابعا وقد بقي من الثمانين سوط كملت له الثمانون ولم يضرب للرابع سوى ما ضرب. فان كملت له الثمانون ثم قذف آخر ضرب لذلك ثمانين اخرى بعد ان يحبس حتى يخف الضرب.

زنا کی تہمت لگانے والا اگر غلام ہو تو اس پر وہ حد نافذ کی جائے گی جو غلام کے لئے مقرر ہے یعنی چالیس کوڑے مارے جائیں گے، اگر ارتکاب قذف کے بعد سزا پانے سے پہلے یہ غلام آزاد کر دیا جائے اور پھر اسے حاکم کے سامنے لایا جائے تو بھی اسے صرف چالیس کوڑے لگائے جائیں گے کیونکہ ارتکاب جرم کے وقت اس پر اتنی ہی سزا واجب ہوئی تھی، اگر آزاد ہونے کے بعد سزا پانے سے پہلے یہ ملزم کسی دوسرے آدمی پر زنا کی تہمت لگا دے تو ان دونوں جرموں کی سزا میں اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

اسی طرح ملزم اگر سزا شروع ہونے اور چند کوڑے کھانے کے بعد کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگا دے تو مجموعی طور پر صرف اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اور اس نئی تہمت کی سزا بھی اسی میں شامل کی جائے گی، اسی کوڑے پورے ہونے میں ایک کوڑے کی بھی کمی ہو اور مجرم از سر نو قذف کا ارتکاب کرے تو بھی اسے از سر نو اسی کوڑے نہیں مارے جائیں گے یہاں تک کہ اگر ایک کوڑا باقی ہو اور مجرم چوتھی بار قذف کا ارتکاب کرے تو بھی (صرف ایک کوڑا اور مار کر) اسی کوڑوں کی تعداد پوری کی جائے گی اور چوتھی بار قذف کی سزا میں ان کوڑوں کے علاوہ مزید سزا نہیں دی جائے گی جو مارے جا چکے ہیں، البتہ اگر اسی کوڑے پورے ہو چکے ہوں اور اس کے بعد یہ مجرم کسی دوسرے فرد پر زنا کی تہمت لگا دے تو اسے کچھ عرصہ قید میں رکھنے کے بعد تاکہ چوٹ نا قابل برداشت نہ بن جائے اسی کوڑے مزید مارے جائیں گے۔

غلام مجرم کی سزا:

(۳۵۹)۔ حدثنا سعید بن قتادة عن علی رضی الله عنه فی العبد یقذف الحر قال: یضرب اربعین.
قال قتادة وهو رأی سعید بن المسیب والحسن۔
اس غلام کے بارے میں جو کسی آزاد پر تہمت زنا لگائے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:
''اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہی رائے سعید بن مسیب اور حسن کی بھی ہے۔''

(۳۶۰)۔ قال: وحدثنا ابن جریج عن عمر بن عطاء عن عکرمة عن عبدالله بن عباس فی المملوك یقذف الحر قال: یجلد اربعین
اس غلام کے بارے میں جو آزاد پر تہمت زنا لگائے (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا ہے کہ:
''اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔''

مجرم قذف کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی:

قال ابو یوسف: واجمع اصحابنا ان لا یقبل للقاذف شهادة ابدا فان تاب فتوبته فیما بینه وبین الله تعالی۔
ہمارے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ جرم قذف کے مرتکب سے کبھی گواہی نہیں تسلیم کی جائے گی، اگر وہ توبہ کرے لے تو یہ توبہ صرف اس کے اللہ تعالی کے مابین کام آ سکے گا۔

ذمی پر زنا کی تہمت لگانا:

(۳۶۱)۔ قال: وحدثنی مغیرة عن ابراهیم فیمن قذف یهودیا او نصرانیا قال: لا حد علیه
جس شخص نے کسی یہودی یا عیسائی پر زنا کی تہمت لگائی ہو اس کے بارے میں ابراہیم نے کہا ہے کہ:
''اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔''

زانی، شرابی اور قذف کے مجرم کو کوڑے مارنے کا طریقہ:

قال ابو یوسف: ویضرب الزانی فی ازار . ویضرب الشارب فی ازار . ویضرب القاذف وعلیه ثیابه الا ان یکون علیه فرو فینزع عنه۔

(۳۵۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶ ۸۔
(۳۶۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۲۔
(۳۶۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۰۴۔

زانی اور شراب پینے والے کو اس حال میں کوڑے لگائے جائیں گے کہ وہ صرف) تہہ بند پہنے ہوئے ہو، قذف کے مجرم کو اس کے پورے لباس میں کوڑے لگائے جائیں گے، البتہ اگر وہ اونی شال اوڑھے ہوئے ہو تو اسے اتار دیا جائے گا۔

(۳۶۲) قال: وحدثنا ليث عن مجاهد وحدثنا مغيرة عن ابراهيم قالا: يضرب القاذف وعليه ثيابه

مجاہد اور ابراہیم دونوں نے کہا ہے کہ:

''قذف کے مجرم کو اس حال میں کوڑے لگائے جائیں گے کہ وہ اپنا پورا لباس پہنے ہوئے ہو''

(۳۶۳) وحدثنا مطرف عن الشعبي قال: يضرب القاذف وعليه ثيابه الا ان يكون عليه فرو او قباء محشو فينزع عنه حتى يجد مس الضرب۔

شعبی نے کہا ہے کہ:

''قذف کے مجرم کو اس میں کوڑے مارے جائیں گے کہ وہ اپنا پورا لباس پہنے ہوئے ہو، البتہ اگر وہ کوئی اونی شال یا روئی دار عبا پہنے ہوئے ہو تو اسے اتارلیا جائے گا، تاکہ اسے کوڑوں کی چوٹ لگے۔''

(۳۶۴) قال (ابو یوسف): وحدثنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال: أما الزاني فتخلع عنه ثيابه ويضرب في ازار وتلا:

وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللهِ (النور: ۲)

قال: وكذلك الشارب يضرب في ازار۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ: کوڑے لگاتے وقت زانی کے سارے کپڑے اتارے جائیں گے، صرف تہہ بند پہنا رہے گا، اور ابراہیم (رحمہ اللہ) نے یہ آیت پڑھی:

وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللهِ (کہ اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔) (النور: ۲)

اسی طرح شراب خور کو بھی صرف ایک تہہ بند میں کوڑے لگائے جائیں گے۔

قال ابو يوسف: وضرب الزاني اشد من ضرب الشارب، وضرب الشارب اشد من ضرب القاذف، والتعزير اشد من ذلك كله۔

---

(۳۶۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۱۹۔

(۳۶۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۲۱۔

(قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری رائے میں) زانی کو شرابی سے اور شرابی کو قذف کے مجرم سے زیادہ کڑی مار ماری جائے گی، تعزیری سزاؤں میں ان تینوں سے زیادہ سخت مار ماری جائے گی۔

تعزیری سزا کی مقدار:

وقد اختلف اصحابنا فی التعزیر قال بعضهم: لا یبلغ به ادنی الحدود اربعین سوط. وقال بعضهم: ابلغ بالتعزیر خمسة وسبعین سوطا انقص من حد الحر. وقال بعضهم یابلغ به اکثر. وکان احسن مارأینا فی ذلك والله اعلم ان التعزیر الی الامام علی قدر عظم الجرم وصغره. وعلی مایری من احتمال المضروب فیما بینه وبین اقل من ثمانین.

تعزیر میں (کوڑوں کی تعداد میں) ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ: اس کی تعداد حد کے طور پر لگائے جانے والے کوڑوں کی سب سے کم تعداد یعنی چالیس سے کم ہونی چاہیے، بعض دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ: میں تعزیر میں پچھتر کوڑوں تک کی سزا دوں گا، میں اسے آزاد مرد کی شرعی حد سے کچھ کم رکھتا ہوں، کچھ دوسرے فقہاء اس سے بھی زیادہ کی گنجائش سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں بہترین راہے یہ ہے کہ تعزیری سزاؤں کی مقدار کا تعین امام کی صوابدید پر منحصر ہے، وہ جرم کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی لحاظ سے سزا پانے والے کی قوت برداشت کو سامنے رکھتے ہوئے اسی کوڑوں سے کم کی سزا دے گا، واللہ اعلم۔

غلام اور لونڈی کے باہم زنا میں ملوث ہونے کی سزا:

قال ابو یوسف: والذی اجمع علیه اصحابنا فی الأمة والعبد یفجران ان کل واحد منهما یضرب خمسین هکذا روی لنا عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه. وعن عبدالله.

غلام اور لونڈی باہم زنا میں ملوث ہوں تو ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ان دونوں کو پچاس پچاس کوڑے مارے جائیں گے، (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے یہی مسلک مروی ہے۔

(۳۶۵) قال: حدثنا یحییٰ بن سعید عن سلیمان بن یسار عن ابن ابی ربیعة قال: دعانا عمر فی فتیان من قریش الی جلد اماء من رقیق الامارة زنین فضربنا هن خمسین خمسین

ابن ابو ربیعہ نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ہمیں قریش کے چند اور نوجوانوں کے ساتھ سرکاری لونڈی غلاموں میں سے چند ایسی لونڈیوں کو کوڑے مارنے کیلئے بلایا جنہوں نے زنا کیا تھا، چنانچہ ہم نے انہیں پچاس پچاس کوڑے مارے۔''

(۳۶۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۲۸۴

(٣٦٦)۔ وحدثنا الاعمش عن ابراهيم عن همام عن عمرو بن شرحبيل قال: جاء معقل الى عبدالله فقال: ان جاريتي زنت. فقال: اجلدها خمسين

عمرو بن شرحبیل نے کہا ہے کہ:

''معقل نے عبداللہ کے پاس آ کر ان سے یہ کہا کہ میری لونڈی نے زنا کیا ہے، آپ نے فرمایا: اسے پچاس کوڑے مارو۔''

جس عورت کو زنا پر مجبور کر دیا گیا ہو اس پر حد عائد نہیں ہوتی:

(٣٦٧)۔ قال وحدثنا اشعث عن الزهري والحسن والشعبي قالوا: ليس على مستكرهة حد

زہری، حسن اور شعبی (تینوں) نے کہا ہے کہ: ''جس عورت کو (زنا پر) مجبور کر دیا گیا ہو اس پر حد لاگو نہیں ہوتی۔''

قال ابو يوسف وهذا احسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم.

ہمارے نزدیک بھی بہترین رائے یہی ہے۔

چوری کی سزا، اور ہاتھ و پاؤں کاٹنے کی کیفیت:

قال ابو يوسف: ومن رفع وقد سرق وقامت عليه البينة بالسرقة و بلغت قيمة ما سرق ان كان متاعا عشرة دراهم او كانت السرقة عشرة دراهم مضروبة فلتقطع يده من المفصل. فان عاد فسرق بعد ذلك عشرة دراهم او قيمتها قطعت رجله اليسرى. فأما موضع القطع من الرجل فان اصحاب محمد ﷺ اختلفوا فيه. فقال بعضهم: تقطع من المفصل. وقال آخرون: يقطع من مقدم الرجل.

جو شخص کو کم از کم دس درہم نقد اور سامان چرانے کی صورت میں دس درہم قیمت کا سامان چرانے کے جرم میں پیش کیا جائے اور اس کے خلاف چوری کرنے کی گواہیاں گزر جائیں اس کا ہاتھ کلائی کے جوڑ سے کاٹ دینا چاہیے، اگر وہ دوبارہ چوری کرے اور دس درہم نقد یا اتنی قیمت کا مال چرا لے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا، پاؤں کس جگہ سے کاٹا جائے گا اس سلسلہ میں اصحاب رسول ﷺ میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ: ٹخنے کے جوڑ سے کاٹا جائے گا، دوسرے حضرات نے کہا کہ: پنجہ سے کاٹا جائے گا۔

---

(٣٦٦) مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٢٧٧۔ مصنف عبدالرزاق: ١٣٦٠٤۔

(٣٦٧) مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٧٢٤۔

★مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٢٧٨۔

فخذ بأی الاقاویل شئت فانی رجوان یکون ذلك موسعا علیك. واما الید فلم یختلفوا ان القطع من المفصل، وینبغی اذ قطعت ان تحسم۔

آپ ان اقوال میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں، کیونکہ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کیلئے گنجائش ہے البتہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہاتھ کو کلائی کے جوڑ سے کاٹا جائے گا، کاٹنے کے بعد زخم کو داغ دے کر بند کر دینا چاہیے۔

(۳۶۸) حدثنا میسرۃ بن معبد قال: سمعت عدی بن عدی یحدث رجاء بن حیوۃ ان النبی ﷺ قطع رجلا من المفصل۔

ہم سے میسرہ بن معبد نے بیان کیا ہے کہ میں نے عدی بن عدی کو رجاء بن حیوہ سے یہ کہتے سنا ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں کو ٹخنے کے جوڑ سے کاٹا تھا۔''

(۳۶۹) قال: وحدثنا محمد بن اسحاق عن حکیم بن حکیم بن العلاء عن عباد عن النعمان بن مرۃ ان علیا رضی اللہ عنہ قطع سارقا من الخضر خضر القدم۔

نعمان بن مرہ سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے ایک چور کا پاؤں، پنجوں سے پہلے والے جوڑ سے کاٹا تھا۔''

(۳۷۰) قال (ابو یوسف) وحدثنا اسماعیل عن ام رزین قالت: سمعت عبداللہ بن عباس یقول: أیعجز امراؤکم ھؤلاء ان یقطعوا کم قطع ھذا الاعرابی یعنی نجدۃ. فلقد قطع فما أخطأ یقطع الرجل ویدع عاقبھا۔

ام رزین کا بیان ہے کہ میں نے (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو یہ کہتے سنا ہے کہ:

''کیا تمہارے ان امراء کو اس طرح کاٹنا نہیں آتا جس طرح اس دیہاتی نے کاٹا ہے آپ کی مراد نجدہ (نافی دیہاتی) سے تھی، اس نے کاٹا ہے اور کاٹنے میں ذرا برابر بھی غلطی نہیں کی ہے پاؤں اس طرح کاٹتا ہے کہ ایڑی بالکل سلامت رہے۔''

(۳۷۱) قال: وحدثنا ابن جریج عن عمرو بن دینار وعن عکرمۃ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قطع الید من المفصل، وقطع أعلی القدم وأشار عمر الی شطرھا

عکرمہ سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کو کلائی کے جوڑ سے اور پاؤں کے صرف آگے کے حصہ کو کاٹا تھا اور عمر

---

(۳۶۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹/ ۹۹ : ۲۸

نے پاؤں کے آدھے کی طرف اشارہ کیا تھا۔''

(۳۷۲) قال: وحدثنا عبدالملك يعني ابن ابي سليمان عن سلمة بن كهيل عن حجية بن عدي ان عليا رضي الله عنه كان يقطع أيدي اللصوص ويحسمهم.

حجیہ بن عدی سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ چوروں کا ہاتھ کاٹتے اور اس کے بعد داغ کر زخم بند کر دیتے۔''

چوری کی وہ مقدار جس پر سزا واجب ہوتی ہے:

وقد اختلف فقهاؤنا فيما يجب فيه القطع. فقال بعضهم: لا قطع الا فيما تبلغ قيمته عشرة دراهم فصاعدا. وقال آخرون: يجب القطع فيما يبلغ قيمته خمسة فصاعدا. وقال بعض اهل الحجاز: ثلاثة دراهم. فكان احسن ما رأينا في ذلك، والله اعلم عشرة دراهم فصاعدا لما جاء في ذلك من الآثار عن اصحاب محمد ﷺ.

ہمارے فقہاء کے درمیان اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ کاٹنے کی سزا کم از کم کتنی مقدار کی چوری میں واجب ہوتی ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ صرف اس صورت میں کاٹے جائیں کے جب چوری کئے جانیوالے مال کی قیمت دس درہم یا اس سے زائد ہو۔ دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ چوری کئے ہوئے مال کی قیمت پانچ درہم یا اس سے زیادہ ہو تو کاٹنا واجب ہو جاتا ہے، حجاز کے بعض حضرات نے تین درہم کی حد مقرر کی ہے۔ محمد ﷺ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مروی متعدد آثار کی روشنی میں ہمارے نزدیک بہتر راہ یہ ہے کہ کاٹنے کی سزا اسی وقت دی جائے گی جب چوری کیے ہوئے مال کی قیمت دس درہم یا اس سے زائد ہو، واللہ اعلم۔

(۳۷۳) حدثني هشام بن عروة عن ابيه قال: كان السارق على عهد رسول الله ﷺ يقطع في ثمن المجن، وكان للمجن يومئذ ثمن. ولم يكن يقطع في الشيء التافه

ہشام بن عروہ کے والد نے کہا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک ڈھال کی قیمت کا مال چرانے پر چور (کا ہاتھ یا پاؤں) کاٹا جاتا تھا، اس زمانہ میں ڈھال ایک قیمتی چیز تھی، بہت معمولی چیزوں کی چوری پر نہیں کاٹا جاتا تھا۔''

---

(۳۷۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۹۸۔

(۳۷۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۶۰۶۔

(۳۷۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۱۰۔

(۳۷۴) قال: وحدثني محمد بن سحاق قال: حدثنا ایوب بن موسى عن عطاء عن ابن عباس قال: لا تقطع يد السارق في دون ثمن المحجن، وثمن المحجن عشرة دراهم.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا ہے کہ:

''ڈھال کی قیمت سے کم مال کی چوری پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔''

(۳۷۵) قال: وحدثنا المسعودي عن القاسم بن عبدالرحمن عن عبدالله بن مسعود قال: لا يقطع الا في دينار او عشرة دراهم.

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ:

''ایک دینار یا دس درہم سے کم (کی چوری) پر نہیں کاٹا جائے گا۔''

وقد بلغنا نحو من ذلك عن علي رضي الله عنه.

تقریباً یہی بات ہمیں (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بھی پہنچی ہے۔

(۳۷۶) قال وحدثني هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت: لم يكن يقطع على عهد رسول الله ﷺ في الشيء التافه.

(ام المؤمنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں معمولی چیزوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔''

مشتبہ گواہیوں کا حکم:

قال ابو يوسف: واذا شهد اربعة من الشهود على رجل بالزنا ووقتوا وقتا متقادما ولم يمنعهم عن اداء الشهادة بعدهم عن الامام لم تقبل شهادتهم ودرئ عنه الحد في ذلك

جب چار گواہ کسی آدمی کے خلاف ارتکاب زنا کی گواہی دیں لیکن ارتکاب جرم کا جو وقت بتائیں اس پر بہت طویل عرصہ گزر چکا ہو اور افراد باوجود امام (کی جائے عدالت) سے دور دراز علاقہ میں رہنے کے گواہی دینے آئے ہوں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اس صورت میں ملزم پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

وكذا ان شهدوا على رجل بسرقة تساوي عشرة دراهم او اكثر ووقتوا وقتا متقادما درئ عنه

---

(۳۷۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۴۔

(۳۷۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۹۵۰۔

(۳۷۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۱۴۔

الحد فی ذلك ایضا. ولكن یضمن السرقة.
اسی طرح اگر گواہوں نے کسی ادمی کے خلاف دس درہم یا زیادہ مالیت کی چیز چرانے کی گواہی دو لیکن ارتکاب جرم کا جو وقت بتائیں اس پر بہت عرصہ گزر چکا ہو تو اس صورت میں بھی ملزم پر حد جاری نہیں کی جائے گی لیکن وہ چوری کئے جانے والے مال کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار پائے گا۔

وان شهدوا علیه بقذفه رجلا من المسلمین ووقتوا وقتا متقادما وحضر الرجل یطلب حقه اقیم علی القاذف الحد ولم یزله تقادمه.
اگر گواہوں نے کسی آدمی کے خلاف کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگانے کے الزام میں گواہی دی ہو، اور ارتکاب جرم کا جو وقت بتائیں اس پر کافی عرصہ گزر چکا ہو، لیکن وہ آدمی جس پر تہمت لگائی گئی ہے حاضر ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کرے تو قذف کرنے والے پر حد جاری کی جائے گی، اور جرم کا قدیم ہونا اسے ساقط نہ کر سکے گا۔

لان هذا من حقوق الناس. و كذلك الجراحة العمد التی یقتص منها. و لجراحة الخطأ التی فیها الأرش
کیونکہ اس کا شمار حقوق الناس میں ہے، یہی نوعیت عمداً لگائے جانے والے قابل قصاص زخموں اور غیر ارادی طور پر لگ جانے والے موجب تاوان زخموں کی بھی ہے۔

متعدد بار جرم کرنے کی شکل میں سزا:

قال ابو یوسف: لو قذف رجل رجلا بالبصرة وآخر بمدینة السلام وآخر بالكوفة. ثم ضرب الحد لبعضهم كان ذلك الحد لهم كلهم. و كذلك لو سرق غیر مرة فقطع مرة واحدة السرقات كلها.
اگر کوئی آدمی متعدد افراد پر زنا کی تہمت لگائے جو (مثلاً) بصرہ، مدینۃ السلام، اور کوفہ میں ہوں اور اس کو کسی ایک آدمی پر تہمت لگائے کی سزا میں کوڑے لگائے جائیں تو یہی ایک سزا ان سب افراد پر تہمت کیلئے کافی ہوگی، اسی طرح اگر مجرم نے کئی بار چوری کی ہو تو ان تمام چوریوں کی سزا میں اس کا ایک ہی بار ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۳۰۰). قال حدثنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم وحدثنا مغیرة عن ابراهیم قالا: اذا سرق مرارا فانما یده واحدة. واذا شرب الخمر مرارا فانما علیه حد واحد
ابراہیم نے کہا ہے کہ:

---

(۳۰۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۷۰۔

''اگر چور نے کئی بار چوری کی ہو تب بھی اس کا ہاتھ (جو کاٹا جا سکتا ہے) ایک ہی ہے، اگر مجرم نے کئی بار شراب پی ہو یا کئی بار زنا کی تہمت لگائی ہو تو اس پر صرف ایک بار حد جاری کی جائے گی۔''

اقرار جرم:

قال ابو يوسف: ومن اقر بسرقة يجب في مثلها القطع. فان اصحابنا اختلفوا في ذلك قال بعضهم: يقطع باقراره مرة. وقال بعضهم: لا يقطع حتى يقر مرتين. فكان احسن ما رأينا في ذلك ان لا يقطع حتى مرتين في مجلسين.

اگر کوئی آدمی اتنے مال کی چوری کا اقرار کرے جس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہو جاتا ہے تو اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف ہے بعض نے کہا ہے: ایک ہی بار اقرار کر لینے پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اور بعض نے کہا ہے کہ: جب تک وہ دو بار اقرار نہ کر لے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں سب سے بہترین رائے یہ ہے کہ جب تک وہ آدمی دو مختلف مجالس میں دو بار اقرار نہ کر لے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

هكذا جاء الاثر عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه. وكذالك الاقرار بشرب الخمر اذا كان ريحها يوجد منه. فهو مثل ذلك لا يضرب حتى يقر مرتين. فأما الاقرار بالقذف فانه يضرب اذا اقر مرة واحدة. وكذلك القصاص في حقوق الناس فيما بينهم في النفس وما دونها وفي الجراحات. والاقرار بالاموال ينفذ ذلك اجمع عليه باقراره مرة

اس مفہوم کا ایک اثر (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے بھی مروی ہے۔ انگور کی شراب پینے کے اقرار کا بھی یہی حال ہے اگر اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تب بھی جب تک وہ دو بار اقرار نہ کر لے اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، البتہ قذف کے معاملہ میں ملزم کا ایک بار اقرار کر لینا سزا دینے کیلئے کافی ہے، جملہ حقوق الناس کے بارے میں یہی طریقہ اختیار کیا جائے گا، قتل یا اس سے کم تر جنایات اور زخموں کا اقرار ہو یا مالی ذمہ داریوں کا اقرار ہو، ان تمام صورتوں میں ایک بار اقرار کر لینے سے وہ بات قابل نفاذ ہو جاتی ہے جس کا اقرار کیا گیا ہے۔

اقرار جرم سے رجوع:

ومن اقر بسرقة يجب في مثلها القطع او شرب خمرا او حد في زنا فأمر الامام او قطع يديه فرجع عن الاقرار قبل ان يفعل ذلك به درء عنه الحد. وان اقر بحق من حقوق الناس من قذف او قصاص في نفس او دونها او مال ثم رجع عن ذلك نفذ عليه الحكم فيما كان اقر به ولم يبطل شيء من ذلك عنه برجوعه

حد جاری کرنے کے قابل چوری یا شراب پینے یا زنا کا اقرار کرنے والا اگر امام کے حد جاری کرنے کا حکم دینے کے بعد اور عملاً سزا پانے سے پہلے اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی، لیکن جو آدمی حقوق الناس میں سے کسی حق مثلاً جان لینے یا اس سے کم تر جنایت کا، قذف کا، یا کسی مالی ذمہ داری کا اقرار کر لے اور پھر (سزا پانے سے پہلے) اس سے رجوع کرے تو اس پر اس کے اقرار کے بموجب حکم عملاً نافذ کیا جائے گا اور اس رجوع سے اس حکم میں کوئی فرق نہیں واقع ہوگا۔

(۳۰۸) قال ابو يوسف: حدثنا الاعمش عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابيه قال: كنت قاعدا عند علي رضي الله عنه. فجاء رجل فقال: يا امير المؤمنين اني قد سرقت. فانتهره ثم عاد الثانية فقال: اني قد سرقت. فقال علي رضي الله عنه قد شهدت على نفسك شهادة تامة. قال: فأمر به فقطعت يده. قال: وانا رأيتها معلقة في عنقه.

قاسم بن عبدالرحمن کے والد نے کہا ہے کہ:

''میں ایک دفعہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر یہ کہا: امیر المؤمنین! میں نے چوری کی ہے، آپ نے اسے جھڑک دیا، پھر وہ دوبارہ آیا اور اس نے کہا: میں نے چوری کی ہے، تو (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ: اب تو نے اپنے خلاف مکمل گواہی دی ہے۔ (راوی) کہتا ہے کہ پھر آپ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا (راوی) کہتا ہے کہ میں نے اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اس کی گردن میں لٹکا ہوا دیکھا ہے۔''

(۳۰۹) قال: وحدثنا الحجاج عن الحسن بن سعد عن عبدالله بن شداد ان امرأة رفعت الى عمر رضي الله عنه وقد اقرت بالزنا اربع مرات فقال لها عمر: ان رجعت لم نقم عليك الحد

عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت لائی گئی جو چار بار زنا کا اقرار کر چکی تھی۔ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اگر تو رجوع کر لے تو ہم تجھ پر حد جاری نہیں کریں گے۔''

(۳۱۰) قال وحدثنا ابن جريج قال اخبرني اسماعيل عن ابن شهاب قال: من اعترف مرارا كثيرة بسرقة او حد ثم انكر لم يجب عليه شيء.

قال ابو يوسف: وقد بلغنا عن الشعبي مثل ذلك.

ابن شہاب نے کہا ہے کہ:

---

(۳۰۸) السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/۲۷۴، ۱۷۲۷۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰/۲۔

''جو آدمی چوری یا کسی قابل حد جرم کا متعدد بار اقرار کر کے پھر اس سے انکار کر دے اس پر کوئی سزا واجب نہیں ہوگی۔''

(امام) شعبی سے بھی ہمیں ایسی ہی مثل بات پہنچی ہے۔

غلام کا اقرار جرم:

قال ابو یوسف: واذا اقر العبد وهو غير مأذون له في التجارة او محجور عليه بقتل رجل عمدا او قذف او سرقة يجب فيها القطع او بزنا فاقراره ذلك جائز عليه. لان ذلك يلزمه في نفسه. والقذف والسرقة والزنا يلزمه في بدنه. فليس بمتهم في هذا الامر

کوئی ایسا غلام جس کو تجارتی معاملات کی اجازت نہ ہو یا جس کے جملہ تصرفات پر پابندی لاگو ہو، اگر کسی شخص کو عمدا قتل کرنے، یا زنا کی تہمت لگانے، یا بقدر حد مال کی چوری کرنے، یا زنا کے ارتکاب کا اقرار کرے تو اس کا اقرار تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ اس اقرار کے نتائج اس کی اپنی ذات پر مرتب ہوتے ہیں، قذف، چوری، اور زنا کے عواقب اس کے اپنے بدن پر مرتب ہوں گے لہذا ان امور کے سلسلہ میں اس کے اقرار کو مشتبہ نہیں سمجھا جائے گا۔

انما يتهم في الاموال وفي الجناية التي لا قصاص فيها لان هذا لو صدقه السيد يقال لسيده ادفعه او افده واقض عنه دينه. اويباع في ذلك. ولا يصدق العبد اذا اقر بقتل خطأ ولا بجراحة فيما دون النفس ولا بغصب ولا بدين. وان كان مأذونا له في التجارة يجوز اقراره بالدين وغصب الاموال۔

اس کے اقرار کو اس کے حال میں مشتبہ سمجھا جائے گا جب وہ مالی ذمہ داریوں یا کسی ایسی جنایت کا اقرار کرے جس میں قصاص نہیں لیا جاتا (بلکہ تاوان لاگو کیا جاتا ہے) اس (تفریق) کی وجہ یہ ہے کہ ایسے اقرار کی صورت میں اگر اس غلام کا مالک اس کے بیان کی تصدیق کردے تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ اس غلام کو حوالہ کر دو، یا اسے فدیہ دے کر چھڑا لو یا اس پر جو قرض (اس اقرار کے نتیجہ میں لاگو کیا ہے اسے اس کی طرف سے ادا کرو، بصورت دیگر اس قرض کی ادائیگی کی خاطر اس غلام کو فروخت کر دیا جائے گا، غلام اگر قتل خطاء یا قتل سے کم تر زخم لگانے، غصب کرنے یا قرض دار ہونے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار تسلیم نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر اس غلام کو تجارتی معاملات انجام دینے کی اجازت ہو تو قرض اور غصب مال کے سلسلہ میں اس کا اقرار قابل تسلیم ہوگا

---

(۳۸۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۳۶۔

★مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۳۲۔

ولو لم يكن اقر بشيء من ذلك. وقامت عليه البينة بقتل خطأ او بجراحة فيما دون النفس. فانه يقال لمولاه: ادفعه بذلك او افده بالدية او بأرش الجرح. وكذلك لو شهد عليه بغصب مال قيل لمولاه: افده او بعه فيه. والأمة فيما وصفنا مثل العبد والمكاتب مثل العبد ايضا.

اگر غلام نے خود اقرار نہ کیا ہو بلکہ گواہی کے ذریعہ اس کے خلاف قتل خطا یا قتل سے کم تر زخم لگانے کا الزام ثابت ہو جائے تو اس کے مالک سے کہا جائے گا کہ یا تو اس غلام کو اس جرم کے عوض حوالہ کردو، یا دیت یا زخم کا تاوان ادا کر کے اسے چھڑالو، اسی طرح اگر گواہی کے ذریعہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی کا مال غصب کرلیا ہے تو اس کے مالک سے کہا جائے گا کہ مطلوبہ مال ادا کر کے اسے چھڑاؤ ورنہ اس کی ادائیگی کی خاطر اس غلام کو فروخت کردو، ان تمام حالتوں میں لونڈی اور مکاتب غلام پر بھی وہی احکام منطبق ہوں گے جو غلام کیلئے ہیں۔

(۳۸۱) حدثنا مغيرة عن ابراهيم قال: حد المكاتب حد المملوك. مابقي عليه شيء من كتابه

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''جب تک مکاتب کے ذمہ طے شدہ رقم کا کوئی حصہ باقی ہو اس کیلئے بھی وہی حدیں ہیں جو غلام کیلئے ہیں۔''

(۳۸۲) قال ابو يوسف: حدثنا ابو حنيفة رضي الله عنه عن حماد من ابراهيم قال: يجوز اقرار العبد فيما اقر به من حد يقام عليه وما اقر به مما تذهب فيه رقبته. فلا يجوز في ذلك اقراره.

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''غلام کا ہر وہ اقرار قابل تسلیم ہے جس کے نتیجہ میں اس کی ذات پر کوئی حد جاری ہونے والی ہو، لیکن وہ اقرار نا قابل تسلیم ہیں جن کے نتیجہ میں (مالک کے ہاتھ سے) اس کی ملکیت جاتی ہے۔''

---

(۳۸۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۱۶۴۔

(ہاتھ کاٹنے سے مستثنیٰ چوریاں)

قال ابو یوسف: ولا یقطع احد فی سرقة من ابیه ولا امه ولا من ابنه ولا من اخیه ولا من اخته ولا من زوجته ولا من ذوی رحم محرم منه۔

ولا تقطع المرأة فی السرقة من مال زوجها۔

ولا یقطع العبد فی السرقة من مال سیده۔

ولا السید من مال عبده۔

ولا المکاتب من مال سیده

ولا سیده من ماله۔

ولا من سرق من الفیء۔

ولا من سرق من الخمس

ولا السارق من الحمام

ولا من الحانوت المفتوح للبیع المأذون فیه۔

ولا من الخان اذا دخله

ولا الشریك فی سرقته من شریکه من متاع الشرکة۔

ولا یقطع من سرق ودیعة عنده او عاریة او رهنا۔

کسی شخص کو اپنے باپ، ماں، بیٹے، بہن، بھائی، بیوی، یا کسی بھی خونی قرابت رکھنے والے رشتہ دار کا مال چرانے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی، اسی طرح درج ذیل صورتوں میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

☆ بیوی نے اپنے شوہر کا مال چرایا ہو۔

☆ غلام نے اپنے آقا کا مال چرایا ہو۔

☆ مکاتب غلام نے اپنے آقا کا مال چرایا ہو۔

☆ آقا نے اپنے مکاتب غلام کا مال چرایا ہو۔

☆ کسی شخص نے فئے کا مال چرایا ہو۔
☆ کسی شخص نے خمس کا مال چرایا ہو۔
☆ کسی شخص نے حمام میں چوری کی ہو۔
☆ کسی شخص نے کسی ایسی دکان میں چوری کی ہو جس میں وہ خود مقیم ہو۔
☆ کسی حصہ دار نے مشترکہ مال میں سے اپنے شریک کا حصہ چرایا ہو۔
☆ کسی شخص نے اپنے پاس امانۃ، عاریۃ، یا بطور رہن رکھے ہوئے مال میں سے چوری کی ہو۔

کفن چور کی سزا:

وأما النباش فقد اختلف فيه بين الفقهاء. فمنهم من رأى قطعه. ومنهم من قال: لا اقطعه لانه ليس فی موضع حرز. فكان احسن ما رأينا فی ذلك والله اعلم ان يقطع.

قبر کھود کر کفن چرانے والے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ: چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ چوری کیا جانے والا مال محفوظ جگہ پر نہیں تھا۔ ہمارے نزدیک بہترین رائے یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، واللہ اعلم۔

جیب کترے کی سزا:

و كذلك الطرار اذا اخذ وقد طر من الكم عشرة دراهم قطعت يده. فان كان الذی طره اقل من عشرة دراهم لم يقطع. وعوقب وحبس حتى يحدث توبة.

اسی طرح جب کترے نے اگر جیب سے دس درہم یا زیادہ نکالا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر جیب سے نکالا ہوا مال دس درہم سے کم ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ کچھ سزا دے دی جائے گی اور اس وقت کیلئے قید میں ڈالا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔

اٹھائی گیروں اور اچکوں کی سزا:

فأما القفاف والمختلس فعليهما الأدب والحبس حتى يحدثا توبة.

اچکے، اٹھائی گیرے اور وہ صراف جو ہاتھوں کی صفائی سے کام لے کر رقم چراتے ہیں تادیب اور قید کی سزا پائیں گے اور اسی وقت ہی رہا کئے جائیں گے جب توبہ کر لیں۔

وأما الفشاش الذی يفش ابواب دور الناس او باب الحانوت ويخرج بالمتاع من البيت او الدار فيوجد المتاع معه. فعليه القطع اذا خرج بالمتاع. وكذلك المرأة تدخل منزل قوم

منهم ثوبا او ما اشبهه قیمته عشرة دراهم فاذا خرجت به من باب الدار فعلیها القطع
دروازوں پر تاک رہنے والے، جو گھروں یا دوکانوں کے اندر سے سامان اڑا لے جاتے ہیں وہ اگر سامان لے کر باہر نکل آنے کے بعد سامان سمیت پکڑے جائیں تو ان کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی، اسی طرح جو عورتیں لوگوں کے گھروں میں جا کر کپڑے وغیرہ کی قسم کا سامان اٹھالاتی ہیں ان کو بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی بشرطیکہ یہ سامان کم از کم دس درہم کا ہو اور وہ اسے لے کر گھر سے باہر آ چکی ہو۔

والسارق من الفسطاط الذی لم یؤذن فیه یقطع. و کذلك الذی یشق الجوالق ویسرق منه یقطع. و کذلك الذی ینقب البیت ویدخل یده فیسرق منه ولا یدخله بنفسه یقطع.
جس خیمہ میں اندر آنے کی عام اجازت نہ ہو اس میں سے چوری کرنے والے کو بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی، دبیز بوریوں اور تھیلوں کو پھاڑ کر سامان چرانے والے کیلئے اور اسی طرح گھر میں نقب لگا کر خود اس میں داخل ہوئے بغیر ہاتھ ڈال کر سامان نکال لینے والے کیلئے بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے۔

وقال بعض فقهائنا فی الدرار اذا طر من صرة فی کم الرجل عشرة دراهم فصاعدا ان کانت الصرة مشدودة الی داخل الکم قطع وان کانت خارجة من الکم لم یقطع
جیب کترے کے بارے میں ہمارے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس جیب کترے نے کسی آدمی کی آستین میں رکھی ہوئی تھیلی میں سے دس درہم یہ زائد مال لیا ہو ہاتھ کاٹنے کی سزا اسی صورت میں دی جائے گی جب تھیلی آستین کے اندر بندھی ہو، اگر تھیلی آستین سے باہر نکلی ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

نقب لگانے والے کی سزا:

ومن وجد قد نقب دارا او حانوتا ودخل فجمع المتاع ولم یخرجه حتی ادرك. فلیس علیه قطع. ویوجع عقوبة ویحبس حتی یحدث توبة.
جو چور اس حال میں پکڑا جائے کہ وہ کسی گھر یا دوکان میں نقب لگا کر اندر آ گیا ہو اور باہر لانے کیلئے سامان کو اکٹھا کر لیا ہو لیکن ابھی اسے لے کر باہر نہ نکلا ہو، اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اسے سخت تعزیری سزا دی جائے گی اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

(۳۸۳) قال ابو یوسف: حدثنا الحجاج عن حصین عن الشعبی عن الحارث عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه انه اتی برجل قد نقب واخذ علی ذلك الحال فلم یقطعه.

---

(۳۸۳) مصنف ابن ابی شیبه: ۱۱۸/۱۰، ۲۔

حارث نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو نقب لگا کر اندر گھس گیا تھا اور وہیں پکڑ لیا گیا، آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔''

(۳۸۴) قال: وحدثنا عاصم عن الشعبی قال: لیس علیہ قطع حتی یخرج بالمتاع من البیت۔

شعبی نے کہا ہے کہ:

''ایسے آدمی کو ہاتھ کاٹنے کی سزا اس صورت میں دی جائے گی جب وہ سامان لے کر گھر سے باہر نکل آیا ہو۔''

بیت المال سے چوری کرنے والے کی سزا:

(۳۸۵) قال: وحدثنا المسعودی عن القاسم ان رجلا سرق من بیت المال فکتب فیہ سعد الی عمر فکتب عمر لیس علیہ قطع۔

قاسم سے روایت ہے کہ:

''ایک آدمی نے بیت المال سے چوری کی تو (سیدنا) سعد (رضی اللہ عنہ) نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھ کر اس کے سلسلہ میں دریافت کیا، (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو جواباً لکھا کہ: اس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا (واجب) نہیں ہے۔''

مال غنیمت کی چوری کرنے والے کی سزا:

(۳۸۶) قال: وحدثنا سعید عن قتادۃ عن الحسن قال: اذا سرق من الغنیمۃ ولہ فیھا شیء لم یقطع. وان سرق منھا ولیس لہ فیھا شیء قطع۔

حسن نے کہا ہے کہ:

''جب کوئی آدمی مال غنیمت میں سے چوری کرے اور وہ خود بھی اس مال میں سے کسی حصہ کا مستحق ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ اگر اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو تو چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔''

مال فئے میں سے کسی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرنے والے کی سزا:

(۳۸۷) قال وحدثنا سعید عن قتادۃ عن سعید بن المسیب فی الرجل یطأ الجاریۃ من

---

(۳۸۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۱۹۔

(۳۸۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۶۳۔

(۳۸۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۶۶۔

الفیء۔ قال: لیس علیه حد اذا کان له فیها نصیب۔

فئے کے مال میں سے کسی لونڈی سے مباشرت کر لینے والے شخص کے بارے میں سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ:

''اگر یہ شخص اس لونڈی میں کسی حصہ کا مستحق ہو تو اس پر حد (واجب) نہیں ہے۔''

آقا کے مال کی چوری کرنے والے کی سزا:

(۳۸۸) قال(ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ): وحدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن هشام عن عمرو بن شرحبیل قال: جاء معقل المزنی الی عبدالله فقال: غلامی سرق فتاتی افأقطعه؟ فقال عبدالله: لا، مال بعضه فی بعض۔

عمرو بن شرحبیل نے کہا ہے کہ:

''معقل مزنی نے (سیدنا) عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آ کر یہ کہا کہ میرے غلام نے میری لونڈی چرا لی ہے، کیا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں؟ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: نہیں، مال تیرا ہی ہے صرف ادھر سے ادھر ہوا ہے۔''

(۳۸۹) قال(ابو یوسف رحمہ اللہ): وقد روی عن عمر رضی الله عنه انه اتی بغلام قد سرق من سیده فلم یقطعه

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا گیا ہے کہ:

''ان کے پاس ایک غلام کو لایا گیا جس نے اپنے آقا کا مال چورایا تھا تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔''

(۳۹۰) وروی عن علی رضی الله عنه انه قال: اذا سرق عبدی من مالی لم اقطعه

(سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میرا غلام میرے مال میں چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا۔''

کفن چور کا حکم:

(۳۹۱) قال: وحدثنا الحجاج عن الحکم عن عتبة عن ابراهیم الشعبی قال: یقطع سارق

---

(۳۸۷) مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸۵۳۱۔

(۳۸۸) مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸۵۶۹۔

(۳۹۰) مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸۵۷۰۔

★ مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸۶۱۶۔

(۳۹۱) مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸۰۱۵۔

اموا تنا کما لو سرق من احیائنا۔

ابراہیم شعبی نے کہا ہے کہ:

''ہمارے مردوں کے یہاں چوری کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے ہمارے زندہ افراد کے یہاں چوری کی ہو۔''

قال الحجاج: وسألت عطاء عن النباش فقال یقطع۔

حجاج نے کہا ہے کہ میں نے عطاء (رحمہ اللہ) سے کفن چور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

خیانت کرنے والے کی سزا:

(۳۹۲) قال: وحدثنا ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر قال: لیس علی المختلس ولا علی المستلب ولا علی الخائن قطع

جابر نے کہا ہے کہ:

''اچکے، اٹھائی گیرے اور خیانت کرنے والے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا (واجب) نہیں ہے۔''

(۳۹۳) قال: وحدثنا اشعث عن الزبیر عن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لیس فی الغلول قطع۔

جابر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خیانت کرنے والے والے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔''

قال ابو یوسف (رحمہ اللہ): ولیس فی الغلول قطع علی ما جاء بہ الاثر. وقد روی عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: من وجدتموہ قد غل فحرقوا متاعہ. وقد روی عن ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما انہما کانا یعاقبان فی الغلول عقوبۃ موجعۃ۔ والذی ادرکت علیہ فقہاءنا انہم کانوا یرون ان یعاقب فیوجع عقوبۃ ویؤخذ ما یوجد عندہ۔

خیانت کے سلسلہ میں مروی اثر کی بناء پر خیانت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جسے تم نے خیانت کا مرتکب پایا ہو اس کا سارا سامان جلا دو، نیز (سیدنا) ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) سے بھی روایت کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حضرات خیانت کے جرم میں سخت سزا دیتے تھے۔ اور میں

---

(۳۹۲) مصنف عبدالرزاق: ۱۸۸۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۶۶۰۔

نے اپنے فقہاء کو جس مسلک پر پایا ہے وہ بھی یہی ہے کہ خیانت کے مجرم کو سخت سزا دی جائے اور اس کے پاس سے (خیانت کیا ہوا) جو مال برآمد ہو وہ لے لیا جائے۔

جن اشیاء پر ہاتھ کاٹنے کی سزا واجب نہیں ہوتی:

قال ابو یوسف (یعقوب بن ابراھیم رحمه الله تعالیٰ): ولا قطع علی سارق الخمر والخنازیر والمعازف کلها. ولا فی النبیذ. ولا فی شیء من الطیر ولا الصید. ولا فی شیء من الوحش. ولا فی النوی والتراب والجص والنورة والماء.

شراب، سور، آلاتِ غنا چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا (واجب) نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح نبیذ، پرندہ، شکار، جنگلی جانور، کھجور کی گٹھلی، مٹی، کنکر، چونا اور پانی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

وقد کان ابو حنیفة رحمه الله یقول: لا قطع فی طعام یؤ کل. یعنی الخبز ولا فی فاکهة رطبة. ولا فی الحطب ولا فی الخشب. ولا فی الحجارة کلها. الجص والنورة والزرنیخ والفخار والطین والغرة والقدور والکحل والزجاج. ولا فی السمك المالح منه والطری. ولا فی شیء من البقول والریاحین ولا فی الانوار. ولا فی التین ولا فی التختج. ولا فی المصحف ولا فی الصحف التی فیها شعر. فأما القت. والخل فکان یری فیهما القطع.

(امام اہلسنت) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) فرماتے تھے کہ: اشیاء خوراک مثلاً روٹی کی چوری پر، اور تازہ پھل، ایندھن، گھاس اور مختلف قسم کے پتھروں، کنکر، چونا، ہڑتال، ٹھیکری، مٹی، گیرہ، مٹی کی ہانڈیوں، سرمہ اور شیشہ کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں، مچھلی خواہ تازہ ہو یا نمک لگا کر محفوظ کر لی گئی ہو، ہر طرح کی ترکاری، پھول، کلیاں، بھوسہ، لکڑی کے تختے، قرآن کریم کی جلدیں، اشعار کے مجموعے، ان اشیاء کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں، البتہ قت اور سرکہ کی چوری پر ان کے نزدیک قطع ید کی سزا واجب ہے۔

جن چیزوں پر ہاتھ کاٹنے کی سزا واجب ہوتی ہے:

قال ابو یوسف: ومن سرق عصفا او اهلیلجا او شیئا من الاودیة الیابسة او شیئا من الحنطة او من الشعیر او من الدقیق او من الحبوب او من الفاکهة الیابسة او شیئا من الجوهر او اللؤلؤ او شیئا من الادهان او الطیب مثل العود والمسك والعنبر وما اشبهه من الطیب. وکانت قیمة ما سرق من ذلك عشرة دراهم فصاعدا. فعلیه القطع. هذا احسن ما

(۳۹۳) مصنف عبدالرزاق: ۱۸۰۵۸،

سمعنا فی ذلك والله اعلم۔

مندرجہ ذیل اشیاء کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ ان کی اتنی مقدار چرائی گئی ہو جس کی قیمت دس درہم یا اس سے زیادہ ہو، عفص، ہلیلج یا کوئی خشک دوا (جڑی بوٹی وغیرہ)، جو، گیہوں، آٹا، دیگر اجناس، خشک میوہ جات، موتی اور جواہرات، تیل اور خوشبودار اشیاء مثلاً عود، مسک، عنبر، وغیرہ۔ اس سلسلہ میں ہمیں جو آراء معلوم ہیں ان میں یہی رائے بہترین ہے، واللہ اعلم۔

وليس على سارق الثمار من رؤوس النخل قطع. وان سرق منه بعد ما احرز فی الجرين والبيوت قطع اذا بلغت قيمته عشرة دراهم فصاعدا. ولا قطع على سارق شیء من الحيوان من مراعيها. وان سرقها من موضع قد احرزت فيه قطع

درختوں پر سے پھل چرانے والے کیلئے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں، البتہ اگر پھلوں کے کھلیانوں یا گھروں میں محفوظ کر لینے کے بعد چوری کی گئی ہو تو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی بشرطیکہ چرائے ہوئے پھلوں کی قیمت دس درہم یا اس سے زیادہ ہو، اسی طرح چراگاہوں سے مویشی چرانے والے کیلئے بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں، تاہم اگر مویشی کسی ایسی جگہ سے چرائے گئے ہوں جہاں ان کو بند کر کے محفوظ کر دیا جاتا ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ولا قطع على من سرق شيئا من القنا والساج والخشب الا ان يسرقه وقد جعل آنية او ابوابا. فانه ان سرق شيئا من ذلك يساوی عشرة دراهم قطع. ولا قطع على من سرق شيئا من الاصنام خشبا كان او ذهبا او فضة. هذا احسن ما سمعنا فی ذلك والله اعلم۔

بانس یا سال کی لکڑی یا عام لکڑی کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں، البتہ اگر لکڑی سے دروازے یا برتن وغیرہ بنا لئے گئے ہوں اور ان میں سے کوئی ایسی چیز چرائی گئی ہو جس کی قیمت دس درہم یا زیادہ ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ بتوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ یہ بت لکڑی کے ہوں یا سونے یا چاندی کے۔ ان مسائل میں جو ہم نے آراء سنی ہیں ان میں یہی رائے بہترین ہے۔

(۳۹۴) قال ابو یوسف: حدثني يحيى بن سعيد عن محمد بن يحيى بن حبان عن رافع بن خديج قال: قال رسول الله ﷺ لا قطع فی ثمر ولا فی كثر۔

رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''پھل یا کھجور کے گچھے چرانے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔''

(۳۹۴) مصنف عبدالرزاق: ۱۸۹۱۶، مسند الحمیدی: ۴۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۷۔

(۳۹۵) قال: وحدثنا اشعث عن الحسن ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اتی برجل قد سرق طعاما فلم یقطعه.

حسن سے روایت ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے کھانا چرایا تھا تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔''

(۳۹۶) وقال: وحدثنا الحجاج بن ارطاة عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: لیس فی شیء من الحیوان قطع حتی یؤوی المراح. ولا فی شیء من الثمار قطع حتی تأوی الجرین.

عمرو بن شعیب کے دادا نے کہا ہے کہ:

''جانوروں کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا اسی وقت دی جائے گی جب انہیں ان کے باڑے سے چرایا گیا ہو، اور پھلوں کی چوری پر بھی قطع ید کی سزا اسی وقت دی جائے گی جب وہ کھلیان میں محفوظ کر لئے گئے ہوں۔

(۳۹۷) قال ابو یوسف: وقد بلغنا نحو من ذلك عن ابن عمر.

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھی تقریبا یہی بات ہمیں پہنچی ہے۔

(۳۹۸) قال: وسمعت ابا حنیفة رحمه الله یقول سمعت حمادا یقول: قال ابراهیم: کان علی بن ابی طالب رضی الله عنه، لا یقطع فی شیء من الطیر.

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) پرندوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹتے تھے۔''

(۳۹۹) قال ابو یوسف (رحمه الله تعالیٰ): وکان ابن ابی لیلی لا یری القطع علی من سرق من استار الکعبة وهو قولی.

ابن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) کی رائے یہ تھی کہ کعبہ کے پردوں میں سے کوئی حصہ چرانے والے کو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی، میرا قول بھی یہی ہے۔

قطع کی مختلف صورتیں:

قال ابو یوسف: واذا سرق الرجل وهو اشل الید الیمنی قطعت یمینه الشلاء. فاذا کانت

(۳۹۵) مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۹۱۸۵، مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸۵۸۷۔

(۳۹۶) مصنف ابن ابی شیبه: ۲۰/۵۸۲۔

(۳۹۷) مصنف ابن ابی شیبه: ۲/۵۹۵۔

الشلاء هي اليسرى لم اقطع اليمنى من قبل ان يده اليمنى ان قطعت ترك بغير يد. فلا ينبغي ان يقطع. و كذلك اذا كانت الرجل اليمنى شلاء لم تقطع يده اليمنى. لئلا يكون من شق واحد ليس له يد ولا رجل

اگر کسی شخص نے چوری کی ہو اور اس کا داہنا ہاتھ مفلوج ہو تو اس کا یہی مفلوج ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر چور کا بایاں ہاتھ مفلوج ہو (اور داہنا ٹھیک ہو) تو میری رائے میں اس کا داہنا ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیے کیونکہ اگر اسے کاٹ دیا گیا تو وہ آدمی عملاً بغیر ہاتھ کے رہ جائے گا لہٰذا اس کا ہاتھ کاٹنا مناسب نہیں، اسی طرح اگر چور کا داہنا پاؤں مفلوج ہو تو بھی اس کا داہنا ہاتھ کاٹنا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کے جسم کا ایک پہلو بغیر ہاتھ پاؤں کے رہ جائے۔

فان كانت الرجل اليمنى صحيحة والرجل اليسرى شلاء قطعت يده اليمنى من قبل ان الشلل في الشق الآخر

اگر اس کا داہنا پاؤں صحیح سالم ہو تو اور بایاں پاؤں مفلوج ہو تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ فالج کا اثر بدن کے دوسرے جانب میں ہے۔

فان عاد فسرق قطعت رجله اليسرى الشلاء فان عاد فسرق لم يقطع. ولكن يحبس عن المسلمين و يوجع عقوبة الى ان يحدث توبة. هكذا بلغنا عن ابي بكر و عمر رضي الله عنهما.

ایسا چور اگر دوبارہ چوری کرے، تو اس کا بایاں پاؤں جو مفلوج ہے کاٹ دیا جائے گا، اگر وہ اس کے بعد تیسری بار چوری کا ارتکاب کرے تو اس کا کوئی عضو نہ کاٹا جائے گا بلکہ اسے سارے مسلمانوں سے علیحدہ قید میں بند کر دیا جائے گا اور سخت سزائیں دی جائیں گی یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے، (سیدنا) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھی یہی بات ہمیں پہنچی ہے۔

(۴۰۰) قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): حدثنا الحجاج بن ارطاة عن عمرو بن مرة عن عبدالله بن سلمة قال: كان علي رضي الله تعالىٰ عنه يقول في السارق: تقطع يده. فان عاد قطعت رجله. فان عاد استودع السجن.

عبداللہ بن سلمہ نے کہا ہے کہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ چور کے بارے میں فرماتے تھے:

''کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اگر وہ دوبارہ چوری کرے اس کا پاؤں کاٹا جائے گا، اس کے بعد اگر وہ چوری کرے تو اسے قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔''

(۴۰۱) قال: وحدثنا الحجاج عن سماك عمن حدثه ان عمر رضي الله عنه استشار في السارق

(۴۰۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۲۶۰، ۲۸۲۷۱۔

فأجمعوا على انه ان سرق قطعت يده. فان عاد قطعت رجله. فان عاد استودع السجن.

(مذکورہ بالا سند کے ساتھ مروی ہے کہ) عمر رضی اللہ عنہ نے چور کی سزا کے بارے میں مشورہ کیا تو لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ اگر چور چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، دوبارہ چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹا جائے گا اس کے بعد پھر چوری کرے تو اسے قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔''

(۴۰۲)۔ قال: وحدثنا الحجاج بن عمرو بن دينار ان نجدة كتب الى عبدالله بن عباس يسأله عن السارق. فكتب بمثل قول على رضى الله عنه.

حجاج بن عمرو نے ہم سے بیان کیا ہے کہ:

''نجدہ نے (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو خط لکھ کر ان سے چور (کی سزا) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ان کو وہی بات لکھ کر بھیجی جو (اوپر) علی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔''

وقد بلغنا ان ابابكر رضى الله عنه فعل مثل ذلك بسارق.

اور ہمیں یہ بات بھی پہنچی ہے کہ (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چور کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): ولو سرق سرقة يجب فى مثلها القطع ولم يقطع حتى قطعت يده اليمنى فى قتال او قصاص او غير ذلك لم تقطع رجله اليسرى. ولكن يوجع عقوبة ويضمن السرقة ويستودع السجن حتى يتوب.

اگر کسی چور نے ایسی چوری کا ارتکاب کیا ہو جس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہو جاتا ہے لیکن قبل اس کے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے، جنگ، یا کسی اور سلسلہ میں اس کا دایاں ہاتھ کٹ جائے تو چوری کی سزا میں اس کا بایاں پاؤں نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اسے سخت سزا دی جائے گی، چوری کئے جانے والے مال کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا، اور اس وقت تک کیلئے قید خانہ میں بند کر دیا جائے گا جب تک وہ توبہ کر لے۔

نابالغ مجرم کی سزا:

قال ابو يوسف: ولا يقام الحد على غلام لم يبلغ الحلم فان شك فيه فلا يقام حد حتى يبلغ خمس عشرة سنة. وقد قالوا اكثر من ذلك. وكذلك الجارية لا يقام عليها شىء من الحدود حتى تحيض او تبلغ خمس عشرة سنة.

---

(۴۰۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۔ ۲۸۲۔

(۴۰۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۔ ۲۸۲۔

نابالغ لڑکے پر کوئی حد جاری نہیں کی جائے گی، مجرم کے بلوغ میں شبہ ہوتو اس پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک اس کی عمر پندرہ سال نہ ہو جائے۔ اور بعض حضرات نے اس سے زیادہ عمر تجویز کی ہے، اس طرح لڑکیوں پر بھی اس وقت تک کوئی حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک ان کو حیض نہ آنے لگے یا ان کی عمر پندرہ سال نہ ہو جائے۔

(۴۰۳) حدثنا عبيدالله عن نافع عن ابن عمر قال: عرضني رسول الله صلى الله عليه وسلم للقتال يوم احد فاستصغرني فردني. و كنت ابن اربع عشرة سنة وعرضني يوم الخندق وانا ابن خمس عشرة سنة فأجازني

قال نافع: فحدثت بهذا الحديث عمر بن عبدالعزيز وهو خليفة فقال: ان هذا الفرق بين الكبير والصغير. قال فكتب الى عماله من بلغ خمس عشرة سنة فافرضوا له في المقاتلة. ومن كان دون ذلك فافرضوا له في الذرية.

فهذا احسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم.

ہم سے عبیداللہ نے بروایت نافع بروایت ابن عمر بیان کیا ہے کہ:

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے کہا کہ جنگ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی پر بھیجنے کیلئے میرا معائنہ کیا تو مجھے چھوٹا قرار دے کر واپس کر دیا، اس وقت میری عمر چودہ برس تھی، پھر آپ نے جنگ خندق کے موقع پر میرا معائنہ کیا جب کہ میری عمر پندرہ سال تھی تو مجھے (لڑائی میں شرکت کی) اجازت دے دی۔

نافع نے کہا ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کی خلافت کے زمانہ میں یہ حدیث ان کو سنائی تو آپ نے فرمایا کہ بڑے اور چھوٹے کے درمیان فرق (کرنے والی عمر) یہی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ پھر آپ نے اپنے سارے عمال کو لکھ بھیجا کہ: جس کی عمر پندرہ سال ہو جائے اس کیلئے وہ وظیفہ جاری کرو جو جنگ کے قابل افراد کیلئے مقرر ہے اور جس کی عمر اس سے کم ہو اس کیلئے وہ وظیفہ جاری کرو جو بچوں کیلئے ہے۔

اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ سنا ہے اس میں بہترین مسلک یہی ہے۔

(۴۰۴) (قال ابو يوسف) حدثنا ابان عن انس ان ابا بكر رضي الله عنه اتي بغلام قد سرق ولم يتبين احتلامه فلم يقطعه

---

(۴۰۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۹۸۔

(۴۰۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۵۵۔

(سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک لڑکا لایا گیا جس نے چوری کی تھی لیکن ابھی اس لڑکے کو احتلام نہیں ہوا تھا، تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔''

(۴۰۵) قال: وحدثني بعض المشيخة عن مكحول قال: اذا بلغ الغلام خمس عشرة سنة جازت شهادته ووجبت عليه الحدود.

مکحول نے کہا ہے کہ:

''جب لڑکے کی عمر پندرہ سال ہو جائے تو اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے اور اس پر حدیں واجب ہو سکتی ہیں۔''

(۴۰۶) قال: وحدثنا المغيرة عن ابراهيم في الجارية تزوج فيدخل بها. ثم تصيب فاحشة قال: ليس عليها حد حتى تحيض.

مغیرہ نے بروایت ابراہیم ہم سے بیان کیا ہے کہ ایسی نابالغ لڑکی جس کا نکاح ہوا اور اس کا شوہر اس سے خلوت صحیحہ کر چکا ہو اگر زنا کی مرتکب ہو تو اس کے بارے میں ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''جب تک اسے حیض نہ آنے لگے اس پر کوئی حد واجب نہیں ہوگی۔''

اقرار جرم پر مجبور کرنا جائز نہیں:

قال (ابو يوسف): ومن ظن به او توهم عليه سرقة او غير ذلك. فلا ينبغي ان يعزر بالضرب والتوعد والتخويف فان من اقر بسرقة او بحد او بقتل وقد فعل ذلك به. فليس اقراره ذلك بشيء. ولا يحل قطعه ولا اخذه بما اقر به.

جس شخص پر چوری یا کسی دوسرے جرم کے ارتکاب کا شبہ ہو اسے مارنا پیٹنا یا ڈرانا دھمکانا نہیں چاہیے، جس شخص کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو وہ اگر چوری، قتل یا کسی قابل حد جرم کا اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار نا قابل لحاظ ہوگا، کسی طرح یہ جائز نہ ہوگا کہ ایسے اقرار کی بناء پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے یا جس چیز کا اقرار کیا ہو اس کا مواخذہ کیا جائے۔

(۴۰۷) حدثني الشيباني عن علي بن حنظلة عن ابيه قال: قال عمر رضي الله عنه: ليس الرجل بمأمون على نفسه ان اجعته او اخفته او حبسته ان يقر على نفسه

علی بن حنظلہ کے والد کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

---

(۴۰۵) مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹ ۸ ۲۔

(۴۰۶) مصنف ابن ابی شیبہ ۶۴ ۸ ۲۔

"جس شخص کو بھوکا رکھا جائے، ڈرایا جائے یا قید میں بند رکھا جائے اس سے بعید نہیں کہ اپنے خلاف کسی جرم کا اقرار کر لے۔"

(۴۰۸) قال: وحدثنی محمد بن اسحاق عن الزھری قال: اتی طارق بالشام برجل قد اخذ فی تھمة سرقة. فضربه فأقر به. فبعث به الی عبدالله بن عمر رضی الله عنهما یسأله عن ذلك. فقال ابن عمر: لا یقطع فانه انما اقر بعد ضربه ایاه.

زہری نے کہا ہے کہ:

"طارق کے پاس شام میں ایک آدمی لایا گیا جس کو چوری کی تہمت لگا کر پکڑلیا گیا تھا، انہوں نے اسے مارا تو اس نے چوری کا اقرار کرلیا، انہوں نے اسے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے یہاں بھیج کر اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اس نے یہ اقرار اس وقت کیا ہے جب انہوں نے اسے مارا۔"

محض شبہ کی بناء پر سزا دینے سے پرہیز کا حکم:

قال: وتقدم یا امیر المؤمنین الی ولاتك لا یأخذون الناس بالتھم: یجیء الرجل الی الرجل ای الوالی فیقول ھذا اتھمنی فی سرقة سرقت منه فیأخذونه بذلك وغیرہ. وھذا مما لا یحل العمل به.

امیر المؤمنین! آپ اپنے والیوں کو ہدایت کیجئے کہ صرف تہمت کی بناء پر لوگوں سے کوئی مواخذہ نہ کریں، ایک آدمی دوسرے آدمی (یعنی والی) کے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ایک چوری کی تہمت لگائی ہے جو اس کے یہاں سے کی گئی ہے، تو لوگ اس چوری کے الزام میں اس آدمی کو پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو بھی۔ اس طریقہ پر عمل جائز نہیں۔

ولا ینبغی ان تقبل دعوی رجل علی رجل فی قتل ولا سرقة ولا یقام علیه حد الا ببینة عادلة او باقرار من غیر تھدید من الوالی له او وعید علی ما ذکرت لك. ولا یحل ولا یسع ان یحبس رجل بتھمة رجل له. کان رسول الله ﷺ لا یأخذ الناس بالقرف.

قتل یا چوری کے سلسلہ میں کسی آدمی کے خلاف کسی شخص کا دعویٰ تسلیم کر لینا درست نہیں، اس پر کوئی حد اس وقت تک نہیں جاری کی جانی چاہیے جب تک ٹھیک گواہیاں موجود نہ ہوں یا اس نے والی کے ڈرانے دھمکانے کے بغیر خود ہی اس جرم کا اقرار نہ کرلیا ہو، جب کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں، یہ بات حلال نہیں، نہ اس کی کوئی گنجائش ہے کہ کسی شخص کو صرف

(۴۰۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳/۰۶۔

اسلئے قید میں ڈال دیا جائے کہ دوسرے نے اس پر تہمت لگادی ہے، رسول اللہ ﷺ محض تہمت کی بناء پر لوگوں سے مواخذہ نہیں کرتے تھے۔

ولكن ينبغي ان يجمع بين المدعي والمدعي عليه. فان كانت له بينة على ما ادعى حكم بها والا اخذ من المدعي عليه كفيل و خلى عنه. فان اوضح المدعي عليه بعد ذلك شيئا والا لم يتعرض له. و كذلك كل من كان في الحبس من المتهمين فليفعل ذلك به و بخصمه عفقد

صحیح طریقہ یہ ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کو ایک جگہ حاضر کیا جائے، اگر مدعی اپنے دعوی کے حق میں گواہ پیش کر سکے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے ورنہ مدعی علیہ سے ایک آدمی کی ضمانت لے کر اسے چھوڑ دیا جائے گا، اگر مدعی اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرتا ہے (تو دوسری بات ہے) ورنہ اس شخص سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا، آج کل جتنے آدمی کسی تہمت کے نتیجہ میں ہوں ان کے اور ان کے اوپر مقدمہ دائر کرنے والوں کے درمیان اسی طرح فیصلہ کر دینا چاہیے۔

كان يبلغ من توقي اصحاب رسول الله ﷺ الحدود في غير موضعها وما كانوا يرون من الفضل في درئها بالشبهات ان يقولوا من اتى به سارقا اسرقت قل لا. وروي ان النبي ﷺ اتى برجل فقيل: هذا سرق شملة فقال عليه الصلوٰة والسلام ما اخاله سارقا

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بے جا حدود جاری کرنے سے اتنا بچتے اور شبہات کی بناء پر حدود ٹال دینے کو اتنا بہتر سمجھتے کہ جو آدمی چوری میں پکڑ کر ان کے پاس لایا جاتا اس سے کہتے کہ: کیا تم نے چوری کی ہے، کہو نہیں۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا اور کہا گیا کہ اس نے ایک شملہ چرالیا ہے، آپ نے فرمایا: مجھے تو یہ چور نہیں معلوم ہوتا۔

(۴۰۹) وحدثنا سفيان بن عيينة عن يزيد بن خصيفه عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان ان رجلا سرق شملة فرفع الى النبي ﷺ فقال: ما اخاله سرق. اسرقت؟

محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان سے روایت ہے کہ: "ایک آدمی نے ایک شملہ چرایا، اس کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: میرا خیال نہیں کہ اس نے چوری کی ہے، کیا تو نے چوری کی ہے۔؟"

(۴۱۰) قال: وحدثني سعيد بن ابي عروبة عن عليم الناجي عن ابي المتوكل ان ابا هريرة اتى بسارق وهو يومئذ امير فقال: أسرقت؟ قول لا أسرقت؟ قول لا

ابو متوکل سے روایت ہے کہ: "(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ اس زمانہ میں

(۴۰۹) مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۷۷۔
(۴۱۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۷۶

امیر تھے، آپ نے فرمایا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ کہہ دے کہ نہیں، کیا تو نے چوری کی ہے۔ کہہ دے کہ نہیں۔

(۴۱۱)۔قال: وحدثنی ابن جریر عن عطاء قال: اتی علی رضی الله عنه برجل فشهد علیه رجلان انه سرق قال: فأخذ فی شیء من امور الناس ثم هدد فقال: لا اوتی بشاهد زور الا فعلت به کذا و کذا. ثم طلب الشاهدین فلم یجدهما فخلی سبیل الرجل۔

عطاء نے کہا ہے کہ:

''(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی لایا گیا جس کے خلاف دو آدمیوں نے یہ گواہی پیش کی کہ اس نے چوری کی ہے۔ (راوی) کہتا ہے کہ آپ نے عوام کے احوال پر کچھ اظہار خیال کیا۔ پھر جھوٹی گواہی دینے والوں کو دھمکی دی اور فرمایا: کوئی جھوٹی گواہی دینے والا میرے پاس لایا جائے گا تو میں اس کو فلاں فلاں سزائیں دوں گا، پھر آپ نے ان دونوں گواہوں کو طلب کیا تو ان کا کہیں پتہ نہ تھا، آپ نے اس آدمی کو چھوڑ دیا۔''

سزا دینے میں غلطی ہو جائے تو۔۔۔؟:

قال ابو یوسف (یعقوب بن ابراهیم رحمه الله تعالیٰ): ولو ان الامام امر بقطع ید رجل فی سرقة یده الیمنی فقدم الرجل یده الیسری فقطعت لم تقطع یده الیمنی. بلغنا ذلك عن الشعبی. وهو احسن ما رأینا والله اعلم۔

اگر امام چوری کی سزا کے طور پر کسی آدمی کا ہاتھ، داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے اور وہ شخص اپنا بایاں ہاتھ کاٹنے کیلئے آگے بڑھا دے اور یہی ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اب اس کا داہنا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ شعبی یہی رائے رکھتے تھے اور یہی ہمارے نزدیک بہتر ہے، واللہ اعلم۔

ذمی کے مال کی چوری کی سزا:

قال فی المسلم یسرق من الذمی: انه یلزم السارق من المسلم. وکذا لو کان السارق ذمیا یلزمه ما یلزم السارق المسلم۔

کوئی مسلمان کسی ذمی کا مال چرالے تو اس کی سزا وہی ہوگی جو مسلمان کا مال چرانے والے کی ہوتی ہے۔

(۴۱۲)۔قال: حدثنا اشعث عن الحسن قال: من سرق من یهودی او نصرانی او اخذ من اهل الذمة من غیرهما قطع۔

---

(۴۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۲۹۔

(۴۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۱۹۔

حسن نے کہا ہے کہ:

''جو آدمی کسی یہودی، عیسائی یا کسی اور مذہب کے ذمی کا مال چرالے تو اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔''

ڈاکہ اور رہزنی:

(۴۱۳) قال ابو یوسف: ومن اخذ وقد قطع الطريق وحارب فان ابا حنيفة كان يقول: اذا حارب فأخذ المال قطعت يده رجله من خلاف ولم يقتل ولم يصلب. وان كان قد قتل مع اخذ المال فالامام فيه بالخيار: ان شاء قتله ولم يقطعه. وان شاء صلبه ولم يقطعه. وان شاء قطع يده ورجله ثم صلبه او قتله. فاذا قتل ولم يأخذ المال قتل

جس نے رہزنی اور مسلح جنگ کی ہو اور پکڑا جائے تو (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) فرماتے تھے کہ: اس (باغی یا ڈاکو) نے جنگ کر کے مال چھین لیا ہو تو اس کا ایک ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹ دیا جائے گا، لیکن (اس کے ساتھ) قتل یا پھانسی کی سزا نہ دی جائے گی، اگر مال لوٹنے کے ساتھ اس نے قتل بھی کیا ہو تو امام کو اختیار ہے کہ بغیر ہاتھ پاؤں کاٹے اسے قتل کردے یا سولی چڑھادے، اور چاہے تو ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کردے یا سولی چڑھادے، اگر اس نے صرف قتل کیا ہو، مال نہ لوٹا ہو تو اسے صرف قتل کی سزا دی جائے گی۔

قال: ونفيه من الارض صلبه. وكان يروى ذلك عن حماد عن ابراهيم

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ: اس کا زمین سے ہٹا دینا سولی چڑھادینا ہے یہ قول وہ حماد کے واسطہ سے ابراہیم سے روایت کرتے تھے۔

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ عليه): اذا قتل ولم يأخذ المال قتل. واذا اخذ المال ولم يقتل قطعت يده ورجله من خلاف

مجرم نے قتل کیا ہو مگر مال نہ لوٹا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اور صرف مال چھینا ہو قتل نہ کیا ہو تو اس کا ایک ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹا جائے گا۔

(۴۱۴) حدثنا بذلك الحجاج بن ارطاة عن عطية العوفي عن ابن عباس

ہم سے حجاج نے (مذکورہ بالا حد کیساتھ) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس مضمون کی حدیث بیان کی ہے۔

(۴۱۵) وحدثنا ليث عن مجاهد قال: الخيار في المحارب الى الامام

اور مجاہد نے کہا ہے کہ:

''محارب کی سزا کا انتخاب امام کے اختیار میں ہے۔''

عدت میں نکاح کرنے پر حد واجب نہیں ہوتی:

قال ابو یوسف (یعقوب بن ابراهیم رحمه الله تعالیٰ): ومن رفع الیك قد تزوج امرأة فی عدتها. فلا حد علیه لما جاء فی ذلك من عمر (رضی الله عنه) وعلی رضی الله عنه. فانما لم یریا فی ذلك حدا ولكنه یفرق بینه وبینها.

جس شخص کو آپ کے سامنے اس جرم میں پیش کیا جائے کہ اس نے کسی عورت سے اس کی عدت کے زمانہ میں نکاح کیا ہو اس پر حد جاری نہیں ہوگی، البتہ ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی کیونکہ (سیدنا) عمر اور علی (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک اس صورت میں کوئی حد واجب نہیں ہوتی۔

لونڈی سے زنا کرنے پر بھی حد واجب نہیں ہوتی:

وكذلك من رفع الیك وقد فجر بأمة له فیها شقص فلا حد علیه. وكذلك الذی یطأ مكاتبته وكذلك الذی یطأ جاریة امرأته او جاریة ابیه او جاریة امه اذا قال: لم اعلم انهن یحرمن علی

اسی طرح جو شخص کسی ایسی لونڈی سے زنا میں ماخوذ ہو جس میں وہ بھی ایک حصہ کا مالک ہو یا جو شخص اپنی مکاتب لونڈی سے مباشرت کرلے، اس پر بھی حد نہیں، جو شخص اپنی بیوی کی لونڈی سے یا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی سے مباشرت کرلے اور یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو اس پر بھی حد جاری نہیں ہوگی۔

فان قال: قد علمت ان ذلك حرام اقیم علیه الحد. ولا حد علی من وطیٔ جاریة ابنه او ابن ابنه. وان قال قد علمت انها حرام علی لما جاء فی ذلك عن رسول الله ﷺ: انت ومالك لأبیك

اگر وہ یہ کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اپنے بیٹے یا پوتے کی لونڈی سے مباشرت کرنے والے پر حد جاری نہیں کی جائے گی، خواہ وہ یہ کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے، کیوں اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے یہ مروی ہے کہ: تو اور تیرا مال باپ کیلئے ہے۔''

فأما من وطیٔ جاریة اخیه او اخته او جاریة ذی رحم محرم سوی ما سمیت. فعلیه الحد. فأما من وطیٔ جاریة اخیه او اخته او جاریة ذی رحم محرم سوی ما سمیت فعلیه الحد

اپنے بھائی یا بہن یا مذکورہ بالا رشتہ داروں کے علاوہ جن کا میں نے ذکر کیا ہے کسی خونی رشتہ رکھنے والے عزیز کی لونڈی سے مباشرت کرنے والا حد کا مستحق قرار پائے گا۔

(۴۱۶). قال: حدثنا اسماعیل بن ابی خالد عن عمیر بن نمیر قال: سئل ابن عمر رضی الله عنه

عن جارية كانت بين رجلين فوقع عليها احدهما قال: ليس عليه حد.
عمیر بن نمیر نے کہا ہے کہ:
''ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا گیا کہ ایک لونڈی دو افراد کی مشترکہ ملکیت تھی اور ان میں سے ایک نے اس کے ساتھ مباشرت کر لی (تو اس پر حد ہے یا نہیں؟) آپ نے فرمایا: اس آدمی پر حد لاگو نہیں ہو گی۔''

(۴۱۷) قال: وحدثنا المغيرة عن الهيثم بن بدر عن حرقوص عن علي رضي الله عنه ان رجلا وقع على جارية امرأته فدرأ عنه الحد.
حرقوص نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:
''ایک آدمی نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مباشرت کر لی تو آپ نے اس پر حد جاری نہیں کی۔''

(۴۱۸) قال: وحدثنا اسماعيل عن الشعبي قال: جاء رجل الى عبدالله فقال: انی وقعت على جارية امرأتي فقال: اتق الله ولا تعد.
شعبی نے کہا ہے کہ:
''ایک آدمی نے (سیدنا) عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مباشرت کر لی ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈر اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔''

(۴۱۹) قال: وحدثنا اشعث عن الحسن في الرجل يقع على جارية أمه قال: ليس عليه حد. وجارية الجد والجدة مثل جارية الأم والأب.
اپنی ماں کی لونڈی سے مباشرت کر کر لینے والے شخص کے بارے میں حسن نے کہا ہے کہ:
''اس پر حد عائد نہیں ہوتی، دادا اور دادی کی لونڈی بھی وہی حیثیت رکھتی ہے جو ماں اور باپ کی لونڈی کی ہے۔''

قال ابو يوسف (رحمه الله): ومن فجر بأمرأة حرة فماتت من ذلك فعليه الدية والحد. وان فجر بامرأة ثم تزوجها فانه يحد. وكذلك لو فجر بأمة ثم اشتراها حددته: ولو فجر بأمة فقتلها فاني استحسن الزمه قيمتها واحده.
جو آدمی کسی آزاد عورت سے زنا کرے اور وہ اس فعل کے نتیجہ میں مر جائے تو اس آدمی سے دیت وصول کی جائے گی

(۴۱۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۵۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۲۹۵۔
(۴۱۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۵۴۷۔
(۴۱۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۵۴۲۔
(۴۱۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۵۷۲۔

اوراس پر حد بھی جاری کی جائے گی، جو آدمی کسی عورت سے زنا کرلے اور پھر اس کے ساتھ نکاح کرلے تو اس پر بھی حد جاری کی جائے گی، اسی طرح جو آدمی کسی لونڈی سے زنا کرے اور پھر اسے خرید لے۔ اس پر بھی حد جاری کی جائے گی، اگر کوئی آدمی کسی لونڈی سے زنا کرے اور (اسی فعل کے نتیجہ میں) اسے مار ڈالے تو میں استحسان کے طور پر اس پر اس لونڈی کی قیمت دینا لازم کردوں گا اور اس حد جاری نہیں کرونگا۔

اگر امام یا ماتحت حاکم مجرم کو جرم کرتے دیکھ لے تو یہ سزا دینے کیلئے کافی نہیں:

واذا رأى الامام او حاكمه رجلا قد سرق او شرب خمرا او زنى فلا ينبغي ان يقيم عليه الحد برؤيته لذلك حتى تقوم به عنده بينة. وهذا استحسان لما بلغنا في ذلك من الأثر.

اگر امام یا اس کے ماتحت حاکم حاکم اپنی آنکھوں سے کسی آدمی کو چوری کرتے شراب پیتے یا زنا کرتے دیکھ لے تو صرف اپنے مشاہدہ کی بناء پر اس کیلئے اس آدمی پر حد جاری کرنا مناسب نہیں ہوگا تا آنکہ یہ جرم اس کے سامنے گواہی کے ذریعہ ثابت نہ ہو جائے۔ یہ رائے ایک استحسان ہے جس کا سبب وہ اثر ہے جو اس بارہ میں ہمیں پہنچا ہے۔

فأما القياس فانه يمضي ذلك عليه. ولكن بلغنا نحو من ذلك عن ابي بكر وعمر رضي الله عنهما. فأما اذا سمعه بحق من حقوق الناس فانه يلزمه ذلك من غير ان يشهد به عليه.

قیاس کی رو سے تو (امام یا حاکم کا) ایسا کرنا جائز ہے، لیکن ہمیں (سیدنا ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) سے تقریباً اسی مسلک کی روایت بیان کی گئی ہے (جو ہم نے اختیار کیا ہے) البتہ اگر حاکم یا امام کسی فرد کو حقوق الناس میں سے کسی حق کا اقرار کرتے ہوئے سن لے تو وہ بغیر اس بات پر گواہی طلب کئے اس کو اس ذمہ داری کا مکلف قرار دے دے گا جس کا اس نے اقرار کیا ہو۔

مسجدوں اور دشمن کی سرزمین میں سزا نہ دی جائے:

ولا ينبغي ان تقام الحدود في المساجد ولا في أرض العدو.

مسجدوں میں یا دشمن کی سرزمین میں حدود نہیں قائم کی جانی چاہئیں۔

(۴۲۰). وحدثنا الاعمش عن ابراهيم عن علقمة قال. غزونا أرض الروم ومعنا حذيفة (رضي الله عنه) وعلينا رجل من قريش فشرب الخمر فأردنا ان نحده. فقال حذيفة: تحدون اميركم وقد دنوتم من عدوكم فيطمعون فيكم

علقمہ نے کہا ہے کہ:

---

(۴۲۰) سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۴۵۱۔

''ہم نے حذیفہ کے ہمراہ سرزمین روم پر حملہ کیا، قریش کا ایک شخص ہمارا امیر تھا، اس نے شراب پی، ہم نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو (حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: تم دشمن سے اتنے قریب ہوتے ہوئے اپنے امیر پر حد جاری کررہے ہو تا کہ انہیں تمہارے اندر (باہمی انتشار کی) امید پیدا ہو جائے؟

(۴۲۱) وبلغنا ايضا ان عمر رضي الله عنه امر امراء الجيوش والسرايا ان لا يجلدوا احدا حتى يطلعوا من الدرب قافلين، وكره ان تحمل المحدود حمية الشيطان على اللحوق بالكفار.

اور ہمیں یہ بات بھی پہنچی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف لشکروں اور فوجی دستوں کے امراء کو حکم دے دیا تھا کہ جب تم لوگ حملہ سے فارغ ہو کر واپس نہ آنے لگیں کسی شخص کو کوڑے نہ ماریں، آپ نے یہ نہیں پسند کیا کہ سزا یافتہ فرد کو شیطانی غیرت کفار سے جا ملنے پر آمادہ کر دے۔''

(۴۲۲) قال: وحدثنا اشعث عن فضيل بن عمرو الفقيمي عن معقل قال: جاء رجل الى على رضي الله عنه فساره فقال: يا قنبر اخرجه من المسجد واقم عليه الحد.

معقل نے کہا ہے کہ:

''ایک آدمی نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ان سے رازدارانہ طریقہ سے کوئی بات کہی، پھر آپ نے فرمایا: قنبر! اس آدمی کو مسجد سے باہر لے جا کر اس پر حد جاری کرو۔''

(۴۲۳) قال: وحدثنا ليث عن مجاهد قال: كانوا يكرهون ان يقيموا الحدود في المساجد.

مجاہد نے کہا ہے کہ:

''لوگ مساجد میں حد جاری کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

بدعہدی کی سزا:

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالى): الذمي اذا استكره المرأة المسلمة على نفسها فعليه من الحد ما على المسلم في قول فقهائنا

کوئی ذمی کسی مسلمان عورت سے بالجبر زنا کرے تو ہمارے فقہاء کے نزدیک اس پر وہی حد واجب ہوگی جو مسلمان (زانی) کیلئے مقرر ہے۔

وقد رويت فيه احاديث منها:

اس سلسلہ میں متعدد احادیث بھی مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

---

(۴۲۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۱۴۔

(۴۲۴) .ما حدثنا داود بن ابی هند عن زیاد بن عثمان ان رجلا من نصاری استکرہ امرأة مسلمة لی نفسها فرفع ذلك الی ابی عبيدة فقال: ما علی هذا صالحنا م .فضرب عنقه.

زیاد بن عثمان سے روایت ہے کہ:

''ایک عیسائی نے ایک مسلمان عورت کو اس کی مرضی کے خلاف (زنا پر) مجبور کر دیا۔ اس کا معاملہ (سیدنا) ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہم نے تم سے اس طرز عمل کی شرط پر صلح نہیں کی ہے پھر آپ نے اس کی گردن اڑادی۔''

(۴۲۵) .قال: وحدثنا مجالد عن الشعبی عن سوید بن غفلة ان رجلا من هل الذمة من نبط الشام نخس بامرأة علی دابة. فلم تقع فدفعها فصرعها . فانکشفت عنها ثیابها. فجلس فجامعها . فرفع ذلك الی عمر بن الخطاب رضی الله عنه فأمر به فصلب. وقال: لیس هذا عاهدنا کم.

سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ:

''شام کی نبطی قوم کے ایک ذمی نے ایک عورت کو جو کسی جانور پر سوار تھی لاٹھی سے کونچ کر دھکا دیا لیکن نہیں گری تو اس نے اسے دھکیل کر گرا دیا، اس کے کپڑے بدن پر سے ہٹ گئے، اور اس آدمی نے اس سے جماع کیا، یہ معاملہ (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ کے حکم سے اس آدمی کو پھانسی دے دی گئی۔ آپ نے فرمایا: ہم نے تم سے اس طرز عمل کی شرط پر معاہدہ نہیں کیا ہے۔''

آزاد آدمی کو فروخت کرنے کی سزا:

(۴۲۶) .قال (ابو یوسف): وحدثنا سعید عن قتادة عن عبدالله بن عباس فی الحر یبیع الحر قال یعاقبان ولا قطع علیهما.

ایک آزاد آدمی کے کسی آزاد آدمی کو فروخت کرنے کے بارے میں (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا ہے کہ:

''(فروخت کرنے والے اور خریدنے والے) دونوں کو سزا دی جائے گی لیکن دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔''

---

(۴۲۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۳۷۔

فصل: فی حکم المرتد عن الاسلام والزنادقة

فصل: اسلام سے مرتد ہو جانے والے اور زنادقہ کے حکم کے بارے میں

مرتد سے توبہ کا مطالبہ:

قال ابو یوسف: وأما المرتد عن الاسلام الی الکفر فقد اختلفوا فیه. فمنهم من رأی استتابته. ومنهم من لم یر ذلك. وکذلك الزنادقة الذین یلحدون وقد کانوا یظهرون الاسلام.

اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جانے والے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک (سزا سے) پہلے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اور بعض کے نزدیک نہیں۔ یہی حکم ان زندیقوں کا ہے جو اگرچہ اسلام کا اظہار کرتے تھے لیکن اب الحاد کرنے لگے۔

وکذلك الیهودی والنصرانی والمجوسی یسلم. ثم یرتد والعیاذ بالله. فیعود الی دینه الذی کان خرج منه. وکل قدروی فی ذلك آثارا واحتج بها. فمن رأی ان لا یستتاب فیقول: قال رسول الله ﷺ: من بدل دینا فاقتلوه.

اور اس یہودی، عیسائی یا مجوسی کا بھی یہی حکم ہے جو اسلام لایا ہو اور پھر ''اللہ ہمیں اس سے بچائے'' اپنے اس دین کی طرف لوٹ جائے جس سے نکل کر اسلام آیا تھا، ان دونوں آراء کے حامل فقہاء نے اس سلسلہ میں متعدد آثار روایت کئے ہیں اور ان سے استدلال کیا ہے. جن حضرات کی رائے ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جو اپنا دین تبدیل کردے اسے قتل کردو۔

ومن رأی ان یستتاب فیحتج بما روی عن النبی ﷺ من قوله: امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله. فاذا قالوها عصموا منی دماءهم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی الله.

اور جن حضرات کی رائے یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس قول سے احتجاج کرتے ہیں کہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں جب وہ یہ کلمہ ادا کردیں تو ان کے خون اور اموال میری طرف سے بالکل محفوظ ہو جائیں گے، الا یہ کہ کسی حق کی بناء پر کوئی مواخذہ کیا

جائے اوران کی نیتوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔

ویحتجون بما روی عن عمر وعثمان وعلی وابی موسی رضی الله عنهم وغیرهم ویقولون: انما قال النبی ﷺ: من بدل دینا فاقتلوه. وهذا المرتد الذی قد رجع الی الاسلام لیس بمقیم علی التبدیل. ومعنی حدیث النبی علیه الصلوٰة والسلام: أی من اقام علی تبدیله.

نیز یہ حضرات ان آثار سے احتجاج کرتے ہیں جو (سیدنا) عمر، عثمان، علی اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہیں۔اوران کا کہنا یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جو اپنا تبدیل کردے اسے قتل کردو۔اور یہ مرتد جو (توبہ کے مطالبہ پر) اسلام کی طرف لوٹ آتا ہے اپنی تبدیلی دین پر قائم نہیں رہتا۔نبی ﷺ کی حدیث کے معنیٰ یہ ہیں کہ: جو اپنی تبدیلی (دین) پر قائم رہے۔

الا تری انه قد حرم دم من قال لا اله الا الله وماله. وهذا یقول لا اله الا الله. فکیف اقتله. وقد نهی ﷺ عن قتله؟

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ اس شخص کی جان اور مال کو حرام قرار دیا ہے جو لا الہ الا اللہ کہہ دے، اور یہ (مرتد جو اسلام کی طرف واپس آ جائے) لا الہ الا اللہ کہتا ہے، پھر اسے کس طرح قتل کیا جا سکتا ہے جب کہ آپ ﷺ نے اس کے قتل سے منع کر دیا ہے؟

وهو علیه الصلوٰة والسلام یقول لاسامة: یا اسامة أقتلته بعد قول لا اله الا الله؟ فقال اسامة: انما قالها فرقا من السلاح فقال هلا شققت عن قلبه فأعلمه انه لیس یعلم ما فی قلبه. وان قتله لم یکن مطلقا له بتوهمه انه انما قالها فرقا من السلاح.

نیز نبی ﷺ نے اسامہ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا: اسامہ! کیا تم نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا؟ اسامہ نے جواب دیا تھا کہ اس نے صرف ہتھیار سے ڈر کر یہ کہا تھا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: تم نے اس کا دل چیر کر نہیں دیکھ لیا؟ اس طرح آپ نے انہیں یہ بتایا کہ وہ اس شخص کے دل کی بات نہیں جانتے اور یہ کہ ان کو صرف اس وہم کی بناء پر کہ اس نے یہ کلمہ ہتھیار کے خوف سے ادا کر دیا ہوگا، انہیں اس آدمی کے قتل کا حق حاصل نہیں ہو جاتا۔

(۴۲۷). قال ابو یوسف: حدثنا الاعمش عن ابی ظبیان عن اسامة قال: بعثنا رسول الله ﷺ فی سریة فصبحنا الحرقات من جهینة. فأدرکت رجلا فقال: لا اله الا الله. فطعنته فوقع فی نفسی من ذلك. فذکرته للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ أقال لا اله الا الله وقتلته؟ قال فقلت: یا

۴۲۷۔ صحیح مسلم: ۱۵۸، الایمان لابن منده: ۶۲، مصنف ابن ابی شیبه: ۳۲۸۹۲۔

رسول الله غنما قالها فرقا من السلاح. قال: فهلا شققت عن قلبه حين تعلم أقالها فرقا من السلاح أولا؟ فما زال يكررها حتى تمنيت اني اسلمت يومئذ.

اسامہ نے کہا ہے کہ:

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی مہم پر بھیجا، ہم نے صبح سویرے جہینہ کے حرقات (نامی مقام) پر حملہ کیا، میں ایک آدمی کے پاس پہنچا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ، میں نے اسے نیزہ مار دیا لیکن میرے دل میں خلش پیدا ہو گئی چنانچہ میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور پھر بھی تو نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے صرف ہتھیار کے ڈر سے یہ کلمہ ادا کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: جب اس نے یہ کہا تو تو نے اس کا دل چیر کر نہیں دیکھ لیا تا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے یہ کلمہ ہتھیار کے ڈر سے کہا تھا یا نہیں؟ آپ ﷺ اسی بات کو بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی ایمان لایا ہوتا۔''

(۴۲۸) قال: وحدثنا الاعمش عن ابی سفيان عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله. فاذا قالوها عصموا منی دماء هم واموالهم الا بحقها وحسابهم على الله.

جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں، جب وہ یہ کلمہ ادا کر دیں تو ان کے خون اور مال میری طرف سے محفوظ ہو جائیں گے، الا یہ کہ کسی حق کی بناء پر مواخذہ کیا جائے، اور ان کی نیتوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''

(۴۲۹) قال: وحدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة عن النبی ﷺ مثله.

اسی مضمون کی حدیث (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے بھی نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

(۴۳۰) قال: وحدثنی سفيان بن عيينة عن محمد بن عبد الرحمن عن ابيه قال: لما قدم على عمر رضی الله عنه فتح تستر سألهم هل من مغربة خبر؟ قالوا: نعم. رجل من المسلمين لحق بالمشركين فأخذناه. قال: فما صنعتم به؟ قالوا: قتلناه. قال: أفلا أدخلتموه بيتا وأغلقتم عليه بابا وأطعمتموه كل يوم رغيفا واستبتموه ثلاثا. فان تاب والا قتلتموه؟ اللهم انی لم

(۴۲۸) مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۲۱، مسند احمد بن حنبل: ۱۴۲۰۹۔

(۴۲۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۳۴، مسند احمد بن حنبل: ۸۵۴۴۔

(۴۳۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۸۵۔

اشهد ولم آمر ولم ارض اذبلغنی۔

محمد بن عبدالرحمن کے والد نے کہا ہے کہ:

''جب (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تستر کی فتح کی اطلاع آئی تو آپ نے پوچھا: کیا کوئی نئی انوکھی خبر ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! مسلمانوں میں سے ایک آدمی مشرکین سے جاملا تھا، پھر ہم نے اسے پکڑ لیا، آپ نے پوچھا: پھر تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے اسے قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک گھر میں ڈال کر دروازہ بند کر دیتے اور اسے روزانہ ایک روٹی کھلاتے، پھر تین بار اس سے توبہ کرنے کو کہتے، اگر وہ توبہ کر لیتا تو خیر، ورنہ قتل کر دیتے۔ اے اللہ میں اس وقت موجود نہ تھا، نہ میں نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور جب مجھے اس کی خبر ملی تو میں اس پر راضی بھی نہ ہوا۔''

(۴۳۱) قال وحدثنا ابن جریج عن سلیمان عن موسی عن عثمان قال یستتاب المرتد ثلاثا۔

عثمان نے کہا ہے کہ:

''مرتد سے تین بار یہ کہا جائے گا کہ وہ توبہ کر لے۔''

(۴۳۲) قال: وحدثنا اشعث عن الشعبی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یستتاب المرتد ثلاثا، فان تاب والا قتل۔

شعبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مرتد سے تین بار توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے تو خیر، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

(۴۳۳) قال: وحدثنا سعید عن قتادة عن حمید ان معاذا دخل علی ابی موسی وعندہ یہودی فقال: ماھذا؟ قال: یہودی اسلم ثم ارتد وقد استتبناہ منذ شھرین فلم یتب۔ فقال معاذ لا اجلس حتی اضرب عنقه، قضاء اللہ وقضاء رسوله۔

حمید سے روایت ہے کہ:

''معاذ، ابوموسیٰ کے پاس گئے ان کے پاس ایک یہودی بھی تھا، انہوں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ایک یہودی ہے جو اسلام لایا پھر مرتد ہو گیا، ہم دو مہینہ سے اس کو توبہ کرنے کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے توبہ نہیں کی۔ معاذ نے فرمایا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس کی گردن نہ مار دوں، یہ فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کا کیا ہوا ہے۔''

(۴۳۴) قال: وحدثنا مغیرة عن ابراھیم قال: یستتاب المرتد فان تاب ترک والا قتل۔

---

(۴۳۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۷۵۵۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''مرتد سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اگر وہ توبہ کر لے تو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

قال ابو یوسف: بهذه الاحادیث یحتج من رأی من الفقهاء وهم کثیر الاستتابة. واحسن ما سمعنا فی ذلک والله اعلم ان یستتابوا فان تابوا والا ضربت اعناقهم علی ما جاء من الاحادیث المشهورة وما کان علیه من ادرکنا من الفقهاء۔

جن فقہاء کے نزدیک توبہ کا مطالبہ کرنا ضروری ہے اور ان فقہاء کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ انہی احادیث سے احتجاج کرتے ہیں، ہم نے اس باب میں جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہی ہے کہ ان لوگوں سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا، یہ توبہ کر لیں تو خیر، ورنہ ان کی گردن ماردی جائے گی جیسا کہ مشہور احادیث میں آیا ہے اور جیسا کہ ان فقہاء کی رائے ہے جنہیں ہم نے پایا ہے۔

مرتد عورت کا حکم:

قال: فأما المرأة اذا ارتدت عن الاسلام فحالها مخالف لحال الرجل. تأخذ من المرتدة بقول عبدالله بن عباس (رضی الله عنهما)۔

عورت اگر اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس کا معاملہ مرد کے معاملہ سے مختلف ہے، مرتد ہو جانے والی عورت کے سلسلہ میں (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کے قول کو لیا جاتا ہے۔

(۵۳۵). فان ابا حنیفة رحمه الله تعالی حدثنی عن عاصم بن ابی رزین (رحمه الله تعالیٰ) عن ابن عباس (رضی الله عنهما) قال: لا یقتل النساء اذا هن ارتددن عن الاسلام ولکن یحبسن ویدعین الی الاسلام ویجبرن علیه۔

(چنانچہ) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا ہے کہ:

''عورتیں اگر اسلام سے پھر جائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کو قید کر دیا جائے گا، اسلام کی طرف بلایا جائے گا اور اس پر مجبور کیا جائے گا۔''

اسلام سے پھر کر دار الحرب چلے جانے والے کا حکم:

قال ابو یوسف: اذا ارتد الرجل والمرأة ولحقا بدار الحرب فرفع ذلک الی الامام. فانه ینبغی ان یقسم ما خلفاه بین ورثتها. وان کان لهما مدبرون عتقوا۔

---

(۴۳۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹۹۴، سنن الدار قطنی: ۳۴۵۸۔

جب کوئی آدمی اور اس کی بیوی مرتد ہو کر دارالحرب چلے جائیں اور یہ معاملہ امام کے سامنے پیش ہو تو اسے چاہیے کہ ان دونوں نے جو مال واملاک چھوڑا ہوا سے ان کے ورثاء کے درمیان تقسیم کردے، اگر ان کے پاس مدبر غلام رہے ہوں تو وہ آزاد کردیئے جائیں گے۔

وان كان للرجل امهات اولاد عتقن. ولحوقه بدار الحرب بمنزلة موته. ولو كان خلف رقيقا له في دار الاسلام فأعتقهن وهو في دار الحرب لم يجز عتقه. وكذلك لو اوصى لرجل بوصية او وهب له هبة لم يجز شيء من ذلك.

اگر مرد کے پاس ایسی لونڈیاں رہی ہوں جن سے اس کی اولاد ہو چکی ہو تو وہ بھی آزاد ہو جائیں گی کیونکہ اس شخص کا دارالحرب چلا جانا اس کی موت کے بمنزلہ ہے، اگر وہ آدمی دارالاسلام میں کچھ غلام چھوڑ گیا ہو اور دارالحرب میں رہتے ہوئے ان کو آزاد کرنے کا اعلان کردے تو یہ آزاد کرنا ناقابل تسلیم ہوگا، اسی طرح اگر وہ وہاں سے کسی آدمی کے حق میں وصیت کرے یا اسے کوئی چیز بطور ہبہ منتقل کرنا تو یہ انتقالات بھی ناقابل تسلیم ہونگے۔

فان كان اعتق او اوصى او وهب قبل ان يلحق بدار الحرب جاز ذلك. لانه اذا لحق بدار الحرب فقد خرج من ماله وصار ميراثا لورثته. فأما امرأته فيفرق بينه وبينها

اگر مرتد دارالحرب جانے سے پہلے ہبہ کرے یا غلام آزاد کرے تو اس کا نفاذ ہوگا، دارالحرب جاتے ہی وہ اپنے مال کی ملکیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور یہ مال اس کے ورثاء کیلئے میراث بن جاتا ہے دارالحرب چلے جانے والے مرتد کی بیوی (اگر دارالاسلام میں موجود ہو تو اس) سے اس کا تعلق منقطع کردیا جائے گا۔

وتؤمر ان تعتد منه بثلاث حيض منذ يوم ارتد عن الاسلام. وان كانت حاملا فحتى تضع ما في بطنها ثم تتزوج ان شاءت. ويقسم ماله بين ورثته من المسلمين.

اور اس عورت سے کہا جائے گا کہ جس دن اس کا شوہر مرتد ہوا تھا اس دن سے تین حیض کی مدت تک اس کی عدت پوری کرے، اگر وہ حاملہ ہو تو اس وقت تک عدت پورے جب تک وضع حمل نہ ہو جائے، اس کے بعد اگر وہ چاہے تو نیا نکاح کر سکتی ہے، اور اس مرتد کا مال اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔

فان امر الامام بقسمة ماله بين ورثته بعد لحوقه بدار الحرب. فان كانت امرأته قد حاضت ثلاث حيض منذ يومئذ ارتد الى يوم امر الامام بقسمة ماله فلا ميراث لها. لانها قد حلت للازواج. ارأيت لو تزوجت آخر فمات أكنت أورثها منهما جميعا؛

اگر امام نے مرتد کے دارالحرب چلے جانے کے بعد اس کے مال کو اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم کردینے کا حکم دیا اور جب یہ حکم دیا گیا تو اس کی بیوی اس کے مرتد ہونے کے دن سے تین حیض کی مدت پوری کر چکی تھی تو وہ عورت میراث

نہیں پائے گی کیونکہ اب اس کیلئے دوسرا شوہر کر لینا حلال ہو گیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر یہ عورت اسی اثنا دوسرے مرد سے نکاح کر لیتی اور وہ مرد وفات پا جاتا تو ہم اسے ان دونوں مردوں کی میراث میں تو نہیں شریک کرتے؟

انما هی بمنزلة المطلقة ثلاثا فی المرض او واحدة بائنة فی الصحة. فان مات وهی فی العدة ورثته. وان مات بعد انقضاء العدة لم ترث. وكل شیء يدخل به المرتد من ماله الی دار الحرب فأصابه المسلمون فهو غنيمة بمنزلة الغنيمة من اهل الحرب.

اس عورت کی قانونی حیثیت وہی ہے جو اس عورت کی ہے جسے مرد نے مرض (موت) کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہوں یا حالت صحت میں ایک طلاق بائنہ دے دی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد کا انتقال اس عورت کی عدت کے دوران ہو جاتا ہے تو یہ اس کی وارث ہوتی ہے اور اگر عدت گزرنے کے بعد ہو تو یہ وارث نہیں ہوتی۔ مرتد اپنا جو مال دارالحرب میں لیتا گیا ہو وہ اگر بعد میں مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے تو اس کی نوعیت اس مال غنیمت کی ہوگی جو اہل حرب سے حاصل ہوتا ہے۔

(۴۳۶) قال: وحدثنا اشعث عن عامر وعن الحكم عن عتيبة فی المسلمة يرتد زوجها ويلحق بأرض العدو. فان كانت ممن تحيض فثلاثة قروء. وان كانت ممن لا تحيض فثلاثة اشهر. وان كانت حاملا فحين تضع ما فی بطنها. ثم تتزوج ان شاءت ويقسم الميراث بين ورثته من المسلمين.

ہم سے اشعث نے بروایت عامر و حکم، عتیبہ سے بیان کیا ہے کہ:

''جس مسلمان عورت کا شوہر مرتد ہو کر دشمن کی سرزمین میں چلا جائے اس کو اگر حیض آتے ہوں تو اس کی عدت تین قروء ہوگی اور حیض نا آتے ہوں تو تین مہینہ ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل پر عدت پوری ہو جائے گی اس کے بعد وہ چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اس شخص کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی۔''

(۴۳۷) قال: وحدثنا الاعمش عن ابی عمرو عن علی رضی الله عنه أتی بمستورد العجلی. وقد ارتد فعرض عليه الاسلام فأبی فقتله وجعل ميراثه بين ورثته من المسلمين

ابو عمرو نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''مستورد عجلی مرتد ہو گیا اور اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا، مگر اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا، اس کی میراث آپ نے اس کے مسلمان وارثوں کے درمیان تقسیم کر دی۔''

(۴۳۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۰۳۱۲، السنن الکبری للبیهقی: ۱۲۴۲۲۔

قال: فان رجع هذا المرتد تائبا رد اليه ما وجد من ماله قائما بعينه. وما استهلك ورثته فلا ضمان عليهم فيه. وأما مدبروه وأمهات اولاده فان كان الامام قد اعتقهم فقد مضى عتقهم ولا يرجع في شيء منهم. وان كان لم يعتقهم فهم على حالهم قبل ان يرتد.

یہ مرتد (جس کی میراث تقسیم کی جا چکی) اگر توبہ کر کے (دارالحرب سے دارالاسلام) لوٹ آئے تو اس کے جو مال واملاک بعینہ موجود پائے جائیں گے وہ اس کو واپس دے دیئے جائیں گے لیکن جن اشیاء کو اس کے ورثاء نے خرچ کر لیا ہو ان کے وہ دینے دار نہ ہوں گے، اس کے مدبر غلاموں اور ام ولد لونڈیوں کو اگر امام آزاد کر چکا تو ان کی آزادی بدستور قائم رہے گی اور ان میں سے کوئی چیز اسے واپس نہ ملے گی البتہ اگر امام نے انہیں آزاد نہ کیا ہو تو ان کی حیثیت وہی رہے گی جو مالک کے ارتداد سے پہلے تھی۔

وأما المرأة اذا ارتدت ولحقت بدار الحرب. فأمر الامام بقسمة تركتها بين ورثتها. ولها زوج فلا ميراث لزوجها. فانها حين ارتدت فقد حرمت عليه وصار لها غير زوج.

عورت مرتد ہو کر دارالحرب چلی جائے اور امام اس کی میراث کو اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم کر دینے کا حکم دے دے، اور عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ وراثت میں سے حصہ نہیں پائے گی، یہ عورت مرتد ہوتے ہی اس مرد کیلئے حرام ہو گئی تھی اور یہ اس کا شوہر نہیں رہ گیا تھا۔

لو كانت هذه المرأة ارتدت وهي مريضة فماتت من ذلك المرض او لحقت بدار الحرب على حال المرض. فقضى الامام بموتها فاني استحسن ان اورث زوجها في هذه الحالة وافرق بين ردتها في صحتها وردتها في مرضها الذي ماتت فيه.

مرتد ہونے والی یہ عورت اگر ارتداد کرتے وقت بیمار رہی ہو اور اسی بیماری میں انتقال کر جائے یا بیماری کی حالت میں دارالحرب چلی جائے اور امام (قانون کی نظر میں) اس کے مرجانے کا فیصلہ کردے تو میں بطور استحسان یہ رائے رکھتا ہوں کہ اس کا شوہر اس کی میراث میں سے حصہ پائے گا، میں اس عورت کے حالت صحت میں مرتد ہونے اور حالت مرض میں مرتد ہونے کے درمیان فرق کرتا ہوں۔

وبه كان ابو حنيفة رحمه الله يقول. وليس هو بقياس القياس ان لا ميراث للزوج كانت الردة منها في المرض او في الصحة.

(امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) بھی یہی فرماتے تھے، یہ رائے قیاس کے مطابق نہیں، قیاس کا تقاضا ہے کہ شوہر کو میراث نہ ملے خواہ اس کی بیوی حالت صحت میں مرتد ہوئی ہو یا حالت مرض میں۔

فأما الرجل اذا ارتد وهو مريض فلم يتب حتى مات من مرضه ذلك. فان كانت امرأته قد

حاضت ثلاث حیض قبل وفاته فلا میراث لها وان لم تکن حاضت ثلاث حیض فلها المیراث وھی بمنزلة المطلقة

اگر مرد حالت مرض میں مرتد ہو جائے توبہ نہ کرے اور اسی مرض میں انتقال کر جائے تو اسی کی بیوی کو اس کا ورثہ صرف اسی صورت میں ملے گا جب کا مرد کے مرنے تک اس کے تین حیض پورے نہ ہوئے ہوں اگر مرد کے مرنے سے پہلے اس کے تین حیض پورے ہو جائیں تو وہ میراث نہیں پائے گی، اس عورت کی قانونی حیثیت وہی ہے جو مطلقہ کی ہوتی ہے۔

وموته ھھنا فی مرضه مثل لحوقه بدار الحرب فی الصحة اذا قضی الامام بموته وامر بقسمة ما خلف فی دار الاسلام۔

نیز اس مرد کے اس مرض میں (جس میں وہ مرتد ہوا تھا) انتقال کر جانے کی قانونی حیثیت وہی ہے جو اس صورت میں ہوتی جب کا وہ حالت صحت میں (مرتد ہوکر) دارالحرب چلا جاتا اور امام اسے (قانون کی نظر میں) مردہ قرار دے کر دارالاسلام میں اس کے ترکہ کی تقسیم کا حکم دے دیتا۔

توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا:

قال ابو یوسف: وأیما رجل مسلم سب رسول الله صلی الله علیه وسلم أو کذبه أو عابه أو تنقصه فقد کفر بالله وبانت منه زوجته. فان تاب والا قتل. وکذلك المرأة. الا ان اباحنیفة قال: لا تقتل المرأة وتجبر علی الاسلام۔

جو مسلمان مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرے، یا آپ کی تکذیب کرے یا آپ میں کوئی عیب نکالے یا کسی طرح بھی تنقیص کرے اس نے اللہ سے کفر کیا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہوگئی اگر وہ توبہ کر لے تو خیر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہی حکم عورت کے بارے میں بھی ہے، مگر (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے یہ کہا ہے کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔

مرتد سے توبہ کرانے کی کوشش:

(۴۳۸) حدثنا عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیه قال: کنت عاملا لعمر بن عبدالعزیز فکتبت الیه ان رجلا کان یھودیا فأسلم ثم تھود رجع عن الاسلام. فکتب الی عمر: ان ادعه الی الاسلام. فان اسلم فخل سبیله. وان ابی فادع بالخشبة فأضجعه علیها ثم ادعه. فان ابی فأوثقه وضع الحربة علی قلبه ثم ادعه. فان رجع فخل سبیله. وان ابی فاقتله۔

عبدالرحمن بن ثابت کے والد نے کہا ہے کہ:

''میں (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا مقرر کردہ ایک عامل تھا ایک بار میں نے انہیں یہ لکھا کہ ایک آدمی پہلے یہودی تھا، پھر اسلام لے آیا، اس کے بعد پھر یہودی ہوگیا اور اسلام سے ہٹ گیا، (حضرت) عمر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جواب میں مجھے یہ لکھا کہ: اسے اسلام لانے کی دعوت دو، اگر وہ اسلام لے آئے تو اسے چھوڑ دو، اگر انکار کردے تو ایک لکڑی منگا کر اس کو اس پر لٹا دو اور پھر اسلام لانے کی دعوت دو اگر وہ پھر انکار کردے تو اسے اسی لکڑی میں باندھ دو اور اس کے دل پر نیزہ رکھ کر اس کو پھر اسلام لانے کی دعوت دو، اگر وہ رجوع کر لے تو اسے چھوڑ دو، اور اگر اب بھی انکار کردے تو اسے قتل کردو۔''

قال: ففعل ذلك به حتى وضع الحربة على قلبه فأسلم فخلى سبيله

(راوی) کہتا ہے کہ انہوں نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جب اس کے دل پر نیزہ رکھا گیا تو وہ اسلام لے آیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔

چوروں سے برآمد ہونیوالے مال کا حکم:

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالىٰ): وأما ما سألت عنه يا امير المؤمنين مما يصيبه ولاتك فى الأمصار مع اللصوص اذا اخذوا من المال الذهب والمتاع والسلاح وغير ذلك فما اصبت معهم من شىء فتقدم الى ولاتك فى ان يصير الى رجل من اهل الامانة والصلاح فيصيره فى موضع حريز. فان جاء له طالب واقام بذلك بينة شهودا لا بأس بهم قوما من اهل التجارة معروفين رد عليه متاعه واشهد عليه. وضمنه المتاع او قيمته ان جاء مستحق له.

امیر المؤمنین! آپ نے مرکزی شہروں کے والیوں کو اپنے علاقوں میں پکڑے جانے والے چوروں سے جو مال سونا، ساز و سامان، اسلحہ وغیرہ برآمد ہوتا ہے اس کے بارے میں پوچھا ہے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) آپ اپنے والیوں کو ہدایت کردیجئے کہ ان چوروں کے پاس سے آپ کو جو کچھ ملا ہو ان اموال کو کسی نیک اور امانت دار آدمی کی تحویل میں دے دیں، یہ آدمی ان اموال کو کسی محفوظ جگہ پر رکھ دے، اگر کوئی آدمی کسی چیز کا مطالبہ کرے اور (اپنے دعویٰ ملکیت پر) ایسے گواہ پیش کردے جن میں کوئی خرابی نہ ہو، مثلاً چند معروف تاجروں کی گواہی پیش کرے، تو اس کا سامان اسے واپس دے دیا جائے گا، اس واپسی پر گواہ قائم کر لئے جائیں گے اور جو مال واپس دیا جارہا ہو اس پر، یا اس کی قیمت پر اس آدمی سے یہ ضمانت لے لی جائے گی کہ بعد میں کوئی دوسرا آدمی اس کا حق دار ثابت ہوجائے تو یہ اس کا دینے دار ہوگا۔

وان لم يأت له طالب بيع المتاع والسلاح وصير ثمنه والمال الذى اصيب معهم الى بيت المال. فان هذا وشبهه مما يذهب به الولاة ولا يحل لهم ولا يسعهم الا ان يرفعوه اليك. فمر

ولا تك فی كل بلد و مصر اذا رفع اليهم شیء من هذا ان يثبتوه عندهم ويصيروه الى الذی يجعل اليه حفظ ذلك.

اگر کوئی مطالبہ کرنے والا نہ آئے تو ان سامانوں اور اسلحہ جات کو فروخت کر دیا جائے گا اور ان کی قیمت اور جو (نقد) مال چوروں کے پاس سے برآمد ہوئے تھے ان کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ آج کل اس طرح کے اموال کو والی کھا جاتے ہیں حالانکہ ان کیلئے واحد جائز طریقہ یہ ہے کہ آپ کو ان کی خبر کریں اس صورت حال کے پیش نظر آپ کو چاہیے کہ ہر ملک اور ہر مرکزی شہر کے والی کے نام یہ فرمان جاری کر دیں کہ جب ان کے پاس اس قسم کا کوئی مال لایا جائے تو اس کا با قاعدہ اندراج عمل میں لائیں اور اسے اس فرد کے حوالہ کر دیں جس کو خاص طور پر اس قسم کے اموال کا محافظ مقرر کیا گیا ہے۔

وتقدم اليه فی العمل بما حددته له. وتقدم اليه ان جاءه رجل فادعى شيئا من المتاع او المال الذی يوجد مع اللصوص فاسأله البينة. فان لم يكن له بينة وكان الرجل ثقة عدلا أمينا ليس بمتهم على ادعاء ماليس له ان يحلفه على ما ادعى من ذلك ثم يدفعه اليه.

ان محافظین کو آپ وہ طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کیجئے جس کی تفصیل میں نے اوپر بیان کی ہے۔ ان محافظین کو ہدایت کیجئے کہ اگر کوئی منصف مزاج، امانت دار، اور معتمد علیہ شخص جس پر یہ شبہ نہ کیا جا سکتا ہو کہ وہ دوسرے کے مال کا جھوٹا دعویٰ لے کے کھڑا ہوگا، ان کے پاس آکر چوروں کے پاس سے برآمد ہونے والے ان اموال میں سے کسی چیز کا مالک ہونے کا دعویٰ کرے لیکن ثبوت کے مطالبہ پر گواہی پیش نہ کر سکے تو اس سے اس کے دعویٰ پر حلف لی جائے اور مطلوبہ مال اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

ويضمنه اياه ان جاء مستحق لشیء مما كان دفع اليه. وهذا استحسان لانه ربما لا يكن للرجل البينة على متاع او مال انه له وهو فی نفسه ثقة ليس ممن يدعی ماليس له.

البتہ اس سے اس بات کی ضمانت لے لی جائے کہ اگر بعد میں اس کے حوالہ کئے جانے والے اموال پر کسی دوسرے کا حق ثابت ہو جائے تو وہ دینے کا ذمہ دار ہوگا، یہ حکم بطور استحسان تجویز کیا جا رہا ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کیلئے اپنے کسی سامان یا رقم کے سلسلہ میں اس بات کا ثبوت پیش کرنا ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اس کی ملکیت ہے لیکن خود قابل اعتماد ہوتا ہے اور ان لوگوں میں سے نہیں ہوتا جو ملکیت کا جھوٹا دعویٰ لے کر کھڑے ہوں۔

وان اخذ اللصوص ومعهم متاع وصاحب المتاع معهم وهو امر ظاهر معروف رد على صاحبه مكانه. ولا يرد الوالی صاحبه يريد بذلك ذهاب متاعه ليضجر الرجل فيدع المتاع فيأخذه.

چور اگر سامان کے ساتھ پکڑے گئے ہوں اور سامان کا مالک بھی ان کے ساتھ ہو، اور یہ ایک کھلی ہوئی معروف بات ہو (کہ سامان اس مالک کا ہے) تو سامان اسی وقت مالک کو واپس کر دیا جائے، والی کو یہ اختیار نہیں کہ ایسے مالک کو مال واپس کرنے میں کسی طرح کی تاخیر کرے، اس تاخیر سے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس آدمی کو پریشان کر کے اسے اپنے مال سے دستبردار ہو جانے پر مجبور کرے اور پھر خود اس پر قابض ہو جائے۔

و كذلك الحكم فيما اصيب مع الخناقين والمبنجين فسبيله هذا السبيل: ان جاء له طالب فأقام البينة على شيء وعدلت بينته دفع اليه ذلك.

کمند بازوں اور بھنگ پلا کر لوٹ لینے والوں کے پاس سے جو مال برآمد ہو اس کا بھی یہی حکم ہے اگر کوئی آدمی آ کر اس مال کا مطالبہ کرے اور اپنے دعویٰ ملکیت پر راستباز اور قابل اعتماد گواہ پیش کرے تو مال اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

وان لم يأت له طالب بيع المتاع وجمع ثمنه ودفع الى بيت المال. واذا عرف الخناق او اقر او اصيب معه أداة الخناقين ومعه المتاع امرت بضرب عنقه ان اقر وصلبه.

اور اگر کوئی دعوی دار نہ آئے تو سامان کو فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ کمند باز کی شناخت مکمل ہو جائے یا وہ خود جرم کا اقرار کر لے یا اس کے پاس سے وہ آلات برآمد ہوں جن سے کمند باز گلا گھونٹتے ہیں اور ساتھ ہی لوٹا ہوا مال بھی برآمد ہو تو اگر وہ اپنے جرم کا اعتراف کر لے تو اس کو قتل کرنے یا پھانسی پر چڑھانے کا حکم دے دیجئے۔

و كذلك المبنج اذا وجد فأقر او اصيب معه الطعام الذى فيه بنج، واصيب معه متاع الناس او اداة الخناقين. فالأمر فيهم اليك اذا كان امرهم ظاهرا مكشوفا لا يختل.

بھنگ پلا کر لوٹنے والا گرفتار ہو اور اپنے جرم کا اقرار کر لے یا اس کے پاس سے ایسی اشیاء خوردنی برآمد ہوں جن میں بھنگ ملی ہوئی ہو اور ساتھ ہی اس کے پاس سے لوٹا ہوا مال بھی برآمد ہو، یا گلا گھونٹنے کے آلات برآمد ہوں تو ایسی صورت میں جب کہ ان کا معاملہ بالکل واضح ہو کر سامنے آ جائے اور کوئی شبہ باقی نہ رہے تو فیصلے کا انحصار آپ کی صواب دید پر ہے۔

لاوارث مال کا حاکم:

وما صار الى القضاة فى المدن والامصار من متاع الغرباء ومن نهم وليس لذلك طالب ولا وارث. فينبغي ان يرفع اليك ذلك. فانه ان بقي فى ايدى القضاة صيروه الى اقوام يأكلونه.

قصبات اور مرکزی شہروں کے قاضیوں کے یہاں غریب الوطن افراد کا جو مال ومتاع جمع ہو جائے جس کا نہ کوئی وارث ہو، نہ دعویٰ دار تو اسے آپ کے علم میں لایا جانا چاہیے، اندیشہ ہے کہ اگر یہ مال زیادہ عرصہ ان قاضیوں کے پاس رہ گیا تو یہ اسے ایسے لوگوں کے سپرد کر دیں گے جو اسے کھا جائیں۔

وهذا وشبهه ما وجد مع اللصوص مما ليس له طالب ولا مدع انما هو لبيت مال المسلمين. فتفقد هذا وشبهه. وتقدم الى ولاتك على البريد والاخبار فى النواحى ان يكتبوا اليك بما يحدث من ذلك، ورأيك بعد فى ذلك.

یہ اموال چوروں کے یہاں سے برآمد ہونے والے اموال، اور وہ سارے مال جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو مسلمانوں کے بیت المال کیلئے ہیں، آپ اس طرح کے اموال کا جائزہ لیتے رہیں، مختلف علاقوں میں ڈاک اور خبر رسانی پر مامور افسران کو حکم دیجئے کہ اس طرح کے جو مال حاصل ہوں ان کی آپ کو خبر کرتے رہیں اس کے بعد ان کے سلسلہ میں جو مناسب سمجھئے کیجئے۔

بازیافتہ مفرور غلاموں کا حکم:

قال ابو یوسف: وأما ما سألت عنه یا امیر المؤمنین مما یدفع الی الولاة فی کل بلد من العبید والاماء الأباق، وانهم قد کثروا فی الحبس فی کل مصر ومدینة ولیس یأتی لهم طالب. فول رجلا ثقة ترضی دینه وأمانته بیع من بحضرتك بمدینة السلام فی الحبس حتی یبیعهم. واکتب الی ولاتك علی القضاء فی المصار والمدن بذلك.

امیر المؤمنین! جو آپ نے پوچھا ہے کہ ہر ملک میں بہت سے مفرور غلام اور لونڈیاں جو والیوں کے یہاں پہنچائے جاتے ہیں ان کی ایک بہت بڑی تعداد قید خانوں میں جمع ہوگئی ہے جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں (اب ان کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ) آپ کسی معتمد علیہ فرد کو جس کی دینداری اور امانت داری پر آپ کو پورا بھروسہ ہو یہ ذمہ داری سونپ دیں کہ خود آپ کے پاس مدینۃ السلام میں اس قسم کی جو افراد قید میں ہیں ان کو فروخت کردے، شہروں اور مرکزی مقامات کے قاضیوں کو لکھ دیجئے کہ وہ بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔

حتی یخرج الغلام او الأمة فیسأل عن اسمه واسم مولاه. ومن أی بلد هو؟ وأین یسکن مولاه؟ ومن ای القبائل هو؟ ویکتب ذلك فی دفتر ویکتب اسم العبد وحلیته وجنسه والشهر الذی أبق فیه والسنة. والشهر الذی اخذ فیه والسنة. ثم یثبت ذلك علی ما یقوم العبد ثم یحبس. فاذا اتی علیه فی الحبس ستة اشهر ولم یأت له طالب اخرجه الرجل الذی ولیته امرهم فنادی علیهم فیمن یزید وباعهم وجمع مالهم وصیره الی بیت المال وکتب علیه مال ثمن الأباق.

(جس کی تفصیل یہ ہے:) ہر غلام یا لونڈی کی پیشی ہو اور اس سے اس کا نام اس کے مالک کا نام، اس کا وطن، اس کے مالک کی جائے سکونت، اور اس کے قبیلہ کا نام دریافت کر کے ایک رجسٹر میں لکھ لیا جائے، غلام کا نام، حلیہ، قسم، وہ مہینہ اور

سال جس میں وہ پکڑا گیا یہ ساری تفصیلات غلام کے بیان کے مطابق درج کر لی جائیں اور پھر اسے چھ ماہ مزید قید میں رکھا جائے اس عرصہ میں بھی اگر کوئی اس کا مطالبہ کرنے نہ آئے تو جس آدمی کے سپرد یہ ذمہ داری کی گئی ہے وہ ایسے غلاموں کو قید سے نکال کر نیلام کردے اور ان کی قیمت بیت المال میں داخل کردے اس رقم کے ساتھ (بیت المال کے رجسٹر میں) یہ درج کر دیا جائے یہ رقم مفرور غلاموں کی فروخت سے حاصل ہوئی ہے۔

فان جاء صاحب عبد او امة وهو فی الحبس ولم يبع العبد ولا الامة قال له: سم اسم العبد أو الأمة. وما اسمك؟ ومن ای بلد انت؟ وما جنس العبد او الأمة وما حليته وهو ينظر فی الدفتر الذی اثبت فيه الاسماء من العبيد والاماء. وفی ای شهر ابق منك فاذا وافق الاسم الاسم والبلد البلد والحلية الحلية والجنس الجنس اخرج العبد او الأمة. ثم قال له: اتعرف هذا؟ فاذا اقر انه مولاه دفعه اليه.

اگر کسی غلام یا لونڈی کے فروخت کئے جانے سے قبل اس کے قید میں رہنے کے دوران اس کا مالک آکر ذمہ دار سے اس کا مطالبہ کرے تو اسے چاہیے کہ اس سے غلام یا لونڈی کا نام، خود اس کا نام، اس کا وطن، غلام یا لونڈی کی قسم اور حلیہ دریافت کرے۔ اس کے جوابات کا مقابلہ رجسٹر کے اندراجات سے کرے اس سے یہ بھی دریافت کرے کہ غلام اس کے پاس سے کس مہینہ میں فرار ہوا تھا، اگر اس کا بتایا ہوا نام، ملک، حلیہ، اور قسم رجسٹر میں مندرجہ تفصیلات کے مطابق نکلے تو اسے چاہیے کہ مطلوبہ لونڈی یا غلام کو حاضر کر کے اس سے دریافت کرے کہ کیا وہ مطالبہ کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اگر وہ اقرار کر لے یہ شخص اس کا مالک ہے تو اسے اس کے حوالے کردے۔

وان جاء المولى وقد بيع العبد او الأمة سأله عن اسمه واسم ابيه واسم قبيلته وبلده. وعن اسم العبد وحليته. وهو ينظر فی الدفتر. فاذا اخبر بذلك على ما كان العبد اخبر به ووافق ذلك ما فی الدفتر دفع اليه ثمن العبد الذی كان باعه.

اگر مالک غلام یا لونڈی کے فروخت کئے جانے کے بعد آئے تو ذمہ دار کو چاہیے کہ اس سے اس کا نام، اس کے والد کا نام، قبیلہ کا نام، وطن، اور غلام کا نام اور حلیہ دریافت کر کے اس کے جوابات کا مقابلہ رجسٹر کے اندراجات سے کرے، اگر اس کا بیان، غلام کے اس بیان کے مطابق نکلے جو رجسٹر میں درج ہے تو اسے غلام کی وہ قیمت دے دے جو اس کی فروخت سے حاصل ہوئی تھی۔

وليكن ما يباع به العبد مثبتاً فی الدفتر عند ذكر اسمه واسم مولاه، وكذلك الأمة. وان لم يأت لذلك طالب وطالت به المدة صير ذلك فی بيت المال يصنع به الامام ما احب ويصرفه فيما يرى انه أنفع للمسلمين.

ضروری ہے کہ ہر غلام اور ونڈی کے نام اور اس کے مالک کے نام کے ساتھ ہی رجسٹر میں یہ بھی درج ہو کہ اسے کتنی قیمت پر فروخت کیا گیا ہے۔ اگر ایک طویل عرصہ تک کوئی مطالبہ کرنے والا نہ آئے تو اس طرح کی رقوم کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے اور امام ان رقوم کو اپنی صواب دید کے مطابق ایسے کاموں پر خرچ کرے جن کو مسلمانوں کیلئے مفید سمجھتا ہو۔

وينبغي ان يتقدم في الاجراء على هؤلاء الأباق الى ان يباعوا كما يجري على من في الحبس على ما كنت قدرت لكل مرء منهم. وليكن الاجراء عليهم من بيت مال المسلمين. وصير الذي يجري عليهم الى لرجل الذي توليه امرهم وبيعهم ورأيك بعد في ذلك.

آپ ہدایت کر دیجئے کہ قیدیوں کی طرح ان مفرور غلاموں کیلئے بھی روزینہ مقرر کر دیا جائے جب تک یہ فروخت نہ کر دیئے جائیں روزینہ جاری رہے، اس کی مقدار وہی ہوگی جو آپ نے قیدیوں کیلئے مقرر کی ہے یہ روزینہ بھی مسلمانوں کے بیت المال سے جاری کیا جائے گا روزینہ کی رقمیں اس شخص کے حوالہ کر دی جائیں گی جس کو ان کی نگرانی اور فروخت کا ذمہ دار بنایا گیا ہو اس سلسلہ میں آپ اپنی صوابدید کے مطابق مناسب طریقے اختیار فرما سکتے ہیں۔

عمال حکومت کے طرز عمل سے متعلق اطلاعات

وأما ماسألت عنه یا امیر المؤمنین مما بلغك واستقر عندك . و کتب به الیك والیك وصاحب البرید ان فی ید قاضی البصرة ارضین کثیرة فیها نخل وشجر ومزارع. وان غلة ذلك تبلغ شیئا کثیرا فی السنة وقد صیرها فی أدی وکلاء من قبله یجری علی الواحد منهم ألفا وألفین وأکثر وأقل ولیس احد یدعی فیها دعوی. وان القاضی ووکلاءه یأکلون ذلك.

امیر المؤمنین! آپ نے جو پوچھا ہے کہ آپ کو یہ بات پہنچی ہے اور آپ کے نزدیک پوری طرح ثابت ہو چکی ہے، آپ کے خبر رسانی کے ذمہ دار اور والی نے بھی آپ کو تحریری طور پر اس سے مطلع کیا ہے، کہ بصرہ کے قاضی کے پاس بہت سی زمینیں ہیں جن میں باغات، کھجور کے درخت، اور کھیت شامل ہیں ان کی سالانہ آمدنی بہت زیادہ ہے، قاضی نے اسے اپنے مقرر کردہ ایجنٹوں کے سپرد کر رکھا ہے جن کو وہ فی کس ہزار، دو ہزار یا اس سے زیادہ یا کم تنخواہیں دیتا ہے ان زمینوں کا کوئی دعویٰ دار نہیں، قاضی اور اس کے یہ ایجنٹ مل کر اسے کھا رہے ہیں۔

فهذا وشبهه من الواجب علیك النظر فیه اذا استقر عندك فما کان فی ید القاضی مما لیس یدعی فیه احد دعوی. وقد استغله وکلاء القاضی وأخذوا غلة ذلك وطالت به کالمدة ولم یأت احد یطلب فیه حقه. وقد امسك القاضی عن الکتاب الیك بذلك لتری فیه رأیك.

یہ اور اس جیسی دوسری باتیں جب ثابت ہو جائیں تو آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کو زیر غور لائیں، قاضی کے قبضہ میں جو چیزیں ہیں ان کا کوئی دعویٰ دار نہیں ہے اور قاضی اور اس کے ایجنٹ ان چیزوں سے نفع حاصل کرتے اور اس نفع کو خود رکھ لیتے ہیں، عرصہ دراز سے یہی صورت حال ہے اور کوئی آدمی ان چیزوں سے متعلق کوئی مطالبہ لے کر سامنے نہیں آیا، نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ قاضی نے اس کے متعلق آپ کو کچھ لکھا بھی نہیں تاکہ آپ اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے۔

فقاضی سوء صیر هذا وشبهه مأکلة له ولمن معه وهو آثم فی ذلك فتقدم الی ولاتك فی محاسبة القاضی علی ماجری علی یدیه وأیدی وکلاءه حتی یخرجوا منه ویصیر ما کان من غلات ذلك الی بیت مال المسلمین بعد أن لا یکون لوارث ولا لاحد فیها شیء یدعیه.

ظاہر ہے کہ یہ انتہائی برا قاضی ہے جس نے ان اموال کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے کھانے کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے اس کا یہ فعل سراسر فعلِ گناہ ہے۔ آپ اپنے والیوں کو ہدایت کیجئے کہ اس قاضی اور اس کے ایجنٹوں سے جو حرکتیں صادر ہوئی ہیں ان کا اس سے محاسبہ کرے، تاکہ یہ لوگ اس سے دست کش ہو جائیں اور ان اموال سے جو آمدنی ہو وہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی جائے بشرطیکہ یہ کسی وارث کا حق نہ ہو اور نہ کوئی آدمی اس میں سے کسی حق کا مطالبہ کرے۔

واذا صح مثل هذا على القاضي حتى تبين امتناعه من الكتاب الى الامام بذلك فقاضي سوء غاش لنفسه وللامام وللمسلمين ولا ينبغي ان يستعان به على شيء من امور المسلمين. وقد رأيت ان تأمر باخراج تلك الارضين من ايدي القضاة الذين يأكلونها ويؤكلونها.

اگر قاضی کے خلاف یہ الزامات ثابت ہو جائیں اور یہ بات بھی ثابت ہو جائے کہ اس نے امام کو ان کے بارے میں نہیں لکھا ہے تو اس قاضی کا برا ہونا اور اپنی ذات، امام، اور مسلمانوں کے خلاف خیانت، و بدخواہی کا مرتکب ہونا شبہ سے بالا ہے، پھر یہ مناسب نہیں کہ اسے مسلمانوں سے متعلق کسی بھی خدمت پر مامور کیا جائے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان زمینوں کو ایسے قاضیوں کے قبضہ سے نکال لینے کا حکم جاری کر دیں جو انہیں خود کھانے اور دوسروں کے کھلانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔

وان تختار لها رجلا ثقة امينا عدلا. وان تأمر ان يختار لها الثقات فيتولوا امرها بان تحمل غلاتها الى بيت مال المسلمين. الى ان يأتي مستحق لشيء منها.

کسی منصف مزاج، امانت دار، اور معتمد علیہ فرد کو ان زمینوں کا نگران مقرر کر دیجئے، اس نگران کو حکم دیجئے کہ ان زمینوں سے متعلق امور کی انجام دہی کیلئے قابل اعتماد افراد کا تقرر عمل میں لائے، حکم دے دیجئے کہ ان کی ساری آمدنی مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی جایا کرے تاآنکہ کوئی شخص اس میں سے کسی چیز کا حق دار ہونے کا دعوی لے کر کھڑا ہو۔

فان كل من مات من المسلمين لا وارث له فماله لبيت المال. الا ان يدعي مدع منها شيئا بميراث يرثه عن بعض من مات وتركها على ذلك ببرهان وبينة فيعطى منها ما يجب له ورأيك بعد في ذلك.

کیونکہ جو مسلمان کوئی وارث چھوڑے بغیر وفات پا جائے اس کا مال بیت المال کیلئے ہے، البتہ کوئی مدعی اگر کسی مرنے والے کا وارث ہونے کی بنا پر کسی چیز کا مطالبہ کرے اور اس دعوی کے حق میں ثبوت اور گواہ پیش کر دے تو اسے اس کا حق دے دیا جائے گا، اس سلسلہ میں آپ اپنی صواب دید کے مطابق مناسب طریقہ اختیار کیجئے۔

وتقدم الى صاحب البريد هنا بالكتاب اليك بكل ما يحدث من هذا وشبهه وتوعده على

ستر شیء من ذلك علی۔

انه قد بلغنی عن ولاتك علی البريد والاخبار فی النواحی تخليط كثير ومحاباة فيما يحتاج الی معرفته من امور الولاة والرعية۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اطراف و جوانب میں جو افراد آپ کی طرف سے ڈاک اور خبر رسانی پر مامور ہیں کافی گڑ بڑ کرتے ہیں والیوں اور رعایا کے بہت سے معاملات کے سلسلہ میں جن سے باخبر رہنا ضروری ہے یہ بے جا طرف داری سے کام لیتے اور باتوں کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔

بصرہ کے محکمہ ڈاک اور خبر رسانی (کے ذمہ دار) کو ہدایت کر دیجئے کہ یہ اور اس قسم کی جونئی باتیں پیش آئیں ان کی تفصیلات سے آپ کو تحریری طور پر مطلع کرتے رہے، اسے تنبیہ کر دیجئے کہ اس سلسلہ میں کسی بات کو نہ چھپائے۔

وانهم ربما مالوا مع العمال علی الرعية وستروا اخبارهم وسوء معاملتهم للناس، وربما كتبوا فی الولاة والعمال بما لم يفعلوا اذا لم يرضوهم۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ لوگ رعایا کے خلاف افسران حکومت سے مل جاتے ہیں اور عوام کے ساتھ ان کے برے سلوک اور غلط رویے کی پردہ پوشی کرتے ہوئے ان سے متعلق خبروں کو دبا دیتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ کسی والی یا افسر سے خفا ہو کر اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہیں جو اس سے کبھی سرزد نہیں ہوئیں۔

وهذا مما ينبغی ان تتفقده وتأمر باختيار الثقات العدول من اهل كل بلد ومصر فتوليهم البريد والاخبار۔ وكيف ينبغی الا يقبل خبر الا من ثقة عدل؟

آپ کو تحقیق و تفتیش کے ذریعہ صحیح صورت حال کا پتہ لگانا چاہیے اور ہر بڑے شہر یا علاقہ کے راستباز اور قابل اعتماد افراد کو منتخب کر کے ڈاک اور خبر رسانی کا محکمہ ان کے سپرد کرنا چاہیے، کس طرح مناسب ہو سکتا ہے کہ راستباز اور قابل اعتماد لوگوں کے سوا کسی کسی اور کی دی ہوئی خبر مان لی جائے؟

ويجری لهم من الرزق من بيت المال وليدر عليهم وتتقدم اليهم فی ان لا يستروا عنك خبرا عن رعيتك ولا عن ولاتك۔ ولا يزيدوا فيما يكتبون به عليك خبرا۔ فمن لم يفعل منهم فنكل به۔ ومتی لم يكن اصحاب البرد والاخبار فی النواحی ثقات عدولا۔ فلا ينبغی ان يقبل لهم خبر فی قاض ولا وال

ان حضرات کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جائے اور ان کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جائیں، ان کو ہدایت کر دیجئے کہ والیوں یا رعایا سے متعلق کسی خبر کو آپ سے نہ چھپائیں اور اپنی طرف سے کسی خبر میں کوئی اضافہ نہ کریں، جو لوگ اس ہدایت کی پابندی نہ کریں ان کو تادیبی سزائیں دیجئے۔ جب اطراف و جوانب میں ڈاک اور خبر رسانی کے ذمہ دار راستباز اور قابل

اعتماد افراد نہ ہوں تو کسی قاضی یا والی کے بارے میں ان کی دی ہوئی کسی خبر کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

انما یحتاط بصاحب البرید علی القاضی والوالی وغیرهما فاذا لم یکن عدلا فلا یحل ولا یسع استعمال خبره ولا قبوله

قاضی اور والی وغیرہ افسران کے خلاف خبروں کے سلسلہ میں کافی محتاط رہنا چاہیے، اگر خبر رساں راستباز نہ ہو تو یہ کسی طرح جائز نہیں کی اس کی خبر مانی جائے اور اس کو بنیاد بنا کر کوئی اقدام کیا جائے۔

محکمہ ڈاک کی سواریوں کا استعمال:

وتقدم الیهم ان لا یحملوا علی دواب البرید الا من تأمر بحمله فی امور المسلمین فانها للمسلمین.

ان لوگوں کو ہدایت کر دیجئے کہ ڈاک کیلئے باربرداری کے جو جانور ان کے پاس ہوں ان پر صرف ان آدمیوں کو سوار کیا کریں جن کو آپ نے مسلمانوں کے سلسلہ میں سواری فراہم کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ یہ جانور سارے مسلمانوں کی ملکیت ہیں۔

(۴۳۹) حدثنا عبیدالله بن عمر ان عمر بن عبدالعزیز نهی ان یجعل البرید فی طرف السوط حدیدة ینخس بها الدابة ونهی عن اللجم الثقال.

عبیداللہ بن عمر نے ہم سے بیان کیا ہے کہ:

''عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ڈاکیہ ڈاک کے جانور کو مارنے کیلئے اپنی چابک میں لوہا لگائے، نیز آپ نے ان جانوروں کے منہ میں بھاری لگامیں لگانے سے بھی منع کیا ہے۔''

(۴۴۰) وحدثنا طلحة بن یحیٰ ان عمر بن عبدالعزیز رضی الله تعالی عنه کان یبرد فحمل مولی له رجلا علی البرید بغیر اذنه فدعاه فقال: لا تبرح حتی تقومه ثم تجعله فی بیت المال.

طلحہ بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ:

''ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) ڈاک روانہ کر رہے تھے ان کے ایک آزاد کردہ غلام نے ان کی اجازت کے بغیر ایک آدمی کو ڈاک کے جانور پر سوار کر دیا، آپ نے اسے بلا کر اس سے کہا: اس سواری کے کرایہ کا اندازہ کر کے اسے بیت المال میں داخل کرو تب یہاں سے جاؤ۔''

فصل: فی ارزاق القضاۃ والعمال

فصل: قاضیوں اور عمال کے وظیفوں کے بارے میں

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت من أی وجه تجری علی القضاء والعمال الازراق؟فاجعل اعز الله امیر المؤمنین بطاعته ما یجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جبایة الارض او من خراج الارض والجزیة. لانهم فی عمل المسلمین فیجری علیهم من بیت مالهم ویجری علی کل والی مدینة وقاضیها بقدر ما یحتمل.

آپ نے پوچھا ہے کہ قاضیوں اور عمال کو وظیفے کس مد سے دیئے جائیں؟ اللہ امیر المؤمنین کو اپنی اطاعت کے ذریعہ عزت بخشے، قاضیوں اور والیوں کے وظیفے مسلمانوں کے بیت المال سے دیجئے، یعنی زمین کے محاصل یا خراج اور جزیہ میں سے، چونکہ یہ لوگ مسلمانوں کی خدمت میں مشغول ہیں لہٰذا ان کو جو کچھ دینا ہو مسلمانوں کے خزانہ سے دیا جائے گا ہر شہر کے والی اور قاضی کو اس کی ذمہ داریوں کی مناسبت سے وظیفہ دیا جائے گا۔

وکل رجل تصیرہ فی عمل المسلمین فأجر علیه من بیت مالهم ولا تجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقة شیئا الا والی الصدقة. فانه یجری علیها منها کما قال الله تبارك وتعالی:

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا (التوبة:٦٠)

جس آدمی کو بھی آپ مسلمانوں کے کسی کام پر مامور کریں اس کا وظیفہ مسلمانوں کے خزانہ سے دیجئے، تحصیل صدقات پر مامور والیوں کے علاوہ دوسرے والیوں اور قاضیوں کے وظیفے صدقات کی مد سے نہیں دیئے جائیں گے البتہ صدقہ کے والی کا وظیفہ اس مد سے دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

''اور (صدقات ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں۔'' (التوبہ:٦٠)

وظیفوں میں کمی بیشی امام کی صواب دید پر منحصر ہے:

فأما الزیادۃ فی ارزاق القضاۃ والعمال والولاۃ والنقصان مما یجری علیهم فذلك الیك.

من رأيت ان تزيده فيرزقه منهم زدت، ومن رأيت ان تحط من رزقه حططت. ارجو ان يكون ذلك موسعا عليك. وكل من رأيت ان الله تعالىٰ يصلح به امر الرعية فافعله ولا تؤخره فانى ارجو لك بذلك اعظم الاجر وافضل الثواب.

قاضیوں، والیوں اور دوسرے عمال حکومت کے وظیفوں میں کمی بیشی کرنا تمام تر آپ کی صواب دید پر منحصر ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو اس بارے میں پورا اختیار ہے کہ جس کے وظیفہ میں اضافہ کرنا مناسب سمجھیں اضافہ کیجئے، اور جس کے وظیفہ میں کمی کرنا مناسب سمجھیں کمی کیجئے۔ جس اقدام سے بھی آپ کو توقع ہو کہ اللہ اس سے رعایا کا بھلا کرے گا اسے ضرور کیجئے اور بلا تاخیر کیجئے، توقع ہے کہ اللہ آپ کو ان کاموں کی انجام دہی پر بڑا اجر اور بہت ثواب عطا فرمائے گا۔

وظیفہ دینے کے غلط طریقے:

وأما قولك يجرى على القاضى اذا صار اليه ميراث من مواريث الخلفاء وبنى هاشم وغيرهم من الذى يصير اليه ويتكل من قبله من يقوم بضياعهم ومالهم فلا. انما يعطى للقاضى رزقه من بيت المال ليكون قيما للفقير والغنى والصغير والكبير.

آپ کی یہ رائے درست نہیں کہ اگر قاضی کے سپرد خلفاء یا بنی ہاشم وغیرہ کی کوئی میراث ہو تو اس کا وظیفہ اس میراث میں سے دیا جائے اور وہ اپنی جانب سے ان ورثاء کے مال واملاک کی نگرانی کیلئے کسی کو ذمہ دار مقرر کر دے، قاضی کا وظیفہ بہر حال بیت المال سے دیا جانا چاہیے تاکہ وہ غریب اور امیر، چھوٹے اور بڑے سب کا نگراں اور کارندہ بن کر رہے۔

ولا يأخذ من مال الشريف ولا الوضيع اذا صارت اليه مواريثه رزقا. ولم تزل الخلفاء تجرى للقضاة الارزاق من بيت مال المسلمين.

معزز یا ادنی جس کی میراث بھی اس کی نگرانی میں دی جائے اسے اپنا وظیفہ اس کے مال میں سے نہیں لینا چاہیے، سارے خلفاء قاضیوں کا وظیفہ مسلمانوں کے بیت المال سے دیتے چلے آئے ہیں۔

فاما من يوكل بالقيام بتلك المواريث فى حفظها والقائم بها فيجرى عليهم من الرزق بقدر ما يحتمل من هو يه لا يجحف بمال الوارث فيذهب به ويأكله الوكلاء والأمناء. ويبقى الوارث هالكا.

البتہ جن لوگوں کے سپرد ان میراثوں کی حفاظت اور ان سے متعلق امور کی انجام دہی کی خدمت کی جائے گی ان کیلئے ان کے زیر نگرانی جائیداد کی قوت برداشت کی مناسبت سے معاوضہ مقرر کر دیا جائے گا، ایسا نہ ہو کہ اصل وارث کے مال پر اتنا بوجھ ڈال دیا جائے کہ سب ختم ہو جائے، امین اور مہتمم ہی سارا مال کھا جائیں اور وارث تباہ ہونے کیلئے رہ جائے۔

وما اظن کثیرا من القضاۃ واللہ اعلم یبالی ما صنع و کیفما عمل ولا یبالی اکثر من معھم ان یفقروا الیتیم ویھلکوا الوارث الا من وفقہ اللہ تعالی منھم۔

حقیقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے مگر میرا خیال ہے کہ اکثر قاضی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کس طریقہ سے کر رہے ہیں، ان کے اکثر رفقاء کو۔ بجز ان چند افراد کے جنہیں اللہ نے دیانت داری کی توفیق عطا کی ہے۔ اس میں باک محسوس نہیں ہوتا کہ یتیموں کو مفلس بنا دیں اور وارثوں کو تباہ کر دیں۔

فصل: فیمن مر بمسالح الاسلام من اهل الحرب وما یؤخذ من الجواسیس

فصل: ان حربی باشندوں کے بارے میں جو مسلمانوں کی چھاؤنیوں سے گزریں، اور اس بارے میں کہ جاسوس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت :یا امیر المؤمنین عن رجل من اهل الحرب یخرج من بلاده یرید الدخول الی دار الاسلام فیمر بمسلحة من مسالح المسلمین علی طریق او غیر طریق. فیؤخذ فیقول خرجت. وانا ارید ان اصیر الی بلاد الاسلام اطلب امانا علی نفسی واهلی وولدی. او یقول انی رسول. یصدق اولا یصدق؟ وما الذی ینبغی ان یعمل به فی امره؟

امیر المؤمنین! آپ نے ایسے حربی کے بارے میں پوچھا ہے جو جو اپنے ملک سے نکل کر دارالاسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے اور راستہ میں اس کا گزر مسلمانوں کی کسی فوجی چھاؤنی سے ہوتا ہے خواہ یہ چھاؤنی عام راستہ میں واقع ہو یا کسی اور جگہ، یہ حربی پکڑا جاتا ہے اور یہ بیان دیتا ہے کہ میں اپنے اور اپنی بیوی بچوں کیلئے امان طلب کرنے کی خاطر اسلامی علاقوں میں جارہا ہوں یا کہتا ہے کہ میں قاصد ہوں تو کیا اس حربی کا بیان تسلیم کیا جائے گا یا نہیں؟ اور یہ کہ اس کے سلسلہ میں کیا طرز عمل اختیار کرنا مناسب ہوگا؟

قال ابو یوسف: فان کان هذا الرجل الحربی اذا مر بمسلحة مر ممتنعا منهم لم یصدق ولم یقبل قوله. وان لم یکن ممتنعا منهم صدق وقبل قوله.

اگر یہ حربی شخص چھاؤنی سے گزرتے وقت وہاں کے لوگوں سے بچ کر نکل جانا چاہتا ہو تو اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی اور اگر اس نے کترا کر نکل جانے کی کوشش نہیں کی تو اس کی بات سچی سمجھی جائے گی اور تسلیم کر لی جائے گی؟

فان قال انا رسول الملك بعثنی الی ملك العرب. وهذا کتابه معنی. وما معی من الدواب والمتاع والرقیق. فهدیة الیه. فانه یصدق ویقبل قوله اذا کان امرا معروفا فان مثل ما معه

لا يكون الا على مثل ما ذكر من قوله انها هدية من الملك الى ملك العرب ولا سبيل عليه.

ولا يتعرض له ولا لما معه من المتاع والسلاح والرقيق والمال

اگر وہ یہ کہے کہ میں اپنے بادشاہ کا قاصد ہوں اور اس نے مجھے عرب کے بادشاہ کے پاس بھیجا ہے اور یہ اس کا خط میرے پاس موجود ہے اور میرے ہمراہ جو جانور یا غلام اور ساز و سامان ہیں وہ بادشاہ عرب کیلئے ہدیۃً بھیجے گئے ہیں تو اس کی بات سچی سمجھی جائے گی اور تسلیم کر لی جائے گی کیونکہ یہ ایک معروف بات ہے اور اس کے ساتھ جو ساز و سامان ہے اس کی نوعیت وہی ہو سکتی ہے جو اس نے بتائی ہے یعنی اس کے بادشاہ کی طرف سے بادشاہ عرب کیلئے ایک ہدیہ اس سے کوئی تعرض نہیں کرنا چاہیے اور اس کے ہمراہ جو اسلحے، ساز و سامان، غلام اور دوسرے اموال ہوں ان کو بھی ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔

الا ان يكون معه شيء له خاصة حمله للتجارة. فانه اذا مر به على العاشر عشره ولا يؤخذ من الرسول الذى بعث به ملك الروم ولا من الذى قد اعطى امانا عشر الا ما كان معهما من متاع التجارة فأما غير ذلك من متاعهم فلا عشر عليهم فيه.

البتہ اگر اس کے پاس کچھ ذاتی سامان بھی ہو جسے وہ تجارت کیلئے ساتھ لایا ہو تو جب وہ محصلِ چنگی کے پاس سے گزرے گا تو وہ اس میں سے دسواں حصہ چنگی وصول کرے گا۔ بادشاہ روم کے قاصد سے یا کسی ایسے شخص سے جس کو امان دی جا چکی ہو، اس سامان کے علاوہ کسی چیز پر چنگی نہیں لی جائے گی جسے وہ تجارت کیلئے لایا ہو، سامان تجارت کے علاوہ ان کے پاس جو ساز و سامان ہو اس پر چنگی لاگو نہیں ہوگی۔

وان قال هذا الحربي المأخوذ انما خرجت من بلادي وجئت مسلما فان هذا لا يصدق وهو فيء للمسلمين ان لم يسلم. والمسلمون فيه بالخيار ان شاء وا قتلوه وان شاء وا استرقوه

یہ پکڑا جانے والا حربی اگر یہ کہے کہ میں اپنا ملک چھوڑ کر مسلمان ہو کر آیا ہوں اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر وہ اسلام نہ لائے تو مسلمانوں کیلئے فئے قرار دے دیا جائے گا، مسلمانوں کو اختیار ہوگا چاہے اس کو قتل کر دیں یا غلام بنا لیں۔

وان قدم لتضرب عنقه. فقال آمنت بدينكم واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله ﷺ فان هذا اسلام يحقن به دمه ويكون به ماله فيئا ولا يقتل

اگر جب اسے قتل کرنے کیلئے لایا جائے تو وہ کہے کہ میں تمہارے دین پر ایمان لایا اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ اسلام لانا ہوگا اور اس کے نتیجہ میں اس کی جان محفوظ ہو جائے گی اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ اس کا مال مسلمانوں کیلئے فئے قرار پائے گا۔

(۴۴۱). حدثنا الاعمش عن ابى سفيان عن جابر (رضى الله عنه) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فاذا قالوها منعوا منى دماء هم

واموالهم الا بحقها وحسابهم علی الله۔

جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں، جب وہ یہ کلمہ ادا کر دیں تو ان کیجون اور مال میری طرف سے محفوظ ہو جائیں گے الا یہ کہ کسی حق کی بناء پر مواخذہ کیا جائے اور ان کی نیتوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔"

فان اراد هذا الرسول رسول الملك او الذی اعطی الامان ان یرجع الی دار الحرب. فانهم لا یترکون ان یخرجوا معهم بسلاح ولا کراع ولا رقیق مما اسر من اهل الحرب. فان اشتروا من ذلك شیئا یرد علی الذی باعه منهم ورد اولئك الثمن الیهم۔

اگر یہ قاصد بادشاہ کا قاصد یا وہ شخص ہے جسے امان دی گئی ہو، دارالحرب واپس جانا چاہے تو اس کو اس کا موقع نہ دیا جائے گا کہ اپنے ہمراہ اسلحے، مویشی یا دشمن سے تعلق رکھنے والے قیدیوں میں سے بنائے غلام، لے جاسکیں، ان میں سے کوئی چیز اگر وہ خرید کر لے جا رہے ہوں تو یہ چیز فروخت کنندہ کو واپس کر کے اس کی قیمت ان لوگوں کو واپس دے دی جائے گی۔

فان کان مع هذا الرسول او الذی اعطی الامان سلاح جید. فابدله بسلاح اشر منه او دابة فابدلها باشر منها. فذلك جائز ولا بأس بان یترك یخرج بذلك۔

اگر اس قاصد یا امان یافتہ فرد کے پاس دارالاسلام میں داخل ہوتے وقت کوئی عمدہ ہتھیار تھا اور اب اس نے اسے کسی گھٹیا ہتھیار سے بدل لیا ہو یا کوئی اچھا جانور تھا جسے اس نے کسی خراب جانور سے بدل لیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اسے اس کو لے جانے دینا چاہیے۔

وان کان ابدله بخیر منه رد علیه سلاحه ودابته ورد ذلك علی صاحبه الذی ابدله. ولا ینبغی للامام ان یترك احدا من اهل الحرب یدخل بأمان او رسولا من ملکهم یخرج بشیء من الرقیق والسلاح او بشیء مما یکون قوة لهم علی المسلمین. فاما الثیاب والمتاع فهذا وما اشبهه لا یمنعون منه۔

البتہ اگر اس نے اپنے ہتھیار یا جانور کو بہتر ہتھیار یا جانور سے بدل لیا ہو تو اسے اس کا اپنا ہتھیار یا جانور واپس دلوا دیا جائے گا اور بدلی ہوئی چیز کو اس کے اصل مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔

امام کو چاہیے کہ کسی حربی کو جو امان لے کر یا اپنے بادشاہ کا قاصد بن کر دارالاسلام میں آیا ہو، دارالاسلام سے واپس جاتے وقت اپنے ساتھ غلام، اسلحہ جات یا کوئی ایسی چیز نہ لے جانے دے جس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمن کی

طاقت میں اضافہ ہو، کپڑے اور دوسرے سامانوں اور عام اشیاء استعمال کے لے جانے کی ممانعت نہ ہوگی۔

ولا ینبغی ان یباع الرسول ولا الداخل معه بامان بشیء من الخمر والخنزیر ولا الربا وما اشبه ذلك لان حکمه حکم الاسلام واهله. ولا یحل ان یبایع فی دار الاسلام ما حرم الله تعالی.

قاصد یا امان یافتہ حربی کو شراب یا سور کی خرید و فروخت یا سودی کاروبار کی اجازت نہیں، کیونکہ اس فرد کیلئے بھی وہی قانون ہے جو اسلام اور مسلمانوں کیلئے ہے اور دارالاسلام میں ان چیزوں کی تجارت نہیں ہونی چاہیے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

ولو ان هذا الداخل الینا بامان او الرسول زنی او سرق فان بعض فقهائنا قال لا اقیم علیه الحد. فان کان استهلك المتاع فی السرقة ضمنته. وقال: انه لم یدخل الینا لیکون ذمیا تجری علیه احکامنا. قال: ولو قذف رجلا حددته. وکذلك لو شتم رجلا عزرته لان هذا حق من حقوق الناس.

دارالاسلام میں امان لے کر یا قاصد بن کر آنے والا اگر چوری یا زنا کا ارتکاب کرے تو ہمارے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس پر حد جاری نہیں کی جائے، البتہ اگر اس نے مال مسروقہ کو خرچ کر ڈالا ہو تو اسے اس کی قیمت ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا، یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ شخص دارالاسلام میں اس لئے نہیں آیا کہ ذمی بن جائے اور اس پر ہمارے قوانین نافذ ہونے لگیں، اگر یہ شخص کسی آدمی پر زنا کی تہمت لگائے تو ان فقہاء کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی، یا کسی کو گالی دے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ یہ انسانوں کے حقوق ہیں۔

وقال بعضهم: ان سرق قطعته وان زنی حددته. وکان احسن ما سمعنا فی ذلك والله اعلم ان تأخذه بالحدود کلها حتی تقام علیه. ولو سرق منه مسلم لم تقطع له ید المسلم. ولو قطع مسلم یده عمدا لم تقطع له ید المسلم.

لیکن ہمارے بعض دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ شخص چوری کر لے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور زنا کرے تو اس پر حد جاری کی جائے، ہم نے اس سلسلہ میں جو اقوال سنے ہیں ان میں ہمارے نزدیک بہترین قول یہ ہے کہ ہم ان افراد کو تمام حدود کا پابند قرار دیں اور ان پر حدیں جاری کریں، واللہ اعلم۔ اگر کوئی مسلمان کسی ایسے فرد کا مال چرا لے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور اگر کوئی مسلمان اس کا ہاتھ عمداً کاٹ لے تو اس کے بدلہ میں مسلمان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

والقیاس کان ان تقطع له وان یقطع المسلم اذا سرق منه الا انی استحسنت موافقة من قال بهذا القول.

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بدلہ ہاتھ کاٹا جائے اور مسلمان اس کا مال چرائے تو بھی اس کا ہاتھ کاٹا جائے، لیکن

میں نے استحسان کرتے ہوئے ان لوگوں کے قول کو ترجیح دی ہے جو مذکورہ بالا مؤقف رکھتے ہیں۔

قال: فان کان الداخل الینا بامان امرأة ففجر بها مسلم حد فی قول ابی یوسف وقولهم. وان اقام هذا المستأمن فأطال المقام امر بالخروج فان اقام بعد ذلك حولا وضعت علیه الجزیة.

جو امان لے کر دارالاسلام میں آیا ہے وہ اگر عورت ہو اور کوئی مسلمان اس کے ساتھ زنا کرے تو مصنف کے نزدیک اور دوسرے (فقہاء) کے نزدیک بھی اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر یہ مستأمن دارالاسلام میں کافی عرصہ ٹھہرا رہ جائے تو اسے واپس چلے جانے کا حکم دیا جائے گا اگر اس کے بعد وہ ایک سال اور قیام پزیر رہے تو اس پر جزیہ لاگو کر دیا جائے گا۔

مشتبہ افراد:

قال: ولو ان مرکبا من مراکب المشرکین من اهل الحرب حملته الریح بمن فیه حتی القته علی ساحل مدینة من مدائن المسلمین فأخذوا المرکب ومن فیه فقالوا نحن رسل بعثنا الملك. وهذا کتابه معنا الی ملك العرب. وهذا المتاع الذی فی المرکب هدیة الیه فینبغی للوالی الذی یأخذهم ان یبعث بهم وما معهم الی الامام

حربی مشرکین کے کسی جہاز کو اس کے ساز و سامان سمیت ہوائیں مسلمانوں کے کسی شہر کے قریب ساحل پر لا ڈالتی ہیں، مسلمان اس کے مسافروں کو پکڑ لیتے ہیں اور جہاز پر قبضہ کر لیتے ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم قاصد ہیں، ہمیں ہمارے بادشاہ نے بھیجا ہے اور بادشاہ عرب کے نام اس کا خط یہ ہمارے پاس موجود ہے اور جہاز میں جو سامان ہے وہ بدشاہ عرب کیلئے بھیجا ہوا تحفہ ہے تو ایسی صورت میں اس والی نے ان لوگوں کو گرفتار کیا ہو اسے چاہیے کہ انہیں ان کے سارے سامان کے ساتھ امام کے پاس بھیج دے۔

فان کان الامر علی خلاف ما ذکروا کانوا فیئا لجمیع المسلمین وما معهم. والامر فیهم الی الامام ان رأی ان یستبقیهم فعل. وان رأی قتلهم فعل. والامام فی ذلك موسع علیه. وان کان اهل المرکب انما قالوا نحن تجار حملنا معنا تجارة لندخلها بلادکم لم یقبل ذلك منهم وصیروا وما معهم فیئا لجماعة المسلمین ولم یقبل قولهم انا تجار

اگر صورت واقعہ ان کے بیان کے خلاف ثابت ہو تو یہ افراد اور ان کے سارے سامان مسلمانوں کیلئے فئے ہوں گے ان افراد کے بارے میں فیصلہ امام کے اختیار میں ہوگا، وہ مناسب سمجھے تو ان کو زندہ رہنے دے اور مناسب سمجھے تو قتل

کردے امام جوفیصلہ بھی مناسب سمجھے کرسکتا ہے اگر جہاز کے یہ لوگ کہیں کہ ہم تاجر ہیں اور سامان تجارت لے کر تمہارے ملک کی طرف آ رہے تھے تو ان کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو اور ان کے بارے سامان کو تمام مسلمانوں کیلئے فئے قرار دے دیا جائے گا، ان کا یہ بیان تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ ہم تاجر ہیں۔

جاسوس کا حکم:

وسألت یا امیر المؤمنین عن الجواسیس یوجدون وهم من اهل الذمة او اهل الحرب او من المسلمین فان کانوا من اهل الحرب او من اهل الذمة ممن یؤدی الجزیة من الیهود والنصاری والمجوس فاضرب اعناقهم. وان کانوا من اهل الاسلام معروفین فأوجعهم عقوبة وأطل حبسهم حتی یحدثوا توبة.

امیر المؤمنین! آپ نے پوچھا ہے کہ جاسوس گرفتار ہوں (تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا) یہ جاسوس ذمی، حربی، یا مسلمانوں میں سے ہوتے ہیں (اس کا جواب یہ ہے کہ) اگر جاسوس حربی، یا جزیہ ادا کرنے والے ذمیوں یہود، نصاریٰ، یا مجوس میں سے ہوں تو ان کی گردن اڑا دیجئے، اگر معلوم ہو کہ یہ مسلمانوں میں سے ہیں تو ان کو سخت سزائیں دیجئے اور مدت طویل تک قید میں رکھئے تا آنکہ یہ توبہ کرلیں۔

قال ابو یوسف: وینبغی للامام ان تکون له مصالح علی المواضع التی تنفذ الی بلاد اهل الشرك من الطرق فیفتشون من مربهم من التجار فمن کان معه سلاح اخذ منه ورد. ومن کان معه رقیق رد.

جس سرحدی مقامات پر اہل شرک کے ممالک کی جانب سے راستے نکلتے ہوں وہاں امام کو فوجی چھاؤنیاں اور اسلحہ خانے قائم کرنے چاہیے، جو تاجر وہاں سے گزریں ان کی تلاشی لی جانی چاہیے جس کے پاس سے اسلحے برآمد ہوں اس کے اسلحے ضبط کر لئے جائیں اور اسے واپس لوٹا دیا جائے، جس کے ساتھ غلام ہوں اسے بھی واپس کر دیا جائے۔

ومن کانت معه کتب قرئت کتبه. فما کان من خبر من اخبار المسلمین قد کتب به اخذ الذی اصیب معه الکتاب وبعث به الی الامام لیری فیه رأیه

جس کے ساتھ خطوط ہوں اس کے خطوط پڑھے جائیں، جس خط میں مسلمانوں سے متعلق کوئی خبر درج ہو اس کے لے جانے والے کو گرفتار کر کے اسے امام کے یہاں حاضر کیا جائے تا کہ وہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے۔

حربی قیدی:

ولا ینبغی للامام ان یدع احدا ممن اسر من اهل الحرب وصار فی ایدی المسلمین یخرج الی

دار الحرب راجعاً الا ان یفادی بہ فأما علی غیر الفداء فلا۔
امام کو چاہیے کہ دشمن کے کسی ایسے فرد کو جو قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا ہو واپس دار الحرب نہ جانے دے الا یہ کہ اس کا فدیہ ادا کیا گیا ہو بغیر فدیہ کے کسی کو واپس نہیں جانے دینا چاہیے۔

قال: ولو ان الامام بعث سریة فأغاروا علی قریة من قری اهل الحرب فأخذوا من فیها من الرجال والنساء والصبیان فأمر بهم الامام الی دار الاسلام فقسمهم الامام واشتراهم من القسم وصاروا له فأعتقهم جمیعاً ثم ارادوا الرجوع الی دار الحرب الرجال والنساء فلا ینبغی ان یترکهم وذلک ولا یدع احدا منهم یعود الی دار الحرب بعد ان یصیروا فی دار الاسلام الا علی ما وصفت لک من الفداء یفادی بهم۔

امام ایک فوجی دستہ روانہ کرتا ہے جو دشمن کی کسی بستی پر حملہ کر کے وہاں کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیتا ہے، امام ان کو دار الاسلام لے آنے کا حکم دیتا ہے اور ان سب کو تقسیم کر دیتا ہے پھر امام ان کو حصہ داروں سے خرید لیتا ہے وہ اس کی ملکیت بن جاتے ہیں اور امام ان سب کو آزاد کر دیتا ہے، اب یہ سارے مرد اور عورتیں دوبارہ دار الحرب واپس جانا چاہتی ہیں ایسی صورت امام کو ان لوگوں کا ارادہ پورا نہیں ہونے دینا چاہیے، ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی دار الاسلام میں آ جانے کے بعد دار الحرب میں واپس نہیں جانے دینا چاہیے، واپسی کی صرف ایک صورت ہے یعنی انہیں فدیہ دے کر چھڑا لیا جائے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

دار الحرب میں ہتھیار لے جانے کی ممانعت:

(۴۴۲)۔ حدثنا اشعث عن الحسن قال: لا یحل لمسلم ان یحمل الی عدو المسلمین سلاحا یقویهم به علی المسلمین ولا کراعا ولا ما یستعان به علی السلاح والکراع۔
حسن نے کہا ہے کہ:
"کسی مسلمان کیلئے یہ حلال نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دشمن کے یہاں ہتھیار یا مویشی لے جائے اور اس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمن کی طاقت میں اضافہ کرے، اس طرح کوئی ایسی چیز بھی نہیں لے جانا چاہیے جس کے ذریعہ اسلحے یا مویشی حاصل کئے جا سکتے ہوں۔"

غیر مسلم بادشاہ کے ہدیے کا حکم:

(۴۴۳)۔ قال: وحدثنا هشام بن عروة عن ابیه ان أکیدر دومة اهدی الی النبی ﷺ هدیة وهو

(۴۴۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۰۳۳

مشرك فقبلها۔

ہشام بن عروہ کے والد سے روایت ہے کہ:

''اکیدر دومہ نے جو مشرک تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے قبول کرلیا۔''

(۴۴۴) حدثنا مسعر عن ابی عون عن ابی صالح عن علی رضی اللہ عنہ قال: اهدی اکیدر دومة الی النبی ﷺ ثوب حریر قال: فأعطاہ علیا فقال: شققه خمرا بین النسوة۔

(سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''اکیدر دومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی کپڑا ہدیۃً بھیجا، (راوی) کہتا ہے کہ آپ نے اسے علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا کہ: اسے پھاڑ کر اوڑھنیاں بنادو اور عورتوں میں تقسیم کردو۔''

---

(۴۴۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۴۳۔

(۴۴۴) مسند احمد بن حنبل: ۱۰۷۷، صحیح مسلم: ۲۰۷۱۔

فصل: في قتال اهل الشرك واهل البغي و كيف يدعون
فصل: مشرکوں، باغیوں سے جنگ کے بارے میں اور یہ کہ ان کو دعوت کس طرح دی جائے

امیر المؤمنین کا سوال:

وسألت يا امير المؤمنين عن اهل الشرك أيدعون الى الاسلام قبل الحرب ام يقاتلون من غير ان يدعوا؛ وما السنة في دعائهم وقتالهم وسبي ذراريهم وعن اهل البغي من اهل القبلة كيف حربهم، وهل يدعون الى الاسلام والدخول في الجماعة قبل ان يوقع بهم. وما الحكم في اموال من ظفر به منهم وذريته؟

امیر المؤمنین! آپ نے پوچھا ہے کہ اہل شرک سے جنگ کرنے سے پہلے ان کو اسلام لانے کی دعوت دی جائے گی یا بغیر دعوت دیئے جنگ کی جائے گی، ان کو دعوت دینے، ان سے جنگ کرنے اور ان کے بچوں کو غلام بنانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اہل قبلہ میں سے جو لوگ باغی ہو جائیں ان سے جنگ کا طریقہ کیا ہے؟ کیا ان پر حملہ کرنے سے پہلے ان کو اسلام لانے اور جماعت میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی؟ ان باغیوں میں سے جو لوگ پکڑے جائیں ان کے اموال اور ان کے بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جنگ سے پہلے دعوت کا حکم:

قال ابو يوسف (رحمه الله): لم يقاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم قوما قط فيما بلغنا حتى يدعوهم الى الله ورسوله.

جہاں تک ہمیں معلوم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی، کسی قوم سے بھی، اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیئے بغیر جنگ نہیں کی۔

(۴۴۵) حدثنا الحجاج عن ابن ابی نجيح عن ابيه عن عبدالله بن عباس قال: ما قاتل

(۴۴۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۷۰۳۰، مسند احمد بن حنبل: ۲۰۵۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۹۴۔

رسول الله ﷺ قوما قط حتی یدعوھم۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی قوم سے بھی ان لوگوں کو (اسلام کی طرف دعوت دیئے بغیر جنگ نہیں کی۔''

(۴۴۶)۔(قال ابو یوسف رحمه الله) وحدثنی عطاء بن السائب (رحمه الله تعالیٰ علیه) عن ابی البختری قال: لما غزا سلمان (رضی الله تعالیٰ عنه) المشرکین من اهل فارس قال: کفوا حتی ادعوهم کما کنت اسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعوهم. فأتاهم فقال: انا ندعوكم الی الاسلام فان اسلمتم فلکم مثل مالنا وعلیکم مثل ما علینا. وان ابیتم فأعطونا الجزية عن يد وانتم صاغرون. وان ابیتم قاتلناكم. قالوا: اما الاسلام فلا نسلم. واما الجزية فلا نعطيها واما القتال فانا نقاتلكم. فدعاهم كذلك ثلاثا فأبوا عليه. فقال للناس انهدوا اليهم۔

ابو بختری نے کہا ہے کہ:

''جب سلمان (رضی اللہ عنہ) نے فارس کے مشرکوں سے جنگ کی تو (اپنے ساتھیوں سے) کہا: ابھی ٹھہر جاؤ پہلے میں ان لوگوں کو اسی طرح دعوت دے لوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کو انہیں دعوت دیتے سنا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ان کے پاس جا کر ان سے کہا: ہم تم کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں اگر تم اسلام لے آؤ تو تمہیں بھی وہی حقوق حاصل ہو جائیں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تم پر وہی ذمہ داریاں لاگو ہوں گی جو ہم پر لاگو ہیں، اگر تم اس سے انکار رہو تو زیردست ہو کر جزیہ ادا کرو، اگر تم نے ایسا کرنے سے بھی انکار کیا تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ جہاں تک اسلام لانے کا سوال ہے ہم اسلام نہیں لائیں گے، ہم جزیہ بھی ادا نہیں کریں گے، البتہ جنگ کی صورت منظور ہے، ہم تم سے جنگ کریں گے۔ (سیدنا) سلمان (رضی اللہ عنہ) نے ان لوگوں کو اسی طرح تین بار دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، پھر آپ نے فوجیوں سے کہا کہ ان پر حملہ کر دو۔''

وقد قال بعض الفقهاء والتابعين: انه ليس احد من اهل الشرك ممن يبلغه جنودنا الا وقد بلغته الدعوة وحل للمسلمين قتالهم من غير دعوة۔

بعض فقہاء اور تابعین نے کہا ہے کہ اب جتنی مشرک قومیں ایسی ہیں جن تک ہماری فوجیں پہنچ سکتی ہیں ان تک ہماری دعوت پہنچ چکی ہے اور مسلمانوں کیلئے دعوت دیئے بغیر ان سے جنگ کرنا جائز ہو گیا ہے۔

---

(۴۴۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۳۱۔

(۴۴۷)۔ حدثني منصور عن ابراهيم قال: سألته عن دعاء الديلم. فقال: قد علموا ما يدعون اليه.

منصور نے مجھ سے بروایت ابراہیم بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم سے اہل دیلم کو دعوت دینے کی (ضرورت) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

''ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کو کس چیز کی طرف بلایا جارہا ہے۔''

(۴۴۸)۔ وحدثنا سعيد عن قتادة عن الحسن انه كان لا يرى بأسا ان لا يدعى المشركون اليوم. ويقول: انهم قد عرفوا دينكم وما تدعون اليه.

قتادہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ:

''وہ اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے کہ اس زمانہ میں مشرکوں کو (جنگ شروع کرنے سے پہلے) دعوت نہ دی جائے وہ کہتے تھے کہ اب یہ لوگ تمہارے دین سے، اور تم جس چیز کی طرف انہیں دعوت دیتے ہو اس سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔''

حملہ کرنے میں احتیاطی پہلو:

وكان النبي ﷺ لا يغير على قوم بليل ولا يغير عليهم الا بعد الصبح. وكان اذا طرق قوما فان سمع اذانا امسك.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی آبادی پر رات کے وقت حملہ نہیں کرتے تھے، آپ ہمیشہ صبح ہو جانے کے بعد ان پر حملہ کرتے تھے، جب آپ رات باقی رہے کسی آبادی کے پاس پہنچ جاتے تو اگر (ادھر سے) اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کرنے سے باز رہتے۔

(۴۴۹)۔ وحدثني محمد بن طلحة عن حميد عن انس ان النبي ﷺ سار الى خيبر وانتهى اليها ليلا. وكان اذا طرق قوما لم يغر عليهم حتى يصبح فان سمع اذانا امسك.

(سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی طرف کوچ کیا اور وہاں رات کے وقت پہنچے، آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب رات کے وقت کسی قوم کے پاس پہنچ جاتے تو صبح ہونے تک حملہ نہ کرتے، پھر اگر (ادھر سے) اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ سے باز رہتے۔''

---

(۴۴۷) شرح معانی الآثار: ۳۰۰ ، ۵۔

(۴۴۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۷۸۔ مسند احمد بن حنبل: ۱۲۳۵۱۔ صحیح مسلم: ۳۸۲۔

(۴۵۰) ۔(قال ابو یوسف رحمه الله)وحدثنا سفیان بن عیینة عن عبد الملك بن نوفل عن رجل من المزنیین عن ابیه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا بعث سریة قال لهم: اذا رأیتم مسجدا او سمعتم أذانا فلا تقتلوا احدا۔

مزینہ کے ایک آدمی کے والد نے کہا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی فوجی دستہ روانہ کرتے تو ان لوگوں سے یہ فرماتے: جب تمہیں کوئی مسجد نظر آ جائے یا اذان سنائی دے جائے تو کسی کو قتل نہ کرنا۔''

اچانک حملہ کرنے کا جواز:

فأما الاغارة علی العدو وهم غارون فقد بلغنا ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فعل ذلك. أغار علی بنی المصطلق وهم غارون وبعضهم علی الماء یسقی وكانت جویریة ابنة الحارث ممن اخذ یومئذ. كانت فی الخیل۔

دشمن کے جنگ سے غافل ہونے کی صورت میں اس پر اچانک حملہ کے بارے میں ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسا کیا ہے، آپ نے بنی مصطلق پر اس حال میں حملہ کیا تھا کہ وہ لوگ ادھر سے بالکل غافل تھے، ان میں سے بعض لوگ چشمہ پر سینچائی کرنے میں مشغول تھے، جویریہ بنت حارث بھی ان میں سے تھیں جنہیں آپ نے اس دن پایا تھا یہ گھوڑوں کے پاس تھیں۔

جنگی امور میں اخفاء سے کام لینے کا حکم:

و کان ﷺ اذا اراد ان یغزو قوما وری بغیرهم الا فی غزوة تبوك. فانه سافر فی حر شدید واراد ان یستقبل سفرا بعیدا فأخبر الناس بذلك لیتأهبوا العدوهم.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب کسی قوم پر حملہ کا ارادہ ہوتا تو بظاہر ایسا کرتے کہ کہیں اور کا ارادہ معلوم ہوتا، صرف غزوہ تبوک میں آپ نے ایسا نہیں کیا تھا یہ سفر چونکہ سخت گرمی میں پڑا اور آپ کا ارادہ کافی لمبی مسافت طے کرنے کا تھا لہٰذا آپ نے لوگوں کو بتادیا تھا تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے جنگ کیلئے ضروری سامان مہیا کر لیں۔

جنگ کا مسنون وقت:

و کان ﷺ اذا لقی العدو. فلم یقاتل اول النهار اخر القتال الی ان تزول الشمس وتهب الریاح. وینزل النصر۔

اگر دشمن سے دن کے ابتدائی حصہ میں سامنا ہوجاتا لیکن اس وقت تک جنگ شروع نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہہ پہر

تک لڑائی کو مؤخر رکھتے تاکہ سورج ڈھل جائے، ہوا چلنے لگے اور اللہ کی مدد نازل ہو۔

جنگ کے وقت دعا:

وكان ﷺ اذا لقي العدو دعا: فقال اللهم انت عضدي ونصيري، بك أجول، وبك أصول، ولك اقاتل.٭

اور دشمن سے مقابلہ ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے:

''اے اللہ تو ہی میرا سہارا اور مددگار ہے، تیرے ہی سہارے پلٹ کر پھر آگے بڑھتا ہوں، تیرے ہی سہارے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی خاطر جنگ کرتا ہوں۔''

جنگ کے وقت دشمنوں کیلئے بددعا:

قال وكان من دعاءه ﷺ على العدو واذا لقيهم ان يقول: اللهم منزل الكتاب، سريع الحساب، هازم الاحزاب، اهزمهم وزلزلهم.

اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہوتا تو ان کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بددعا بھی کرتے تھے کہ:

''اے میرے اللہ جس نے کتاب نازل کی، جو بہت جلد حساب لینے والا واقع ہوا ہے، اور دشمن کی فوجوں کو شکست دیتا ہے، ان لوگوں کو بھی شکست دے اور متزلزل کر دے۔''٭٭

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے مبارک کا رنگ:

وكانت رايته ﷺ سوداء.

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔

٭ مصنف ابن ابی شیبہ:۳۳۴۲۲، سنن ابی داود:۲۶۳۲، مصنف عبدالرزاق:۹۵۱۷، سنن سعید بن منصور:۲۵۲۲، سنن الترمذی:۳۵۸۴، مسند البزار:۷۲۲۷، مسند ابی یعلی الموصلی:۲۹۰۴، مستخرج ابی عوانہ:۶۵۶۴، صحیح ابن حبان:۴۷۶۱، حلیۃ الاولیاء:ج۹ ص۵۲، شرح السنہ للبغوی:ج۵ص۱۵۳۔

٭٭صحیح البخاری:۲۹۳۳، صحیح مسلم:۱۷۴۲، مصنف عبدالرزاق:۹۵۱۶، مسند الحمیدی:۷۳۶، سنن سعید بن منصور:۲۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۹۵۸۶، مسند احمد بن حنبل:۱۹۱۰۷، سنن ابن ماجہ:۲۷۹۶، سنن الترمذی:۱۶۷۸، مسند البزار:۳۳۳۸، السنن الکبری للنسائی:۸۵۷۸، صحیح ابن خزیمہ:۲۷۷۵، مستخرج ابی عوانہ:۶۵۷۴، صحیح ابن حبان:۳۸۴۳، حلیۃ الاولیاء:ج۸ص۲۵۶۔صحیح البخاری:۲۹۳۳، صحیح مسلم:۱۷۴۲، مصنف عبدالرزاق:۹۵۱۶، مسند الحمیدی:۷۳۶۔

(۴۵۱) حدثنی محمد بن اسحاق عن عبدالله بن ابی بکر عن عمرو عن عائشة رضی الله عنها قالت: کانت رایة رسول الله ﷺ سوداء من مرط کان لعائشة مرحل۔

(ام المؤمنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا جو عائشہ کی ایک منقش چادر سے بنایا گیا تھا۔''

(۴۵۲) حدثنی عاصم عن الحارث بن حسان قال: قدمت المدینة فاذا النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر واذا رایات سود. فقلت: لمن هذه؟ قالوا: عمرو بن العاص قدم من غزاة. وبلال بین یدی النبی ﷺ متقلدا سیفا۔

حارث بن حسان کا بیان ہے کہ:

''میں مدینہ آیا تو دیکھا کہ نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور ہر طرف سیاہ جھنڈے بلند ہیں میں نے پوچھا کہ یہ جھنڈے کس کے ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ (سیدنا) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے ہیں جو ایک لڑائی پر سے واپس آئے ہیں اور (سیدنا) بلال (رضی اللہ عنہ) تلوار باندھے نبی ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔''

جنگی سفر کیلئے روانگی کا دن اور وقت:

وکان النبی ﷺ اذا بعث جیشا او سریة بعثهم فی اول النهار. وکان یدعو بالبرکة لأمته فی بکورها. وکان یحب السفر یوم الخمیس۔

اور رسول اللہ ﷺ جب کوئی لشکر یا فوجی دستہ روانہ فرماتے تو ان لوگوں کو صبح سویرے روانہ کرتے، اور آپ ﷺ اپنی امت کیلئے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ صبح سویرے کام کرنے میں اسے برکت عطا ہو اور آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند کرتے تھے۔

(۴۵۳) حدثنا یعلی عن عمارة بن حدید عن صخر الغامدی قال: قال رسول الله ﷺ: اللهم بارك لأمتی فی بکورها

صخر غامدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۴۵۱) شرح السنہ للبغوی: ۲۶۶۵۔

(۴۵۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۰۲۔

(۴۵۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۱۹، مسند احمد بن حنبل: ۱۵۴۴۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۴۲، سنن سعید بن منصور: ۲۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۳۶، سنن ابی داود: ۲۶۰۶، سنن الترمذی: ۱۲۱۲، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۴۰۲، السنن الکبری للنسائی: ۸۷۸۲، صحیح ابن حبان: ۴۷۵۴۔

''اے اللہ! میری امت کو سویرے کام کرنے میں برکت عطا فرما۔''

قال: و کان اذا بعث سریة او جیشا بعثهم فی اول النهار. و کان ﷺ یعقد لامیر الجیش لواء فی رمحه. عقد لعمرو بن العاص لواء فی غزوة ذات السلاسل. وعقد بعده ابوبکر الصدیق رضی الله عنه لخالد بن الولید لواء فی رمحه. ثم قال له: سر فان الله معك.

اور آپ ﷺ جب کوئی فوجی دستہ یا لشکر روانہ کرتے تو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ کرتے، نبی ﷺ امیر لشکر کے نیزہ میں ایک جھنڈا باندھ دیتے، غزوہ ذات السلاسل میں آپ نے (سیدنا) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کیلئے جھنڈا باندھا تھا، آپ کے بعد (سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (سیدنا) خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کیلئے ان کے نیزہ میں ایک جھنڈا باندھا تھا اور ان سے فرمایا تھا: روانہ ہو جاؤ، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

فتح ہونے والی بستی میں قیام:

و کان ﷺ اذا غلب علی قوم احب ان یقیم بعرصتهم ثلاثا.

اور آپ ﷺ جب کسی قوم پر فتح پا لیتے تو تین دن ان کی بستی میں قیام کرنا پسند کرتے تھے۔

(۴۵۴) حدثنی سعید بن ابی عروبة عن قتادة قال: کان رسول الله ﷺ اذا غلب علی قوم احب ان یقیم بعرصتهم ثلاثا.

قتادہ کا بیان ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر فتح پا لیتے تو تین دن ان کی بستی میں قیام کرنا پسند فرماتے تھے۔''

سفر پر روانہ ہوتے وقت کی دعا:

و کان صلی الله علیه وسلم اذا اراد ان یخرج فی سفر قال: اللهم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاهل. اللهم انی اعوذبك من الفزعة فی السفر والکآبة فی المنقلب. اللهم اقبض لنا الأرض وهون علینا السفر.

(۴۵۴) مصنف ابن ابی شیبه ۳۳۰۲۰، مسند احمد بن حنبل:۱۲۳۵۵، سنن ابی داود:۲۶۹۵، سنن الدارمی:۲۵۰۲، صحیح البخاری:۳۰۶۵، سنن الترمذی:۱۵۵۱، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم:۱۸۹۰، السنن الکبری للنسائی:۸۶۰۳۔

★مصنف ابن ابی شیبه:۲۹۶۱۲، مؤطا مالک:۳۵۸۳، مصنف عبدالرزاق:۹۲۳۲، مسند احمد بن حنبل:۲۳۱۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید:۱۰۵، صحیح مسلم:۱۳۴۲، سنن ابی داود:۲۵۹۸، سنن الترمذی:۳۴۳۸، مسند البزار:۸۵۰۳، سنن النسائی:۵۵۰۱، صحیح ابن خزیمه:۲۵۳۳، صحیح ابن حبان:۲۶۹۵۔

اور آپ ﷺ سفر پر روانہ ہوتے یہ دعا فرماتے:

''خدایا میں سفر کی ہولناکیوں اور واپسی کی مشکلات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ ہمارے لئے زمین کو مختصر کر دے اور سفر کو آسان بنا دے۔''

سفر سے واپسی پر دعا:

واذا رجع يقول: آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون.

اور آپ ﷺ سفر سے واپسی پر یہ دعا فرماتے:

''ہم توبہ کرتے ہوئے، اللہ کے عبادت گزار بن کر، اس کی حمد کرتے ہوئے، واپس آرہے ہیں۔''

گھر والوں کے پاس پہنچنے پر دعا:

فاذا دخل على اهله قال: توبا توبا لربنا أوبا لا يغادر علينا حوبا.

اور جب آپ ﷺ اپنی گھر والیوں کے پاس پہنچتے تو یہ دعا فرماتے:

''ہم لوٹ آئے، اپنے رب کی طرف لوٹ آئے، اللہ ہمیں کسی غم سے دوچار نہ کرے۔''

امیر لشکر کو ہدایات:

(۴۵۵) حدثني بذلك منهال عن عكرمة عن عبدالله بن عباس (رضي الله عنهما) عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. انه كان يوصي أمراء الأجناد اذا وجههم بتقوى الله وبمن معهم من المسلمين خيرا. ويقول: اغزوا بسم الله في سبيل الله. تقاتلون من كفر بالله. اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلتوا امرأة ولا وليدا.

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے:

''آپ ﷺ سپہ سالاروں کو روانہ کرتے وقت ان کو اللہ سے ڈرنے اور جو مسلمان ساتھ ہوں ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین فرماتے۔ نیز یہ فرماتے کہ: اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں، اللہ سے کفر کرنے والے کے ساتھ جنگ کرو، حملہ کرو اور خیانت نہ کرنا، غداری نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا اور کسی عورت یا بچے کو قتل نہ کرنا۔''

---

*مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۱۲، مسند احمد بن حنبل: ۲۳۱۱، صحیح البخاری: ۳۰۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۴۲، سنن ابی داود: ۲۵۹۹، سنن الترمذی: ۳۴۴۰، السنن الکبری للنسائی: ۴۲۳۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۲۶۴۔

**مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۱۲، مسند احمد بن حنبل: ۲۳۱۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۳۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۷۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۰۴۔

(۴۵۶) . وحدثني ابو جناب عن ابي المحجل عن علقمة بن مرثد او عن رجل عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان اذا اجتمع اليه جيش من اهل الايمان بعث عليهم رجلا من اهل الفقه والعلم . فاجتمع اليه جيش فبعث عليهم سلمة بن قيس فقال: سر بسم الله تقاتل في سبيل الله من كفر بالله فاذا لقيتم عدوكم من المشركين فادعوهم الى ثلاث خصال:

سلیمان بن بریدہ سے روایت ہے کہ:

(سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کے پاس مسلمانوں کا کوئی لشکر تیار ہو جاتا تو آپ ان پر کسی عالم اور فقیہ فرد کو امیر مقرر کر دیتے ایک بار ایک لشکر تیار ہوا تو آپ نے سلمہ بن قیس کو ان کا امیر مقرر کیا اور فرمایا: اللہ کا نام لے اللہ کی راہ میں، اللہ سے کفر کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے روانہ ہو جاؤ، جب اپنے مشرک دشمنوں سے تمہارا مقابل ہو تو ان کو دعوت دو تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار لیں:

ادعوهم الى الاسلام . فان اسلموا فاختاروا دراهم فعليهم في اموالهم الزكاة . وليس لهم في فئ المسلمين نصيب وان اختاروا ان يكونوا معكم فلهم مثل الذي لكم وعليهم مثل الذي عليكم فان أبوا فادعوهم الى اعطاء الجزية . فان اقروا بالجزية فقاتلوا عدوهم من ورائهم وفرغوهم لخراجهم ولا تكلفوا فوق طاقتهم . فان أبوا فقاتلوهم فان الله ناصركم عليهم .

ان کو اسلام کی طرف دعوت دو، اگر وہ اسلام لے آئیں اور اپنے ہی علاقہ میں مقیم رہنا پسند کریں تو ان کے اموال میں سے زکوۃ لی جائے گی اور انہیں مسلمانوں کی فئے میں سے کوئی حصہ نہ ملے گا، اگر وہ تمہارے ساتھ نکلنا پسند کریں تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو تمہارے لئے ہیں اور ان پر بھی وہی ذمہ داریاں لاگو ہوں گی جو تم پر لاگو ہیں اگر وہ یہ صورت نہ منظور کریں تو ان سے کہو کہ جزیہ ادا کریں، اگر وہ جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے دشمنوں سے لڑ کر ان کا دفاع کرو، اور خود انہیں اپنے خراج کی ادائیگی کیلئے فارغ چھوڑ دو اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ اس صورت کو بھی قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرو، اللہ ان کے مقابلہ میں ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

وان تحصنوا منكم في الحصن فسألوكم ان ينزلوا على حكم الله وحكم رسوله فلا تنزلوهم على حكم الله ولا حكم رسوله . فانكم لا تدرون ما حكم الله وحكم رسوله فيهم . وان سألوكم ان تنزلوهم على ذمة الله وذمة رسوله . فلا تعطوهم ذمة الله ذمة رسوله . واعطوهم ذمم انفسكم . فان قاتلوكم فلا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا .

اگر وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھے رہیں اور پھر تم سے یہ درخواست کریں کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنے دیا جائے تو تم ان کی یہ درخواست قبول نہ کرنا، ان سے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار نہ رکھو کیونکہ تم کو نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کیا ہے، اگر وہ یہ کہیں کہ ہم کو اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری پر ہتھیار رکھنے دو تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ نہ دینا بلکہ خود اپنا ذمہ دینا، اگر وہ تم سے جنگ کریں تو غداری نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا اور کسی بچہ کو قتل نہ کرنا۔

قال سلمة: فسرنا حتى لقينا عدونا من المشركين فدعوناهم الى ما امر به امير المؤمنين فأبوا ان يسلموا فدعوناهم الى اعطاء الجزية فأبوا ان يقروا بها فقاتلناهم فنصرنا الله عليهم. فقاتلنا المقاتلة وسبينا الذرية

سلمہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے اور بالآخر اپنے مشرک دشمنوں کے پاس جا پہنچے، ہم نے امیر المؤمنین کی ہدایت کے مطابق انہیں دعوت دی مگر انہوں نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ان سے جزیہ ادا کرنے کو کہا تو وہ اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے، چنانچہ ہم نے ان سے جنگ کی اور اللہ نے ہمیں ان پر فتح عطا کی، ہم نے لڑائی کے قابل مردوں کو قتل کر دیا اور بچوں کو غلام بنا لیا۔

جنگ میں تلفِ مال:

(۴۵۰) حدثنا اسماعيل بن ابی خالد عن قيس بن ابی حازم عن جرير قال لی رسول الله ﷺ: الا تريحنی من ذی الخصلة بيت كان لخثعم كان تعبده فی الجاهلية يسمى كعبة اليمانية قال: فخرجت فی مائة وخمسين راكبا فحرقناها حتى جعلناها مثل الجمل الأجرب. قال: ثم بعثت الى النبی ﷺ رجلا يبشره. فلما قدم عليه قال: والذی بعثك بالحق ماآتيك حتى تركناها مثل الجمل الأجرب. قال: فبرك النبی ﷺ على أحمس وخيلها

جریر (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ:

''مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخصلہ سے نجات نہ دلاؤ گے؟ ذی الخصلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا جس کی لوگ دورِ جاہلیت میں پرستش کرتے تھے اسے کعبہ یمانی کہا جاتا تھا، جریر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ پھر میں ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا اور ہم نے اس بت خانہ کو آگ لگا کر اس طرح جلا دیا کہ اس کی شکل خارشی اونٹ جیسی ہو گئی، پھر میں نے ایک آدمی کو یہ خوشخبری لے کر نبی ﷺ کے پاس بھیجا، اس نے جا کر آپ سے یہ کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں جب ہم نے اسے جلا کر خارشی اونٹ کی مانند

بنا دیا۔ (راوی) کہتا ہے کہ اس پر آپ ﷺ نے احمس اور اس کے گھوڑوں کیلئے برکت کی دعاء کی۔

وقد كره قوم التحريق في بلاد العدو وقطع الشجر المثمر والنخل. ولم ير به آخرون بأسا. واحتجوا في ذلك بقوله عزوجل في كتابه:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الحشر:۵)

وقوله تعالٰى في كتابه العزيز:

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (الحشر:۲)

ایک گروہ دشمن کے علاقہ میں آگ لگانے اور کھجور یا دوسرے پھل دار درختوں کے کاٹنے کو مکروہ سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ یہ حضرات قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے احتجاج کرتے ہیں:

''تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے، یا انہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا، اور اس لئے تھا تا کہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔'' (الحشر:۵)

اور یہ حضرات کتاب عزیز میں اللہ کے اس ارشاد سے احتجاج کرتے ہیں:

''اور وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے۔''

(الحشر:۲)

وبما فعله جرير من التحريق لذي الخصلة. وان النبي ﷺ لم يعب ذلك عليه ولم ينكره

نیز یہ حضرات جریر (رضی اللہ عنہ) کے ذی الخصلہ کو جلانے اور نبی ﷺ کے ایسا کرنے کو معیوب یا ممنوع قرار نہ دینے سے بھی احتجاج کرتے ہیں۔

واحسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم انه لابأس ان يقاتل اهل الشرك بكل سلاح وتغرق المنازل وتحرق بالنار ويقطع الشجر والنخل ويرموا بالمجانيق. ولا يتعمد في ذلك صبي ولا امرأة ولا شيخ كبير وأن يتبع مدبرهم ويذفف على جريحهم وتقتل أسراهم اذا خيف منهم على المسلمين ولا يقتل الا من جرت عليه المواسي ومن لم تجر عليه لم يقتل وهو من الذرية۔

اس سلسلہ میں ہم نے جو آراء سنی ہیں ان میں سب سے بہترین رائے یہ ہے کہ دشمن سے جنگ میں ہر طرح کے ہتھیار استعمال کئے جا سکتے ہیں، گھروں کو جلایا اور غرق کیا جا سکتا ہے، درختوں اور کھجوروں کو کاٹا جا سکتا ہے، اور دشمنوں پر منجنیق سے پتھر پھینکے جا سکتے ہیں، البتہ پتھراؤ میں عمداً کسی عورت، بوڑھے یا بچے کو ہدف نہیں بنایا جائے گا، دشمن کے جو لوگ پیٹ پھیر کر بھاگیں ان کا تعاقب کیا جا سکتا ہے، زخمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے، اور دشمنوں کے قیدیوں

سے اگر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دانیاں ہوں تو ان کو قتل کیا جا سکتا ہے، صرف ان کو قتل کیا جائے گا جو بالغ ہو چکا ہو، نابالغ لوگ قتل نہیں کئے جائیں گے ان کا شمار بچوں میں ہے۔

فأما الاساری اذا اخذوا واتی بهم الی الامام . فهو فیهم بالخیار ان شاء قتلهم وان شاء فادی بهم . یعمل فی ذلك بما كان اصلح للمسلمین واحوط للاسلام . ولا یفادی بهم بذهب ولا فضة ولا متاع . ولا یفادی بهم الا اساری المسلمین .

جنگی قیدی جب پکڑ کر امام کے سامنے پیش کئے جائیں تو امام کو اختیار ہے کہ انہیں قتل کر دے یا ان کا فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دے، ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت اسلام کیلئے زیادہ محفوظ اور مسلمانوں کیلئے زیادہ مفید ہو، امام کو وہی صورت اختیار کرنی چاہئے، ان کے فدیہ میں صرف مسلمان قیدیوں کو قبول کرنا چاہیے۔

غنیمت کی تقسیم:

(قال ابو یوسف رحمه الله) وكل ما اجلبوا به الی عسكرهم اواخذ من موالهم وامتعتهم فهو فیء یخمس . والخمس منه، لمن سمی الله عزوجل فی كتابه العزیز واربعة اخماسه یقسم بین الجند الذین غنموه : للفارس سهمان والراجل سهم .

دشمن اپنے لشکر میں جو ساز وسامان لایا ہو، یا ان سے جو مال یا سامان لوٹ کر حاصل کیا جائے، وہ ایسی فئے ہے جس میں سے خمس نکالا جائے گا، ان کا پانچواں حصہ ان لوگوں کیلئے ہے جن کے اسماء اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرمائے ہیں، باقی ۵ / ۴ حصہ ان فوجیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا جنہوں نے یہ غنیمت حاصل کی ہے، گھوڑے کیلئے دو حصے ہوں گے اور پیدل کیلئے ایک حصہ۔

فان ظهر علی شیء من ارضهم عمل فیه الامام بالاحوط للمسلمین ان رأی ان یدعها كما ترك عمر بن الخطاب رضی الله عنه السواد فی اید اهلیه ویضع علیهم الخراج فعل .

اگر دشمن کی کچھ زمینیں قبضہ میں آ گئی ہوں تو امام اس علاقہ کے بارے میں وہ طریقہ اختیار کرے گا جو مسلمانوں کیلئے زیادہ محفوظ اور مفید ہو، اگر اس کی رائے یہ ہو کہ جس طرح (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے سواد کے علاقہ کو اس کے باشندوں ہی کے قبضہ میں رہنے دیا تھا اسی طرح زمین کو اس کے باشندوں کے پاس رہنے دے، اور ان پر خراج لاگو کر دے، تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

وان رأی ان یقسم ذلك بین المسلمین الذین افتتحوه اخرج الخمس من ذلك وقسم . وارجو ان یكون ما فعل من ذلك موسعا علیه بعد ان یحتاط للمسلمین فیه

اور اگر اس زمین کو اس کے مسلمان فاتحین کے درمیان تقسیم کر دینا مناسب سمجھے تو پانچواں حصہ علیحدہ کر کے باقی کو تقسیم کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ امام مسلمانوں کے مجموعی مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے ان میں سے جو صورت بھی اختیار کرے گا اس کیلئے گنجائش ہے۔

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت:

(۴۵۸)۔ قال ابو یوسف: حدثنی الحجاج عن الحکم بن عتیبة عن مقسم عن ابن عباس قال: نهی رسول الله ﷺ عن قتل النساء

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔''

(۴۵۹)۔ وحدثنی عبیدالله عن نافع عن ابن عمر قال: وجدت امرأة مقتولة فی بعض مغازی النبی ﷺ فنهی عن قتل النساء والولدان۔

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے کہا ہے کہ:

''نبی ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک عورت (میدان جنگ میں) مقتول پائی گئی تو آپ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔''

(۴۶۰)۔ حدثنا لیث عن مجاهد قال: لا یقتل فی الحرب الصبی ولا المرأة ولا الشیخ الفانی

مجاہد نے کہا ہے کہ:

''جنگ میں بچوں، عورتوں اور بہت بوڑھے افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔''

(۴۶۱)۔ وحدثنا داود عن عکرمة عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان اذا بعث جیوشه قال: لا تقتلوا اصحاب الصوامع

---

(۴۵۸) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۳۱۱۳۔ مسند احمد بن حنبل:۲۳۱۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی:۷۴۵۵۔

(۴۵۹) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۳۱۲۰، مسند احمد بن حنبل:۴۷۳۸، سنن الدارمی:۲۵۰۵، صحیح البخاری:۳۰۱۵، صحیح مسلم:۱۷۴۴، سنن ابن ماجہ:۲۸۴۱، سنن الترمذی:۱۵۲۹، مستخرج ابی عوانہ:۶۵۸۱۔

(۴۶۰) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۳۱۲۴۔

(۴۶۱) مصنف ابن ابی شیبہ:۳۳۱۲۳، شرح معانی الآثار للطحاوی:۵۱۸۵، اتحاف الخیرۃ المہرۃ:۴۴۵۵، اتحاف المہرۃ لابن حجر:۸۴۵۶۔

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:
''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے لشکر روانہ فرماتے تو یہ فرماتے کہ خانقاہ نشینوں کو قتل نہ کرنا۔''

قیدی کا قتل:

(۴۶۲) قال: وحدثنا اشعث او غیرہ عن الحسن ان الحجاج أتی بأسیر فقال لعبد اللہ بن عمر: قم فاقتله. فقال ابن عمر: ما بهذا أمرنا. یقول اللہ تبارك وتعالی:
حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً (محمد: ۴)
حسن سے روایت ہے کہ:
''ایک مرتبہ حجاج کے پاس ایک قیدی کو لایا گیا تو اس نے (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے کہا اٹھو اور اس کو قتل کرو۔ (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے جواب دیا: ہمیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:
''(اور جب ان لوگوں سے تمہارا مقابل ہو جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے تو گردنیں مارو) یہاں تک جب تم ان کی طاقت کچل چکے ہو، تو مضبوطی سے گرفتار کرلو، پھر چاہے احسان کر کے چھوڑ دو، یا فدیہ لے کر۔'' (محمد: ۴)

(۴۶۳) حدثنا اشعث عن الحسن قال: کان یکرہ قتل الأسری
ہم سے اشعث نے حسن کے بارے میں بیان کیا ہے کہ:
''آپ قیدیوں کو قتل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

(۴۶۴) حدثنا ابن خدیج عن عطاء انه کرہ قتل الأسری.
ہم سے ابن جریج نے عطاء (رحمہ اللہ) کے بارے میں بیان کیا ہے کہ:
''وہ قیدیوں کو قتل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

قیدیوں کا تبادلہ اور فدیہ لے کر چھوڑنا:

وانا اقول: الأمر فی أسری الی الامام. فان کان اصلح للاسلام و اهله عندہ قتل الأسری قتل. وان کانت المفاداۃ بهم اصلح فادی بهم بعض أساری المسلمین.

---

(۴۶۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۷۱۔
(۴۶۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۶۸۔
(۴۶۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۶۷۔

اور میں کہتا ہوں کہ قیدیوں کے بارے میں فیصلہ امام کی صوابدید پر منحصر ہے، اگر امام کے نزدیک اسلام اور اہل اسلام کے مصالح کے پیش نظر قیدیوں کو قتل کر دینا زیادہ بہتر ہو تو انہیں قتل کر دے، اور اگر فدیہ لے کر چھوڑ دینا زیادہ مفید نظر آئے تو چند مسلمان قیدیوں کو ان کے فدیہ میں لے کر انہیں چھوڑ دے۔

(۴۶۵) حدثنی محمد عن الزهری عن حمید بن عبدالرحمن قال: قال عمر: لأن استنقذ رجلا من المسلمین من أیدی الکفار احب الی من جزیرة العرب۔

حمید بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ عمر نے ارشاد فرمایا:

''ایک مسلمان کو بھی کفار کے ہاتھوں سے چھڑا لینا مجھے پورے جزیرہ عرب سے زیادہ عزیز ہے۔''

(۴۶۶) قال: وحدثنی لیث عن الحکم بن عتیبة ومجاهد قالا: قال ابو بکر: ان اخذتم احدا من المشرکین فأعطیتم به مدین دنانیر فلا تفادوه۔

حکم بن عتیبہ اور مجاہد (دونوں) کا بیان ہے کہ (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

''مشرکین میں سے کسی کو پکڑ لینے کے بعد اگر تمہیں اس کے فدیہ میں دو مدی دینار بھی دیئے جائیں تو اسے قبول نہ کرنا۔''

(۴۶۷) حدثنا ابو حنیفة رحمه الله تعالی عن حماد عن ابراهیم قال: الامام فی الأساری بالخیار، ان شاء فادی وان شاء من، وان شاء قتل۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو فدیہ لے کر چھوڑ دے، چاہے تو بطور احسان رہا کر دے، اور چاہے تو قتل کر دے۔''

مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کی ذمہ داری:

(۴۶۸) حدثنا بعض المشائخ عن علی بن زید عن یوسف بن مهران قال: قال ابن عباس (رضی الله عنهما): قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه: کل اسیر کان فی أیدی المشرکین من المسلمین ففکاکه من بیت مال المسلمین۔

---

(۴۶۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۵۳، الاموال لابن زنجویہ: ۵۱۵۔

(۴۶۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۵۴۔

(۴۶۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۷۴۔

(۴۶۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۶۲۔

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:
''جو بھی مسلمان فرد مشرکین کی قید میں ہو اس کی گردن چھڑانے کا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ہوگا۔''

شریک جنگ خواتین کو معاوضہ:

(٣٦٩) وحدثنا عطاء بن السائب عن الشعبی عن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) قال: کان النساء یجزن علی الجرحی یوم احد

عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ:
''جنگ احد کے موقع پر عورتوں کو زخمیوں کی خدمت کا صلہ دیا جاتا تھا۔''

مال غنیمت کی تقسیم کا وقت:

واذا غنم المسلمون غنیمۃ من اھل الشرك فأحب الی ان لا تقسم حتی تخرج من دار الحرب الی دار الاسلام. وان قسمت فی دار الحرب نفذت. لانھا لیست بمحرزۃ مادامت فی دار الحرب

جب مسلمانوں کو اہل شرک سے مال غنیمت حاصل ہو تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جب تک اسے دار الحرب سے دار الاسلام میں منتقل نہ کر لیا جائے اس کی تقسیم عمل میں نہ لائی جائے، کیوں کہ جب تک یہ مال دار الحرب سے دار الاسلام میں منتقل نہ کر لیا جائے اس کی تقسیم عمل میں نہ لائی جائے، کیونکہ جب تک یہ مال دار الحرب میں ہے تو اسے محفوظ مال قرار نہیں دیا جا سکتا، لیکن اگر دار الحرب میں تقسیم عمل میں لائی جائے تو یہ تقسیم نافذ ہو جائے گی۔

وقد قسم رسول اللہ ﷺ وسمل غنائم بدر بعد منصرفه الی المدینة وضرب لعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فیھا بسھم وکان خلفه علی رقیة بنت رسول اللہ ﷺ وھی زوجته وکانت مریضة

رسول اللہ ﷺ نے بدر کے غنائم کو مدینہ آنے کے بعد تقسیم کیا تھا، آپ نے تاس میں سے ایک حصہ (سیدنا) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو بھی دیا تھا جنہیں اپنی بیوی اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ کی دیکھ بھال کیلئے جو مریض تھیں مدینہ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

وضرب لطلحة بن عبیداللہ فیھا بسھم ولم یکن حضر الوقعة. کان بالشام. وقسم رسول اللہ ﷺ غنائم حنین بعد منصرفه من الطائف بالجعرانة. وقد قسم ایضا غنائم خیبر بخیبر.

آپ (ﷺ) نے ایک حصہ طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) کیلئے رکھا جو اس جنگ میں شریک نہیں تھے بلکہ شام

میں تھے، اسی طرح حنین کے غنائم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس آ کر جعرانہ میں تقسیم کیا تھا، خیبر کے غنائم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر میں ہی تقسیم کر دیا تھا۔

ولكنه كان ظهر عليها واجلى عنها. فصارت مثل دار الاسلام. وقسم غنائم بني المصطلق في بلادهم. فانه كانت افتتحها وجرى حكمه عليها وكان القسم فيها بمنزلة القسم في المدينة.

لیکن خیبر پر آپ پوری طرح غالب آ چکے تھے اور اس کے باشندوں کو جلا وطن کر دیا تھا لہٰذا اب اس کی حیثیت دارالاسلام کی ہوگئی تھی، بنی مصطلق کے غنائم کو بھی آپ نے انہی کے ملک میں تقسیم کیا تھا لیکن اسے بھی آپ فتح کر چکے تھے اور وہ علاقہ آپ کے زیر حکومت آ گیا تھا، وہاں تقسیم کرنا ایسا ہی تھا جیسے مدینہ میں تقسیم کرنا۔

مال غنیمت کی حلت:

(٤٧٠). حدثنا يزيد بن ابي زياد عن مجاهد عن عبدالله بن عباس عن النبي ﷺ قال: احل لي المغنم ولم يحل لاحد كان قبلي.

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے لئے غنیمت حلال کر دی گئی ہے، مجھ سے پہلے کسی کیلئے بھی حلال نہیں کی گئی تھی۔''

(٤٧١). وحدثنا الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: لم تحل الغنائم لقوم سود الرؤوس قبلكم، كانت تنزل نار من السماء فتأكلها. فلما كان يوم بدر اسرع الناس في الغنائم فانزل الله عزوجل:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الأنفال:٦٨،٦٩)

(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلے کالے سروں والی کسی قوم کیلئے غنیمت حلال نہیں کی گئی تھی، آسمان سے ایک آگ اترتی تھی اور اسے کھا جاتی تھی، چنانچہ جب بدر کی جنگ ہوئی لشکر کے لوگ تیزی سے غنیمت لوٹنے کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

(٤٧٠) مصنف ابن ابی شیبہ: ٣ /١٦٢١ ۔ المنتخب من مسند عبد بن حمید: ٦٤٣۔

(٤٧١) سنن الترمذی: ٣٠٨٥، سنن سعید بن منصور: ٢٩٠٦۔

''اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ آ چکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آ جاتی۔ لہٰذا اب تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اسے پاکیزہ حلال مال کے طور پر کھاؤ۔''

(الانفال: ٦٨، ٦٩)

حصہ ملنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا:

قال ابو یوسف: ولا ینبغی لاحد ان یبیع حصته من المغنم حتی یقسم۔

کسی شخص کو غنیمت میں سے اپنا حصہ اس وقت تک فروخت نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ غنیمت کی تقسیم عمل میں نہ آ جائے۔

(٤٠٢). وحدثنا الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع المغنم حتی یقسم۔

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم سے پہلے حصہ غنیمت کی فروخت سے منع کیا۔۔۔''

تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں تصرف:

ولا بأس بأن یأکل المسلمون مما یصیبون من المغانم من الطعام ویعلفون دوابهم مما یصیبون من العلف والشعیر. وان احتاجوا ان یذبحوا من الغنم والبقر ذبحوا واکلوا ولا خمس فیما یأکلون ویعلفون۔

مال غنیمت میں جو اشیاءِ خوراک ہاتھ آئیں ان کو تقسیم سے پہلے کھانے میں، یا جو چارہ اور جو وغیرہ ملے اسے جانوروں کو کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں، انہیں ضرورت پڑے تو بکری، یا گائے ذبح کر کے کھا سکتے ہیں، اپنی یا اپنے جانوروں کی خوراک میں وہ جو کچھ صرف کر لیں اس پر خمس لاگو نہیں ہوگا۔

قد کان اصحاب النبی ﷺ یفعلون ذلك. ولا یبیع احد منهم شیئا من ذلك. فان باع لم یحل له أکل ثمن ذلك ولا له انتفاع به حتی یرده الی المقاسم. انما جاءت الرخصة فی الطعام والعلف. ولم یأت فی غیر ذلك۔

فمن تعدی الی غیر الاکل واعلاف الدواب فانما هو غلول۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ایسا کرتے تھے، لیکن کوئی شخص ان چیزوں میں سے کسی چیز کو فروخت نہیں کرے

---

(٤٧٢) مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٣٢٨۔

گا، اگر کسی نے کوئی چیز فروخت کی تو اس کی قیمت کو صرف کرنا اس کیلئے حلال نہ ہوگا، وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ اسے چاہیے کہ اس (قیمت) کو تقسیم غنائم کے ذمہ دار کے حوالہ کردے، تقسیم غنیمت سے قبل تصرف کی اجازت صرف غذائی اشیاء اور جانوروں کی خوراک کے سلسلہ میں دی گئی ہے، کسی اور چیز میں تصرف کی اجازت نہیں جس نے خود کھانے یا جانوروں کو کھلانے کے علاوہ کوئی اور تصرف کیا وہ مال غنیمت میں خیانت کا مرتکب ہوا۔

(۴۷۳)۔ حدثنی یحییٰ بن سعید عن محمد بن یحییٰ یعنی ابن حبان عن ابی عمرۃ انه سمع زید بن خالد الجهنی یحدث ان رجلا من المسلمین توفی بخیبر فذکر ذلك لرسول الله ﷺ فقال: صلوا علی صاحبکم فتغیرت وجوہ القوم لذلك. فلما رأی الذی بهم قال: ان صاحبکم غل فی سبیل الله ففتشنا متاعه فوجدنا فیه خرزا من خرز الیهود ما یساوی درهمین.

ابوعمرہ نے زید بن خالد جہنی کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ:

''خیبر میں کسی مسلمان کا انتقال ہو گیا اس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو کی گئی تو آپ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم لوگ ادا کرلو۔ یہ سن کر لوگوں کے چہروں کا رنگ فق ہوگیا، جب آپ نے ان کا یہ حال دیکھا تو فرمایا: تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستے میں ہوتے بھی خیانت کی ہے، پھر ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہودیوں کی ایک پتھرے کی تھیلی پائی جس کی قیمت دو درہم تھی۔''

(۴۷۴)۔ قال (ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ): وحدثنا هشام عن الحسن قال: کان اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم یأکلون من المغنائم اذا اصابوا ویعلفون دوابهم ولا یبیعون شیئا من ذلك فان بیع ردوہ الی المقاسم.

حسن نے کہا ہے کہ:

''محمد ﷺ کے صحابیوں کو جب غنیمت ہاتھ آتی تھی تو وہ اس میں سے خود کھاتے، اور اپنے جانوروں کو کھلاتے لیکن اس میں سے کسی چیز کو فروخت نہیں کرتے تھے، اگر کوئی چیز فروخت کی جاتی تو لوگ اسے تقسیم کنندہ کے پاس بھجوا دیتے۔''

(۴۷۵)۔ قال: وحدثنا مغیرۃ عن حماد عن ابراهیم قال: کانوا یأکلون من الطعام فی ارض الحرب ویعلفون قبل ان یخمسوا۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

---

(۴۷۳) مؤطا مالک: ۱۶۶۷، مسند حمیدی: ۸۳۴۔

(۴۷۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۳۳۔

(۴۷۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۳۶۔

''لوگ غنیمت میں سے خمس علیحدہ کرنے سے پہلے دارالحرب میں غذائی اشیاء کھاتے تھے اور جانوروں کو چارہ کھلاتے تھے۔''

مال غنیمت میں سے انعام دینے کا اختیار:

قال ابو یوسف: ولا بأس ان ینفل الامام او والیه علی الجیش الرجل و السریة یقول: من قتل قتیلا فله سلبه. او من خرج فأصاب کذا و کذا فله منه کذا او من اصاب شیئا فله منه کذا و کذا والم تحرز الغنیمة. فأذا احرزت الغنیمة لم یکن للوالی ان ینفل احدا شیئا.

امام، یا لشکر یا فوجی دستہ پر اس کے مقرر کئے ہوئے والی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی آدمی کو (مال غنیمت میں سے) انعام دے مثلاً یہ اعلان کردے کہ جو شخص کسی آدمی کو قتل کریگا اس وقت اس آدمی کے پاس جو سامان ہوگا وہ اس کو دے دیا جائے گا، یا جو شخص لڑائی پر چلے گا اور اس کے ہاتھ یہ اور یہ آئے گا تو اس کو اس میں سے اتنا دے دیا جائے گا، یہ انعام اسی وقت تک دیا جا سکتا ہے جب تک مال غنیمت ایک جگہ جمع کر کے محفوظ نہ کر دیا جائے، اس کے بعد والی کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ کسی کو کوئی چیز بطور صلہ کے دے۔

(۴۷۶) حدثنا الحسن بن عمارة عن حبیب بن نهار عن ابیه قال: کنت اول من اوقد فی باب تستر. فلما فتحناها امرنی الاشعری (رضی الله عنه) علی عشرة من قومی ونفلنی سهما سوی سهمی وسهم فرسی قبل الغنیمة.

حبیب بن نمار کے والد نے کہا ہے کہ:

''میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تستر کے قلعہ میں آگ لگائی، جب ہم نے اسے فتح کرلیا تو اشعری نے مجھے میری قوم کے دس افراد کا امیر مقرر کیا اور تقسیم غنیمت سے پہلے مجھے میرے اور میرے گھوڑے کے حصہ کے علاوہ ایک حصہ بطور انعام دیا۔''

غنیمت میں سے حصہ دینے کے اصول وضوابط:

قال ابو یوسف: ویضرب للناس فی الغنیمة علی مداخلهم من الدرب. من دخل بفرس فعقر فرسه بعد احراز الغنیمة او بعضها قبل القسمة اسهم لفرسه. ومن دخل راجلا فأصاب فرسا یقاتل علیه لم یضرب لفرسه.

غنیمت کی تقسیم میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے گا کہ کون فوجی کتنی تیاری کے ساتھ لشکر میں شامل ہوا تھا، جو شخص گھوڑا

(۴۷۶) مصنف ابن ابی شیبه: ۳۳۲۸۹۔

لے کر آیا تھا لیکن اس کا گھوڑا غنیمت جمع ہو جانے، یا اس کا کچھ حصہ جمع ہو جانے کے بعد مگر تقسیم سے پہلے مارا گیا تو اس کے گھوڑے کیلئے حصہ لگایا جائے گا۔ جو شخص پیدل شامل ہوا تھا لیکن پھر اسے ایک گھوڑا مل گیا جس پر سوار ہو کر اس نے جنگ کی اس کے گھوڑے کیلئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔

فأما الذمي والعبد يستعين بهما المسلمون في حربهم فلا يضرب لهما بسهم. ولكن يرضخ لهما. وكذلك المرأة إذا كانت لها منفعة في مداواة الجرحى. وسقي المرضى رضخ لها ولم يضرب لها بسهم. وإن لم يكن لها ولا للعبد والذمي منفعة لم يرضخ لهم بشيء.

وہ غلام یا ذمی جن سے مسلمان اپنی لڑائیوں میں مدد لیں غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ نہیں پائیں گے لیکن ان کو کچھ صلہ دیا جائے گا۔ یہی حکم عورت کے بارے میں بھی ہے اگر اس سے زخمیوں کی مرہم پٹی یا مریضوں کے پانی پلانے میں کچھ مفید خدمات حاصل ہوئی ہوں تو اسے کچھ صلہ دیا جائے گا اس کیلئے باقاعدہ حصہ نہیں لگایا جائے گا، لیکن اگر عورت یا غلام یا ذمی سے کوئی فائدہ نہ پہنچا ہو تو انہیں کوئی صلہ نہ دیا جائے گا۔

فأما الاجير والحمال والنجار وامثالهم واهل الاسواق فمن حضر الحرب والقتال منهم اسهم له. وكل من لم يحضر لم يسهم له. ومن وكله الامام او واليه بحفظ الثقل والعسكر ضرب لهم بسهم.

مزدور، حمال، بڑھئی وغیرہ اور بازار کے عام لوگوں میں سے جو افراد لڑائی میں شرکت کریں ان کو حصہ دیا جائے گا اور جو لڑائی میں حصہ نہ لیں ان کو نہیں دیا جائے گا۔ جن افراد کو امام یا اس کا والی سامان کی حفاظت اور کیمپ کی نگرانی پر مامور کرے ان کو بھی غنیمت میں سے حصہ دیا جائے گا۔

عورتوں کو باقاعدہ حصہ نہ ملے گا:

(۴۷۷) حدثنا محمد بن اسحاق عن الزهري عن يزيد عن ابن هرمز كاتب ابن عباس قال: كتب نجدة الى عبد الله بن عباس يسأله عن النساء. هل كن يحضرن مع رسول الله ﷺ الحرب؟ وهل كان يضرب لهن بسهم؟ قال يزيد فأنا كتبت كتاب ابن عباس الى نجدة: قد كن يحضرون مع رسول الله ﷺ. فأما يضرب لهن بسهم فلا. وقد كان يرضخ لهن.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے کاتب ہرمز کا بیان ہے کہ:

''نجدہ نے (سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو لکھ کر ان سے دریافت کیا کہ کیا عورتیں رسول اللہ ﷺ

---

(۴۷۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷/ ۳۳۲۔

کے ساتھ جنگ پر جاتی تھیں؟ اور کیا ان کیلئے حصہ لگایا جاتا تھا؟ یزید کہتے ہیں کہ میں نے نجدہ کو ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا یہ خط لکھا کہ: عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی تھیں لیکن ان کیلئے (باقاعدہ) حصہ نہیں لگایا جاتا تھا بلکہ انہیں کچھ صلہ دے دیا جاتا تھا۔''

غلام کو بھی باقاعدہ حصہ نہیں دیا جائے گا:

(۴۷۸) قال: وحدثنا الحسن قال حدثني محمد بن يزيد عن عمير مولى أبي اللحم قال: شهدت خيبر وانا عبد مملوك. فلما فتحها النبي ﷺ اعطاني سيفا فقال تقلد هذا. واعطاني من خرثي المتاع ولم يضرب لي بسهم.

ابی اللحم کے مولی عمیر نے کہا ہے کہ:

''میں جنگ خیبر میں موجود تھا اس وقت میں غلام تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا تو مجھے ایک تلوار عطا فرمائی اور کہا کہ: اسے باندھ لے، اس کے علاوہ آپ نے مجھے کچھ دوسری معمولی چیزیں دیں لیکن میرے لیے باقاعدہ حصہ نہیں لگایا۔''

(۴۷۹) قال (ابو يوسف رحمه الله تعالىٰ): وحدثني الحجاج عن عطاء عن ابن عباس قال: ليس للعبد في المغنم نصيب.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ:

''غلام کیلئے غنیمت میں کوئی حصہ نہیں۔''

(۴۸۰) قال: وحدثني اشعث عن الحسن وابن سيرين في العبد والأجير يشهدان القتال. قالا: لا يعطيان شيئا من الغنيمة.

جنگ میں شریک ہونے غلام اور مزدور کے بارے حسن اور ابن سیرین (دونوں) نے کہا ہے کہ:

''انہیں غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔''

لڑائی میں نظم کی پابندی:

قال ابو يوسف: ولا تسري سرية الا باذن الامام او من يوليه على جيش. ولا يحمل رجل من عسكر المسلمين على رجل من المشركين ولا يبارزه الا باذن امير الجيش.

---

(۴۷۸) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۰۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۷۸۵۷۔

(۴۷۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۰۹۔

کوئی فوجی دستہ امام یا اس کے مقرر کردہ امیر لشکر کی اجازت کے بغیر کسی مہم پر نہیں جائے گا، امیر لشکر کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے لشکر کا کوئی آدمی کسی مشرک پر نہ تو حملہ کرے گا نہ اسے دعوت مبارزت دے گا۔

(۴۸۱) حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة فی قول الله عز وجل:
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

قال: الأمراء۔

ابو صالح نے (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے اللہ رب العزت کے فرمان ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں، ان کی بھی۔'' کے بارے میں آپ نے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کہ اس سے مراد امراء ہیں۔''

(۴۸۲) (قال ابو يوسف) : حدثنا اشعث عن الحسن قال: لاتسری سرية بغير اذن اميرها ولهم ومانفلهم من شیء۔

حسن نے کہا ہے کہ:

''کوئی فوجی دستہ اپنے امیر کی اجازت کے بغیر کسی مہم پر نہیں جائے گا اور امیر ان لوگوں کو جو انعامات دے وہ ان کے ہو جائیں گے۔''

لاش کو فروخت کرنا:

ولو قتل المسلمون رجلا من المشركين. فأراد اهل الحرب ان يشتروه منهم. فان اباحنيفة (رحمه الله) قال: لابأس بذلك. الا ترى ان اموالهم يحل للمسلمين ان يأخذوها بالغصب. فاذا طابت انفسهم بها فهو احل وافضل لان دمهم ومالهم حلالان على المسلمين. وانا اكره ذلك وانهى عنه ليس يجوز للمسلمين ان يبيعوا خمرا ولا خنزيرا ولا ميتة ولا دما من اهل الحرب ولا غيرهم. من ماروى لنا فى ذلك عن عبدالله بن عباس۔

کہ: اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ مسلمانوں کیلئے ان دشمنوں کا مال غصب کر لینا بھی حلال ہے تو جب راضی خوشی اپنا مال حوالہ کر رہے ہوں تو اس کا قبول کر لینا زیادہ درست اور بہتر ہو گا کیونکہ ان کی جان و مال مسلمانوں کیلئے حلال ہیں۔

---

(۴۸۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۵۳۰۳۔

(۴۸۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۳۳، الاموال لابن زنجویہ: ۱۱۸۰۔

مگر میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اس سے منع کرتا ہوں مسلمانوں کیلئے دشمنوں یا دوسرے لوگوں کے ہاتھوں شراب، سور اور مردار یا خون کی فروخت جائز نہیں۔ مزید برآں اس سلسلہ میں ہم سے عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کا ایک قول بھی روایت کیا گیا ہے۔

(۴۸۳) حدثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رجلا من المشرکین وقع فی الخندق فأعطی المسلمون بجیفته مالا. فسألوا رسول اللہ ﷺ عن ذلك فنهاهم.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

''ایک مشرک خندق میں گر کر مر گیا تو مسلمانوں کو اس کی لاش کے عوض مال پیش کیا گیا، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں منع کر دیا۔''

تلفِ مال:

قال ابو یوسف: وما حبس من دواب المسلمین فی ارض الحرب وثقل علیهم من متاعهم او سلاحهم اذا ارادوا الخروج من دار الحرب لخوف او غیر ذلك.

جب مسلمان کسی خطرہ کی بناء پر یا کسی اور سبب سے دارالحرب سے واپس آنا چاہیں اور انہیں دشمنوں کی سرزمین میں اپنے کچھ جانور چھوڑنے پڑیں، یا بوجھ زیادہ ہونے کے سبب کچھ سامان اور اسلحہ ساتھ نہ لیا جا سکتا ہو تو ان اشیاء کے سلسلہ میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟

فان اصحابنا اختلفوا فی ذلك. فقال بعضهم: یترکه المسلمون علی حاله. وقال بعضهم: بل تذبح الدواب ثم تحرق وما یترك معها بالنار شیء فکان الذبح والحرق احب الی لکیلا ینتفع اهل الحرب بشیء من ذلك.

اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ چیزیں علی حالہ چھوڑ دینی چاہئیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ: نہیں، بلکہ جانوروں کو ذبح کر کے وہاں چھوڑنے جانے والے دوسرے سامانوں کے ساتھ جلا دینا چاہیے، میرے نزدیک بھی ذبح کر دینا اور جلا دینا زیادہ بہتر ہے تاکہ دشمن ان میں سے کسی چیز سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

دشمن سے برآمد ہونے ہونے اموال کا حکم:

وکل ما غلب علیه اهل الحرب من متاع المسلمین: من رقیقهم ودوابهم فأصابه

(۴۸۳) مسند احمد بن حنبل: ۲۲۳۰، مسند ابی حنیفة: ص ۵۔

المسلمون فی غنائمهم فان وجده صاحبه قبل القسمة اخذه بغیر قیمة. وان وجده بعد القسمة اخذه من الذی صار فی سهمه بقیمته.

مسلمانوں کے جن سامانوں، غلام یا مویشی وغیرہ پر دشمن کا قبضہ ہو جائے اور پھر یہ چیزیں مال غنیمت میں ان کے ہاتھ آ جائیں تو اگر غنیمت کی تقسیم سے پہلے کسی چیز کا اصل مالک اسے پالے تو وہ اسے بغیر قیمت ادا کئے لے لے گا، اگر اسے یہ چیز تقسیم کے بعد نظر آئے تو یہ چیز جس کے حصہ میں گئی ہو اس سے قیمت ادا کر کے حاصل کر سکے گا۔

وان اشتراه مشتر من الذی صار فی سهمه او من اهل الحرب. فله ان یأخذه بالثمن الذی اشتراه به. فان وهبه اهل الحرب لانسان اخذ منه بقیمته

اگر کوئی تیسرا شخص اس چیز وحصہ پانے والے سے خرید چکا ہو یا خود دشمن سے خرید کر اس چیز کو حاصل کر چکا ہو تو اس مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ خریدار نے جو قیمت ادا کی ہے اسی قیمت پر اس سے یہ چیز واپس لے سکے، اگر کسی آدمی کو وہ چیز کسی حربی نے بلا قیمت ہبہ کر دی ہو تو مالک اس چیز کی قیمت ادا کر کے اس آدمی سے حاصل کر سکے گا۔

(۴۸۴). حدثنا عبدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان عبدا له ابق وذهب له بفرس فدخل فی ارض العدو فظهر علیه خالد بن الولید فرد علیه احدهما وذلک فی حیاة رسول الله ﷺ ورد الآخر بعد وفاة رسول الله ﷺ.

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

''ان کا ایک غلام ایک گھوڑا لے کر بھاگ گیا اور دشمن کے علاقہ میں چلا گیا، (سیدنا) خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے یہ علاقہ فتح کیا تو ان میں سے ایک چیز آپ نے رسول اللہ ﷺ کی ہی زندگی میں آپ کو واپس دے دی، اور دوسری چیز رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد واپس دی۔''

(۴۸۵). حدثنا سماک بن حرب عن تمیم بن طرفة (رحمه الله تعالی) قال: اصاب المشرکون ناقة لرجل من المسلمین فاشتراها رجل من العدو فخاصمه صاحبها الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و اقام له البینة فقضی له النبی صلی الله علیه وسلم ان تدفع الیه بالثمن الذی اشتراه به من العدو والا خلی بینها وبینه.

تمیم بن طرفہ نے کہا ہے کہ:

''ایک مسلمان کی اونٹنی مشرکوں کے ہاتھ لگ گئی، پھر ایک آدمی نے یہ اونٹنی دشمنوں سے خرید لی، بعد میں اونٹنی کے

---

(۴۸۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۶۲۔

(۴۸۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۶۲۔

اصل مالک نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس شخص کے خلاف مقدمہ پیش کیا اور اپنے دعویٰ کا ثبوت بھی پیش کر دیا۔ تو نبی ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ مالک خریدار کو وہ قیمت ادا کرے جس کے عوض خریدار نے یہ اونٹنی دشمن سے خریدی ہے بصورت دیگر اونٹنی خریدار کے قبضہ میں رہنے دی جائے۔"

(۴۸٦) وحدثنا الحجاج عن الحكم عن ابراهيم (رحمه الله) قال: ما ظهر عليه المشركون من متاع المسلمين. ثم ظهر عليه المسلمون فجاء صاحبه قبل ان يقسم. فانه يرد عليه وان جاء بعد القسمة كان احق به بالثمن.

ابراہیم نے کہا ہے کہ:

"مسلمانوں کے جو سامان مشرکین کے قبضہ میں آ جائیں اور پھر مسلمان ان پر قبضہ کریں تو اگر کسی چیز کا مالک غنیمت کی تقسیم سے پہلے مطالبہ پیش کر دے تو اس کی چیز اسے دے دی جائے گی، اگر وہ تقسیم کے بعد مطالبہ کرے تو اس کو یہ حق دیا جائے گا کہ اس چیز کی قیمت ادا کر کے اسے واپس لے لے۔"

(۴۸۷) وحدثنا ليث عن مجاهد مثل ذلك.

ہم سے لیث نے مجاہد سے بھی اسی کی مثل بیان کیا ہے۔

(۴۸۸) وحدثنا مغيرة عن ابراهيم في الحر او الحرة المسلمين او الذمية او الذمي يأسرهم العدو فيشتريهم الرجل من المسلمين قال: لا يكون واحدا منهم رقيقا. وعليهم ان يسعوا الرجل في الثمن الذي اشتراهم به حتى يؤدوه اليه.

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک وہ آزاد مسلمان مرد یا عورت، یا ذمی مرد یا ذمی عورت، جنہیں دشمن قید کر لے جائے اور پھر انہیں کوئی مسلمان ان سے خرید لے، غلام نہیں سمجھے جائیں گے، البتہ ان کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ خریدار نے جو قیمت ادا کر کے انہیں خریدا ہے اس کی ادائیگی کے بقدر اس آدمی کیلئے کام کر کے اسے ادا کریں۔

قال ابو يوسف: وهذا احسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم.

ہم نے اس سلسلہ میں جتنے آراء سنی ہیں ان میں بہترین رائے یہی ہے، واللہ اعلم۔

و كذلك ام الولد والمدبر لا يملكان ويرجع عليهما بالثمن اذا اعتق

اسی طرح اگر ام ولد لونڈی یا مدبر غلام (دشمن کے قبضہ میں جانے کے بعد خریدے جائیں تو ان) پر ملکیت جاری نہیں

(۴۸٦) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳٦۱۔

ہوگی، البتہ جب وہ آزاد ہو جائیں گے تو خریداران سے اپنی ادا کردہ قیمت وصول کر سکے گا۔

وفی الحر یأسرہ العدو فأسلموا علیه علی ان یکون لهم رقیقا فانه حر. ولا یکون رقیقا وکذلك ام الولد وکذلك المدبر. ویرجعان الی موالیهما. وکذلك المکاتب یرجع الی حال کتابته ولا یکون واحد منهم رقیقا۔

وہ آزاد فرد جسے دشمن نے پکڑلیا اور بعد میں وہ (دشمن) اس شرط کے ساتھ مسلمان ہوں کہ یہ فرد ان کا غلام رہے گا، حسب سابق آزاد سمجھا جائے گا، غلام نہیں رہے گا، یہی حال ام والد اور مدبر کا ہے (دشمن قابض کے اسلام لانے پر) انہیں ان کے آقاؤں کے حوالہ کر دیا جائے گا، اسی طرح مکاتب غلام بھی (اس صورت میں) حسب سابق مکاتب سمجھا جائے گا۔ ان میں سے کوئی بھی غلام نہیں رہے گا۔

وکل ملك لا یجوز فیه البیع فان اهل الحرب لا یملکونه اذا اصابوه واسلموا علیه، لکنهم لو کانوا اصابوا عبدا او امة او متاعا للمسلمین ثم اسلموا علیه کان لهم ولا یأخذ مولاه

کوئی ایسی چیز جس کی خرید فروخت جائز نہ ہو اگر دشمن کے قبضہ میں چلی گئی تو وہ ان دشمنوں کے اسلام لانے کے بعد ان کی ملکیت تسلیم نہیں کی جائے گی لیکن اگر کوئی غلام یا لونڈی یا مسلمانوں کا کوئی سامان ان کے قبضہ میں چلا گیا ہو اور یہ ان کے مالک ہونے کی حالت میں اسلام لے آئیں تو چیزیں ان کی ملکیت میں باقی رہیں گی، سابق مالک یا آقا ان کو واپس نہ لے سکے گا۔

(۴۸۹). حدثنا الحسن بن عمارة قال: حدثنا منیر عن عبدالله عن ابیه قال: قدمت فأسلمت وقلت: یارسول الله اجعل لقومی ما اسلموا علیه ففعل۔

عبداللہ کے والد نے کہا ہے کہ

''میں (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوا، اور اسلام لے آیا، پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم کو ان چیزوں کا مالک رہنے دیجئے جن کے وہ اسلام لاتے وقت مالک رہے ہوں، تو آپ نے (ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے ایسا ہی) کیا۔

(۴۹۰). وحدثنا الحجاج عن عطاء قال: یکون للرجل ما اسلم علیه

عطاء نے کہا ہے کہ:

''آدمی اسلام لاتے وقت جن چیزوں کا مالک رہا ہو ان کا بدستور مالک رہے گا۔''

---

(۴۸۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۴۳ ص ۳۔

(۴۹۱) حدثنا ابن جریج عن عطاء قلت فی نساء حرائر اصابهن العدو فابتاعهن رجل أیصیبهن قال: لا ولا یسترقهن ولکن یعطیهن انفسهن بالذی اخذهن به ولا یردهن علیه۔

ابن جریج نے ہم سے بیان کیا ہے کہ:

''میں نے عطاء سے پوچھا کہ ایک شخص چند آزاد عورتوں کو جو دشمن کے قبضہ میں چلی گئی تھیں، خرید لیتا ہے تو کیا وہ ان عورتوں سے صنفی تعلق قائم کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، وہ ان کو لونڈی نہیں بنا سکتا، بلکہ جو قیمت ادا کر کے اس نے انہیں خریدا ہے اسی قیمت کے عوض ان کو آزادی عطاء کر دے، انہیں وہ دشمنوں کو واپس نہ کر سکے گا۔''

---

(۴۹۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۴۱۔

(۴۹۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۱۷۔

ثالثی کے مسائل

قال ابو یوسف: واذا حصر المسلمون حصنا لاهل الحرب فصالحوهم على ان ينزلوا على حكم رجل سموه فحكم ذلك الرجل فيهم ان تقتل المقاتلة وتسبى الذرية فان حكمه هذا جائز. هكذا حكم سعد بن معاذ في بني قريظة.

مسلمان دشمنوں کے کسی قلعہ کا محاصرہ کرلیں اور وہ لوگ اس شرط پر صلح کرلیں کہ وہ اپنے نامزد کردہ کسی آدمی کو حکم تسلیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیں گے، اور پھر یہ آدمی ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ لڑائی کے قابل مرد قتل کردیئے جائیں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے تو یہ فیصلہ قابل نفاذ ہوگا، بنی قریظہ کے بارے میں (سیدنا) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) نے اسی طرح فیصلہ کیا تھا۔

(۴۹۲) حدثني محمد بن اسحاق ان رسول الله ﷺ حاصر بني قريظة فنزلوا على ان يحكم فيهم سعد بن معاذ وكان جريحا من سهم اصابه يوم الخندق. وكان في خيمة رفيدة فأتاه قومه فحملوه على حمار. ثم قالوا ان رسول الله ﷺ قد ولاك الحكم في بني قريظة وهم حلفاؤك فقال: قد آن لسعد ان لا يخاف في الله لومة لائم.

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا، ان لوگوں نے اس شرط پر ہتھیار رکھ دیئے کہ سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے، اس وقت (سیدنا) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) جنگ خندق میں ایک تیر لگ جانے کے سبب زخمی ہوکر رفیدہ کے خیمہ میں زخمی پڑے ہوئے تھے، پھر آپ کی قوم کے لوگ آئے اور آپ کو ایک گدھے پر بٹھا کر لے چلے، انہوں نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بنو قریظہ کے سلسلہ میں، جو آپ کے حلیف ہیں، فیصلہ کرنے کا مجاز قرار دے دیا ہے، آپ نے فرمایا: اب سعد کیلئے وہ وقت آگیا ہے جب اسے اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیے۔

فخرج من كان معه ممن سمع مقالته الى دار قومه ينعي رجال بني قريظة. فلما وقف على رسول الله ﷺ قبالته من ذلك المكان اخبره بما جعل اليه في ذلك فقال: عليكم العهد والميثاق ان

الحکم فیھم ما حکمته وھو غاض طرفه عن موضع رسول اللہ ﷺ.

اس وقت جو لوگ آپ کے ساتھ تھے اور جنھوں نے یہ بات سن لی تھی ان میں سے کچھ لوگ اپنے قبیلہ کی بستی میں جا کر انہیں بنو قریظہ کی ہلاکت کی خبر دینے لگے، جب آپ اس جگہ سے آ کر رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں مطلع کیا کہ نہیں کیا اختیار سونپا گیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نشست سے نظریں بچاتے ہوئے یہ کہا: تم لوگ یہ عہد و پیمان کرتے ہو کہ ان پر وہی حکم نافذ ہوگا جس کا میں فیصلہ کروں؟

قال: فقال رسول اللہ ﷺ والمسلمون: نعم. فقال فی الناحیۃ الأخری مثل ذلك. فقالوا: نعم. فقال: حكمت فیھم ان تقتل المقاتلة وتسبی الذریة

رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے جواب دیا کہ: ہاں۔ پھر انہوں نے دوسرے فریق کی جانب رخ کر کے یہی بات کہی تو ان لوگوں نے بھی کہا: ہاں، پھر انہوں نے کہا: میں نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ لڑائی کے قابل افراد قتل کر دیئے جائیں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔

فقال النبی ﷺ: قد حكمت فیھم بحكم اللہ من فوق سبع سماوات. فأمر بھم رسول اللہ ﷺ فاستنزلوھم وحبسھم فی دار امرأة من بنی النجار یقال لھا بنة الحارث حتی ضرب اعناقھم.

اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر سے خود اللہ نے کر دیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مسلمانوں نے ان لوگوں کو قلعے سے نکال کر بنی نجار کی ایک عورت کے گھر میں، جس کا نام بنت حارث تھا قید رکھا، پھر ان سب کی گردن ماردی گئی۔

قال ابو یوسف: ولو لم یكن الحكم حكم بقتل المقاتلة وسبی الذریة. ولكنه حكم ان توضع علیھم الجزیة فإن ذلك مستقیم. ولو كان انما حكم فیھم ان یدعوھم الی الاسلام فدعوا فأسلموا فذلك جائز وھم احرار مسلمون.

اگر ثالث نے بجائے یہ فیصلہ کرنے کے کہ قابل جنگ افراد قتل کر دیئے جائیں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے، یہ فیصلہ کیا ہو کہ ان پر جزیہ لاگو کر دیا جائے تو یہ بھی درست ہوگا۔ اگر اس نے یہ طے کیا: کہ وہ ان کو اسلام کی دعوت دے، اور دعوت دینے پر وہ لوگ اسلام لے آئیں، تو یہ فیصلہ بھی درست ہوگا اور سب لوگ آزاد مسلمان ہو جائیں گے۔

و كذلك لو كانوا رضوا بأن یحكم فیھم الامام او والیه علی الجیش كان الحكم علی ما وصفنا. وجاز كما یجوز حكم من رضوا به.

اگر وہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے ہوں کہ ان کے بارے میں امام یا امیر لشکر فیصلہ کرے تو بھی مندرجہ بالا تفصیل

کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے اور یہ فیصلے بھی اسی طرح درست ہونگے جس طرح ان کے مرضی کے کسی اور ثالث کا فیصلہ۔

ولو كانوا رضوا بحكم رجل من المسلمين ونزلوا على ذلك فمات ذلك الرجل الذى رضوا بحكمه قبل الحكم فينبغي ان يعرض الوالى عليهم تصيير الحكم الى غيره فان قبلوا ذلك. فالجواب على ما وصفت.

اگر فریق مخالف کسی مسلمان فرد کو ثالث بنانے پر آمادہ ہو کر ہتھیار ڈال چکا ہو اور یہ ثالث فیصلہ کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو والی کو چاہیے کہ ان لوگوں سے کسی دوسرے فرد کو ثالث نامزد کرنے کا مطالبہ مطالبہ کرے۔ اگر یہ لوگ یہ مطالبہ تسلیم کرلیں تو انہی تفصیلات کے مطابق فیصلہ ہوگا جن کو میں بیان کر چکا ہوں۔

وان لم يقبلوا انبذ اليهم وكن على محاربتهم. هذا اذا كانوا فى حصنهم. فان كانوا قد نزلوا ثم لم يقبلوا ما عرض عليهم ردوا الى حصنهم ثم نبذ اليهم.

لیکن اگر یہ اس مطالبہ کو تسلیم نہ کریں تو ان سے ثالثی کا جو معاہدہ کیا گیا ہے اسے ختم کر دیا جائے گا اور پہلے کی طرح دوبارہ حالت جنگ قائم ہو جائے گی بشرطیکہ یہ لوگ اپنے قلعہ کے اندر ہوں، اگر یہ قلعہ سے باہر آ چکے ہوں اور اس کے بعد یہ مطالبہ رد کر دیں تو پہلے ان کو قلعہ کے اندر واپس جانے دیا جائے گا، پھر ثالثی کا معاہدہ ختم کر دیا جائے گا۔

ولو نزلوا على حكم رجلين فمات احدهما قبل الحكم فحكم الثانى ببعض الوجوه التى وصفت لك. لم يجز ذلك الا ان يرضوا به. فان اختلفوا ولم يرضوا بذلك سموا ثانيا مع الباقى مكان الميت.

اگر انہوں نے دو افراد کو ثالث بنا کر ہتھیار ڈالے ہوں اور ان میں سے ایک فرد فیصلہ سے فوت ہو جائے اور اس کے بعد دوسرا ثالث مندرجہ بالا صورتوں میں سے کسی کو اختیار کرنے کا فیصلہ صادر کرے، تو آپ کے لئے اس کا نفاذ اسی صورت میں جائز ہوگا جب کہ فریق مخالف اس پر راضی ہو، اگر ان لوگوں کو اس سے اختلاف ہو تو وہ موجودہ ثالث کے ساتھ فیصلہ کرنے کیلئے مرجانے والے ثالث کی جگہ کسی اور فرد کو نامزد کریں گے۔

ولم لم يمت واحدا منهما ولكنهما اختلفا فى الحكم فيهم لم يجز ما حكما به ايضا. الا ان يرضوا بحكم احدهما. يرضى به الفريقان جميعا. ولو رضى احد الفريقين دون الآخر لم يجز.

ولو رضى كل فريق بحكم رجل على حدة لم يجز.

اگر ان دونوں ثالثوں میں سے کسی کی وفات نہ ہوئی ہو بلکہ فیصلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں بھی ان کے فیصلے نافذ نہیں ہونگے الا یہ کہ فریق مخالف ان میں سے کسی ایک کے فیصلہ کو تسلیم کرنے پر امادہ ہو اور دونوں فریق اس فیصلہ پر راضی ہو جائیں، اگر ایک ہی فریق آمادہ ہوا ہو تو اس فیصلہ کا نفاذ جائز نہ ہوگا، اسی طرح اگر ایک فریق ایک

ثالث کے فیصلہ پر مطمئن ہو اور دوسرا فریق دوسرے ثالث کے فیصلہ پر تو یہ صورت بھی ناقابل نفاذ ہوگی۔

ولو حکم الرجلان جمیع بان یعادوا الی الحسن کما کانوا فان هذا لیس بحکم. هذا خروج منهما کانهما قالا: لا نقبل الحکم ولو حکما ان یردوا الی مأمنهم وحصونهم من دار الحرب لم یجز حکمهما. وقد خرجا من الحکم. ویستأنف التحکیم ان رضوا بذلك او الحصار کما کانوا.

اگر دونوں ثالث یہ متفقہ فیصلہ دیں کہ ان لوگوں کو حسب سابق قلعہ میں واپس جانے دیا جائے تو اسے فیصلہ نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ثالث کی حیثیت ترک کر دینے کے ہم معنی قرار پائے گا، گویا کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ: ہمیں ثالثی کرنا منظور نہیں ہے۔ اگر ان دونوں ثالثوں نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ ان لوگوں کو دارالحرب میں ان کے محفوظ ٹھکانوں یا قلعوں میں واپس بھیج دیا جائے تو اسے فیصلہ نہیں تسلیم کیا جائے گا بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے ثالثی ترک کر دی، اب اگر فریق مخالف کو منظور ہوگا تو از سرِ نو ثالث مقرر کیا جائے گا ورنہ حسب سابق ان کا محاصرہ کر لیا جائے گا۔

ولو سألوا ان ینزلوا علی ان یحکم فیهم بحکم الله تعالی او حکم القرآن. فان الحدیث جاء بالنهی ان ینزلوا علی حکم الله فیهم. لانا لا ندری ما حکم الله فیهم. فلا یجابوا الی ذلك.

اگر دشمن اس شرط پر ہتھیار رکھنے کی پیش کش کریں کہ ان کے بارے میں خدا کے حکم یا قرآن کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا تو واضح رہے کہ حدیث نے دشمن سے حکم الٰہی کی شرط پر ہتھیار رکھوانے کی ممانعت کر دی ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا حکم کیا ہے لہٰذا ان کی یہ پیش کش قبول نہیں کی جائے گی۔

فان اجابوهم ونزل القوم علی ذلك فالحکم فیهم الی الامام یتخیر افضل ذلك للدین والاسلام. ان رأی ان یجعلهم ذمة یؤدون الخراج افضل للاسلام واهله امضی ذلك فیهم علی حکم سعد بن معاذ.

اگر لشکر والوں نے یہ بات قبول کر لی اور فریق مخالف نے اس شرط پر ہتھیار رکھ دیئے تو ان کے بارے میں فیصلہ امام کی صوابدید پر منحصر ہوگا، اور دین و اسلام کیلئے جو صورت بہترین ہوگی اسے اختیار کرے گا، اگر اس کی رائے میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے یہ زیادہ بہتر ہو کہ قابل جنگ افراد قتل کر دیئے جائیں اور بچوں اور خدام بنا لیا جائے تو امام (سیدنا) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کے فیصلہ کی طرح یہ فیصلہ نافذ کر دے گا۔

وان رأی ان یجعلهم ذمة یؤدون الخراج افضل للاسلام والدین واحسن فی توفیر الفیء الذی یتقوی به المسلمون علیهم وعلی غیرهم من المشرکین امضی ذلك الامر فیهم.

الا تری ان الله عز وجل یقول فی کتابه العزیز:

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ (التوبة:۲۹)

ان کو ذمی بنا کر خراج وصول کرنا دین اور اسلام کیلئے بہتر نظر آئے اور ریاست کی آمدنی میں ایسے اضافہ کا ذریعہ بننے والا ہو جس سے مسلمانوں کو خود ان لوگوں اور دوسرے مشرکوں کے مقابلہ میں مزید قوت حاصل ہو سکتی ہو تو امام ان کے سلسلہ میں یہ طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہے۔ کیا آپ نے نے غور نہیں کیا کہ اللہ رب العزت اپنی کتاب عزیز میں فرماتے ہیں کہ:

''یہاں تک کہ وہ خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔'' (التوبہ:۲۹)

وان رسول الله ﷺ كان يدعو اهل الشرك الى الاسلام فان ابوا فاعطاء الجزية. او نعمر بن الخطاب رضى الله عنه حقن دماء اهل السواد وجعلهم ذمة بعد ان ظهر عليهم

رسول اللہ ﷺ مشرکین کو اسلام کی دعوت دیتے اور اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کرتے تو ان کے سامنے جزیہ ادا کرنے کی صورت پیش کرتے، اسی طرح (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے باشندگان سواد پر فتح پالینے کے بعد ان کے خون معاف کر دیئے تھے اور انہیں ذمی قرار دے دیا تھا۔

وان اسلموا قبل ان يمضي الامام الحكم فيهم بشيء فهو احرار مسلمون. و كذلك ان دعهم الى الاسلام قبل ان يحكم فيهم بشيء من هذه الوجوه. فأسلموا فهم احرار مسلمون وارضهم لهم وهي ارض عشر.

قبل اس کے کہ امام کوئی فیصلہ کرکے اس کا نفاذ عمل میں لے آئے اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو ان کی حیثیت آزاد مسلمانوں کی ہو جائے گی یا اگر امام مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنے سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دے اور اسلام لے آئیں تو وہ آزاد مسلمان سمجھے جائیں گے، ان کی زمینیں انہی کی ملکیت میں رہیں گی اور عشری زمینیں قرار پائیں گی۔

وان صيرهم ذمة فالأرض لهم وعليها الخراج. ولو حكم فيهم بقتل الرجال وسبى الذرية فلم يمض ذلك فيهم حتى اسلموا الم يقتلوا ولم تسب ذراريهم. وان لم يسلموا حتى قتل الرجال وسبيت الذرية فالأرض فيء.

اگر امام نے انہیں ذمی قرار دے دیا ہو تو زمین انہی کی ملکیت رہے گی لیکن اس پر خراج لاگو کیا جائے گا، اگر امام نے ان کے مردوں کے قتل کرنے اور بچوں کو غلام بنا لینے کا فیصلہ کر دیا ہو لیکن اس فیصلہ کا نفاذ عمل آنے سے پہلے یہ لوگ اسلام لے آئیں نہ قتل کیا جائے گا نہ غلام بنایا جائے گا۔ اگر یہ لوگ اسلام نہ لائیں اور مرد قتل کر دیئے جائیں اور بچے غلام بنا لئے جائیں تو ان کی زمینیں فئے قرار پائیں گی۔

ان شاء الامام خمسها ثم قسم مابقى منها وان شاء تركها على حالها وامر واليه ان يدعو

الیها من یعمرها و یؤدی خراجها کما یعمل ی معطل ارض اهل الذمة مما لا رب له.

ان زمینوں کے سلسلہ میں امام کو اختیار ہوگا چاہے تو پانچواں حصہ علیحدہ کر کے باقی کو فوجیوں پر تقسیم کر دے اور چاہے تو زمینوں کو علی حالہ چھوڑ دے اور وہاں کے والی سے کہے کہ ان زمینوں کو ایسے لوگوں کے سپرد کرے جو ان کو زیر کاشت لائیں اور ان کا خراج ادا کریں، یہ وہی صورت ہے جو ذمیوں کی ان زمینوں کے بارے میں اختیار کی جاتی ہے جن کے مالک انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

وان سألوا ینزلوا علی حکم رجل من اهل الذمة لم یجابوا الی ذلك لانه لا یحل ان یحکم اهل الکفر فی حروب المسلمین فی امور الدین. فان اخطأ الوالی و اجابهم الی ذلك فحکم فیهم ببعض هذه الوجوه لم یجز شیء من حکمه.

اگر دشمن چاہے کہ اسے کسی ذمی فرد کو ثالث بنا کر ہتھیار ڈالنے دیا جائے تو اسے نہیں منظور کیا جائے گا، مسلمانوں کی جنگوں یا دوسرے دینی امور میں کسی کافر کو ثالث نہیں بنایا جا سکتا اگر کسی مقام کا والی غلطی سے دشمن کی یہ شرط تسلیم کر لے اور مقرر کردہ ثالث مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی صورت کو اختیار کرنے کا فیصلہ دے تو بھی اس کا فیصلہ نا قابل تسلیم ہوگا۔

و کذلك لو کانوا سألوا ان ینزلوا علی حکم قوم من المسلمین حر روهم محدودون فی قذف لم یجز لان شهادة هؤلاء لا تجوز.

اسی طرح اگر ان لوگوں نے ایسے آزاد مسلمان افراد کی ثالثی تسلیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی ہو جن پر قذف کے جرم میں حد جاری کی جا چکی ہو تو یہ پیش کش بھی نا قابل قبول ہوگی کیونکہ ایسے افراد کی گواہی نہیں تسلیم کی جاتی۔

و کذلك الصبی و کذلك المرأة و کذلك العبد لا ینبغی ان یجابوا الی ان یکم واحد من هؤلاء فی حروب الدین والاسلام. فان اخطأ الوالی واجابهم الی ذلك لم یجز حکم واحد منهم فیهم الا ان یکموا فیهم بان یکونوا ذمة یؤدون الخراج فیقبل ذلك منهم و یجوز لأنهم لو صاروا ذمة بغیر حکم قبل ذلك منهم.

یہی حیثیت بچے، عورت اور غلام کی بھی ہے، دشمن کی درخواست پر انہیں دین کی خاطر کی جانے والی جنگ یا امور اسلام میں ثالث نہیں بنانا چاہیے۔ اگر والی نے غلطی سے یہ شرط منظور کر لی ہو تو ان کے بارے میں ایسے افراد کا کیا ہوا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر یہ افراد یہ فیصلہ کریں کہ ان دشمنوں کو ذمی قرار دے کر ان سے خراج وصول کیا جائے اسے منظور کر لیا جائے گا اور قابل نفاذ سمجھا جائے گا، کیونکہ اگر وہ لوگ بغیر ثالثی کرائے ذمی کی حیثیت اختیار کر لینا چاہتے تو بھی اسے منظور کر لیا جاتا۔

قال: ولو أمنتهم امرأة او عبد یقاتل عرضت علیهم ان یسموا او یصیروا ذمة وان حکموا

مسلما ونزلوا على ذلك فحكم فيهم بأن تقتل المقاتلة والذرية والنساء. فقد اخطأ الحكم والسنة. فلا تقتل الذرية والنساء وتقتل المقاتلة خاصة. ويجعل الذرية والنساء سبيا.

اگر کوئی عورت یا ایسا غلام جو جنگ میں شریک ہو، دشمن کو امان دے دے تو ان لوگوں سے یہ کہا جائے گا کہ یا تو اسلام لائیں یا ذمی بن جائیں۔ اگر فریق مخالف نے کسی مسلمان کو حکم بنایا ہو اور اس نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہو کہ قابل جنگ مردوں، بچوں اور عورتوں سب کو قتل کر دیا جائے تو اس کا فیصلہ غلط اور خلاف سنت ہے، اس صورت میں بچوں اور عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، صرف قابل جنگ مردوں کو قتل کیا جائے گا عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے گا۔

واذا حكم بقتل رجال من رجالهم وأكابرهم ممن يخاف غدره وبغيه. وان يصير بقية الرجال مع الذرية ذمة فذلك جائز.

اور اگر ثالث نے یہ فیصلہ دیا ہو کہ ان کے بعض اکابر اور چند دوسرے مردوں کو جن سے غداری اور بغاوت کا اندیشہ ہو قتل کر دیئے جائیں اور باقی مردوں اور بچوں کو ذمی بنالیا جائے تو یہ فیصلہ بھی درست ہوگا۔

وان نزلوا على حكم رجل وهم يسموه فذلك جائز. وان نزلوا على حكم رجل ولم يسموه فذلك الى الامام يحكم بهم ببعض هذه الوجوه ما رأى انه افضل للاسلام واهله.

اگر دشمن نے کسی ثالث کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالے ہوں لیکن انہوں نے خاص کسی فرد کو ثالث نامزد نہ کیا ہو تو امام ثالثی کرے گا اور مذکورہ بالا صورتوں میں سے جس صورت کو اسلام اور اہل اسلام کیلئے بہتر سمجھے گا اختیار کرے گا۔

ولا ينبغي للوالي ان يقبل في الحكم مثل هذا منهم ولا يحكم صبيا ولا امرأة ولا عبدا ولا ذميا ولا اعمى ولا محدودا في قذف ولا فاسقا ولا صاحب ريبة وشر. انما يتخير في هذا ويقصد اهل الرأي والدين والفضل والموضع من المسلمين ومن كانت له حياطة على الدين.

کسی والی کو دشمن کی طرف سے غیر نامزد ثالث کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنا منظور نہیں کرنا چاہیے اور نہ بچے، عورت، غلام، ذمی اندھے، جرم قذف میں سزا یافتہ، فاسق، یا شر پسند مشتبہ آدمی کو ثالث تسلیم کرنا چاہیے۔ ثالثی کیلئے صاحب الرائے، دین دار، اور مسلمانوں کے درمیان معزز اور بزرگ اور مصالح دین کا پورا شعور ولحاظ رکھنے والے بہتر سے بہتر فرد کا انتخاب کرنا چاہیے۔

فأما من لا تجوز شهادته على احد لو شهد عليه ولا حكمه على اثنين لو اختصما اليه فكيف يحكم في هذا وما اشبهه.

اتنے اہم اور بڑے معاملہ میں کسی ایسے فرد کو کس طرح ثالث بنایا جا سکتا ہے جو اگر کسی ایک آدمی کے خلاف گواہی دے تو بھی اس کی گواہی تسلیم نہ کی جائے یا کوئی دو آدمی اپنے مقدمہ میں اسے ثالث بنانا چاہیں تو بھی اسے فیصلہ کرنے کا مجاز

نہ تسلیم کیا جائے؟

وان نزلوا علی حکم من یختارونہ من اهل العسكر فاختاروا رجلا موضعا لذلك قبل منهم ذلك. وان اختاروا بعض من وصفناه ممن لا تجوز شهادته ولا حكمه لم يقبل ذلك منهم وردوا الى موضعهم الذى كانوا فيه ولا يردون الى حصن احصن منه. ولا الى منعة اكبر من منعتهم ان سألوا ذلك يقال لهم اختاروا رجلا موضعا للحكم

اگر دشمن نے اس شرط پر ہتھیار رکھے ہوں کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں جسے چاہے گا حکم بنالے گا اور بعد میں کسی ایسے شخص کو حکم نامزد کرے جو اس مقام کا اہل ہو تو اسے منظور کر لیا جائے گا لیکن اگر وہ مذکورہ بالا قسم کے کسی ایسے فرد کو حکم نامزد کرنا چاہیں جس کی گواہی اور ثالثی نا قابل تسلیم ہو تو اسے منظور نہیں کیا جائے گا۔ اور ان کو ان کے سابق مقام پر واپس کر دیا جائے گا، انہیں ان کے سابق قلعہ سے زیادہ مضبوط قلعہ یا اس سے زیادہ دفاعی قوت رکھنے والی جگہ نہیں جانے دیا جائے گا، اگر وہ ایسا کرنے کا مطالبہ کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ کسی ایسے شخص کو نامزد کرلو جو ثالثی کا اہل ہو۔

وان سألوا ان ينزلوا على حكم رجل من المسلمين وسموه ورجلا منهم فلا يجابوا الى ذلك ولا يشرك فى الحكم فى الدين كافر.

اگر ان لوگوں نے کسی مسلمان کی ثالثی کی شرط بنا کر ہتھیار ڈالے ہوں اور پھر ایک مسلمان کو ثالث نامزد کرنے کے ساتھ ایک اپنے آدمی کو بھی ثالث نامزد کرنا چاہیں اسے منظور نہیں کیا جائے گا، امور دین سے متعلق کسی فیصلہ میں کسی کافر کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔

ولو اخطأ الوالى. فأجابهم الى ذلك فحكما لم ينفذ حكمهما الامام. الا فى ان يصيروا ذمة للمسلمين او يسلموا فانهم لو اسلموا لم يكن عليهم سبيل. ولو صاروا ذمة قبل ذلك منهم بغير حكم.

اگر والی نے غلطی سے ان کی یہ بات منظور کر لی ہو اور دونوں نے مل کر کوئی فیصلہ صادر کر دیا ہو تو امام ان کا یہ فیصلہ نافذ نہیں کرے گا، البتہ اگر ان کا فیصلہ یہ ہو کہ دشمن کے افراد مسلمانوں کے ذمی بن کر رہیں گے. یا اسلام لے آئیں گے تو یہ فیصلہ قابل تسلیم ہوگا کیونکہ اگر یہ لوگ اسلام لے آتے تو ان سے کسی تعرض کا سوال ہی ختم ہو جاتا اور اگر ذمی بن کر رہنا منظور کر لیتے تو ثالثی کے بغیر بھی اسے منظور کر لیا گیا ہوتا۔

وان كان فى أيديهم أسارى من أسرى المسلمين فسألوا ان ينزلوا على حكم بعضهم لم يجابوا الى ذلك. فان اجابهم الامام لم يجز حكم الأسير فيهم الا بأن يصيروا ذمة او يسلموا فلا يكون عليهم سبيل.

اگر دشمن کے پاس کچھ مسلمان قیدی ہوں اور وہ یہ چاہیں کہ ان قیدیوں میں سے کسی فرد کو ثالث بنا کر ہتھیار ڈال دیں تو یہ صورت قبول نہیں کی جائے گی، اگر امام نے یہ درخواست منظور کر لی تو بھی ان کے بارے میں اس قیدی کا فیصلہ نافذ نہیں کیا جا سکے گا، الا یہ کہ اس کا فیصلہ یہ ہو کہ وہ لوگ ذمی جائیں یا اسلام لے آئیں، پھر ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

وكذلك التاجر المسلم الذي معهم في دراهم. وكذلك من اسلم منهم وهو مقيم في دارهم. وان كان مقيما في عسكر المسلمين. وهو منهم فلا احب ان يقبل حكمه وان كان مسلما من قبل عظم هذ الحكم وخطره وما يتخوف على الاسلام.

ثالثی کے سلسلہ میں یہی اصول اس تاجر پر بھی منطبق ہوگا جو کفار کے ساتھ ان کے ملک میں ہو، اور دشمن قوم کے ان افراد پر بھی جو مسلمان ہو گئے ہوں مگر انہی کے ملک میں مقیم ہوں، اگر کوئی ایسا فرد مسلمانوں کے لشکر میں مقیم ہو لیکن اس کا تعلق دشمن قوم سے ہو تو، اس کے مسلمان ہو جانے کے باوجود، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ اسے ثالث بنایا جائے، کیونکہ یہ معاملہ انتہائی اہم ہے اور (ذرا سی غلط روی سے) اسلام کیلئے بہت سے خطرات کا باعث بن سکتا ہے۔

وان نزلوا على حكم رجل من المسلمين فرضى ونزلوا بالذراري والاموال والرقيق. ومعهم اسرى من اسرى المسلمين ورقيق من رقيقهم واموال من اموالهم. فمات الرجل المحكم قبل ان يمضي الحكم فسألوا ان يردوا الى حصنهم ومأمنهم حتى ينظروا في امورهم ويتخيروا من ينزلون على حكمه خلى بينهم وبين ذلك كله ما خلا أسارى المسلمين. فانهم ينزعون من أيديهم. ويبيعون الرقيق من المسلمين ويعطونهم القيمة.

دشمن نے اگر کسی مسلمان فرد کو ثالث بنا کر ہتھیار ڈالے جس نے ثالث بننا منظور کر لیا، دشمن کے ساتھ بچے، غلام، اور دوسرے اموال ہیں اور ساتھ ہی کچھ مسلمان قیدی، مسلمان غلام اور مسلمانوں کا کچھ مال بھی ہے، ثالثی عمل میں آنے سے پہلے ثالث کا انتقال ہو جاتا ہے، اب اگر یہ لوگ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ انہیں دوبارہ اپنے قلعہ اور جائے پناہ میں واپس جانے دیا جائے تاکہ وہ غور و خوض کے بعد کسی نئے ثالث کا انتخاب عمل میں لائیں تو ان کو اپنا سارا سامان ساتھ لے جانے دیا جائے گا مگر مسلمان قیدیوں کو ان سے چھین لیا جائے گا اور مسلمان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی جو قیمت ملے وہ انہیں دے دی جائے گی۔

وكذلك لو كان في ايديهم اهل ذمة من ذمتنا احرار ينزعون من ايديهم. وان كان في ايديهم قوم قد اسلموا. فسألوا ان يردوا معهم لم يردوا معهم ولينزعوا من أيديهم من قبل ان الحكم لا ينفذ فيهم بينهم يرد المسلمين الى دار الحرب والشرك. ورقيق ذمتنا مثل رقيقنا.

اسی طرح اگر ہمارے کچھ آزاد ذمی افراد ان کے قبضہ میں ہوں تو ان کو بھی چھین لیا جائے گا، اگر ان کے قبضہ میں کچھ

ایسے افراد ہوں جو اسلام لا چکے ہوں اور ان کا مطالبہ ہو کہ ان مسلمان افراد کو بھی ان کے ساتھ واپس بھیج دیا جائے تو یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا جائے گا اور انہیں ان کے قبضہ سے نکال لیا جائے گا کیونکہ ان کے بارے میں ثالثی عمل میں آنے اور فیصلہ ہونے کا نہ تو اس پر انحصار ہے، نہ اس سے کوئی تعلق ہے کہ مسلمانوں کو شرک وحرب کے علاقوں میں واپس بھیج دیا جائے، ہماری ذمی رعایا کے غلاموں کی حیثیت بھی وہی ہے جو ہمارے اپنے غلاموں کی ہے۔

ولو كان فى أيديهم عبيد لهم قد اسلموا فسألوا ردهم معهم لم يردوا واخذوا منهم بالقيمة.

اگر ان لوگوں کے پاس کچھ ایسے غلام ہوں جو اسلام لا چکے ہوں اور یہ لوگ مطالبہ کریں کہ ان غلاموں کو ان کے ساتھ واپس بھیج دیا جائے تو ایسا نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کو ان غلاموں کی قیمت ادا کر کے انہیں لے لیا جائے گا۔

ذمی کی دی ہوئی امان:

وليس لمن استعان بهم المسلمون فى حربهم من اهل الذمة أمان فى العدو. ولا يجوز أمان اهل الذمة على أمان اهل الاسلام.

مسلمان جن ذمیوں سے اپنی جنگ میں مدد لے رہے ہوں وہ دشمن کو امان نہیں دے سکتے، ذمیوں کی دی ہوئی امان مسلمانوں پر کوئی ذمہ داری نہیں عائد کرتی۔

غلام کی دی ہوئی امان:

فأما العبد فان كان يقاتل فأمانه جائز للحديث الذى جاء. ويسعى بذمتهم أدناهم. وان كان لا يقاتل. فقد اختلف فيه الفقهاء.

غلام اگر لڑائی میں عملاً شریک ہو تو اس کا امان دینا درست ہوگا کیونکہ حدیث ہے کہ "ان کے معمولی افراد بھی ان کی ذمہ داری کے حامل ہوتے ہیں" اگر غلام لڑائی میں عملاً شریک نہ ہو تو اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ وہ امان دے سکتا ہے یا نہیں۔

فمنهم من قال يجوز ومنهم من قال لا يجوز. وكل قد روى فى ذلك حديثا يوافق ماذهب اليه.

وقد جاء عن عمر انه اجاز أمان عبد ولم يبلغنا انه كان ممن يقاتل او لا يقاتل.

بعض نے کہا ہے کہ وہ دے سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں دے سکتا۔ ورد نوں گروہ اپنی رائے کے حق میں حدیثیں پیش کرتے ہیں (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک غلام کی دی ہوئی امان کو درست قرار دیا تھا لیکن یہ بات ہم تک نہیں پہنچ سکی کہ وہ غلام جنگ میں عملاً شریک تھا یا نہیں۔

خواتین کی دی ہوئی امان:

فأما النساء فأما نهن جائز لما جاء عن رسول الله ﷺ فی أمان زینب لزوجها وفی أمان ام هانئ للرجلین من اختانها.

عورتوں کی دی ہوئی امان درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ زینب نے اپنے شوہر کو اور ام ہانی نے اپنے شوہر کے دو بھائیوں کو امان دی تھی (جسے آپ نے درست قرار دیا تھا)۔

نابالغ بچوں اور قیدی کی دی ہوئی امان:

فأما الصبیان الذین لم یبلغوا فلا أمان لهم. وکذلك الأسیر من المسلمین فی أیدی اهل الحرب. وکذلك تجار المسلمین فی دار الحرب لایجوز أمانهم علی المسلمین

نابالغ بچے امان دینے کے مجاز نہیں، اسی طرح وہ مسلمان قیدی جو دشمن کے قبضہ میں ہوں، اور وہ مسلمان تاجر جو دارالحرب میں ہوں ان کی دی ہوئی امان مسلمانوں پر کوئی ذمہ داری لاگو نہیں کرتی۔

امان دینے کے طریقے:

قال: ولو ان رجلا اشار الی رجل بأمان بأصبعه. ولم یتکلم بذلك. فان الفقهاء اختلفوا فی هذا. فمنهم من یقول یجوز ومنهم من قال لیس بأمان.

اگر کوئی آدمی ہاتھ کے اشارہ سے کسی آدمی کو امان دینے کا اظہار کرے اور زبان سے اس کی صراحت نہ کرے تو اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے بعض کے نزدیک درست ہے اور بعض حضرات اسے امان دینا نہیں تسلیم کرتے۔

فکان احسن ماسمعنا فی ذلك والله اعلم انه امان لماجاء عن عمر فی ذلك انه جعله أمانا.

وکذلك لو کلمه بالأمان بلسان الفارسیة کان أمانا.

اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ بھی سنا ہے ان میں بہترین رائے یہ ہے کہ اسے امان قرار دیا جائے، واللہ اعلم۔ کیونکہ اس سلسلہ میں (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کی دی ہوئی امان کو امان قرار دیا تھا، اسی طرح اگر امان دینے والا فارسی زبان میں امان دینے کا اعلان کرے تو بھی امان ہو جائے گی۔

غلام کی دی ہوئی امان احادیث وآثار کی روشنی میں:

(۴۹۳) حدثنا عاصم عن فضیل بن یزید الرقاشی قال کتب الینا عمر: ان عبدالمسلمین من

المسلمين وذمته من ذمتهم يجوز أمانه۔
فضیل بن یزید رقاشی نے کہا ہے کہ:
''(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ہمیں لکھ بھیجا کہ: مسلمانوں کا غلام مسلمانوں کا ایک فرد ہے، اس کی ذمہ داری ان کی ذمہ داری شمار ہوگی، اس کی دی ہوئی امان درست ہے۔''

(۴۹۴) حدثنا الأعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة عن النبی ﷺ انه قال: ذمة المسلمين واحدة يسعى بها أدناهم۔
(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''سارے مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے، ان کا ایک معمولی فرد بھی اس کا حامل ہوتا ہے۔''

امان کے الفاظ:

(۴۹۵) حدثنا الأعمش عن ابی وائل قال: أتانا كتاب عمر ونحن بخانقين اذا حاصرتم حصنا فأرادوكم أن ينزلوا على حكم الله فلا تنزلوهم. فانكم لا تدرون أتصيبون فيهم حكم الله أم لا. ولكن أنزلوهم على حكمكم ثم اقضوا بعد فيهم بما شئتم. واذا قال الرجل للرجل: لا توجل فقد أمنه. وان قال له: لا تخلف. فقد أمنه واذا قال له مطرس فقد أمنه فان الله يعلم الألسنة
ابو وائل نے کہا ہے کہ:
''ہم خانقین میں تھے تو ہمارے پاس عمر (رضی اللہ عنہ) کا یہ مراسلہ آیا: جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ لوگ تم سے یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنے دو تو تم ایسا نہ کرنا، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک معلوم کر سکو گے کہ نہیں، تم ان کو اپنے فیصلہ کی بنیاد پر ہتھیار ڈالنے دو اور اس کے بعد ان کے بارے میں جو فیصلہ چاہو کرو، اور جب کوئی آدمی کسی آدمی سے یہ کہہ دے کہ "لا توجل"، یا "لا تخف" تو اس نے اسے امان دے دی۔ اسی طرح اگر وہ اس سے کہے کہ ''مطرس'' تو بھی اس نے امان دے دی کیونکہ اللہ سب کی زبانیں جانتا ہے۔''

(۴۹۶) حدثني بعض المشيخة عن ابان بن صالح عن مجاهد قال: قال عمر: ايما رجل من

---

(۴۹۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۹۳، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۸۱۶۔
(۴۹۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۹۸، مسند احمد بن حنبل: ۹۱۷۳۔
(۴۹۵) مصنف عبدالرزاق: ۹۴۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۰۳۔

المسلمين أشار الى رجل من العدو لئن نزلت لأقتلنك فنزل وهو يرى انها أمان فقد أمنه.
مجاہد کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:
''کوئی مسلمان دشمن کے کسی فرد کو یہ اشارہ کرے کہ اگر تو قلعہ سے اتر آیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا لیکن وہ یہ سمجھ کر اتر آئے کہ اس نے امان دینے کا اشارہ کیا ہے تو اس نے اسے امان دے دی۔''

عورت کی دی ہوئی امان:

(۴۹۷)۔ قال: وحدثني محمد بن اسحاق عن سعيد بن ابى هند عن ابى هريرة مولى عقيل بن ابى طالب عن ام هانئ بنت ابى طالب قالت: لما افتتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة فر الى رجلان من أحمائى فأجرتهما او قالت كلمة شبيهة بهذه الكلمة فدخل على أخى فقال: لأقتلنهما. فأغلقت الباب عليهما. ثم أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بأعلى مكة فقال مرحبا بأم هانئ. ماجاء بك؟ قالت قلت: يانبى الله فر الى رجلان من احمائى فدخل على أخى فزعم انه قاتلهما فقال: لا. قد أجرنا من أجرت وأمنا من أمنت.
ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا ہے کہ:
''جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو میرے شوہر کے دو بھائی بھاگ کر میرے پاس آئے اور میں نے ان کو پناہ دے دی یا انہوں نے پناہ سے ملتا جلتا کوئی لفظ استعمال کیا تھا، اس کے بعد میرا بھائی آیا اور کہنے لگا کہ میں ان دونوں کو قتل کر کے رہوں گا، میں نے ان دونوں کو گھر کے اندر بند کر دیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی، آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے، آپ نے فرمایا: ام ہانی کو خوش آمدید، کس کام سے آئی ہو؟ ام ہانی کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے شوہر کے دو بھائیوں نے بھاگ کر میرے یہاں پناہ لی، پھر میرا بھائی آ کر یہ کہتا ہے کہ وہ ان کو قتل کر دے گا۔ آپ نے فرمایا: نہیں جس کو تو نے پناہ دی اسے ہم نے پناہ دی، اور جس کو تو نے امان دی اسے ہم نے امان نے امان دی۔''

(۴۹۸)۔ وحدثنا الأعمش عن ابراهيم عن الأسود عن عائشة رضى الله عنها قالت: ان كانت المرأة لتأخذ على المسلمين
(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ:

---

(۴۹۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۰۲۔
(۴۹۸) مصنف عبدالرزاق: ۹۴۳۷ الاموال لابن زنجویہ: ۷۲۳۔

''عورت بھی مسلمانوں کے سر ذمہ داریاں لے لیا کرتی تھی۔''

(۴۹۹) حدثنا هشام عن الحسن قال أمان المرأة والمملوك جائز

حسن نے کہا ہے کہ:

''عورت اور غلام کی دی ہوئی امان درست ہے۔''

(۵۰۰) وحدثنا الشيباني ان سعد بن مالك غزا بقوم من اليهود فرضخ لهم.

ہم سے شیبانی نے بیان کیا ہے، کہ:

''سعد بن مالک نے ایک یہودی گروہ کو ساتھ لے کر جنگ کی تو انہیں کچھ صلہ دیا۔''

لونڈی سے مباشرت:

قال ابو يوسف: ولا يحل لمسلم ان يطأ جارية من السبي حتى تقسم الغنيمة. فاذا قسمت فوقع في سهم رجل جارية. فلا يحل له وطؤها حتى يستبرئها بحيضة او حيضتين ان كانت ممن تحيض.

جب تک غنیمت کی با قاعدہ تقسیم عمل میں نہ آ جائے کسی مسلمان کیلئے غنیمت کے ہاتھ آنے والی لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ مباشرت کرنا جائز نہیں، تقسیم کے بعد کسی مسلمان کے حصہ میں جو لونڈی آئے اس کے ساتھ مباشرت اس کیلئے اس وقت تک حلال نہیں جب تک ایک حیض یا دو حیض آنے کی مدت تک انتظار کر کے نہ دیکھ لے کہ وہ حاملہ نہیں ہے بشرطیکہ اسے حیض آتے ہوں۔

وان لم تكن ممن تحيض تركها شهرين او ثلاثة حتى يتبين انها حامل ام لا. ثم يطأ ان لم يكن بها حبل. نهى رسول الله ﷺ عن وطء الحبالى حتى يضعن.

اگر اسے حیض نہ آتے ہوں تو اسے دو تین مہینہ چھوڑ دیا دینا چاہیے تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں، پھر اگر اسے حمل نہ ہو تو اس سے مباشرت کر سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے وضع حمل سے پہلے حاملہ لونڈیوں سے مباشرت کرنے سے منع کیا ہے۔

(۵۰۱) حدثنا ابان بن ابی عیاش عن انس ان رسول الله ﷺ قال: لا يحل لرجلين يؤمنان بالله واليوم الآخر يجتمعان على امرأة في طهر واحد.

---

(۴۹۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۹۴۔

(۵۰۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۶۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۷۸۸۰۔

(سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے افراد کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ دونوں ایک ہی طہر میں کسی عورت سے مباشرت کریں۔''

مجوسی لونڈی کا حکم:

واذا وقعت المجوسية في سهم رجل فلا يحل له وطؤها قد كره ذلك غير واحد من الفقهاء مع ماجاء عن النبي ﷺ من دمناكحة المجوس.

اگر کسی آدمی کے حصہ میں مجوسی لونڈی آئی ہو تو اس کیلئے اس سے مباشرت حلال نہیں، متعدد فقہاء نے اسے مکروہ کہا ہے اور نبی ﷺ سے بھی مجوسیوں سے نکاح کے بارے میں یہی منقول ہے۔

(۵۰۲)۔ حدثني قيس بن الربيع عن قيس بن مسلم عن الحسن بن محمد ابن الحنفية قال: صالح رسول الله صلى الله عليه وسلم مجوس اهل هجر على ان يأخذ منهم الجزية غير مستحيل مناكحة نسائهم ولا اكل ذبائحهم.

حسن بن محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ:
''رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لینے کی شرط پر صلح کی تھی مگر ان کی عورتوں سے نکاح کو یا ان کا ذبیحہ کھانے کو حلال نہیں قرار دیا تھا۔''

(۵۰۳)۔ قال: وحدثنا سماك بن حرب عن ابي سلمة بن عبدالرحمن في الرجل يسبي الجارية المجوسية او يشتريها قال: لا يطؤها حتى تسلم.

جو آدمی مال غنیمت میں سے، یا خرید کر کوئی مجوسی لونڈی حاصل کرتا ہے اس کے بارے میں ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا ہے کہ:
''وہ اس سے اس وقت تک مباشرت نہیں کرے گا جب تک وہ (لونڈی) مسلمان نہ ہو جائے۔''

مشرک لونڈی کا حکم:

(۵۰۴)۔ قال: وحدثنا سعيد عن قتادة عن معاوية بن قرة قال: كان عبدالله (رضي الله عنه) يكره وطء الأمة المشركة

---

(۵۰۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹/۲۲۰۔
(۵۰۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۶۳۔

معاویہ بن قرہ کا بیان ہے کہ:
''(سیدنا) عبداللہ (رضی اللہ عنہ) مشرک لونڈی سے مباشرت کو مکروہ (تحریمی) سمجھتے تھے۔''

(۵۰۵) قال:وحدثنا مغيرة عن حماد عن ابراهيم قال:اذا سبيت المجوسيات وعبدة الاوثان عرض عليهم الاسلام واجبرن عليه ووطئن واستخدمن. فان ابين ان يسلمن استخدمن ولم يوطأ۔

ابراہیم نے کہا ہے کہ:
''جب مجوسی یا بت پرست خواتین لونڈی بنا کر لائی جائیں تو ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا، اسے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور ان سے مباشرت کی جا سکے گی اور ان سے خدمت لی جائے گی، اگر وہ اسلام لانے سے انکار پر مصر رہیں تو ان سے صرف خدمت لی جائے گی، مباشرت نہیں کی جائے گی۔''

کتابیہ لونڈی کا حکم:

(۵۰۶) قال:وحدثنا مغيرة عن حماد عن ابراهيم في اليهوديات والنصرانيات يسبين قال:يعرض عليهن

الاسلام فان اسلمن اولم يسلمن وطئن واستخدمن واجبرن على الغسل۔

جو یہودی یا عیسائی عورتیں لونڈی بنائی جائیں ان کے بارے میں ابراہیم نے کہا ہے کہ:
''ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا اور یہ اسلام لائیں یا نہ لائیں ان سے مباشرت کی جائے گی اور خدمت لی جائے گی، اور ان کو (جنابت کے بعد) غسل کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔''

قال ابو يوسف:وهذا احسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم۔
اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ سنا ہے ان میں بہترین رائے یہی ہے، واللہ اعلم۔

---

(۵۰۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۳۱۴۔
(۵۰۶) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۳۱۸۔

صلح کے مسائل

متعین مدت کیلئے معاہدہ امن:

قال ابو یوسف: وان وادع الوالی قوما من اهل الحرب سنین مسماة علی ان یردالیهم من اتاه منهم مسلما. فلا ینبغی للامام ان یعطی الموادعة علی هذا ولا یجیز ما فعل والیه من ذلک اذا کان بالمسلمین قوة علیهم.

اگر کوئی والی کسی دشمن قوم کے ساتھ چند متعین سالوں کیلئے اس شرط پر امن کا معاہدہ کرے کہ ان لوگوں میں سے جو افراد مسلمان ہوکر اس کے یہاں چلے آئیں گے وہ انہیں واپس دے دیئے جائیں گے تو امام کو چاہیے کہ اس شرط پر معاہدہ امن منظور نہ کرے۔ اور اگر مسلمانوں میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتو اپنے والی کے اس معاہدہ کی توثیق نہ کرے۔

ولا یجوز ان یوادع الوالی قوما من اهل الحرب اذا کان بالمسلمین قوة علیهم. فان کان انما اراد تألفهم بذلک حتی یدخلوا فی الاسلام او فی الذمة فلا بأس ان یوادعهم حتی یستصلح امرهم.

ان دشمنوں سے مقابلہ کیلئے مسلمانوں کے پاس کافی طاقت موجود ہوتو ان سے والی کو معاہدہ امن نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ اس طرح ان لوگوں کو کچھ موقع دیا جائے تا کہ وہ اسلام سے مانوس ہوکر اسے قبول کرلیں یا ذمی بن جانا منظور کرلیں تو ان کی اصلاح حال تک کیلئے ان کے ساتھ معاہدہ امن کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

وان حصر قوم من العدو قوما من المسلمین فی حصن فخافوا علی انفسهم ولم یکن لهم قوة علیهم. فلا بأس بأن یوادعهم ویفتدوا منهم بمال ویشترطوا لهم ان یردوا لهم من جاء منهم مسلما. واذا کان بالمسلمین قوة علیهم لم یحل لهم ان یعطوهم واحدا من هذین الأمرین.

اگر دشمن کسی قلعہ میں رہنے والے مسلمانوں کا محاصرہ کرلیں اور مسلمانوں کو اپنی جانیں چلی جانے کا اندیشہ ہو اور وہ ان سے کھل کر مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو ان کیلئے ان دشمنوں سے معاہدہ امن کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، وہ اپنی جان بچانے کیلئے ان کو فدیہ کے طور پر مال دے سکتے ہیں، اور یہ شرط بھی منظور کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں میں جو فرد مسلمان ہو

کران کے یہاں آئے گا اسے انہیں واپس دے دیں گے، لیکن اگر مسلمان ان شرطوں سے کامیاب مقابلہ کی طاقت رکھتے ہوں تو انہیں ان دونوں میں سے کسی شرط کے بھی منظور کرنے کا حق نہیں۔

(۵۰۰) حدثنی محمد بن اسحاق عن الزهری ان رسول الله ﷺ اراد یوم الخندق ان یفتدی بثلث ثمار المدینة. فاستشار سعد بن معاذ وسعد بن عبادة. فقال: انی قد رأیت العرب قد رمتكم عن قوس واحدة وكالبوكم من كل جانب. وقد رأیت ان نفتدی بثلث ثمار المدینة ونكسرهم بذلك الی أمد ما.

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بروایت زہری بیان کیا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر یہ ارادہ کیا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کے تہائی حصہ کو فدیہ کے طور پر دے کر صلح کر لیں، پھر آپ ﷺ نے (سیدنا) سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہما) سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا اور فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ سارے اہل عرب متحد ہو کر تم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور انہوں نے ہر چہار جانب سے تمہیں نرغے میں لے لیا ہے میں نے سوچا ہے کہ ہم مدینہ کے تہائی پھلوں کو بطور فدیہ دے کر ایک مدت تک کیلئے ان کا زور توڑ دیں۔

فقالا: یا رسول الله قد كنا نحن وهؤلاء علی شرك وهم لا یطمعون من ذلك فی ثمرة الا شراء او قری. فنحن اذ جاء الله بك وبالاسلام نعطیهم اموالنا لیس لنا بهذا حاجة. قال: فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فأنتم وذلك.

ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب ہم اور یہ سب شرک کی حالت میں تھے تو یہ لوگ ہمارے پھلوں کو چوری چھپے یا مہمان بن کر کھانے کے سوا کسی اور طرح کھانے سے قاصر رہے، اب جب کہ اللہ آپ کو اور اسلام کو بھی ہمارے یہاں لے آیا ہے تو کیا ہم ان کو اپنا مال (اسی طرح، بطور فدیہ) دیں ہمیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، (راوی) کہتا ہے کہ پھر اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو پھر تمہاری ہی بات رہے۔

قال ابو یوسف: وقد وادع رسول الله ﷺ قریشا عام الحدیبیة وامسك عن محاربتهم. فللامام ان یوادع اهل الشرك اذا كان فی ذلك صلاح الدین والاسلام. وكان یرجوان یتألفهم بذلك علی الاسلام.

حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے قریش سے معاہدہ امن کر لیا تھا اور جنگ کرنے سے پرہیز کیا تھا، لہٰذا امام کو یہ اختیار ہے کہ اگر اسے مشرکوں سے معاہدہ امن کر لینے میں دین اور اسلام کا بھلا نظر آئے اور یہ توقع ہو کہ اس کے ذریعہ وہ مشرکین کو اسلام سے مانوس کر سکے گا تو ایسا ہی کرے۔

صلح حدیبیہ کی تفصیلی روئیداد:

(۵۰۸) حدثني هشام بن عروة عن ابيه وحدثني محمد بن اسحاق والكلبي زاد بعضهم على بعض في الحديث ان رسول الله ﷺ خرج الى الحديبية في رمضان. وكانت الحديبية في شوال. حتى اذا كان بعسفان لقيه رجال من بني كعب. فقالوا: يا رسول الله انا تركنا قريشا قد جمعت أحابيشها تطعمهم الخزير يريدون ان يصدوك عن البيت.

مجھ سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے واسطہ سے اور محمد بن اسحاق نے اور کلبی نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے، ہر ایک کے بیان میں دوسرے پر کچھ اضافے پائے جاتے ہیں: کہ حدیبیہ کا واقعہ شوال میں پیش آیا تھا، رسول اللہ ﷺ رمضان میں حدیبیہ کی طرف روانہ ہوگئے تھے، جب آپ عسفان پہنچے تو بنی کعب کے چند افراد آپ سے ملے اور انہوں نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! ہم یہ دیکھ کر آرہے ہیں کہ قریش نے اپنے حبشیوں کو جمع کرلیا ہے اور انہیں خزیر کھلا رہے ہیں، ان کا ارادہ ہے کہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیں۔

فخرج رسول الله ﷺ حتى اذا برز من عسفان لقيهم خالد بن الوليد طليعة لقريش. فاستقبلهم على الطريق فأخذ بهم رسول الله ﷺ بين سروعتين ومال عن سنن الطريق حتى نزل الغميم. فلما نزل الغميم تشهد فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله ثم قال:

رسول اللہ ﷺ نے عسفان سے کوچ کیا، آگے بڑھنے پر مقدمۃ الجیش، خالد بن ولید ملے، اور راستہ میں ان سے آمنا سامنا ہوا، رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ریت کے دو ٹیلوں کے درمیان سے ہوکر نکال لے گئے اور عام راستہ سے بچتے ہوئے غمیم جا پہنچے، غمیم میں پڑاؤ کرنے کے بعد آپ نے (مسلمانوں کو خطاب کیا) کلمہ شہادت ادا کیا اور اللہ کی مناسب حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

واما بعد فان قريشا قد جمعت احابيشها تطعمهم الخنزير يريدون ان يصدونا عن البيت فأشيروا على ما ترون. أترون ان نعمد الى الرأس يعني اهل مكة او نعمد الى الذين اعانوهم فنخالفهم الى نسائهم وصبيانهم. فان جلسوا جلسوا مهزومين موتورين. وان طلبونا طلبا مدانيا ضعيفا فأخزاهم الله.

اما بعد! اہل قریش اپنے حبشی غلاموں کو جمع کرکے ان کو خزیر کھلا رہے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ ہمیں بیت اللہ کی زیارت سے روک دیں، تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ تمہاری کیا رائے ہے، کیا تمہاری رائے میں ہمیں سر یعنی اہل مکہ کی طرف بڑھنا چاہیے یا ان لوگوں کی طرف چلیں جو ان کی مدد کررہے ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے ان کی عورتوں اور بچوں کو جالیں، پھر

اگر یہ (مکہ میں) بیٹھے رہے جاتے ہیں تو شکست خوردہ ہو کر بیٹھیں گے اور انتقام لیا جا چکا ہوگا، اور اگر ہمارا پیچھا کریں گے تو اللہ انہیں ذلیل کر دکھائے گا۔

فقال ابو بکر :نری یارسول الله ان نعمد الی الرأس یعنی اهل مكة فان الله جل ثناؤه ناصرك. وان الله معينك. وان الله مظهرك. وقال المقداد :انا والله لا نقول كما قالت بنو اسرائيل لنبيها :اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون. ولكن اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون.

(سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری رائے یہ ہے کہ سر یعنی اہل مکہ کی طرف چلیں، کیونکہ اللہ جل ثناؤہ ضرور آپ کی مدد کرے گا، معاونت فرمائے گا، اور آپ کو غلبہ عطا کرے گا۔ اور (سیدنا) مقداد (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ: اللہ کی قسم! ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہی تھی "کہ آپ اور آپ کا رب جائے اور جنگ کرے، ہم لوگ یہاں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا پروردگار چلے اور جنگ کرے ہم بھی آپ دونوں کے ساتھ جنگ کریں گے۔

فخرج رسول الله حتى اذا غشى الحرم ودخل انصابه بركت ناقته الجدعاء. فقال الناس: خلأت. فقال رسول الله ﷺ :ما خلأت وما الخلاء بعادتها ولكن حبسها حابس الفيل عن مكة

چنانچہ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے، جب حرم کے علاقہ میں داخل ہوئے اور حدود حرم کے نشانات سے آگے آ گئے تو آپ کی اونٹنی جدعاء بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا اڑ گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ اس کے اڑنے کی عادت ہے نہ اس وقت یہ اڑ کر بیٹھی ہے بلکہ اسے اس ذات نے روک دیا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھیوں کو مکہ (پر حملہ آور ہونے) سے روک دیا تھا۔

لا تدعوني قريش الى تعظيم المحارم فيسبقوني اليه. هلموا ههنا. لاصحابه واخذ ذات اليمين فسلك تثنية تدعى ذات الحنظل حتى هبط على الحديبية. فلما نزل استقى الناس من بئر فنزفت ولم تقم بهم. فشكوا ذلك اليه ﷺ فأعطاهم سهما من كنانته. فقال:اغرزوه فيها. فغرزوه فجاشت وطمى ماؤها حتى ضرب الناس عنه بالعطن.

قریش مجھے محارم کی تعظیم کی دعوت نہیں دے رہے ہیں کہ خود ہی اس کی طرف پیش قدمی کریں (وہ تو مانع ومزاحم ہوں گے ہی) تم لوگ ادھر چلو۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ اور دائیں جانب چل کر ذات الحنظل نامی وادی طے کی اور وادی حدیبیہ میں پہنچ کر وہاں پڑاؤ کیا، لوگوں نے ایک کنویں سے پانی نکالنا شروع کیا تو اس کا پانی ختم ہو گیا اور ان کی ضروریات

کیلئے کافی نہ ہوا، لوگوں نے اس کا شکوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے ان کو اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا: اسے اس کنوئیں میں لگا دو، انہوں نے اس تیر کو وہاں لگایا تو کنوئیں سے پانی ابل پڑا اور اوپر آ کر بہنے لگا، یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں اونٹوں کیلئے پانی پینے کا گھاٹ بنا دیا۔

فلما سمعت به قريش ارسلوا اليه أخا بني الحلس. وكان من قوم يعظمون الهدى. فلما رآهﷺ قال: هذا ابن الحلس وهو من قوم يعظمون الهدى فابعثوا اله الهدى حتى يراه

جب قریش نے یہ خبر سنی تو بنو حلس کے بھائی کو آپ کے پاس بھیجا، یہ ایک ایسی قوم کا فرد تھا جو قربانی کے اونٹوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے، جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: ابن حلس آ رہا ہے، اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے اونٹوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا تم قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے سامنے کر دو تا کہ وہ انہیں دیکھ سکے۔

فلما نظر الى الهدى فى قلائد لم يكلمهم كلمة واحدة ورجع من مكانه الى قريش. فقال: اتى القوم بالهدى والقلائد فعدم عليهم وحذرهم قال: فشتموه وجبهوه. وقالوا: انما انت اعرابي جلف لا علم لك. فلسنا نعجب منك. وانما نعجب من انفسنا حيث ارسلناك.

جب اس شخص نے ان اونٹوں کو قلادے پہنے ہوئے دیکھا تو ان لوگوں سے کچھ نہ بولا اور فوراً قریش کے پاس واپس چلا گیا، اس نے ان سے کہا: یہ لوگ قربانی کے اونٹ اور قلادے لے کر آئے ہیں، اس نے ان لوگوں کو اس کی اہمیت جتلائی اور (مزاحمت کرنے سے) ڈرایا (راوی) کہتا ہے کہ اس پر اہل قریش نے اسے برا بھلا کہا اور اس کی پیشانی پر چسپت رسید کئے اور کہا: تو ایک احمق دیہاتی ہے اور نرا جاہل ہے، ہمیں تیرے اوپر تعجب نہیں ہے بلکہ اپنے اوپر تعجب ہے کہ ہم نے تجھے بھیجا ہی کیوں تھا۔

ثم قالوا لعروة بن مسعود الثقفي: انطلق الى محمد ولا نوتى من قبل رأيت. فسار اليه عروة. فلما لقيه قال: يا محمد. جمعت اوباش الناس ثم سرت بهم الى عترتك. وبيضتك التي تفلقت عنك لتبيد خضراء هم. تعلم انى جئتك من عند كعب بن لنوى وعامر بن لنوى قد لبسوا جلود النمو وجاءوا بالعوذ المطافيل يقسمون بالله لا تعرض لهم خطة الا عرضوا لك امر منها.

پھر انہوں نے عروہ بن مسعودؓ ثقفی سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور اپنی رائے سے ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ کر لینا، چنانچہ عروہ آپ سے ملنے کیلئے روانہ ہوئے اور ملاقات ہونے پر یہ کہا: محمد! تم ذلیل لوگوں کو جمع کر کے یہاں اس لئے لائے ہو کہ اپنے خاندان والوں پر اپنے اس حلقہ خاص پر حملہ کر کے اس کو ہلاک و برباد کر دو جس نے تم سے قطع تعلق کر لیا ہے، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں کعب بن لوی اور عامر بن لوی کے یہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں جو چیتے کی

کھالیں پہن (کر جنگ کیلئے تیار ہو) چکے ہیں بچے اور عورتیں ان کے ساتھ ہیں، ان سب نے قسم کھا رکھی ہے کہ تم ان کے سامنے جو صورت بھی رکھو گے وہ تمہارے سامنے اس سے سخت تر صورتیں رکھیں گے۔

فقال رسول الله ﷺ: انا لم نأت لقتال. ولكن اردنا ان نقضي عمرتنا، وننحر هدينا. فهل لك ان تأتي قومك فأنهم اهلي. وان الحرب قد اخافتهم. وانه لا خير لهم ان تأكل الحرب منهم الا ما قد اكلت

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ہم لوگ جنگ کرنے کیلئے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے اور اپنے قربانی کے اونٹوں کی قربانی کرنے آئے ہیں، کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ میری قوم کے پاس جاؤ۔ یہ لوگ اب بھی میرے اہل خاندان ہیں، انہیں جنگ نے ڈرا دیا ہے، ان کی بھلائی اس میں نہیں کہ جنگ ان کو جو نقصانات پہنچا چکی ہے اب اس پر کوئی مزید اضافہ کرے۔

فيجعلون بيني وبينهم مدة يزيد بها نسلهم ويؤمن فيها شرهم ويخلوا بيني وبيت البيت فنقضي عمرتنا وننحر هدينا. ويخلو بيني وبين الناس. فأن اصابوني فذلك الذي يريدون وان اظهرني الله عليهم اختاروا الا نهم: أما قاتلوا معدين. واما دخلوا في السلم وافرين. فاني والله لأقاتلن على هذا الأمر الأحمر والأسود حتى يمضي امر الله وتنفرد سالفتي.

(اور ان سے یہ کہو کہ) وہ میرے اور اپنے درمیان ایک مدت (امن) طے کرلیں جس میں ان کی نسل بڑھے گی، ہمیں ان کے شر سے نجات حاصل رہے گی، اور وہ لوگ مجھے بیت اللہ آنے دیں تاکہ ہم اپنا عمرہ ادا کرلیں اور اپنے جانور قربان کردیں، اور یہ لوگ میرے اور عام انسانوں کے درمیان حائل نہ ہوں۔ اگر مجھے اب ختم کر دیتے ہیں تو یہ قریش کی مانگی مراد ہے اور اگر اللہ مجھے عام انسانوں پر غلبہ عطا کرتا ہے تو اس وقت اہل قریش انتخاب کرلیں گے کہ یہ تو پوری تیاری کے ساتھ جنگ کرلیں یا بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہو جائیں، کیونکہ اللہ کی قسم میں تو اس معاملہ میں سرخ وسیاہ تمام اقوام سے جنگ کروں گا، پھر یا تو اللہ کا حکم نافذ ہو جائے گا یا میری گردن الگ ہو جائے گی۔

فلما سمع عروة مقالته رجع الى قريش فقال: تعلمن انكم احوالي وعشيرتي واحب الناس الي. ولقد استنفرت لكم الناس في المجامع. فلما لم ينصروكم اتيتكم بأهلي حتى سكنت بين اظهركم ارادة ان اواسيكم ت.

عروہ آپ کی یہ بات سن کر واپس قریش کے پاس گیا اور ان سے یہ کہا: تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ تم میرے ننہالی رشتہ دار اور اہل خاندان ہو، سارے انسانوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، میں نے بڑے بڑے مجمعوں میں عرب کے عوام کو تمہاری مدد کیلئے آنے پر ابھارا اور جب وہ لوگ تمہاری مدد کیلئے آنے پر آمادہ نہیں ہوئے تو میں اپنے گھر

والوں سمیت آ کر تمہارے ہی درمیان آباد ہوگیا تا کہ ہر کام میں تمہارے ساتھ شریک رہوں۔

تعلمن ما احب الحياة بعدكم. وتعلمن انى قد رأيت العظماء وقد قدمت على الملوك. فأقسم بالله انى ما رأيت ملكا ولا عظيما فى اصحابه من محمد ﷺ ان منهم رجل يتكلم حتى يستأذنه فى الكلام. فان اذن له تكلم وان لم يأذن له سكت. ثم انه ليتوضأ فيبتدرون وضوءه يصبونه على رءوسهم يتخذونه حنانا.

تم خوب جانتے ہو کہ مجھے تمہارے تمہارے بغیر جینا مرغوب نہیں ہے، تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے بڑے بڑے سرداروں کو دیکھا ہے اور بادشاہوں کے یہاں بھی جا چکا ہوں، میں اللہ کی قسم کھا کر تمہیں کہتا ہوں کہ میں نے آج تک کسی سردار یا بادشاہ کو اپنے ساتھیوں کے درمیان اتنا بڑا نہیں پایا جتنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان صحابہ کے درمیان) پایا، ان کے ساتھیوں میں سے جسے بولنا ہوتا ہے، پہلے آپ سے اجازت لیتا ہے، آپ اجازت دیتے ہیں تو بولتا ہے، نہیں دیتے تو خاموش رہتا ہے، پھر جب آپ وضو کرتے ہیں تو وہ لوگ وضو کا پانی لپک لپک کر اپنے ہاتھوں سے روک لیتے ہیں اور اسے اپنے سروں پر ڈالتے اور باعث برکت خیال کرتے ہیں۔

قال: فلما سمعوا مقالة عروة ارسلوا اليه سهيل بن عمرو ومكرز بن حفص. فقالوا: انطلقا الى محمد فان اعطاكما ما ذكره لعروة فقاضياه على ان يرجع عنا عامه هذا ولا يخلص الى البيت حتى يسمع من سمع من العرب بسيره انا قد صددناه. فأتياه فذكرا له ذلك

(راوی) کہتا ہے کہ عروہ کا یہ بیان سننے کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو اور مکرز بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا اور ان دونوں سے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، جو بات انہوں نے عروہ سے کہی ہے اس پر اگر تم سے معاہدہ کرنے کو تیار ہوں تو ان سے یہ طے کرلو کہ اس سال وہ واپس چلے جائیں اور بیت اللہ کی زیارت کا خیال ترک کردیں تا کہ عربوں میں سے جنہیں بھی معلوم ہو یہی معلوم ہو کہ ہم نے انہیں بیت اللہ سے روک دیا، ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ان سے یہ بات کہی۔

فأعطاهما وقال: اكتبوا: بسم الله الرحمن الرحيم. فقالا: لا والله لا نكتب هذا ابدا. فقال النبى ﷺ: فكيف نكتب فقالا: اكتب باسمك اللهم. فقال رسول الله ﷺ: وهذه حسنة اكتبوها. فكتبوها. ثم قال: اكتبوا: هذا ما تقاضى عليه رسول الله ﷺ. فقالوا: والله ما نختلف الا فى هذا. وقال: فكيف؟ قال: اكتب اسمك واسم ابيك محمد بن عبدالله. قال ﷺ: وهذه حسنة اكتبوها. فكتبوها.

اور آپ نے اسے منظور کرلیا اور فرمایا: لکھو! بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ان دونوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم ہم یہ

بھی نہیں لکھیں گے، نبی ﷺ نے پوچھا پھر کیسے لکھا جائے؟ انہوں نے کہا: لکھئے باسمک اللھم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی اچھا کلمہ ہے، اسی کو لکھو، چنانچہ لوگوں نے اسے لکھا، پھر آپ نے فرمایا لکھو! یہ وہ بات ہے جس پر رسول اللہ (ﷺ) نے عہد و پیمان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ: واللہ! اسی پر تو ہمارے درمیان اختلاف ہے، آپ نے فرمایا: پھر کیسے لکھا جائے جائے؟ انہوں نے کہا آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھئے (یعنی) محمد بن عبد اللہ۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی ٹھیک ہے اسی کو لکھو، چنانچہ لوگوں نے اسے لکھا۔

فکان فی شرطھم ان بیننا العیبة المکفوفة، وانه لا اغلال ولا اسلال، وانه من اتاکم منا رددتموه علینا، ومن أتانا منکم لم نرده علیکم. فقال رسول الله ﷺ: من دخل معی فله مثل شرطی. وقالت قریش: من دخل معنا فله مثل شرطنا. فقالت بنو کعب: ونحن معك یا رسول الله. وقالت بنو بکر: نحن مع قریش.

ان کے شرائط میں یہ باتیں شامل تھیں۔ ہمارے دل ایک دوسرے کی طرف صاف ہیں، خفیہ طور پر کوئی خیانت یا چوری چھپے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں ہوگی، ہم میں سے جو افراد تمہارے یہاں آئیں انہیں تم ہمیں واپس دے دو گے اور تمہارے یہاں سے ہمارے، پاس جو افراد آئیں گے ان کو ہم تمہیں واپس نہ دیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ میرے ساتھ شریک ہوجائیں ان کیلئے وہی شرائط ہوں گی جو میرے ہیں، قریش نے بھی کہا کہ: جو لوگ ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں ان کیلیے وہی شرائط ہوں گی جو ہمارے لئے ہیں۔ پھر بنو کعب نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ ہیں اور بنو بکر نے کہا کہ ہم قریش کے ساتھ ہیں۔

فبینما هم فی الکتاب اذا جاء ابو جندل بن سهیل بن عمرو احد بنی عامر بن لئوی وهو موثق بالحدید مسلما قد انفلت منهم الی رسول الله ﷺ. فلما رآه المسلمون قالوا: اللهم ابو جندل. فقال رسول الله ﷺ: هو لی. وقال ابوه سهیل وهو الذی کان یقاول رسول الله ﷺ قد لجت القضیة بینی وبینك قبل ان یأتیك هذا فهو لی. فانظر فی الکتاب فنظروا فوجدوه لسهیل. فردوه الیه

ابھی یہ لوگ (معاہدہ) تحریر ہی کر رہے تھے کہ قبیلہ بنی عامر بن لوی کا ایک فرد ابو جندل بن سہیل بن عمر (رضی اللہ عنہ) جو زنجیروں میں بندھا ہوا تھا، مسلمان ہو کر آیا، وہ کفار کے قبضہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھاگ آیا تھا، جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو پکار اٹھے: یا اللہ! ابو جندل: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ میرے ہیں، ان کے والد سہیل نے جو رسول اللہ ﷺ سے یہ گفتگو کر رہا تھا، یہ کہا کہ اس کے آنے سے پہلے میرے او آپ کے درمیان ایک بات طے پا چکی تھی، لہٰذا یہ میرے قبضہ میں آئے گا، آپ لوگ تحریر پڑھ لیجئے، لوگوں نے تحریر پر غور کیا تو یہی نتیجہ نکلا کہ انہیں سہیل

کے قبضہ میں آنا چاہیے، چنانچہ انہوں نے ان کو اس کے حوالہ کر دیا۔

فنادى ابو جندل :يا رسول الله ﷺ !يا رسول الله ﷺ!يا معشر المسلمين! اتردونني الى المشركين يفتنوني في ديني فقال رسول الله ﷺ يا ابا جندل !قد لجت القضية بيننا وبينهم ولا يصلح لنا الغدر .والله جاعل لك ولمن معك من المستضعفين فرجا ومخرجا

یہ دیکھ کر ابو جندل (رضی اللہ عنہ) نے دہائی دی۔ یا رسول اللہ! اے مسلمانو! کیا تم مجھے مشرکین کے ہاتھ میں واپس دے رہے ہو تا کہ وہ مجھ پر ظلم وستم ڈھا کر میرے دین کو آزمائش میں ڈال دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ابو جندل! ہمارے اور ان کے درمیان ایک بات طے ہو چکی ہے، ہمارے لئے عہد شکنی کسی طرح درست نہ ہوگی، اللہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ جو کمزور مسلمان ہیں ان کیلئے ضرور کوئی راستہ نکالے گا اور آسانی پیدا کر دے گا۔

فقال عمر :يا ابا جندل هذا السيف وانما هو رجل وانت رجل فقال سهيل :اعنت علي يا عمر . فقال النبي ﷺ لسهيل :هبه لي . قال :لا . قال :فأجره لي. قال :لا . قال مكرز :قد اجرته لك يا محمد ولن يهيج .

اس پر عمر نے کہا: ابو جندل! یہ تلوار موجود ہے، وہ (سہیل) بھی آدمی ہے اور تم بھی آدمی ہو (اس سے نبٹ لو) سہیل نے آپ سے کہا: عمر! تم میرے خلاف اس کی مدد کر رہے ہو، پھر نبی ﷺ نے سہیل سے کہا: اس (ابو جندل) کو ہبہ کے طور پر مجھے دے دو۔ اس نے کہا: نہیں، پھر آپ نے کہا: تو تم ان کو میری خاطر پناہ میں لے لو، لیکن سہیل نے اس سے بھی انکار کر دیا، (یہ دیکھ کر) مکرز نے کہا: محمد (ﷺ) میں نے تیری خاطر اسے پناہ میں لے لیا، اب یہ پریشان نہ ہوگا۔

قال فقال رسول الله ﷺ :يا ايها الناس انحروا واحلقوا واحلوا . قال: فما قام رجل من الناس . ثم اعادها فما قام احد قال: ودخلهم من ذلك امر عظيم . قال: فدخل رسول الله ﷺ على ام سلمة فقال :ما رأيت ما دخل على الناس؟ فقالت :يا رسول الله اذهب فانحر هديك واحلق واحل فان الناس سيصنعون . قال: ففعل . فنحر الناس وحلقوا واحلوا ثم انصرف رسول الله ﷺ .

(راوی) کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! اب اونٹوں کی قربانی کرو، سر منڈاؤ، اور احرام کھول دو، (راوی) کہتا ہے کہ اس کے باوجود سارے آدمیوں میں سے ایک آدمی بھی نا اٹھا۔ آپ نے پھر یہی بات کہی، پھر بھی کوئی نہ اٹھا۔ (راوی) کہتا ہے کہ لوگوں کو (اس طرح صلح کرنا) بہت شاق گزر رہا تھا، (راوی) کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئے اور ان سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ: رسول اللہ! آپ جا کر اپنے اونٹ کی قربانی کیجئے، سر منڈائیے اور احرام کھول دیجئے، پھر سارے لوگوں نے قربانی کی، سر منڈائے

اور احرام کھول دیئے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے۔

فلما قدم المدينة اتاه ابو بصير رجل من قريش مسلما. فبعثت قريش في طلبه رجلين فدفعه رسول الله ﷺ اليهما وقال له نحوا مما قال لابي جندل.

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو قریش کا ایک فرد ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہو کر آپ کے پاس آیا اور قریش نے اس کا مطالبہ کرنے کیلئے دو آدمیوں کو بھیجا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا اور اس سے وہی بات کہی جو آپ نے ابو جندل سے فرمائی تھی۔

فخرجا بها حتى انتهيا به الى ذى الحليفة. فقال لاحدهما: اصارم سيفك هذا يا يا أخابني عامر؟ قال: نعم. قال: فأنظر اليه؟ قال: نعم. قال: فاخترطه ثم علاه به حتى قتله. وخرج صاحبه هاربا

یہ دونوں ان کو لے کر روانہ ہوئے، جب ذی الحلیفہ پہنچے تو ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) نے ان میں سے ایک سے کہا: بنی عامر کے برادر! کیا تمہاری یہ تلوار تیز ہے؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟ اس نے کہا: ہاں، (راوی) کہتا ہے کہ پھر ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) نے وہ تلوار میان سے باہر نکال لی اور اس کو لے کر اس آدمی پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا، اس کا دوسرا ساتھی بھاگ کھڑا ہوا۔

واقبل ابو بصير حتى وقف على رسول الله ﷺ ثم قال: قد وفيت ذمتك وأدى الله عنك. وقد امتنعت بديني ان يفتنوني. قال له رسول الله ﷺ: ويل أمه محش حرب لو كان له رجال فخرج ابو بصير حتى نزل بذي الحليفة. فجعل كل من اسلم من اهل مكة يأتيه فينضم اليه حتى صار معه سبعون رجلا. وكان يقطع الطريق على تجار قريش وعلى غيرهم. حتى كتبت قريش الى رسول الله ﷺ يسألوه بأرحامهم ان يقبلهم فلا حاجة لهم فيهم. فقبلهم رسول الله ﷺ. ثم هاجرت النساء في هذه الهدنة وحكم الله فيهم. وانزل:

اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ الآية. (الممتحنة: ١٠)

فأمروا ان يردوا الأصدقة على ازواجهن.

ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور آپ سے کہا: آپ نے اپنا عہد وفا کر دیا اور اللہ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی، میں نے اس ڈر سے خود کو اپنے دین سمیت بچا لیا، کہ یہ لوگ مجھے ظلم وستم ڈھا کر آزمائش میں مبتلا کر دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا برا ہوا سے کچھ آدمی مل جائیں تو یہ جنگ بھڑکا دے گا۔

پھر ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) وہاں سے چل دیئے اور ذی الحلیفہ آ کر ٹھہرے، پھر مکہ میں جو بھی مسلمان ہوتا ان کے

پاس آ کر ان سے مل جاتا، یہاں تک کہ ان کے ساتھ ستر آدمی ہو گئے، ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) قریش اور دوسرے قبائل کے تاجروں پر ڈاکے ڈالتے تھے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے اپنی خونی قرابت داری کا واسطہ دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ ان لوگوں کو اپنے یہاں بلا لیں، اور قریش کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو (مدینہ آنے کی) اجازت دے دی، پھر اسی وقفہ امن میں بعض عورتوں نے (مکہ سے) ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

"(اے ایمان والو!) جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔۔۔الخ" (الممتحنۃ: ۱۰)

اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کے مہر ان کے (مشرک) شوہروں کو واپس دے دیں۔

قریش کا نقض عہد:

فلم تزل الهدنة حتى وقع بين بني كعب وبني بكر قتال. فكانت بنو بكر ممن دخل مع قريش في صلحها وموادعتها. فأمدت قريش بني بكر بسلاح وطعام وظلت عليهم حتى ظهرت بنو بكر على بني كعب وقتلوا فيهم. فخافت قريش ان يكونوا قد تنقضوا.

فریقین کے درمیان امن قائم رہا، پھر بنی کعب اور بنی بکر کے درمیان جنگ چھڑ گئی، بنی بکر ان لوگوں میں سے تھے جو صلح معاہدہ امن میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے تھے، قریش نے اسلحہ جات اور اشیاء خوراک کے ذریعہ بنی بکر کی مدد کی اور ہر طرح سے ان کی پشت پناہی کرتے رہے یہاں تک کہ بنی بکر نے بنی کعب کو شکست دی اور انہیں خوب قتل کیا، اب قریش کو یہ خوف محسوس ہوا کہ (شاید یہ حرکت کر کے) وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

فقالوا لابي سفيان: اذهب الى محمد فأجد الحلف واصلح بين الناس. فانطلق ابو سفيان حتى قدم المدينة. فقال رسول الله ﷺ: قد جاءكم ابو سفيان وسيرجع راضيا بغير حاجة. فأتى ابا بكر رضي الله عنه فقال: يا ابابكر أجد الحلف واصلح بين الناس. فقال ابو بكر: ليس الأمر الي. الأمر الى الله والى رسوله. ثم اتى عمر رضي الله عنه. فقال له نحوا مما قال لابي بكر.

فقال له عمر: كان منه شيء جديد افقطعه الله

چنانچہ انہوں نے ابوسفیان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر معاہدہ کی تجدید عمل میں لاؤ اور لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو۔ ابوسفیان مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: ابوسفیان تمہارے پاس آ رہا ہے، اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی لیکن وہ راضی خوشی واپس جائے گا، ابوسفیان (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان سے یہ کہا: ابوبکر! معاہدہ کی تجدید کرواور لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو، (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ: فیصلہ کا اختیار مجھے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ پھر وہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان سے وہی بات کہی جو

(سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ چکا تھا، عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے جواب دیا: تم سے (صلح کا) بار نہ اٹھایا گیا، اب اللہ اس کے نئے کو پرانا کر چکا، اور جو بند مضبوط تھے انہیں کاٹ چکا۔

قال: فقال ابو سفیان: ما رأیت کالیوم. شاهدت عشیرة لیس من قوم ظلموا علی قوم وأمدوهم بسلاح وطعام ان یکونوا نقضوا. ثم اتی فاطمة رضی الله عنها فقال: هل لك یا فاطمة فی امر تسودین فیه نساء قومك ثم ذکر له نحوا مما ذکره لابی بکر. فقالت: لیس الأمر الی. الأمر الی الله والی رسوله. ثم اتی علیا رضی الله عنه فقال له نحوا مما ذکره لابی بکر.

فقالت: لیس الأمر الی. الأمر الی الله والی رسوله.

(راوی) کہتا ہے کہ اس پر ابوسفیان نے کہا: آج جو کچھ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اسے اب تک کبھی نہ دیکھا تھا، ایک قبیلہ جو (جنگ کرنے والی) قوم سے تعلق نہیں رکھتا، صرف اس کی سرپرستی کرتا اور اسلحہ جات اور اشیاء خوراک سے اس کی مدد کرتا ہے، اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی؟ پھر ابوسفیان نے (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جا کر ان سے کہا: فاطمہ کیا تم ایک ایسا کام کرو گی جس کے سبب تم کو اپنی قوم کی ساری عورتوں پر فوقیت حاصل ہو جائے گی؟ اور اس نے آپ سے وہی بات کہی جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ چکا تھا، آپ نے جواب دیا کہ فیصلہ کا اختیار مجھے نہیں۔ فیصلہ کا اختیار اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔

ثم اتی علیا رضی الله عنه فقال له نحوا مما قاله لابی بکر. فقال له علی رضی الله عنه: مرأیت کالیوم رجلا أضل. انت سید الناس فأجد الحلف واصلح بین الناس. قال: فضرب احدی یدیه علی الأخری وقال: قد اجرت الناس بعضهم من بعض.

پھر وہ (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی بات کہی جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ چکا تھا۔ (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے اس سے کہا: میں نے اتنا بر سر غلط آدمی نہیں دیکھا، تو خود تمام لوگوں کا سردار ہے، تو ہی معاہدہ کی تجدید کر لے اور صلح بحال کر دے۔! (راوی) کہتا ہے کہ اس پر ابوسفیان نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور کہا: میں نے لوگوں کو ایک دوسرے کی طرف پناہ دی۔

ثم مضی قدم علی اهل مکة فأخبرهم بما صنع. فقالوا: والله ما رأینا کالیوم وافدا قدم. والله ما أتیتنا بحرب فنحذر. ولا بصلح فنأمن. ارجع. قال: وقدم وافد بنی کعب علی رسول الله ﷺ فأخبره بما صنعت قریش وبعونتها لبنی بکر ودعاه الی النصرة وأنشد:

پھر ابوسفیان مکہ واپس آیا اور لوگوں کو اپنے کئے کی روئیداد سنائی، ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے کسی بھیجے جانے والے کو اس طرح (کی بات لے کر) واپس آتے نہیں دیکھا، واللہ! تو نہ تو جنگ کی خبر لایا کہ ہم ہوشیار ہو جاتے، نہ صلح کی خبر لایا کہ ہم چین سے بیٹھتے، تو دوبارہ جا۔ (راوی) کہتا ہے کہ بنی کعب کا ایک نمائندہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو قریش کے کرتوت اور بنی بکر کو مدد دینے کا حال کہہ سنایا، اس نے آپ سے مدد کی درخواست کی اور یہ

اشعار پڑھے:

لاھم انی ناشد محمدا .... حلف ابینا وابیہ الأتلدا

ووالدا کنا وکنت ولدا .... ثمۃ اسلمنا فلم تنزع یدا

ان قریشا أخلفوك الموعد .... ونقضوا میثاقك المؤکدا

وزعموا ان لست تدعو حد .... فھم اذل واقل عددا

ھم بیتونا بالوتیر ھجدا .... وقتلونا رکعا وسجدا

وجعلوا لی فی کداء رصدا .... فانصر رسول اللہ نصرا اعتدا

وابعث جنود اللہ تأتی مددا .... فی فیلق البحر یأتی مزبدا

فیھم رسول اللہ قد تجردا .... ان سیم خسفا وجھہ تربدا

☆ بارالہا! ہم محمد (ﷺ) کو وہ قدیمی عہد دوستی یاد دلاتے ہیں جو ہمارے اور ان کے آباؤ اجداد کے درمیان زمانہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔

☆ ہم بمنزلہ باپ کے تھے اور تم بمنزلہ بیٹے کے تھے پھر ہم اسلام لے آئے اور اس کے بعد سے ہم نے کبھی (اطاعت سے) ہاتھ نہیں کھینچا۔

☆ قریش نے آپ سے وعدہ کی خلاف ورزی کی، اور اس پختہ عہد کو توڑ دیا جو آپ نے ان سے لیا تھا۔

☆ ان کا دعوی ہے کہ آپ کسی کو نہیں پکارتے، وہ تعداد میں بھی کم ہیں اور پست وخوار بھی ہیں۔

☆ ایک رات، آخر شب میں ان لوگوں نے ہم پر وتیر میں حملہ کر دیا اور ہمیں اس حال میں قتل کیا کہ ہم رکوع وسجود میں مشغول تھے۔

☆ وہ کداء میں میرے لئے گھات لگائے بیٹھے ہیں، پس اے اللہ کے رسول مدد کیجئے، خوب تیاری کے ساتھ مدد کیجئے۔

☆ اللہ فوجوں کو ہماری مدد کیلئے بھیجئے، ان کا لشکر جرار اس طرح آئے جس طرح جھاگوں سے بھرا سمندر لہریں لیتا ہوا آتا ہے۔

☆ اسی لشکر میں اللہ کا رسول بھی ہو جو میدان میں ٹھن کر اتر پڑا ہو، جس کے چہرہ کا رنگ ذلت وشکست کی دھمکی سے بدل جاتا ہے۔

قال: ومرت سحابة فأرعدت. فقال رسول اللہ ﷺ: ان ھذہ لتعرد بنصر بنی کعب. ثم قال لعائشة: جھزینی ولا تعلمی بذلك احدا.

(راوی) کہتا ہے کہ اسی وقت ایک بادل آسمان پر سے گزرا جس سے گرجنے کی آواز آئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا بادل گرج گرج کر بنی کعب کی مدد کا اعلان کر رہا ہے، پھر آپ نے (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: میرے (لڑائی

پر جانے کے) لیے تیاری کرو لیکن کسی کو اس کی خبر نہ کرنا۔

فدخل عليها ابو بكر فأنكر بعض شأنها . فقال:ماهذا؟فقالت :امرني رسول الله ﷺ ان اجهزه.قال:الى اين؟قالت:الى مكة.قال:والله ما انقضت الهدنة بيننا وبينهم بعد.

پھر (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے تو انہیں ان کے بعض کام معمول سے ہٹے ہوئے نظر آئے، انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے، آپ نے جواب دیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ان کا سامان تیار کر دوں۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں کیلئے؟ آپ نے جواب دیا کہ: مکہ کیلئے۔ (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! ابھی تو ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ امن ختم نہیں ہوا ہے۔

قال فجاء ابو بكر الى رسول الله ﷺ فذكر ذلك له.فقال له النبي ﷺ:انهم اول من غدر.

(راوی) کہتا ہے کہ پھر (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے اس بات کا ذکر کیا نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: پہلے ان لوگوں نے عہد شکنی کی ہے۔

فتح مکہ:

ثم امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالطرق فحبست.ثم خرج ﷺ يريد مكة والمسلمون معه.ففتحها الله عليه

پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تحت سارے راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی پھر آپ ﷺ مسلمانوں کو لے کر مکہ کے مقصد سے روانہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر فتح عطا فرمائی۔

قال:وقد كان العباس بن عبد المطلب رضى الله عنه.قال: يا رسول الله لو اذنت لى فأتيت اهل مكة فدعوتهم وأمنتهم؟قال:وهذا بعد ان شارف النبى صلى الله عليه وسلم مكة. ووجه الزبير من قبل اعلاها وخالدا من قبل اسفلها.قال:فاذن له.

(راوی) کہتا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا تھا کہ اگر آپ مجھے اجازت دیتے تو میں جا کر اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دیتا اور امن کی پیش کش کرتا، (راوی) کہتا ہے کہ یہ بات اس وقت ہوئی تھی جب نبی ﷺ مکہ کے کنارے پہنچ چکے تھے اور زبیر (رضی اللہ عنہ) کو مکہ کے بالائی حصہ اور خالد (رضی اللہ عنہ) کو اس کے زیریں حصہ کی جانب آگے روانہ کر چکے تھے۔ (راوی) کہتا ہے کہ آپ نے ان کو روانہ کرنے کی اجازت دی۔

فركب العباس بغلة النبى ﷺ الشهباء وانطلق . فقال رسول الله ﷺ :ردوا على ابى، وان عم الرجل صنوا ابيه.انى اخاف ان تفعل به قريش ما فعلت بابن مسعود.دعاهم الى الله فقتلوه.

اما واللہ لئن رکبوھا منہ لأض منہا علیہم نارا۔

اور (سیدنا) عباس (رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ کے خچر شہباء پر سوار ہوکر آگے روانہ ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے باپ کو میرے پاس واپس بلا لو، میرے باپ کو میرے پاس واپس بلا لو، آدمی کا چچا اس کے باپ ہی کی ایک شاخ ہوتا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ قریش ان کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو انہوں نے پہلے کیا ہے ابن مسعود کے ساتھ، کہ انہوں نے ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے انہیں قتل کر دیا، اللہ کی قسم! اگر انہوں نے ان کے ساتھ بھی یہی حرکت کی تو میں ان کے اس شہر کو آگ لگا دوں گا۔

فانطلق العباس حتی قدم مکۃ فقال: یا اھل مکۃ اسلموا تسلموا فقد استبطنتم بأشھب بازل۔ ھذا الزبیر من قبل علی مکۃ وھذا خالد من قبل اسفل مکۃ من القی سلاحہ فھو آمن۔

عباس (رضی اللہ عنہ) روانہ ہوکر مکہ جا پہنچے، آپ نے ان لوگوں سے کہا: اہل مکہ! اسلام لے آؤ، محفوظ رہو گے، تم پر بڑی کٹھن گھڑی آن پڑی ہے، زبیر (رضی اللہ عنہ) مکہ کے بالائی حصہ سے آ رہے ہیں، اور خالد (رضی اللہ عنہ) زیریں حصہ سے۔ جو اپنے ہتھیار ڈال دے گا امان پائے گا۔

اہل قبلہ محاربین کا حکم

امیر المؤمنین کا سوال:

قال: وأما ما سألت عنه يا امير المؤمنين عمن خالف من اهل القبلة اذا حاربوا. كيف يقاتلون. قبل ان يدعوا او بعد ان يدعوا؟ وما الحكم في اموالهم ونسائهم وذراريهم وما اجلبوا به في عسكرهم؟

امیر المؤمنین! آپ نے سوال کیا ہے کہ اہل قبلہ مخالفت پر آمادہ ہو کر لڑائی کرنے آئیں تو ان سے جنگ کا طریقہ کیا ہوگا؟ پہلے ان کو (اطاعت امام میں واپس آنے کی) دعوت دی جائے گی یا اسکے بغیر جنگ کی جاسکتی ہے؟ ان کے اموال، عورتوں اور بچوں کے سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ اور وہ لوگ اپنے لشکر میں جو سامان ساتھ لائے ہوں اس کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ:

فان الصحيح عندنا من الأخبار. عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه انه لم يقاتل قوما قط من اهل القبلة ممن خالفه حتى يدعوهم. وانه لم يتعرض بعد قتالهم وظهوره عليهم لشيء من مواريثهم ولا لنسائهم ولا لذراريهم. ولم يقتل منهم اسيرا. ولم يذفف منهم على جريح. ولم يتبع منهم مدبرا.

(سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں ہم کو جو روایتیں صحت کے ساتھ معلوم ہوسکی ہیں وہ بتاتی ہیں کی آپ نے دعوت دیئے بغیر کبھی کسی سے جنگ نہیں کی نیز جنگ ختم ہونے اور ان پر فتح پانے کے بعد آپ نے ان کی چھوڑی ہوئی میراثوں یا عورتوں اور بچوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا، ان کے کسی قیدی کو قتل نہیں کیا۔ کسی زخمی کو جان سے نہیں مارا، اور کسی پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کا تعاقب نہیں کیا۔

وأما ما كان من عسكرهم وما اجلبوا به اليه. فقد اختلف علينا فيه. فمنهم من قال: قسم ما اجلبوا به عليه في عسكرهم بعد ان خمسه. وقال بعضهم: رده على اهله ميراثا بينهم. واما

لم يكن معهم في عسكرهم من الأموال والمساكن والضياع فتركها لأهلها ولم يتعرض لها.

البتہ ان کے لشکر کے ساز و سامان اور جو چیزیں یہ لوگ اپنے ساتھ لائے ہوں ان کے بارے میں ہمیں مختلف روایتیں ملی ہیں، بعض راویوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ آپ کے خلاف اپنے لشکر میں جو کچھ بھی لائے تھے، انہیں آپ نے خمس علیحدہ کرنے کے بعد تقسیم کر دیا، بعض دوسرے راویوں نے کہا ہے کہ ان چیزوں کو آپ نے انہی لوگوں کی میراث قرار دیتے ہوئے واپس کر دیا تھا، رہے وہ ساز و سامان یا مال و دولت اور غیر منقولہ جائیداد جو ان کے ساتھ کیمپ میں نہیں تھی تو ان سے آپ نے کبھی کوئی تعرض نہیں کیا، اور ان کو ان کے مالکوں کے قبضہ میں رہنے دیا۔

ومما ترك النشاستج بالكوفة لطلحة. واموال طلحة والزبير بالمدينة وضياع اهل البصرة ومساكنهم واموالهم.

اس طور پر آپ نے جو جائیداد یں چھوڑیں ان میں کوفہ کا نشاستج نامی موضع بھی شامل ہے جو (سیدنا) طلحہ (رضی اللہ عنہ) کا تھا، اسی طرح مدینہ میں (سیدنا طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) کے سارے اموال واملاک اور بصرہ والوں کے گھر بار، مال اور ساز و سامان کو بھی آپ نے چھوڑ دیا تھا۔

وقال بعض اصحابنا ان عسكر اهل البغي اذا كان مقيما قتل اسراهم واتبع مدبرهم وذفف على جريحهم.

اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اگر باغیوں کے لشکر کا کیمپ منظم طور پر قائم ہو تو ان کے قیدی قتل کئے جائیں گے، بھاگنے والوں کا تعاقب ہوگا اور زخمیوں کو مار ڈالا جائے گا۔

وان لم يكن لهم عسكر ولا فئة يلجأون اليها لم يتبع مدبر ولم يذفف على جريح ولم يقتل اسير. فان خيف من الأسارى ان يكون لهم جمع يلجأون اليه اذا عفي عنهم استودعهم السجن حتى تعرف توبتهم.

لیکن اگر ان کا کوئی منظم جتھا یا لشکر نہ ہو جس میں یہ پناہ لیتے ہوں تو بھاگنے والوں کا تعاقب نہ ہوگا، زخمیوں کی جان نہیں لی جائے گی، اور قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر قیدیوں سے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر انہیں چھوڑ دیا گیا تو ایک جتھا بنالیں گے تو انہیں قید خانہ میں بند کر دینا چاہیے، اور اس وقت تک قید میں رکھنا چاہیے جب تک اطمینان نہ ہو جائے کہ انہوں نے توبہ کر لی۔

مقتول باغی کا حکم:

ولا يصلى على قتل اهل البغي. ويورث قاتلهم من اهل العدل من مواريثهم مثل ما يورث

نظراؤہ ممن لم یقتل من قبل ان القاتل قتلہ علی حق، ولا یورث الب غی اذا قتل من اھل العدل احدا میراثامنہ ان کان قتلہ بیدہ لانہ قتلہ بباطل۔

مقتول باغیوں کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی، برحق گروہ کے افراد نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے (وہ اگر شرعاً ان کے وارث ہوں تو) ان کو ان قتل کیے ہوئے لوگوں سے ورثہ ملے گا، اسی طرح جس طرح کہ ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے (اپنے مورث کا) قتل نہ کیا ہو کیونکہ قاتل نے اس (مورث) کا قتل حق کی بنا پر کیا ہے، کوئی باغی اگر برسرحق گروہ کے کسی فرد کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کردے تو وہ اس سے ورثہ نہیں پائے گا کیونکہ اس نے اسے بربنائے باطل قتل کیا ہے۔

ویصلی علی قتل اھل العدل، وھم فی الصلوٰۃ علیھم والدفن لھم بمنزلۃ الشھداء لا یغسلون، ویکفنون فی ثیابھم الا ان یکون علیھم حدیدا و جلد، فینزع عنھم ولا یحنطون، ویفعل بہ کما یفعل بالشھداء۔

اہل عدل میں سے جو لوگ مارے جائیں ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، ان کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین اسی طرح ہوگی جس طرح شہیدوں کی کی جاتی ہے یعنی انہیں غسل نہ دیا جائے گا اور وہ انہیں کپڑوں میں دفن کئے جائیں گے جن میں مارے گئے، البتہ کسی مقتول کے بدن پر آہنی یا چرمی جامہ ہو تو اس اتار لیا جائے گا، ان کے بدن پر خوشبو نہ ملی جائے گی، غرض یہ کہ وہی طریقے اختیار کئے جائیں گے جو شہداء کی تجہیز و تکفین میں اختیار کئے جاتے ہیں۔

ھذا اذا کانوا فی المعرکۃ. وأما اذا حمل الواحد منھم علی أیدی الرجال وبہ رمق فمات علی ایدیھم او الی رجلہ غسل و کفن وحنط وصنع بہ ما یصنع بالمیت وصلی علیہ۔

مندرجہ بالا باتیں ان مقتولین سے متعلق ہیں جو دوران جنگ جان بحق تسلیم کریں۔ اگر کسی میں ابھی جان باقی ہو اور لوگ اسے اٹھا کر اس کے خیمہ میں لے جائیں اور وہاں یا راستہ میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا، بدن پر خوشبو ملی جائے گی، اور وہ طریقے اختیار کئے جائیں گے جو عام میت کے ساتھ اختیار کئے جاتے ہیں، اور اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

تائب ہو کر آنے والے باغی کا حکم:

ومن تاب من اھل البغی وتابع الامام وسمع واطاع. فلا یؤخذ بدم ولا جراحۃ کانت منہ فی الحرب ولا شیء استھلکہ. فان وجد فی یدہ شیء لاھل العدل قائم بعینہ اخذ منہ ورد علی صاحبہ.

جو باغی تائب ہو کر امام کے تحت آجائے اور اطاعت کرنے لگے اس نے دوران جنگ جو قتل کئے ہوں یا زخم لگائے ہوں یا

جو چیزیں تباہ کی ہوں ان پر اس سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

وكذلك المحارب الذى يقطع الطريق ويقتل ويأخذ الاموال اذا جاء قبل ان يقدر عليه طالبا للأمان وسمع و طاع لم يؤخذ بشىء كان منه جراحة ولا شىء استهلكه فى حال حربه. فان وجد فى يده شىء لانسان قاهم بعينه اخذ منه ورد عليه. وما استهلكه فلا ضمان عليه فيه.

اسی طرح وہ وہ محارب جو رہزنی کرتا ہے اور اس میں قتل کرے، یا مال چھینے، اگر گرفتار ہونے سے پہلے تائب ہو کر امان کی درخواست لے کر امام کے پاس واپس آ جائے اور امام کی اطاعت کرنے لگے تو اس نے لڑائی کے دوران جو زخم لگائے ہوں، یا مال لوٹ کر صرف کر ڈالا ہو، ان پر اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا، البتہ اگر کسی آدمی کی کوئی چیز علی حالہ اس کے پاس موجود ہو تو اسے اس سے واپس دے دیا جائے گا، لیکن جو چیزیں وہ خرچ کر چکا اس کا وہ دینے دار نہ ہوگا۔

باغیوں سے ہاتھ آنے والے اموال کا حکم:

وما أصيب فى أيدى اهل العدل من سلاح او كراع لاهل البغى فهو فىء يخمسه الامام ويقسم الاربعة الاخماس

باغیوں کے جو مویشی یا اسلحے وغیرہ اہل عدل کے ہاتھ لگ جائیں وہ مال غنیمت قرار پائیں گے جن میں سے امام خمس علیحدہ کر کے باقی ۵/۴ کو تقسیم کر دیگا۔

(۵۰۹)۔ وحدثنى محمد بن اسحاق عن ابى جعفر قال: كان على رضى الله عنه اذا اتى الأسير يوم صفين اخذ دابته وسلاحه واخذ عليه ان لا يعود وخلى سبيله.

ابوجعفر کا بیان ہے کہ:

''جنگ صفین کے موقع پر جب (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس کوئی قیدی لایا جاتا تو آپ اس کا سواری کا جانور اور اسلحے چھین لیتے اور اس سے یہ عہد لے کر اسے چھوڑ دیتے کہ وہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے گا۔''

باغی قیدیوں کا حکم:

(۵۱۰)۔ وحدثنا اشعث عن الحسن قال كان يكره قتل الأسارى.

ہم سے اشعث نے بیان کیا ہے کہ حسن قیدیوں کو قتل کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

(۵۱۱)۔ وحدثنا بعض المشيخة عن جعفر بن محمد عن ابيه ان عليا رضى الله عنه امر مناديه

(۵۱۰) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۱-۳۔

فنادى يوم البصرة :لا يتبع مدبر ولا يذفف على جريح ولا يقتل أسير. ومن اغلق بابه فهو امن. ومن ألقى سلاحه فهو آمن قال: ولم يأخذ من متاعهم شيئا۔

جعفر بن محمد کے والد سے روایت ہے کہ:

''(سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کے حکم سے ان کے منادی نے جنگ بصرہ کے موقع پر یہ اعلان عام کیا تھا کہ: کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، کسی زخمی کو جان سے نہ مارا جائے اور کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے اسے امان ہے، جو اپنے ہتھیار رکھ دے اسے امان ہے۔ (راوی) کہتا ہے کہ آپ نے ان کا کوئی سامان نہیں چھینا تھا۔''

امان یافتہ محارب کا حکم:

(۵۱۲). وحدثنا مغيرة عن حماد عن ابراهيم في رجل اصاب حدا. ثم خرج محاربا ثم طلب الأمان فأمن قال: يقام عليه الحد الذى كان اصابه۔

اگر کوئی آدمی حد شرعی کا مستحق قرار دیا گیا اور وہ محارب بن کر بھاگ کھڑا ہوا. پھر اس نے امان مانگی اور اسے امان دے دی گئی تو ایسے آدمی کے بارے میں ابراہیم نے کہا ہے کہ:

''اس آدمی پر وہ حد جاری کی جائے گی جس کا وہ مستحق قرار دیا جا چکا ہو۔''

(۵۱۳). وحدثنا الحجاج عن الحكم بن عتيبة قال: كان اهل العلم يقولون: اذا أمن المحارب لم يؤخذ بشيء كان اصابه في حال حربه الا ان يكون شيئا اصابه قبل ذلك. فيؤخذ به۔

حکم بن عتیبہ کا بیان ہے کہ:

''اہل علم کہا کرتے تھے کہ جب کسی محارب کو امان دی جاتی ہے تو اسے اس حالت میں کئے ہوئے جرائم کی سزا نہیں دی جائے گی الا یہ کہ وہ اس سے پہلے کوئی جرم کر چکا ہو تو اس سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔''

هذا احسن ما سمعنا في ذلك والله اعلم۔

اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ سنا ہے ان میں بہترین رائے یہی ہے، واللہ اعلم۔

فسادی کی سزا:

وكان ابو حنيفة يقول فيمن حارب الله ورسوله :اذا آخذ المال قطعت يديه ورجله من خلاف ولم يقتل ولم يصلب. فان قتل مع اخذ المال فالامام فيه بالخيار ان شاء قتله ولم

---

(۵۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ ۳۳۲۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۹۰۔

(۵۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۷۸۶۔

یقطعه. وان شاء صلبه ولم یقطعه. وان شاء قطع یده ورجله ثم صلبه او قتله. واذا قتل ولم یأخذ المال قتل.

جو آدمی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے لگے اس کے بارے میں (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے یہ کہا ہے کہ: اگر اس نے صرف مال لوٹا ہو تو اسے قتل یا پھانسی کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس کا ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹا جائے گا، اگر اس نے مال لوٹنے کے ساتھ ہی قتل بھی کیا ہو تو اس کے بارے میں امام کو اختیار ہے کہ اسے قتل کردے، ہاتھ پاؤں نہ کاٹے، یا پھانسی دے دے اور ہاتھ پاؤں نہ کاٹے، یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر تب قتل کرے یا سولی چڑھادے، اگر اس نے مال نہ لوٹا ہو صرف قتل کیا تو اسے قتل کردیا جائے گا۔

قال: ونفیه من الأرض صلبه رواه ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم.

انہوں نے کہا ہے کہ زمین سے نفی کردینے کا مطلب پھانسی دینا ہے یہ رائے (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے حماد کے واسطہ سے ابراہیم سے روایت کی ہے۔

وقولی اذا قتل واخذ المال صلب. واذا قتل ولم یأخذ المال قتل. وان اخذ المال ولم یقتل قطعت یده ورجله من خلاف

میری رائے یہ ہے کہ اگر محارب نے قتل کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو اسے پھانسی دی جائے گی، اگر اس نے قتل کیا ہو مگر مال نہ لوٹا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر اس نے صرف مال لوٹا ہو قتل نہ کیا ہو تو اس کا ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیا جائے گا۔

(۵۱۴) وحدثنا الحجاج بن ارطاة عن عطیة عن ابن عباس مثل ذلك.

ہم سے حجاج بن ارطاۃ نے بروایت عطیہ بروایت ابن عباس اس مضمون کی مثل حدیث بیان کی ہے۔

---

(۵۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳-۳۲

متفــرقــاتـــ

فتوحات:

(۵۱۵) قال: اخبرنی شیخ من قریش عن الزهری (رحمه الله) ان مصر والشام افتتحت فی زمن عمر رضی الله عنه. وان افریقیة وخراسان وبعض السند افتتحت فی زمن عثمان رضی الله عنه. قال: فقام تمیم الداری وهم تمیم بن اوس رجل من لخم فقال: یا رسول الله ان لی جیرة من الروم بفلسطین لهم قریة یقال لها جیرون واخری یقال له عینون. فان فتح الله علیك الشام فهبهما لی فقال: هما لك قال: فاکتب لی ذلك کتابا. قال: فکتب له:

ایک قریشی شیخ نے زہری سے روایت کرتے ہوئے مجھ خبر دی ہے کہ:

''مصر اور شام (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں فتح ہوئے اور افریقہ، خراسان اور سندھ کا کچھ علاقہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں ہوا۔ (راوی) کہتا ہے کہ ایک بار تمیم داری (رضی اللہ عنہ) یعنی لخم کے ایک فرد تمیم بن اوس (رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر یہ کہا: یا رسول اللہ! فلسطین میں میرے کچھ رومی پڑوسی ہیں جن کے پاس جیرون اور عینون نامی دو گاؤں ہیں، اگر اللہ شام کو آپ کے زیر نگیں کر دے تو یہ دونوں گاؤں مجھے دے دیجئے گا، آپ نے فرمایا: وہ دونوں گاؤں تجھے مل جائیں گے۔ اس نے کہا: آپ میرے لئے اس سلسلہ میں میں ایک تحریر لکھ دیجئے، (راوی) کہتا ہے کہ چنانچہ آپ نے اس کیلئے یہ لکھ دیا:

بسم الله الرحمن الرحیم

هذا کتاب من محمد رسول الله لتمیم بن اوس الداری ان له قریة جیرون وبیت عینون قریتهما کلهما وسهلهما وجبلهما وماؤها وحرثهما وانباطهما وبقرهما. ولعقبه من بعده. لا یحاقه فیها احد. ولا یلجهما علیهم احد بظلم. فمن اظلم واخذ منهم شیئا فان علیه لعنة الله.

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ تمیم بن اوس داری کیلئے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تحریر ہے کہ جیرون اور بیت عینون نامی دونوں گاؤں اس کیلئے ہیں ان کے اندر جو کچھ ہے: وادیاں، پہاڑ، پانی کے چشمے، کھیت، نبطی، گائیں اس کے بعد یہ چیزیں اس کی نسل میں منتقل ہوتی رہیں گی، کوئی آدمی ان دونوں گاؤں کے سلسلہ میں اس کے مقابلہ میں حق دار بن کر نہ کھڑا ہوگا، اور کوئی وہاں ان کی مرضی کے خلاف زبردستی داخل نہ ہوگا، جو کوئی ان لوگوں میں سے کسی پر ذرا بھی ظلم کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

قال: فلما ولی ابو بکر رضی اللہ عنہ کتب لهم كتابا نسخته:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتاب من ابى بكر امين رسول الله ﷺ الذى استخلف فى الأرض بعده. كتبه للداريين ان لا يفسد عليهم سبدهم ولبدهم من قرية جيرون وعينون. فمن كان يسمع ويطيع الله فلا يفسد منها شيئا وليقم عمودى الناس عليهما وليمنعهما من المفسدين

(راوی) کہتا ہے کہ جب (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ بنے تو آپ نے ان لوگوں کیلئے ایک تحریر لکھ دی جس کا متن یہ ہے:

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے امین، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے، جو آپ کے بعد زمین پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہے، ایک تحریر ہے، جو اس نے داریین کیلئے لکھی ہے کہ جیرون اور عینون کے گاؤں سے ان کو تھوڑا یا بہت جو فائدہ بھی ہو اس میں کوئی مداخلت نا کی جائے، جو لوگ اللہ کی بات سنتے اور اس کی فرماں برداری کرتے ہوں، انہیں چاہیے کہ ان دونوں گاؤں میں کوئی فساد نہ کریں، چاہیے کہ اصحاب وجاہت ان لوگوں کی پشت پناہی کر کے ان کو فسادیوں کی دست برد سے محفوظ رکھیں۔''

اہل کتاب سے تعزیت:

(۵۱۶) سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن اليهودى والنصرانى يموت له الولد أو القرابة كيف يعزى؟ قال: يقول: إن الله كتب الموت على خلقه. فنسأل الله ان يجعله خير غائب ينتظر. وانا لله وانا اليه راجعون. عليك بالصبر فيما نزل بك لا نقص الله لك عددا

میں نے (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے دریافت کیا کہ اگر کسی یہودی یا نصرانی کا لڑکا یا کوئی اور عزیز وفات پا جائے تو اس سے تعزیت کس طرح کرنی چاہیے۔ انہوں نے فرمایا کہ: یہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کیلئے موت مقدر کر دی ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کو پردہ غیب میں چھپی ہوئی اس چیز کی خبر بنائے جس کا انتظار

ہے، ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، تم پر جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو، اللہ تمہاری تعداد نہ گھٹائے۔''

(۵۱۷). وبلغنا ان رجلا نصرانيا كان يأتي الحسن ويغشى مجلسه فمات. فسار الحسن الى أخيه ليعزيه فقال له: أثابك الله على مصيبتك ثواب من أصيب بمثلها من اهل دينك. وبارك لنا في الموت وجعله خير غائب ننتظره. عليك بالصبر فيما نزل بك من المصائب.

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ:

''ایک عیسائی حسن کے پاس آیا کرتا تھا، اوران کی مجلسوں میں شرکت کرتا تھا، پھر اس کا انتقال ہوگیا، حسن اس کی تعزیت کیلئے اس کے بھائی کے پاس گئے اور اس سے کہا: تم پر جو مصیبت پڑی ہے اس پر اللہ تمہیں وہ اجر دے جو اس نے تمہارے ہم مذہبوں میں سے اس مصیبت کا شکار ہونے والوں کو دیا ہے، اللہ موت کو ہمارے لئے برکت کا ذریعہ بنائے، اور اسے کسی پردہ غیب میں چھپی ہوئی اس چیز کی خبر بتائے جس کے ہم سب منتظر ہیں تمہیں چاہیے کہ تم پر جو مصیبتیں پڑی ہیں ان پر صبر سے کام لو۔''

ان شیوخ کی فہرست جن سے مؤلف نے اپنی اس کتاب میں احادیث و آثار نقل کئے ہیں

حرف الالف

حرف الخاء

حرف الدال

حرف السین

حرف الشین

حرف الطاء

حرف العین

حرف الغین

حرف الفاء

حرف القاف

حرف الكاف

حرف اللام

حرف الميم

حرف النون

حرف الهاء

حرف الواو

حرف الیاء

اشاریہ اسماء الرجال

حرف الالف

حرف الباء

حرف التاء

حرف الثاء

حرف الجیم

حرف الحاء

حرف الخاء

حرف الذال

حرف الراء

حرف الزاء

حرف السین

حرف الضاد

حرف الطاء

حرف الظاء

حرف العین

حرف الفاء

حرف الکاف

حرف اللام

حرف المیم

حرف النون

حرف الھاء

حرف الواو

حرف الیاء

❊❊❊